



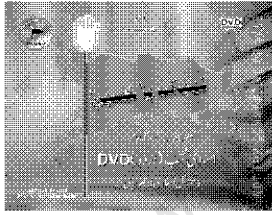
مَحْرَمَاتِ اِسْلَام

حجت الاسلام محمد حسینی بهار انجی

جامعہ تعلیمات اسلامی پاکستان

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرون ملک مقیم ہیں
مومنین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں۔



منجانب۔

سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدرآباد پاکستان



۷۸۶

۹۲-۱۱۰

یا صاحب الزماں اور کئی

DVD
Version

لبیک یا حسینؑ

نذر عباس
خصوصی تعاون: رضوان رضوی

اسلامی کتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری -

SABIL-E-SAKINA

Unit#8,

Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.

www.sabelesakina.page.fl

sabelesakina@gmail.com

Presented by www.ziaraat.com

www.ziaraat.com

NOT FOR COMMERCIAL

کتاب	محرمات اسلام
تالیف	سید محمد حسینی بہار انجلی
ترجمہ	محمد حسن جعفری
تہذیب و تدوین	رضا حسین رضوانی
طبع سوم	اپریل ۲۰۱۳ء

ISBN 978-969-9303-23-4

جملہ حقوق محفوظ ہیں: یہ کتاب لکھی یا جزدی طور پر اس شرط کے ساتھ فروخت کی جاتی ہے کہ جامعہ ہذا کی پیشگی اجازت حاصل کئے بغیر یہ موجودہ جلد بندی اور سرورق کے علاوہ کسی بھی شکل میں تجارت یا کسی اور مقصد کی خاطر نہ تو عاریہ کرائے پر دی جائے گی اور نہ ہی دوبارہ فروخت کی جائے گی۔ علاوہ ازیں کسی آئندہ خریدار یا بطور عطیہ حاصل کرنے والے پر یہ شرط عائد نہ کرنے کے لئے بھی ایسی ہی پیشگی اجازت کی ضرورت ہوگی۔

وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هَذَا حَلَالٌ وَهَذَا حَرَامٌ

(یونہی جھوٹ جو تمہاری زبان پر آجائے مت کہہ دیا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے۔ سورہ نحل: آیت ۱۱۶)

محرّماتِ اسلام

(اعتقادی، فقہی، اخلاقی، تاریخی اور اقتصادی معارفِ اسلام)

حجۃ الاسلام سید محمد حسینی بہار پانچی



جامعۃ تعلیمات اسلامی پاکستان

پوسٹ بکس ۵۴۲۵ - کراچی - پاکستان

فلسفہ احکام بزبان امام عالی مقامؑ

اللہ نے فرض کیا ہے:

- | | | |
|------------------|---|--|
| ایمان کو | — | شرک سے پاک کرنے کے لیے |
| نماز کو | — | تکبر سے بچانے کے لیے |
| زکات کو | — | رزق میں فراخی کے لیے |
| روزہ کو | — | مخلوق کے اخلاص کو آزمانے کے لیے |
| حج کو | — | دین کو تقویت پہنچانے کے لیے |
| جہاد کو | — | اسلام کی سر بلندی کے لیے |
| امر بالمعروف کو | — | عوام کی اصلاح کے لیے |
| نہی عن المنکر کو | — | سرپھروں کی روک تھام کے لیے |
| صلہ رحم کو | — | یار و انصار کی تعداد بڑھانے کے لیے |
| قصاص کو | — | خون ریزی کی روک تھام کے لیے |
| اجراء حدود کو | — | محرمات کی اہمیت قائم کرنے کے لیے |
| ترک شرابخوری کو | — | عقل کی حفاظت کے لیے |
| ترک چوری کو | — | پاک بازی کا باعث ہونے کے لیے |
| ترک زنا کو | — | حسب نسب کی حفاظت کے لیے |
| ترک اغلام کو | — | نسل بڑھانے کے لیے |
| گواہی کو | — | انکار حقوق کے مقابلے میں ثبوت مہیا کرنے کے لیے |
| جھوٹ سے پرہیز کو | — | سچائی کا شرف آشکارا کرنے کے لیے |
| قیام امن کو | — | خطروں سے تحفظ کے لیے |
| امانت داری کو | — | امت کا نظام درست رکھنے کے لیے اور |
| اطاعت کو | — | امامت کی عظمت ظاہر کرنے کے لیے |

(نہج البلاغہ ، کلمات قصار ، رقم ۲۵۲)

فہرست

۱۷ عرض مؤلف
	پہلا باب
۲۲ مقدمات
۲۲ گناہ اور حرام کے اثرات
۲۳ حرام ذرائع
۲۳ گناہ کے کبیرہ ہونے کا معیار
۲۵ اہل بیت علیہم السلام کے متعلق گناہان کبیرہ
۲۶ گناہان کبیرہ کی تعداد
۲۸ گناہان کبیرہ از روئے قرآن
۳۰ گناہ اور حرام کی وجہ سے عبادتوں کا ضیاع
۳۲ نیکیوں سے گناہوں کا خاتمہ ہوتا ہے
۳۲ حبط اور تکفیر کا صحیح مفہوم
۳۳ قرآن و حدیث میں حبط اور تکفیر کے مقامات
۳۳ اسلام سے پچھلے گناہ مٹ جاتے ہیں
۳۳ حبط اعمال بوجہ حرام خوری
۳۳ تقویٰ سے انحراف کی وجہ سے اعمال کا ضیاع
۳۳ گناہ حبط اعمال کا ذریعہ ہیں
۳۳ قیامت کا افلاس
۳۵ سب سے بڑی عبادت اور سب سے بڑی معصیت
۳۶ گناہ شناسی

۳۷ نیت اور گناہ کا ارادہ
۳۹ نیک نیتی اور بد نیتی
۴۰ جابر ابن عبد اللہ انصاریؓ کی کربلا آمد
۴۲ بیماری گناہ
۴۳ مرض گناہ کا علاج
۴۵ گنہگار کے ساتھ تعلقات
۴۵ گنہگار سے دوستی
۴۷ گناہ کے اثرات
۴۸ گناہ اور مختلف پریشانیاں
۴۹ اہل باطل کے ساتھ اچھے تعلقات ممنوع ہیں
۵۰ گناہ اور ظلم پہ راضی ہونا
۵۲ لوگوں کے سامنے گناہوں کا اعتراف کرنا

دوسرا باب

۵۳ محرمات اعتقادی
۵۳ شرک اور اس کی اقسام
۵۳ توحید ذاتی اور اللہ کی ذات میں شرک
۵۵ توحید افعالی اور اللہ کے افعال میں شرک
۵۶ توحید صفاتی و شرک صفاتی
۵۶ شرک فی الاطاعت اور توحید فی الاطاعت
۵۸ توحید فی العبادت اور شرک فی العبادت
۵۸ اللہ کی ذات کے متعلق غور کرنا
۶۱ ریا
۶۲ شہرت کی تمنا
۶۳ ریا کاری کی سزا
۶۳ نفاق اور منافقین
۶۵ خدا کی نشانیوں کا انکار
۶۶ کفر اور انکار حق

۶۸ حق پوشی
۶۹ ترک واجبات
۷۱ ترک نماز
۷۲ ترک زکات
۷۳ منکر زکات، اٹلبہ کا قصہ
۷۵ ترک حج
۷۶ خدا، رسول اور ائمہ سے بیزاری
۷۸ جب امیر المومنین علیہ السلام پر سب کرایا گیا
۸۰ ائمہ ہدیٰ علیہم السلام کی امامت کا انکار
۸۲ غالی، خارجی اور ناموسی
۸۳ اہل کتاب کا غلو اور شرک
۸۵ لوگوں کو گمراہ کرنا
۸۶ خدا کے گمراہ کرنے کا مفہوم
۸۶ لوگوں کو ہدایت کرنے کی جزا
۸۷ گمراہ افراد کی بیزاری
۸۹ بدشگونی اور نیک شگونی
۹۱ لوگوں کے عقائد میں شکوک پیدا کرنا
۹۲ خود ساختہ دین قائم کرنا اور اس کی سزا
۹۳ دین میں بدعت کرنا
۹۵ نص کے مقابلے پر اجتہاد
۱۰۵ خود ساختہ محرمات
۱۰۷ وہابیوں کے اشکالات اور آیت اللہ خوئی کے جوابات
۱۰۸ عبادت و خضوع کا مفہوم
۱۱۱ شیعوں پر بہتان تراشی
۱۱۲ اسلامی حقائق و معارف کو سمجھنے کا صحیح راستا
۱۱۳ معانی الاخبار سے ایک داستان
۱۱۵ حضرت علیؑ کے علاوہ کسی کو ”امیر المومنین“ کہنا

۱۱۶ اہل بدعت کے ساتھ میل جول
۱۱۷ اللہ کے فرمان سے ہٹ کر فیصلہ کرنا
۱۲۰ قیاس و استحسان
۱۲۲ تفسیر بالرأے
۱۲۳ طریق اہلبیت علیہم السلام سے ہٹ کر تفسیر قرآن کرنا
۱۲۶ باب اجتہاد کا بند ہونا
۱۲۹ حرام کو حلال اور حلال کو حرام قرار دینا
۱۳۲ ہٹ دھرمی اور بحث و تکرار
۱۳۳ رہبانیت اور غیر شرعی ریاضتیں
۱۳۴ رحمت الہی سے ناامیدی
۱۳۵ قنوط، یاس اور خبیثہ
۱۳۶ اللہ کی رحمت و مغفرت
۱۳۸ رحمت الہی کی وسعت
۱۳۹ اللہ کی پکڑ سے بے خوف ہونا
۱۴۱ خداوند عالم کے متعلق بدگمانی
۱۴۳ تقدیر الہی کی شکایت
۱۴۶ مصیبت میں بے صبری
۱۴۸ علم نجوم سے پیشین گوئی کرنا
۱۵۱ دشمنان اسلام کو راز دار بنانا
۱۵۳ کفار و اہل کتاب سے دوستی
۱۵۶ تولد اور تمرا کے متعلق معصومین کے ارشادات
۱۵۷ گمراہ کن کتابیں پڑھنا

تیسرا باب

۱۵۸ اخلاقی محرمات
۱۵۸ بد اخلاقی
۱۵۹ جھوٹ اور اس کی اقسام
۱۵۹ جھوٹ کے خطرناک نتائج

- ۱۶۰ وہ مقامات جہاں جھوٹ بولنا جائز ہے۔
- ۱۶۱ خدا اور اولیائے خدا پر جھوٹ باندھنا۔
- ۱۶۱ اللہ کی جھوٹی قسم کھانا۔
- ۱۶۲ اللہ کے نام کا احترام۔
- ۱۶۳ جھوٹی گواہی دینا۔
- ۱۶۳ گواہی کا چھپانا۔
- ۱۶۶ علم کے بغیر مناظرہ اور مباحثہ کرنا۔
- ۱۶۷ غیر احسن مناظرے کا مفہوم۔
- ۱۶۸ والدین کی نافرمانی۔
- ۱۶۹ حقوق والدین۔
- ۱۷۲ والدین کی نافرمانی کا مطلب و مفہوم۔
- ۱۷۲ والدین کی نافرمانی کے اثرات۔
- ۱۷۳ والدین سے بھلائی گناہوں کی مغفرت کا ذریعہ ہے۔
- ۱۷۷ روحانی والدین کی نافرمانی۔
- ۱۷۹ قطع رحمی اور رشتے داروں سے بدسلوکی۔
- ۱۸۰ قطع رحم کے متعلق معصومین کے ارشادات۔
- ۱۸۱ ایسے گناہ جن سے عمر گھٹ جاتی ہے۔
- ۱۸۲ امام وقت سے قطعی رحمی کا نتیجہ۔
- ۱۸۳ غرور اور تکبر۔
- ۱۸۳ خود پسندی اور خود شنائی۔
- ۱۸۶ اقتدار طلبی اور قیامت سے غفلت۔
- ۱۸۷ اقتدار طلبی خطرناک ہے؟
- ۱۸۸ غیبت۔
- ۱۹۰ غیبت سے روکنا واجب ہے۔
- ۱۹۱ غیبت کا علاج۔
- ۱۹۱ جہاں غیبت جائز ہے۔
- ۱۹۳ غیبت کا کفارہ۔

- ۱۹۶ موئین سے بدگمان ہونا
- ۱۹۷ اہل ایمان کے رازوں کی جستجو کرنا
- ۱۹۸ تفرقہ ڈالنا اور دشمنی پیدا کرنا
- ۱۹۸ برے نام رکھنا اور لوگوں کا مذاق اڑانا
- ۲۰۰ چغل خوری
- ۲۰۱ لوگوں کے راز فاش کرنا
- ۲۰۲ رازوں کی حفاظت کے لیے ہادیاں دین کی سفارشات
- ۲۰۳ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور چغل خور
- ۲۰۴ چھپ چھپ کر باتیں سننا
- ۲۰۵ مکر و حیلہ، ملاوٹ اور خیانت
- ۲۰۸ ناواقف شخص کو دھوکا دینا
- ۲۰۸ خوشامد اور چالوسی
- ۲۰۹ حسد
- ۲۱۰ غرور اور تکبر
- ۲۱۰ غرور کا علاج
- ۲۱۱ ناحق غصہ کرنا
- ۲۱۴ کینہ پروری اور بدخواہی
- ۲۱۴ کینہ پروری سے پاکیزگی
- ۲۱۳ اہل ایمان سے دشمنی رکھنا
- ۲۱۴ مومن پر تہمت لگانا
- ۲۱۵ مومن کو گالی دینا
- ۲۱۷ مومن پر لعنت کرنا
- ۲۱۸ لوگوں پر ظلم و ستم کرنا
- ۲۱۹ ظلم اور ظالموں کا انجام
- ۲۲۰ ایک نصیحت آموز حکایت
- ۲۲۱ مکافات عمل
- ۲۲۲ عوام کے ساتھ بھلائی کرنا

- ۲۲۳ صدقہ موت کو نال دیتا ہے
- ۲۲۳ بھلائی کرنے سے تقدیر بدل جاتی ہے
- ۲۲۴ اپنے آپ کو اذیت پہنچانا
- ۲۲۴ مومن کی توبہین کرنا
- ۲۲۵ مومن کی ہجو کرنا
- ۲۲۶ علماء کی توبہین کرنا
- ۲۲۷ آخری زمانے میں علماء کی توبہین
- ۲۲۸ فقہاء کی اطاعت نہ کرنا
- ۲۲۹ اہل ایمان کو کافر کہنا
- ۲۲۹ خدا، رسول اور اولیاء اللہ کو اذیت پہنچانا
- ۲۳۲ اولیاء اللہ کو اذیت دینے کا انجام
- ۲۳۳ شعائر اسلام کی توبہین
- ۲۳۴ قرآن کریم کی بے حرمتی کرنا
- ۲۳۵ بیت اللہ کی بے ادبی کرنا
- ۲۳۶ تربت امام حسینؑ کی بے ادبی کرنا
- ۲۳۸ مزارات مقدسہ کی بے ادبی کرنا
- ۲۴۰ مساجد کی بے ادبی کرنا
- ۲۴۰ مساجد کے آداب
- ۲۴۲ نماز جماعت سے بے اعتنائی کرنا
- ۲۴۳ بلا عذر جماعت ترک کرنا
- ۲۴۴ بلا عذر نماز جمعہ میں شریک نہ ہونا
- ۲۴۵ مستحبات کو ترک کرنا
- ۲۴۶ قبور معصومین کی طرف پشت کر کے نماز پڑھنا
- ۲۴۷ امام زمانہ (عجل اللہ فرجہ الشریف) کا نام لینا
- ۲۴۸ عہد و پیمان توڑنا
- ۲۴۹ عہد شکنی اور منافقت
- ۲۵۰ امانت میں خیانت کرنا

۲۵۱ مسلمانوں کی ضروریات سے بے توجہی برتنا
۲۵۳ مومن بھائیوں کی مدد نہ کرنا
۲۵۴ مومن کی مدد کرنے کی اہمیت
۲۵۴ مظلوم کی حمایت نہ کرنا
۲۵۵ محارف اسلامی کو سمجھنے کی کوشش نہ کرنا
۲۵۷ ترک توبہ اور گناہوں کو ہلکا سمجھنا
۲۵۹ گناہوں پر جسارت کرنا
۲۶۰ گناہانِ صغیرہ پر اصرار
۲۶۱ وسوسوں اور شیطان کی پیروی
۲۶۳ امر باطل کا اجرا کرنا

چوتھا باب

۲۶۵ اقتصادی اور مالی محرمات
۲۶۵ مال حرام کی قسمیں
۲۶۸ حرام خوری
۲۷۰ حرام خوری کا نتیجہ
۲۷۰ شیخ صدوق کے والد کی وصیت
۲۷۰ تلاشِ رزقِ حلال عینِ عبادت ہے
۲۷۲ رزقِ حلال کمانے کی اہمیت
۲۷۳ سود خوری
۲۷۴ آخری زمانے میں سود کو فروغ حاصل ہوگا
۲۷۵ قرضِ حسنہ کا ثواب
۲۷۵ کسی کا حق روک لینا
۲۷۶ لوگوں کے اموال اور حقوقِ غصب کرنا
۲۷۷ راستا بند کرنا
۲۷۷ یتیم کا مال کھانا
۲۷۹ جوا اور شرطی
۲۸۰ شرط لگائے بغیر جوا کے لوازم سے کھیلنا

- ۲۸۱ حرام شرطیں
- ۲۸۲ وسائل گناہ کی خرید و فروخت
- ۲۸۳ تنگدست مقروض پر سختی کرنا
- ۲۸۶ سادات کے لیے زکات لینا
- ۲۸۷ چوری کرنا
- ۲۹۰ اسلامی سزاؤں پر اہل مغرب کے اعتراضات
- ۲۹۲ کم تولنا
- ۲۹۳ دکانداروں کو امام علیؑ کی نصیحت
- ۲۹۳ نیک و بد اعمال کا ترازو
- ۲۹۳ کم تولنے کا انجام
- ۲۹۷ رشوت خوری
- ۲۹۸ تلاش معاش کو چھوڑ دینا
- ۲۹۸ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتا
- ۲۹۹ دست سوال دراز نہ کرنے کے فوائد
- ۳۰۰ اسراف اور فضول خرچی
- ۳۰۲ کفران نعمت
- ۳۰۲ معاش میں میانہ روی کو چھوڑ دینا
- ۳۰۳ حرص، بخل، خوف اور طمع
- ۳۰۵ ذخیرہ اندوزی
- ۳۰۶ زیادہ دولت جمع کرنا
- ۳۰۸ گمراہی کے مراکز کی تعمیر
- ۳۰۹ نماز جمعہ کے اوقات میں خرید و فروخت
- ۳۰۹ سونے چاندی کے برتنوں کی خرید و فروخت
- ۳۱۰ قرآن مجید کی خرید و فروخت
- ۳۱۰ دشمنان اسلام کو اسلحہ بیچنا
- ۳۱۱ جعلی کرنسی کا کاروبار
- ۳۱۲ واجبات پر اجرت لینا

۳۱۴ چور بازاری

پانچواں باب

۳۱۶ محرمات جنسی و ناموسی

۳۱۶ نشوز و شقاق

۳۱۸ زنا

۳۲۰ بے راہ روی کے خطرناک نتائج

۳۲۲ جن عورتوں سے رشتہ حرام ہے

۳۲۸ چند اسباب حرمت بزبان امام محمد تقیؑ

۳۲۹ حرمت عزل

۳۲۹ لواطت

۳۳۰ قوم لوط پر عذاب کا واقعہ

۳۳۲ لواطت کی سزا

۳۳۳ مفسول کی سزا

۳۳۳ چھٹی

۳۳۵ زنا اور لواطت کے لیے دلائی کرنا

۳۳۵ دیوث

۳۳۶ استمنا

۳۳۷ قذف

۳۳۹ حد زنا و قذف کے اجرا کے لیے اسلام کا قانون

۳۳۹ خانگی راز افشا کرنا

۳۴۰ مومن دوشیزہ کا حسن و جمال بیان کرنا

۳۴۰ خواتین کو شادی سے روکنا

۳۴۱ لہو، لیب، لثو اور باطل

۳۴۲ بے حجابی و بدحجابی

۳۴۳ گنہگار عورتوں کی سزائیں

۳۴۵ لڑکوں اور لڑکیوں کی دوستی

۳۴۶ عشق حرام

www.ziaraat.com
Sabeer-e-Sakim

- ۳۴۷ بے حیائی کو فروغ دینا
- ۳۴۷ عورت کا غیر مردوں کے لیے سنگھار کرنا
- ۳۴۸ مرد اور عورت کا ایک دوسرے سے مشابہ ہونا
- ۳۴۸ حرام اور حلال نگاہیں
- ۳۵۰ قصد لذت سے محارم کو دیکھنا
- ۳۵۱ حیض و نفاس میں جماع کرنا
- ۳۵۲ چار ماہ سے زیادہ عرصے تک جماع نہ کرنا
- ۳۵۳ منکوحہ عورت یا عدت والی عورت سے نکاح کی خواستگاری کرنا
- ۳۵۳ عدت و فوات کے دوران عورت کا بننا سنورنا
- ۳۵۵ مردوں کے لیے ریشم اور سونا استعمال کرنا
- ۳۵۵ دوسری صنف کا لباس پہننا
- ۳۵۶ غنا اور موسیقی
- ۳۵۷ موسیقی اور جدید سائنس
- ۳۵۹ اہل موسیقی کا انجام
- ۳۶۰ آخری زمانے میں موسیقی کو عروج حاصل ہوگا
- ۳۶۰ موسیقی کے متعلق فقہاء کی آراء
- ۳۶۲ شادی کی محفل اور غنا
- ۳۶۳ غنا اور موسیقی کے حرام ہونے کا فلسفہ

چھٹا باب

- ۳۶۴ کھانے پینے کے محرمات
- ۳۶۴ حرام کھانے
- ۳۶۷ حلال جانور میں پائی جانے والی حرام اشیاء
- ۳۶۸ قرآن میں حرام کردہ جانور
- ۳۶۹ جانوروں کو اذیت دینا
- ۳۷۲ کچھ جانوروں کے خواص
- ۳۷۳ موذی جانوروں کو مارنا
- ۳۷۴ شراب نوشی

- ۳۷۶ جس دسترخوان پر شراب ہو وہاں بیٹھنا
- ۳۷۶ شراب سازی کے لیے انگور و خرما کی خرید و فروخت
- ۳۷۷ قیامت کے دن شرابی کا انجام کیا ہوگا؟
- ۳۷۸ سابقہ ادیان اور شراب
- ۳۷۹ نشیات کا استعمال
- ۳۸۰ ناپاک اور نجس اشیاء کا کھانا

ساتواں باب

- ۳۸۲ دوسرے محرمات
- ۳۸۲ وہ چیزیں جو اعتکاف میں حرام ہیں
- ۳۸۳ مسلمانوں سے لڑنا اور بد امنی پھیلانا
- ۳۸۴ سماج دشمن عناصر کی سزا
- ۳۸۵ امام زین العابدین علیہ السلام اور ڈاکو
- ۳۸۶ حرمت والے مہینوں میں جنگ کرنا
- ۳۸۷ امام کے خلاف خروج کرنا
- ۳۸۸ جامع الشرائط فقہ کی مخالفت کرنا
- ۳۹۱ ناحق قتل کرنا
- ۳۹۳ ایک عبرت انگیز داستان
- ۳۹۴ بے گناہ سادات کا قتل
- ۳۹۵ کربلا کے ایک قاتل کی داستان
- ۳۹۵ حجاج بن یوسف کا انجام
- ۳۹۶ ہیروشیما پر بمباری کرنے والے پاکٹ کا انجام
- ۳۹۷ اسقاط حمل
- ۳۹۸ خودکشی کرنا اور دوسرے کے قتل میں مدد کرنا
- ۳۹۸ ظالموں کی مدد کرنا
- ۴۰۰ ظالم کی مدد کرنا حرام ہے
- ۴۰۱ دو تاریخی واقعات
- ۴۰۳ گناہ کے اثرات

- ۲۰۳ جہاد سے بھاگنا
- ۲۰۴ اہل فتنہ کے خلاف جہاد میں امام حق کا ساتھ نہ دینا
- ۲۰۶ جہاد میں امیر المؤمنین علیہ السلام کا کردار
- ۲۰۸ ایک خارجی کا امام محمد باقر علیہ السلام سے مباحثہ
- ۲۰۹ جہاد سے مربوط محرمات
- ۲۰۹ تقیہ ترک کرنا
- ۲۱۱ باطل کی ترویج کرنا
- ۲۱۲ جادو ٹونا کرنا
- ۲۱۴ کہانت اور پیشین گوئی
- ۲۱۵ قیافہ شناسی
- ۲۱۶ مجسمہ سازی
- ۲۱۷ اغوا اور بردہ فردشی
- ۲۱۸ داڑھی منڈانا
- ۲۱۹ ختنہ نہ کرانا
- ۲۲۰ جمعہ و عیدین کے خطبوں میں کلام
- ۲۲۱ ظالمانہ وصیت کرنا — وصیت کو بدلنا
- ۲۲۲ محرمات احرام
- ۲۲۳ میت سے متعلقہ محرمات
- ۲۲۴ حرام روزے
- ۲۲۵ مساجد اور مقامات مقدسہ کے محرمات
- ۲۲۶ بلاد کفر میں رہائش اختیار کرنا
- ۲۲۷ حرام اشعار
- ۲۲۸ خلقت کو تبدیل کرنا
- ۲۳۰ امام حسن عسکری علیہ السلام کی شیعوں کو نصیحتیں

عرض مؤلف

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ. بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ. أَلْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ.
وَالصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ عَلَى سَيِّدِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا أَبِي الْقَاسِمِ مُحَمَّدٍ
وَعَلَى الطَّيِّبِينَ مِنْ عِتْرَتِهِ وَاللُّعْنُ عَلَى أَعْدَائِهِمْ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ.

تمام حمد اس ذات پاک کے لیے ہے جس نے ہمیں اپنی معرفت کی ہدایت بخشی اور اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ دین حق کو تمام باطل ادیان پر غالب کر دے۔

تمام حمد اس ذات پاک کے لیے ہے جس نے ہم پر اپنے ان اولیاء کی ولایت کو فرض کیا جن سے اس نے ہر طرح کی ناپاکی کو دور رکھا اور فرمایا: اِنْسَا وَلِيْكُمْ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الَّذِيْنَ يَقِيْمُوْنَ الصَّلَاةَ وَيُوْتُوْنَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ ۝ (سورہ مائدہ: آیت ۵۵)

تمام حمد اس ذات پاک کے لیے ہے جس نے ان مقدس ہستیوں کو اپنی آیات و احکام کا مبلغ بتایا اور اپنے اس فرمان سے کہ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ۝ (سورہ توبہ: آیت ۱۱۹) ہم پر واجب کیا کہ ہم ان کا ساتھ دیں اور ان کی ہدایت کی روشنی میں سفر کریں۔

تمام حمد اس ذات احدیت کے لیے ہے جس نے ہمیں شیاطین کی ڈگر پر چلنے سے منع کیا اور ہم پر یہ واضح کیا کہ شیطانی راہ پر چلنے والے گمراہ اور گمراہ کن لوگ ہیں۔ اس نے ہمیں ان کی سرپرستی قبول نہ کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے: فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَى لَا انْفِصَامَ لَهَا... (سورہ بقرہ: آیت ۲۵۶)

دوای درود ہو خاتم الرسل حضرت محمد مصطفیٰ اور ان کی پاک آل پر اور ابدی لعنت ہو ان کے تمام دشمنوں پر۔ واضح ہو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلسل ۲۳ برس تک دین اسلام کی انتھک تبلیغ کرنے کے بعد زندگی کے آخری لمحات میں اپنی امت پر اتمام حجت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا: اِنْسَى تَارِكٌ فِيْكُمْ الثَّقَلَيْنِ كِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِيْ اَهْلَ بَيْتِيْ مَا اِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِيْ اَبَدًا وَلَنْ يَفْتَرِقَا حَتّٰى يَرُدَّا عَلٰى الْحَوْضِ مِيْلَ تَهْمَارَے درمیان دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ ایک اللہ کی کتاب اور دوسرے میرا خاندان

میرے اہلیت۔ جب تک تم ان دونوں سے وابستہ رہو گے میرے بعد کبھی گمراہ نہیں ہو گے اور یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض پر پہنچ جائیں۔ (مسند احمد بن حنبل، ج ۳، ص ۱۳)

رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا تھا: أَيُّهَا النَّاسُ! مَا مِنْ شَيْءٍ يُقَرِّبُكُمْ إِلَى الْجَنَّةِ وَيُبَاعِدُكُمْ عَنِ النَّارِ إِلَّا وَقَدْ أَمَرْتُكُمْ بِهِ وَمَا مِنْ شَيْءٍ يُقَرِّبُكُمْ إِلَى النَّارِ وَيُبَاعِدُكُمْ عَنِ الْجَنَّةِ إِلَّا وَقَدْ نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ أَلَا وَإِنَّ رُوحَ الْأَمِينِ نَفَثَ فِي رُوحِي أَنَّهُ لَنْ تَمُوتَ نَفْسٌ حَتَّى تَسْتَكْمَلَ رِزْقَهَا فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَجْمِلُوا فِي الطَّلَبِ وَلَا يَحْمِلَنَّكُمْ اسْتِبْطَاءُ شَيْءٍ مِنَ الرِّزْقِ أَنْ تَطْلُبُوهُ بِغَيْرِ حِلِّهِ فَإِنَّهُ لَا يَذُرُّكَ مَا عِنْدَ اللَّهِ إِلَّا بِطَاعَتِهِ. لوگو! ہر وہ چیز جو تمہیں جنت سے قریب اور دوزخ سے دور کر سکتی ہے میں نے تمہیں اس پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے اور ہر وہ چیز جو تمہیں دوزخ سے قریب اور جنت سے دور کر سکتی ہے میں نے تمہیں اس سے منع کر دیا ہے۔ روح الامین نے میری روح میں یہ بات القا کی ہے کہ اس وقت تک کوئی جاندار مر نہیں سکتا جب تک وہ اپنے حصے کا رزق حاصل نہ کر لے۔ لہذا اللہ سے ڈرتے رہو اور باوقار طریقے سے رزق تلاش کرو۔ رزق کی تاخیر تمہیں ناجائز طریقے سے رزق حاصل کرنے کی ترغیب نہ دلانے پائے کیونکہ اللہ کی نعمتوں کو اس کی اطاعت سے ہی حاصل کیا جاسکتا ہے۔ (شیخ کلینی، کافی، الاصول والفروع ج ۲، ص ۷۴)

ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھیں اور ان اولیاء اللہ کی ہدایت کی روشنی میں زندگی گزاریں جو اللہ کی طرف سے مقرر کردہ اولی الامر ہیں اور صراط مستقیم کے رہبر ہیں اور مخلوق پر اللہ کی طرف سے گواہ ہیں۔ وہ اللہ کے پسندیدہ اور پسندیدہ بندے ہیں اور اللہ کی معرفت کے لیے چراغ ہدایت ہیں۔ جو بھی انسان ان کی پیروی کرتے ہوئے ان کا ہمسر ہوا اس کے لیے وہ سفینہ نجات ہیں اور وہی رَاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ کا مصداق اولی ہیں۔

جب ہم نے ان کی طرف رجوع کیا تو انہوں نے ہمارے لیے حلال و حرام کو واضح کیا اور ہمیں معارف دین سے آشنا اور آیات متشابہات سے آگاہ کیا جس سے ہمیں یقین ہو گیا کہ یہی ہستیاں ”اولی الامر“ ہیں۔ اور ہمیں یہ بھی یقین ہو گیا کہ جس نے ان سے رجوع کیا وہ نجات پا گیا اور جس نے ان کے در دولت علم پر جانے کو عار سمجھا وہ ہلاک اور عذاب الہی کا مستحق ہو گیا۔

واضح ہو کہ اس حقیر نے اعتقادی، فقہی، اخلاقی، تاریخی اور اقتصادی محرمات اسلام کی ایک تعداد کو اس کتاب میں جمع کیا ہے تاکہ مومنین اس سے مستفید ہو سکیں۔ اس کتاب کو لکھنے کا اول و آخر مقصد یہ ہے کہ یہ کتاب اس حقیر اور دوزخ کے درمیان حد فاصل بن جائے اور آخرت کے لیے ذخیرہ نجات قرار پائے۔

اس کتاب کو لکھنے کی ترغیب مجھے حضرت آیت اللہ سید محمد رضا گلپایگانی کے اس فرمان سے ملی کہ آپ اکثر اپنے شاگردوں سے فرمایا کرتے تھے ”محرمات اسلام لوگوں کے سامنے بیان کیا کرو۔“ چنانچہ میں نے ان کے اس فرمان کی تعمیل میں یہ کتاب لکھی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ میری اس ناچیز خدمت کو اپنی

بارگاہ میں قبول فرمائے اور ہم سب کو اپنی مرضات کے حصول کی توفیق عنایت فرمائے اور لغزشوں سے بچائے۔ اس حقیقت میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ انسان پر نقصان سے بچنا عقلی طور پر واجب ہے۔ نقصان کا اگرچہ احتمال ہی کیوں نہ ہو اس سے بچاؤ کی تدبیر کرنا ضروری ہے اور اگر نقصان یقینی ہو تو اس سے بچنا مزید ضروری ہو جاتا ہے۔ اگر مستقبل میں نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو حال میں اس سے بچاؤ کی تدبیر کرنا چاہیے۔ دنیا کا نقصان تو پھر بھی قابل برداشت ہے۔ انبیاء اور اولیاء نے آخرت کے نقصان کو بالکل واضح کر کے بیان کیا ہے اور ان کی صداقت کا تقاضا ہے کہ ہم آخرت کے یقینی نقصان سے بچنے کے لیے ہر تدبیر اختیار کریں۔

اصولی طور پر لوگوں کو شاہراہ زندگی پر سفر کرنے کے لیے اس کے قوانین سیکھنے چاہئیں تاکہ ان کا سفر خوشگوار اور محفوظ ہو اور وہ راہ کمال میں آنے والی رکاوٹوں اور خطروں سے آگاہ ہو سکیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اکثر لوگ گناہوں کے خطرات سے آگاہ نہیں ہیں اسی لیے وہ گناہ کرنے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتے اور لاعلمی کی وجہ سے شیطان کے جال میں پھنس جاتے ہیں۔ ایک سوچ یہ بھی ہے کہ گناہوں کی حرمت کسی خاص زمانے اور خاص وقت سے مخصوص تھی۔ یقیناً یہ شیطانی سوچ ہے۔ شیطان ہمیشہ ایسی توجیہات پیش کرتا رہتا ہے اور اس کوشش میں لگا رہتا ہے کہ لوگ گناہوں کی دلدل میں دھنسنے رہیں اور سعادت و کرامت سے محروم رہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا تھا: لَوْ عَلِمَ النَّاسُ مَخَاسِنَ كَلَامِنَا لَا تَبْعُونَا. اگر لوگ ہمارے کلام کی خوبیوں کو جان لیتے تو ضرور ہماری اتباع کرتے۔ حضرت کے اس فرمان کا مفہوم یہ ہے کہ اگر لوگوں کو ہماری باتوں کے محاسن کا علم ہو جائے تو وہ محرمات سے بچنے اور احکام الہی کی پیروی کرنے لگ جائیں۔ چنانچہ امام عالی مقام کے مذکورہ فرمان کو بنیاد بنا کر اس خاکسار نے محرمات کے عنوان پر قلم اٹھایا اور اللہ تعالیٰ کی مدد اور رہبران دین کی نظر شفقت سے محرمات کو ایک نئے انداز سے صفحہ قرطاس پر منتقل کیا۔ محرمات کے بیان کے لیے قرآنی آیات اور ہادیان دین کی روایات کے ساتھ ساتھ مشہور مجتہدین کے فتاویٰ کو بھی نقل کیا اور موضوع کی اہمیت کے پیش نظر اس کے ابواب قائم کئے اور عمومی فہرست کے علاوہ کتاب کے آخر میں حروف تہجی کی ترتیب کے تحت فہرست بھی قائم کی۔

اسلوب کتاب

قارئین کرام سے التماس ہے کہ کتاب کے موضوعات اور اس کے اسلوب کی اجمالی آگاہی کے لیے حسب ذیل نکات پر توجہ فرمائیں:

- ۱۔ اس کتاب میں گناہوں کی اہمیت کو مد نظر رکھ کر انھیں ترتیب وار بیان کیا گیا ہے۔ ہم نے یہ ترتیب معصومین علیہم السلام کی تصریح کے تحت قائم کی ہے۔
- ۲۔ محرمات کے اثبات کے لیے ہم نے قرآنی آیات، روایات معصومین اور استدلال فقہاء کی کیفیت سے

استفادہ کیا ہے۔

- ۳۔ بعض محرمات کی حرمت کا اگر معصومین نے فلسفہ بیان کیا ہے تو ہم نے اس کو بھی نقل کیا ہے۔
 - ۴۔ مشہور فقہاء کی آراء سے بھی ہم نے بھرپور استفادہ کیا ہے۔
 - ۵۔ اثبات مطلب کے لیے ہم نے بعض تاریخی واقعات بھی نقل کئے ہیں۔
 - ۶۔ ہم نے صرف گناہ کے بیان پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کے متضاد افعال پر بحث کی ہے مثلاً سود کے مقابلے میں قرض حسنہ ہے اور تکبر کے مقابلے میں تواضع ہے تو ہم نے صرف سود پر ہی بحث کو مرکوز نہیں رکھا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ قرض حسنہ کی خوبیاں بھی بیان کی ہیں۔ اسی طرح ہم نے تکبر اور تواضع دونوں پر گفتگو کی ہے۔
 - ۷۔ قرآنی آیات کی تفسیر کے لیے ہم نے دارالمن کتاب یعنی ائمہ طاہرین کے بیانات پر انحصار کیا ہے۔
 - ۸۔ ہم نے جہاں محرمات کو قرآن و حدیث اور روایات معصومین نیز مجتہدین کے فتاویٰ سے ثابت کیا ہے وہاں موارد شبہ اور احتیاط کا تذکرہ بھی کیا ہے۔
- عین ممکن ہے کہ محرمات کا بیان پڑھنے کے بعد ہمارے کچھ قارئین کہیں گے کہ یہ چیزیں پہلے حرام تھیں لیکن آج کل حرام نہیں ہیں لیکن ہم اس طرز فکر کے ہرگز قائل نہیں ہیں۔ ہمارے استدلال کا دارومدار قرآن اور حدیث پر ہے۔
- جدید تعلیم یافتہ ”روشن خیال“ افراد جو محرمات کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ چیزیں پہلے حرام تھیں لیکن آج کل حرام نہیں ہیں ان کے متعلق رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیشین گوئی فرمادی تھی کہ آخری زمانے کی ایک نشانی یہ بھی ہوگی کہ اس زمانے میں حرام کو حلال اور حلال کو حرام کہا جائے گا۔
- ۹۔ ہم یہ بتانا ضروری سمجھتے ہیں کہ کچھ چیزیں ایسی ہیں جن کی حرمت کا عقیدہ ضروریات اسلام میں شامل ہے اور بعض محرمات کے متعلق فقہاء میں کچھ اختلاف بھی پایا جاتا ہے لہذا ہم نے علماء و فقہاء کے بیانات کو بھی نقل کیا ہے۔ مقامات شبہ و احتیاط پر ہم نے ان کی حرمت کے دلائل کو بیان کیا ہے کیونکہ مشتبہ مقام پر رک جانا ہی صحیح طریقہ ہے۔
- اصول کافی میں معصومین علیہم السلام کے یہ فرامین موجود ہیں :
- ۱۔ أَوْزَعُ النَّاسِ مَنْ وَقَفَ عِنْدَ الشُّبْهَةِ. لوگوں میں سے زیادہ پرہیزگار وہ ہے جو شبہ کے وقت رک جائے۔ (شیخ محمد بن حسن حرعالمی، وسائل الشیعہ ج ۲۷، ص ۱۶۲)
 - ۲۔ مَنْ تَرَكَ الشُّبْهَاتِ نَجَا مِنَ الْمَعْرَمَاتِ. جس نے مشتبہ امور کو چھوڑا اس نے محرمات سے نجات پائی
 - ۳۔ أَخْوَكُ دِينِكَ فَاحْتِطْ لِدِينِكَ. تمہارا بھائی تمہارا دین ہے لہذا اپنے دین کا خیال رکھو۔
 - ۴۔ الْأُمُورُ ثَلَاثَةٌ: حَلَالٌ بَيْنَ وَحَرَامٍ بَيْنَ وَشُبْهَاتٌ بَيْنَ ذَلِكَ فَمَنْ تَرَكَ الشُّبْهَاتِ نَجَا مِنَ

المَحْرَمَاتِ وَمَنْ أَخَذَ بِالشُّبُهَاتِ دَخَلَ فِي الْمَحْرَمَاتِ وَهَلَكَ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُ.
 امور کی تین قسمیں ہیں: (۱) واضح حلال امور (۲) واضح حرام امور (۳) مشتبہ امور
 جس نے مشتبہ امور کو چھوڑا وہ محرمات سے بچ گیا اور جس نے مشتبہ امور کو پکڑا وہ محرمات میں پھنس
 گیا اور انجامے میں ہلاک ہو گیا۔
 ایک اور حدیث میں کہا گیا ہے: جو علم فقہ دیکھے بغیر کاروبار کرے گا وہ لاعلمی میں سود میں پڑ جائے گا۔
 لہذا حرام اور ربا اور دنیا و آخرت کی ہلاکت سے بچنے کے لیے احتیاط پر عمل کرنا ضروری ہے۔
 اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں محرمات سے بچنے کی توفیق عنایت فرمائے، تقویٰ کی دولت
 سے مالا مال فرمائے اور قرآن و حدیث سے مستفید ہونے کی صلاحیت عطا فرمائے۔
 وَالْحَمْدُ لِلَّهِ أَوْلًا وَ آخِرًا

خادم آل محمدؐ

سید محمد حسینی بہار انجلی

قارئین کرام کی خدمت میں عرض ہے کہ

یہ کتاب مختلف فقہی موضوعات سے آشنائی اور آگہی کے لیے شائع کی گئی ہے۔

یہ فتوؤں کی کتاب نہیں ہے لہذا عملی مسائل میں آپ مراجع عظام کے

رسالہ عملیہ ”توضیح المسائل“ کی طرف رجوع فرمائیں۔ (ناشر)

مقدمات

گناہ اور حرام کے اثرات

مال حرام کھانا اور حرام کام کرنا دین و ایمان اور نیک اعمال کی توفیق کے لیے بہت بڑی آفت ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ تیز چھری انسانی بدن کے لیے اتنی نقصان دہ نہیں جتنا مال حرام مومن کے دین کے لیے نقصان دہ ہے۔ اگر کوئی شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ اپنے ایمانی سرمائے کی حفاظت کرے اور خدا اور رہبران خدا سے تعلق قائم رکھے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ مال حرام سے بچے۔

حرام سے نہ بچنے کا اثر یہ ہوتا ہے کہ انسان کا عقیدہ کمزور ہونے لگتا ہے اور آخر میں یہ نوبت آتی ہے کہ انسان آیات الہی کا منکر بن جاتا ہے اور احکام دین اور اہل دین کا مذاق اڑانے لگ جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:

فَمَنْ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ آسَاءُوا وَالسُّوْءَىٰ أَنْ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَكَانُوا بِهَا يَسْتَهْزِءُونَ ۝
آخر کار جن لوگوں نے برائیاں کی تھیں ان کا انجام بہت برا ہوا اس لیے کہ ان لوگوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا تھا اور وہ لوگ ان آیات کا مذاق اڑاتے تھے۔ (سورہ روم: آیت ۱۰)

... لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ أَيْك دوسرے کے مال آپس میں باطل ذرائع سے نہ کھاؤ۔ لیکن دین ہونا چاہیے آپس کی رضامندی سے۔ (سورہ نساء: آیت ۲۹)

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرین کی سند سے نقل کیا کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا ہے:

میں اپنے بعد اپنی امت کے لیے حرام کھائی، لذت گناہ اور سود خوری کے متعلق بہت زیادہ فکرمند ہوں۔

(بحار الانوار ج ۷۰، ص ۱۵۹)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: سب سے بڑا عابد وہ ہے جو اپنے دینی فرائض ادا کرے اور سب سے بڑا سخی وہ ہے جو اپنے مال کی زکات ادا کرے اور سب سے بڑا زاہد وہ ہے جو حرام سے پرہیز کرے اور سب سے زیادہ جدوجہد کرنے والا وہ ہے جو گناہ چھوڑ دے۔ (بحار الانوار ج ۷۰، ص ۳۳۷)

معصومین نے بارہا واضح کیا کہ گناہ اور رزق حرام انسانی روح پر منفی اثرات مرتب کرتے ہیں۔

حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا ہے: جو شخص حرام کا ایک لقمہ کھائے تو چالیس دن تک اس کی نماز اور دعا قبول نہیں ہوتی۔ اگر حرام کی وجہ سے اس کے جسم میں گوشت پیدا ہو جائے تو وہ گوشت آگ میں جلانے کے قابل ہے خواہ وہ کتنا ہی کم کیوں نہ ہو۔ لوگو! یاد رکھو کہ ایک لقمے سے بھی گوشت پیدا ہوتا ہے۔ (بخاری الانوار ج ۶۲، ص ۳۱۵)

امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ ایک لقمہ حرام کو چھوڑنا دو ہزار رکعات نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔ دعا کی قبولیت کے لیے بہترین وسیلہ حرام روزی کو ترک کرنا ہے۔

روایات میں آیا ہے کہ ایک آدمی رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ! میں چاہتا ہوں کہ اللہ میری دعا قبول کرے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اپنے پیٹ کو حرام کھانے سے بچاؤ تاکہ اللہ تمہاری دعاؤں کو قبول کرے۔ (بخاری الانوار ج ۹۰، ص ۳۷۲)

حرام ذرائع

تحف العقول، دعائم الاسلام اور فقہ الرضا جیسی بہت سی کتب حدیث میں محرمات کے مختلف معیار اور حرام پیشے لکھے ہوئے ہیں۔ ذیل میں ہم چند روایات قارئین کی نذر کر رہے ہیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے کہ ان چیزوں کی خرید و فروخت حرام ہے جن میں فساد پایا جاتا ہے خواہ ان کا تعلق کھانے پینے سے ہو یا تجارت، نکاح، ملکیت یا اسٹور کرنے سے ہو خواہ تحفے دینے سے یا کرائے پر دینے سے ہو۔ جس چیز میں بھی فساد پایا جاتا ہے شریعت نے اسے حرام قرار دیا ہے۔ اسی طرح سود، مردار، خون، شراب، سور کا گوشت، درندوں کا گوشت اور ان کی کھالیں خریدنا بیچنا چونکہ انسانیت کے لیے مضر ہیں اس لیے ان کا خریدنا بیچنا اور استعمال کرنا حرام ہے۔ شریعت نے ان چیزوں کو کھانے پینے یا ان سے لباس تیار کرنے یا ان کی ملکیت رکھنے اور ان کو اسٹور کرنے اور ان میں تصرف کرنے سے منع کیا ہے۔

پھر آپ نے فرمایا: ہر وہ چیز جو لہو کی نیت سے پیٹی جارہی ہو اور ہر وہ چیز جس سے شارع نے منع کیا ہو یا جو غیر اللہ کے تقرب کا ذریعہ ہو یا ہر وہ خرید و فروخت جو کفر و شرک کی تقویت کا باعث ہو یا دین کی کمزوری کا باعث ہو تو ایسی خرید و فروخت حرام ہے۔ ان چیزوں کی ملکیت رکھنا یا نگہبندی کرنا، گفٹ کرنا، کرائے پر دینا اور ہر قسم کا تصرف کرنا حرام ہے البتہ جہاں ضرورت اسے واجب کرے تو وہ مقام مستثنیٰ ہے۔

پھر آپ نے فرمایا: تمام چیزیں جنہیں بیان کردہ اسباب میں سے کسی سبب کی وجہ سے حرام قرار دیا گیا ہو تو ان چیزوں کے لیے اجرت پر کام کرنا اور ان کی تکمیل کے لیے مدد کرنا بھی حرام ہے۔

(وسائل الشیخہ ج ۱۲، ص ۵۳، ۵۸)

یہی حدیث حدائق اور تحف العقول میں بھی امام صادق علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے۔

امام علی رضا علیہ السلام سے منسوب کتاب ”فقہ الرضا“ میں مرقوم ہے کہ آپ نے فرمایا:

ہر وہ چیز جس میں فساد پایا جاتا ہو چاہے وہ کھانے پینے، پہننے، نکاح کرنے، نگہبندی کرنے کی وجہ سے ہو جسے شریعت نے ممنوع قرار دیا ہو مثلاً مردار، خون، سور کا گوشت، سود، ہر طرح کی غیر شرعی جنسی تسکین، درندوں کا گوشت کھانا، شراب وغیرہ حرام ہیں اور جسم کے لیے نقصان دہ ہیں۔

(محدث مرزا حسین نوری، مستدرک الوسائل ج ۲، ص ۴۲۵)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے: تمام وہ ماکولات و مشروبات جو حلال ہوں اور توام زندگی ان سے وابستہ ہو تو ان کی خرید و فروخت جائز ہے اور ان اشیاء سے استفادہ کرنا حلال ہے اور جس چیز کو شریعت میں حرام قرار دیا گیا ہو تو اس کی خرید و فروخت بھی حرام ہے۔ (دعائم الاسلام ج ۲، ص ۱۸)

نبی اکرم نے فرمایا ہے: اللہ نے جس چیز کو حرام قرار دیا ہے اس کا خریدنا بیچنا بھی حرام قرار دیا ہے۔

(مستدرک الوسائل ج ۲، ص ۴۲۷)

مشہور فقہاء کا یہ فتویٰ ہے کہ جس چیز کا مقصد حرام کام بجالانا ہو اس کا خریدنا بیچنا، دیکھ بھال کرنا اور ہر طرح کا تصرف کرنا حرام ہے اور اگر ایک ہی چیز حلال و حرام کے لیے مشترک ہو اور خرید و فروخت حرام کی نیت سے ہو رہی ہو تو یہ خرید و فروخت حرام ہے۔ اگر خرید و فروخت کسی حلال مقصد کے لیے ہو تو پھر حلال ہے۔

آیت اللہ خمینی نے لکھا ہے: اگر انگور اور کھجور کو شراب بنانے کے لیے فروخت کیا جا رہا ہو تو پھر انگور کا بیچنا حرام ہے۔ اگر لکڑی سے بت تراشنا مقصود ہو تو پھر لکڑی کا بیچنا حرام ہے یا اس سے لہو و قمار بازی کے آلات بنانے مقصود ہوں تو خرید و فروخت حرام ہوگی۔ اس کا معاملہ اور اجارہ بھی فاسد ہے اور اس کے عوض جو رقم حاصل کی جائے وہ حرام ہے۔ (تحریر الوسیلہ ج ۱، ص ۹۶)

گناہ کے کبیرہ ہونے کا معیار

کچھ علماء کا بیان ہے کہ ہر وہ گناہ بڑا ہے جس کے متعلق قرآن و حدیث میں عذاب کا وعدہ کیا گیا ہو۔ بعض روایات میں بھی اس مفہوم کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

اگر کبیرہ گناہ کے اس معیار کو مان لیا جائے تو پھر گناہان کبیرہ کی تعداد ایک سو کے قریب ہے جبکہ کچھ روایات میں گناہان کبیرہ کی تعداد سات یا پانچ بیان کی گئی ہے۔ بعض کتابوں میں اہمیت کے اعتبار سے ان کی تعداد پندرہ لکھی ہے۔ کچھ علماء فرماتے ہیں کہ گناہ کوئی بھی ہو وہ کبھی بھی چھوٹا نہیں ہوتا کیونکہ گناہ سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کو کبھی بھی چھوٹا نہیں سمجھنا چاہیے لیکن حسب ذیل آیت اور دو حسب ذیل روایات سے علماء کے درج بالا قول کی تردید ہوتی ہے۔

إِنْ تَجْتَنِبُوا كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نَكْفُرْ عَنْكُمْ مَاتِيكُمْ ... جن بڑے بڑے گناہوں سے تمہیں

روکا جا رہا ہے اگر تم ان سے بچو گے تو ہم تمہارے چھوٹے چھوٹے گناہ معاف کر دیں گے۔ (سورہ نساء: ۳۱)

حدیث پاک ہے: لَا صَغِيرَةَ مَعَ الْاِضْرَارِ وَلَا كَبِيرَةَ مَعَ الْاِسْتِغْفَارِ. اصرار کے ساتھ صغیرہ گناہ صغیرہ نہیں رہتا اور استغفار کے ساتھ کبیرہ گناہ کبیرہ نہیں رہتا۔ ایک اور حدیث پاک ہے: اِتَّقُوا الْمُحَقَّرَاتِ مِنَ الذُّنُوبِ فَإِنَّهَا لَا تُغْفَرُ. معمولی سمجھے جانے والے گناہوں سے بچتے رہو وہ نہیں بخشے جائیں گے۔
 مذکورہ آیت اور احادیث کے مطابق وہی گناہ کبیرہ ہیں جن کو معصومین علیہم السلام نے کبیرہ کہا ہے۔
 باقی گناہ صغیرہ شمار ہوتے ہیں۔

کسی روایت میں ہم نے کسی گناہ کو صغیرہ گناہ کے عنوان سے نہیں دیکھا ہے البتہ اِنْ تَسْتَجْتَبِنُوا كِبَارًا مَّا تَنْهَوْنَ عَنْهُ نَكْفَرُ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ کی آیت اور لَا صَغِيرَةَ مَعَ الْاِضْرَارِ کی حدیث سے گناہان صغیرہ کا استدلال کیا جاسکتا ہے۔ اگرچہ مذکورہ بالا آیت میں لفظ ”صغیرہ“ موجود نہیں ہے لیکن لفظ ”کبار“ سے یہ استدلال کیا جاسکتا ہے کہ کچھ گناہ کبیرہ ہیں اور کچھ گناہ صغیرہ ہیں۔

علاوہ ازیں اَلَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كِبَارًا الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّغَمَ (سورہ نجم: آیت ۳۲) میں لفظ لَمَمٌ موجود ہے جس سے علماء نے گناہان صغیرہ مراد لیا ہے۔

تفسیر صافی میں اس آیت کے ضمن میں لکھا ہے: اِلَّا مَا قَلَّ وَصَغُرَ فَإِنَّهُ مَغْفُورٌ ”یعنی ان گناہوں کے سوا جو خفیف اور قلیل ہوں تو وہ بخشے جائیں گے۔“ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ وہ لوگ جو گناہان کبیرہ اور بدکاری سے پرہیز کرتے ہیں اور خفیف گناہوں سے پرہیز نہیں کرتے انھیں معاف کر دیا جائے گا۔

اہل بیت علیہم السلام کے متعلق گناہان کبیرہ

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: گناہان کبیرہ سات ہیں جن کو خدا نے ہمارے متعلق حرام کیا اور جن کی انجام دہی کو ہماری جگہ حرمت قرار دیا۔

(۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا (۲) کسی انسان کو ناحق قتل کرنا (۳) یتیم کا مال کھانا (۴) والدین کو دکھ دینا (۵) پاکدامن عورت پر تہمت لگانا (۶) میدان جہاد سے بھاگنا (۷) ہمارے حق کا انکار کرنا۔
 پھر آپ نے فرمایا: جہاں تک ہمارے متعلق لوگوں نے شرک کا ارتکاب کیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہوئی کہ اللہ نے قرآن حکیم میں لوگوں پر ہماری ولایت کو فرض قرار دیا۔ رسول اکرم نے ہمارے حق ولایت کو واضح کیا اور رسول اکرم نے لوگوں سے اس کی بیعت بھی لی۔ اس کے باوجود لوگوں نے ہماری ولایت کو قبول نہ کیا اور خدا و رسول کی تکذیب کی اور ہماری بجائے دوسروں کی ولایت کا عقیدہ اپنایا اور یوں لوگ مشرک بن گئے۔

(مقصد یہ ہے کہ اطاعت خدا میں انھوں نے اغیار کو شامل کر کے شرک فی الاطاعت کا ارتکاب کیا)۔

جہاں تک قتل ناحق کا تعلق ہے تو لوگوں نے ہم پر یہ ظلم بھی ڈھایا اور امام حسین علیہ السلام کو ان کے

خاندان اور دوستوں سمیت شہید کیا۔

اور جہاں تک مال یتیم کھانے کی حرمت کا تعلق ہے تو لوگوں نے ہم پر یہ ظلم بھی ڈھایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خمس میں ”ذی القرنی“ کا حصہ رکھا ہے۔ لوگوں نے خمس کے اس حصے پر قبضہ کر لیا اور ہمیں فدک و انفال سے محروم کر دیا۔ لوگوں نے ہماری جائیداد چھین لی اور دوسروں کے ہاتھوں میں دیدی اور جہاں تک حقوق والدین کا تعلق ہے تو نبی اکرمؐ موثین کے روحانی باپ اور حضرت خدیجہؓ موثین کی ماں تھیں لیکن لوگوں نے نبی اکرمؐ اور حضرت خدیجہؓ کی اولاد پر ظلم کر کے ان کو دکھ پہنچایا اور جہاں تک پاکدامن عورتوں پر تہمت لگانے کا تعلق ہے تو لوگوں نے ہم پر یہ ظلم بھی روا رکھا۔ طویل عرصے تک ہماری دادی جناب فاطمہؓ کو منبروں پر برا بھلا کہا گیا۔ اور جہاں تک میدان جنگ سے فرار کے حرام ہونے کا تعلق ہے تو لوگوں نے ہم پر یہ ظلم بھی کیا۔ لوگوں نے کسی دھونس اور زبردستی کے بغیر امیرالمومنینؑ کی بیعت کی تھی مگر میدان جہاد میں انھیں تنہا چھوڑ دیا۔ اور جہاں تک ہمارے حق کے انکار کا تعلق ہے تو ہر چھوٹا بڑا شخص یہ جانتا ہے کہ لوگوں نے ہمارے حقوق کا انکار کیا ہے۔ (شیخ صدوق، علل الشرائع ج ۲، ص ۴۷۴)

گناہان کبیرہ کی تعداد

امام جعفر صادق علیہ السلام نے گناہان کبیرہ کی تعداد پانچ بتائی ہے۔ شیخ صدوق علل الشرائع جلد ۲ میں صفحہ ۴۷۴ پر لکھتے ہیں کہ عبید بن زرارہ نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ گناہان کبیرہ کتنے ہیں۔

امام نے فرمایا کہ گناہان کبیرہ پانچ ہیں جن کے متعلق خداوند عالم نے عذاب کا وعدہ کیا ہے۔

(۱) یتیم کا مال کھانا۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَاکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتَامِیْ طَلْمًا اِنَّمَا یَاکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَنَسِطُوْنَ سَعِیْرًا ○ وہ لوگ جو یتیموں کا مال ناجائز طور پر کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں اور عنقریب بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے۔ (سورہ نساء: آیت ۱۰)

(۲) میدان جہاد سے بھاگنا۔ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا لَقِیْتُمْ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا رُحْفًا فَلَا تُولُوْهُمُ الْاَدْبَارَ ○ وَمَنْ یُّوَلِّیْهِمْ یَوْمَئِذٍ دُبُرَهُ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَرِّفًا اِلَیْ فِتْنَةٍ فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَا وَاوَاهُ جَهَنَّمُ وَنَسِئِ الْمَصِیْرُ ○ اے ایمان والو! جب میدان جنگ میں کفار سے تمہارا مقابلہ ہو تو ان سے پیٹھ نہ پھیرنا۔ جو شخص جنگ کے دوران اس صورت کے سوا کہ لڑائی کے لیے کنارے کنارے چلے (یعنی حکمت عملی سے دشمن کو مارے) یا اپنی فوج میں جا مانا چاہے ان سے پیٹھ پھیرے گا تو سمجھو کہ وہ خدا کے غضب میں گرفتار ہو گیا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے۔ (سورہ انفال: آیت ۱۵-۱۶)

(۳) سو کھانا۔ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَیْعَیْ مِنَ الرِّبَا... اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور جو سود رہ گیا ہے وہ چھوڑ دو۔ (سورہ بقرہ: آیت ۲۷۸)

- (۴) پاکدامن عورتوں پر تہمت لگانا۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمَخْصِيْنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لَعُنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ جو لوگ پاکدامن اور بے خبر مومن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں لعنت کی گئی ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔ (سورہ نور: آیت ۲۳)
- (۵) کسی مومن کو ناحق قتل کرنا۔ وَمَنْ يُقْتَلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَحَرْبٌ اَوْهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعْنَةُ وَاَعْدَلَهُ عَذَابًا عَظِيْمًا ۝ جو شخص مسلمان کو جان بوجھ کر مار ڈالے گا تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ خدا اس پر غضبناک ہوگا اور اس پر لعنت کرے گا اور ایسے شخص کے لیے اس نے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (سورہ نساء: آیت ۹۳)

ابن ابی عمیر کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ہم نے کتاب علیٰ میں گناہان کبیرہ کی تعداد کو پانچ پایا ہے:

- (۱) خدا کے ساتھ شرک کرنا (۲) والدین کی نافرمانی کرنا (۳) حرمت کے بعد سود کھانا (۴) میدان جنگ سے بھاگنا (۵) ہجرت کے بعد عرب اخلاق اور عادات پر باقی رہنا۔ (علل الشرائع ج ۲، ص ۲۷۴)
- عیون الاخبار میں ہے کہ امام علی رضا علیہ السلام نے مامون کی فرمائش پر دین و شریعت کے معارف اور گناہان کبیرہ کے عنوان سے جو رسالہ تحریر فرمایا تھا اس میں آپ نے گناہان کبیرہ کو یوں بیان فرمایا تھا:
- ۱- ناحق قتل کرنا
 - ۱۱- اغلام (یا چھٹی لڑائی)
 - ۲۱- رحمت الہی سے مایوس ہونا
 - ۲- چوری کرنا
 - ۱۲- جھوٹی گواہی دینا
 - ۲۲- ظالموں کی طرف جھکاؤ رکھنا
 - ۳- شراب پینا
 - ۱۳- جھوٹ بولنا
 - ۲۳- بغیر مجبوری کے لوگوں کے حقوق روکنا
 - ۴- مردار کھانا
 - ۱۴- غرور کرنا
 - ۲۴- نعمت الہی کو ضائع کرنا
 - ۵- خون پینا
 - ۱۵- اسراف کرنا
 - ۲۵- لوگوں کے مال اور حق و آبرو میں خیانت کرنا
 - ۶- سود کھانا
 - ۱۶- سور کا گوشت کھانا
 - ۲۶- اولیاء اللہ سے جنگ کرنا
 - ۷- حرام مال کھانا
 - ۱۷- آلات موسیقی بجانا
 - ۲۷- والدین کی نافرمانی کرنا اور انھیں دکھ دینا
 - ۸- جہاد سے بھاگنا
 - ۱۸- گناہوں پر اصرار کرنا
 - ۲۸- پاکدامن عورتوں پر تہمت لگانا
 - ۹- جوا کھیلنا
 - ۱۹- حج کو حقیر جاننا
 - ۲۹- ناجائز طور پر یتیم کا مال کھانا
 - ۱۰- کم تولنا
 - ۲۰- عذاب الہی سے نہ ڈرنا
 - ۳۰- ایسے جانور کا گوشت کھانا جسے ذبح کرتے
- وقت اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو۔ (علامہ مجلسی، بحار الانوار ج ۶، ص ۱۲)

۱- فرد اور اداروں کے غیر قانونی اور غیر اخلاقی اقدامات کی بنیادی وجہ خدا خونی کا نہ ہونا ہے۔ اخلاق اور مالی کرپشن کی وجہ بھی یہی ہے۔ عوامی مفادات کے خلاف کام کرنے والے سرکاری اہلکاروں خصوصاً پولیس والوں کے ظالمانہ طرز عمل کی وجہ بھی یہی گناہ ہے۔ جو لوگ جعلی کام کرتے ہیں یا جھوٹے مقدمے لڑتے ہیں اس کا سبب بھی خدا خونی کا نہ ہونا ہے۔ (رضوانی)

گناہان کبیرہ از روئے قرآن

شیخ صدوق نے علل الشرائع میں لکھا ہے کہ حضرت امام موسیٰ کاظمؑ فرماتے ہیں کہ مشہور معتزلی عالم عمرو بن عبید بصری امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام کر کے آپ کے پاس بیٹھ گیا۔ پھر اس نے سورہ شوریٰ کی آیت ۳۷ وَالَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبَائِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشِ ... پڑھی اور خاموش ہو گیا۔

آپ نے اس سے پوچھا کہ تم خاموش کیوں ہو گئے؟

عمرو بن عبید بصری نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ آپ گناہان کبیرہ کی تفصیل قرآن حکیم سے بیان فرمائیں۔

۱۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: قرآن کے مطابق سب سے بڑا گناہ شرک ہے۔... اِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاةَ النَّارِ... جو شخص خدا کے ساتھ شرک کرے گا خدا نے اس پر جنت کو حرام کر دیا ہے اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ (سورہ مائدہ: آیت ۷۲)

مقصود یہ کہ جو کوئی خلقت، ربوبیت، قدرت اور علم... میں کسی کو خدائے ذوالجلال کا شریک ٹھہرائے گا اس پر جنت حرام ہے۔ وہ ابدی دوزخ کا مستحق ہے۔

۲۔ رحمت الہی سے مایوس ہوتا۔... وَلَا تَأْتِيْسُوْا مِنْ رُوْحِ اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا يَأْتِيْسُ مِنْ رُوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُوْنَ ۝ خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہو کیونکہ خدا کی رحمت سے کفار ناامید ہوا کرتے ہیں۔ (سورہ یوسف: آیت ۸۷)

۳۔ خدا کے عذاب سے بے خوف ہونا۔... فَلَا يَأْمَنْ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُوْنَ ۝ خدا کی سزا سے صرف وہی لوگ بے خوف ہوا کرتے ہیں جو خسارہ اٹھانے والے ہیں (سورہ اعراف: آیت ۹۹)

۴۔ والدین کی نافرمانی کرنا۔ قرآن نے حضرت عیسیٰؑ کی گفتگو نقل کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ انہوں نے کہا تھا: وَبَرًّا بِوَالِدَتِيْ وَلَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا شَقِيْبًا ۝ (خدا نے مجھے) میری ماں کے ساتھ نیک سلوک کرنے والا بنایا ہے اور سرکش اور بد بخت نہیں بنایا۔ (سورہ مریم: آیت ۳۲)

۵۔ مومن کو قتل کرنا۔ وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا... جو شخص مسلمان کو جان بوجھ کر مار ڈالے گا تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ (سورہ نساء: آیت ۹۳)

۶۔ پاکدامن عورتوں پر تہمت لگانا۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يَزْمُوْنَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعْنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ جو لوگ پاکدامن اور بے خبر مومن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں لعنت کی گئی ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔ (سورہ نور: آیت ۲۳)

۷۔ از روئے ظلم یتیم کا مال کھانا۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَأْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلُوْنَ سَعِيْرًا ۝ وہ لوگ جو یتیموں کا مال ناجائز طور پر کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں اور عنقریب بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے۔ (سورہ نساء: آیت ۱۰)

- ۸- میدان جہاد سے بھاگنا۔ وَمَنْ يُؤَلِّمُ يَوْمَئِذٍ ذُبُرَهُ إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلَىٰ فِتْنَةٍ فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ○ جو شخص جنگ کے دوران اس صورت کے سوا کہ لڑائی کے لیے کنارے کنارے چلے (یعنی حکمت عملی سے دشمن کو مارے) یا اپنی فوج میں جا ملنا چاہے ان سے پیٹھ پھیرے گا تو سمجھو کہ وہ خدا کے غضب میں گرفتار ہو گیا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے۔ (سورہ انفال: آیت ۱۶)
- ۹- سود کھانا۔ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ... جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ روز قیامت اس شخص کی طرح اٹھیں گے جسے شیطان نے چھو کر مجبوط الحواس بنا دیا ہو۔ (سورہ بقرہ: آیت ۲۷۵)
- ۱۰- جادو ٹونا کرنا۔... وَلَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ... وہ جانتے تھے کہ جو شخص ایسی چیزوں (یعنی جادو ٹونے وغیرہ) کا خریدار ہوگا اس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ (سورہ بقرہ: آیت ۱۰۲)
- ۱۱- زنا کرنا۔ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ يَلْقَ أَثَامًا ○ يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدْ فِيهِ مُهَانًا ○ اور جو یہ کام کرے گا سخت گناہ میں مبتلا ہوگا۔ قیامت کے دن اس کو دو گنا عذاب ہوگا اور وہ ذلت و خواری سے ہمیشہ اس میں رہے گا۔ (سورہ فرقان: آیت ۶۸-۶۹)
- ۱۲- جھوٹی قسم کھانا۔ إِنَّ الَّذِينَ يَشْرُونَ بَعْدَ اللَّهِ وَآمَنَ بِهِمْ فَمَنْ قَبِلْنَا أُولَٰئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ○ بے شک وہ لوگ جو اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کو تھوڑی قیمت پر بیچ ڈالتے ہیں تو ان کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں۔ ان سے خدا نہ تو کلام کرے گا اور نہ قیامت کے روز ان کی طرف نظر کرے گا اور نہ ان کو پاک کرے گا اور ان کو دکھ دینے والا عذاب ہوگا۔ (سورہ آل عمران: آیت ۷۷)
- ۱۳- خیانت کرنا۔... وَمَنْ يُغْلَلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ... جو خیانت کرے گا قیامت کے دن خیانت کی ہوئی چیز کے ساتھ حاضر ہوگا۔ (سورہ آل عمران: آیت ۱۶۱)
- ۱۴- زکات نہ دینا۔... وَالَّذِينَ يَكْتُمُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا ينفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ○ يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هَذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُونَ ○ جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اسے خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ان کو اس دن کے عذاب الیم کی خبر سنا دیں۔ جس دن وہ (سونا چاندی) دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا اور پھر اس سے ان لوگوں کی پیشانیوں اور پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی (اور کہا جائے گا کہ) یہ وہی ہے جو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا لو جو تم جمع کرتے تھے

اب اس کا مزہ چکھو۔ (سورہ توبہ: آیت ۳۴-۳۵)

۱۵۔ سچی گواہی کو چھپانا۔ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آتِمٌ قَلْبُهُ جوجی گواہی کو چھپائے گا اس کا دل گنہگار ہوگا۔

(سورہ بقرہ: آیت ۲۸۳)

۱۶۔ شراب پینا اور جوا کھلنا۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ

مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ○ إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمْ

وَالْبَغْضَاءَ لِيِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنتَهُونَ ○

ایمان والو! شراب، جوا، بت اور پانسے کے تیرنا پاک ہیں اور شیطانی کام ہیں تم ان سے پرہیز کرو

تاکہ تم نجات پاسکو۔ شیطان تو بس یہ چاہتا ہے کہ وہ شراب اور جوئے کی وجہ سے تمہارے اندر

عداوت اور بغض پیدا کر دے اور تمہیں خدا کی یاد اور نماز سے روک دے کیا تم رک جاؤ گے؟

(سورہ مائدہ: آیت ۹۰-۹۱)

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں شراب نوشی اور جوئے کو بت پرستی کے ساتھ شامل کیا ہے اور اس طرح

سے ترک نماز اور دوسرے واجبات کے چھوڑنے کو بھی بت پرستی کے مترادف قرار دیا ہے جبکہ رسول خدا کا فرمان ہے

کہ جس نے نماز جان بوجھ کر چھوڑی تو وہ خدا و رسول کی ذمے داری سے آزاد ہو گیا۔

۱۷۔ قطع رحمی اور وعدہ خلافی کرنا۔ وَالَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ

يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ أُولَئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ ○ وہ لوگ جو خدا سے مضبوط

عہد کر کے توڑ دیتے ہیں اور جن سے تعلقات کا حکم دیا گیا ہے ان سے قطع تعلقات کر لیتے ہیں اور

زمین میں فساد برپا کرتے ہیں ان کے لیے لعنت ہے اور بدترین ٹھکانا ہے (سورہ رعد: آیت ۲۵)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ تفصیلی بیان سن کر عمرو بن عبید بصری سر پر ہاتھ رکھ کر کاشانہ امامت

سے نکلا اور بلند آواز سے کہنے لگا کہ جو شخص اپنی رائے اور قیاس سے باتیں کرے اور علم و فضل میں آپ سے

بھگڑا کرے وہ ہلاک ہو جائے گا۔ (عیون الاخبار الرضا ج ۲، ص ۲۵۸)

گناہ اور حرام کی وجہ سے عبادتوں کا ضیاع

اس حقیقت میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ کچھ گناہ ایسے بھی ہیں جن کی وجہ سے انسان کی

عبادتیں ضائع ہو جاتی ہیں مثلاً اگر کوئی شخص ایمان اور عبادت بجالانے کے بعد مشرک یا کافر ہو جائے تو اس کی

تمام عبادت اور اس کے تمام نیک اعمال ضائع ہو جائیں گے جیسا کہ فرمان خداوندی ہے: لَيْسَ أَفْرَكْتُ

لَيَسْبُطَنَّ عَمَلَكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ○ اگر تو نے شرک کیا تو تیرے عمل ضائع ہو جائیں گے اور یقیناً تو

خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو جائے گا۔ (سورہ زمر: آیت ۶۵)

بعض روایات میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حرام خوری کا تعلق بھی اسی قبیل کے گناہوں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَقَدِمْنَا إِلَىٰ مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مُنثَوِرًا ۝ ہم ان کے تمام اعمال کو غبار کی طرح سے ازا دیں گے۔ (سورہ فرقان: آیت ۲۳)

کچھ مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت حرام خور افراد کے لیے ہے۔

ہم یہاں یہ بات واضح کرنا چاہتے ہیں کہ تمام گناہوں کا تعلق اس قبیل سے نہیں ہے جبکہ معتزلہ، کچھ زید یہ اور خوارج یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ گناہ خواہ کوئی بھی کیوں نہ ہو وہ نیکیوں کو برباد کر دیتا ہے جبکہ ہمارا نظریہ یہ ہے کہ ان فرقوں کو اشتباہ ہوا ہے۔ شیخ مفید فرماتے ہیں:

قیامت کے دن اہل نار افراد کی دو قسمیں ہوں گی پہلی قسم کفار و مشرکین پر مشتمل ہوگی ان کے جتنے بھی فرقے ہوں گے وہ سب کے سب دوزخ میں جائیں گے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دوزخ میں رہیں گے۔ دوسرا گروہ گنہگار مسلمانوں کا ہوگا یہ لوگ خدا، رسول، کتاب، ملائکہ اور ائمہ پر ایمان رکھتے ہوں گے لیکن انہوں نے گناہ کئے ہوں گے اور مرنے سے قبل انہیں توبہ اور اصلاح کی توفیق نہیں ملی ہوگی۔ یہ لوگ وہ ہوں گے جو گناہ کے وقت اپنے آپ سے کہتے تھے کہ بس یہ گناہ کر لوں پھر توبہ کر لوں گا لیکن مرنے سے قبل وہ توبہ نہیں کر سکے ہوں گے اور قیامت کے دن گناہوں کے بوجھ سمیت حاضر ہوں گے۔ ایسے افراد کے لیے ہم شیعہ امامیہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان کے لیے خدا کی معافی اور رسول خدا اور ائمہ طاہرین کی شفاعت کا امکان ہے اور ان کے متعلق دوزخ میں داخل ہونے کا بھی امکان ہے لیکن اگر یہ لوگ دوزخ میں اپنے گناہوں کی وجہ سے چلے بھی گئے تو وہ دوزخ میں ہمیشہ نہیں رہیں گے۔ اپنے صحیح عقیدے اور اپنے نیک اعمال کی وجہ سے انہیں دوزخ سے رہائی نصیب ہوگی اور وہ بالآخر جنت میں جائیں گے کیونکہ یہ بات عدل الہی سے دور ہے کہ انہیں گناہوں کی سزا تو دی جائے اور صحیح عقیدے اور نیک اعمال کے بدلے سے انہیں محروم رکھا جائے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص اپنا قرض تو پورا وصول کر لے لیکن اس نے خود جو قرض دینا ہے اسے ادا نہ کرے۔ خداوند عالم عادل اور رحیم ہے۔ یہ اس کی شان کریمی کے خلاف ہے کہ وہ برائیوں پر تو سزا دے مگر نیکیوں کی جزا نہ دے۔ چنانچہ قرآن کریم کی بہت سی آیات اور مصومین کی احادیث میں اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے اور تمام شیعوں کا اس پر اتفاق ہے۔

اس کے بعد شیخ مفید لکھتے ہیں کہ معتزلہ اور زید یہ کے کچھ فرقے اور خوارج کے نظریات کی کوئی اہمیت نہیں ہے کیونکہ یہ فرقے مکتب آل محمد سے دور ہیں اور تعلیمات آل محمد سے لاتعلق ہیں۔ اس لیے اگر یہ لوگ کج رویوں اور مخالفتوں میں مبتلا دکھائی دیتے ہیں تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے۔ ویسے بھی ثواب اور عذاب کے استحقاق میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ اگر استحقاق ثواب اور استحقاق عذاب میں کوئی تضاد ہوتا تو پھر ایک فرد میں نیکیاں اور برائیاں بیک وقت موجود نہ ہوتیں۔ جب ہم اپنے گرد و پیش نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں ایسے افراد دکھائی

دیتے ہیں جو بھلائی بھی کرتے ہیں اور برائی بھی کرتے ہیں۔ ان افراد کو بھلائی کی جزا اور برائی کی سزا ملے گی۔ ہمارا روزمرہ کا مشاہدہ اس بات کی دلیل ہے کہ معتزلہ کا یہ نظریہ باطل ہے کہ ہر گناہ ساری عبادتوں کو برباد کر دیتا ہے۔ قرآن مجید کہتا ہے: مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى إِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ○ جو شخص ایک نیکی کرے گا اسے دس گنا اجر دیا جائے گا اور جو شخص ایک برائی کرے گا اسے اس جیسا ہی بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ (سورہ انعام: آیت ۱۶۰) دوسری آیت میں ہے: إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ نِكَيَاں برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں۔ (سورہ ہود: آیت ۱۱۳) قرآن مجید یہ بھی کہتا ہے: آتَىٰ لَا أُصْبِعُ عَمَلٍ غَٰمِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَىٰ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ مَّنْ كَسَىٰ عَمَلُ كَسَىٰ كَرِهَ اللَّهُ مُطَاعًا ○ آتے ہی آتے ہی کسی عمل کرنے والے کے عمل کو مرد ہو یا عورت ضائع نہیں کرتا۔ تم میں بعض بعض سے ہیں۔ (سورہ آل عمران: آیت ۱۹۵)

مذکورہ بالا آیات میں اللہ تعالیٰ نے واضح اعلان کیا ہے کہ وہ نیکی کرنے والوں کے عمل کو ضائع نہیں کرے گا اور انھیں بے حساب اجر عطا فرمائے گا اور ان پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ ان آیات سے معتزلہ کے اس نظریے کی تردید ہوتی ہے کہ ہر گناہ نیکیوں کو ختم کر دیتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ گنہگار مومن کافروں کے ساتھ ہمیشہ کے لیے دوزخ میں نہیں رہیں گے۔ (شیخ مفید، المسائل السرویہ ص ۱۰۱)

نیکیوں سے گناہوں کا خاتمہ ہوتا ہے

قرآن کریم کی بعض آیات اور معصومین کی بعض روایات سے یہ بات اجمالی طور پر ثابت ہوتی ہے کہ نیک اعمال کی وجہ سے کچھ گناہ مٹ جاتے ہیں اور اسی طرح سے بعض گناہ نیکیوں کو ختم کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ نساء کی آیت ۳۱ میں یہ اعلان کیا ہے: إِنَّ تَجْتَنِبُوا كَبَائِرَ مَا نَنْهَوْنَ عَنْهُ نَكْفُرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَ نُذِخْ لَكُمْ مِنْهَا مَا تَخْتَارُونَ ○ جن بڑے بڑے گناہوں سے تمہیں روکا جا رہا ہے اگر تم ان سے بچو گے تو ہم تمہارے چھوٹے چھوٹے گناہ معاف کر دیں گے اور تمہیں باعزت مقام میں داخل کریں گے۔

سورہ ہود آیت ۱۱۳ میں ارشاد الہی ہے: وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَى النَّهَارِ وَ زُلْفًا مِنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ذَلِكَ ذِكْرَى لِلَّذِينَ كَفَرُوا ○ دن کے دونوں حصوں میں اور رات کے ایک حصے میں نماز قائم کرو۔ بے شک نیکیاں برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں۔ یہ یاد رکھنے والوں کے لیے یادداشت ہے۔

حبط اور تکفیر کا صحیح مفہوم

مؤلف عرض پرداز ہے کہ اس حقیقت میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ کچھ نیکیاں ایسی ہیں جو برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں اسی طرح کچھ برائیاں بھی ایسی ہیں جو نیکیوں کو ختم کر دیتی ہیں۔ اس کے باوجود کلی طور پر یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ ہر نیکی برائیوں کو ختم کر دیتی ہے یا ہر برائی نیکیوں کو ختم

کر دیتی ہے۔ شرع مقدس اسلام نے اس کے لیے جن نیکیوں اور برائیوں کی تخصیص کی ہے وہ واقعی مؤثر ہیں ورنہ اسے قاعدہ کلیہ بنانا صحیح نہیں ہے۔

علامہ مجلسی اس مسئلے کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

اس امر میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ ہر باکردار مومن ابدی جنت کا مستحق ہے اور ہر کافر جو کفر کی حالت میں دنیا سے رخصت ہو وہ ابدی دوزخ کا مستحق ہے البتہ گنہگار مومن کے متعلق اختلاف پایا جاتا ہے جو توبہ کے بغیر مر جائے تو اس کا انجام کیا ہوگا؟ زید، خوارج اور معتزلہ کے کچھ فرقے یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ اس شخص کا ایمان اس کی نجات کا ذریعہ ثابت ہوگا اور اسے اس کے غلط اعمال کی کوئی سزا نہیں ملے گی۔ اس نظریے کے حامل اس کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ اگر کوئی شخص حالت کفر میں مر جائے تو اس کی بخشش نہیں ہوگی۔

جس طرح سے حالت کفر کی موت ابدی عذاب کی موجب ہے اسی طرح سے حالت ایمان پر موت بھی ابدی نجات کا ذریعہ ہے جبکہ عوام مسلمین ان کے اس نظریے سے متفق نہیں ہیں اور وہ یہ کہتے ہیں کہ گنہگار مومن کو اس کی نیکیوں کی جزا ملے گی اور اس کی برائیوں کی اسے سزا دی جائے گی اور یہ نظریہ حق و صداقت پر مبنی ہے۔ ہم یہ عقیدہ نہیں رکھتے کہ ہر گناہ عبادتوں کو منادیتا ہے یا ہر عبادت تمام گناہوں کو منادیتی ہے۔ ہاں اگر معصومین کی کسی مستند روایت میں کسی نیکی کے متعلق بیان کیا گیا ہو کہ یہ نیکی گناہوں کو منادیتی ہے یا کسی برائی کے متعلق معصومین یہ کہہ دیں کہ یہ برائی نیکیوں کو منادیتی ہے تو پھر ہم اسے قبول کر لیں گے۔

قرآن و حدیث میں حبط اور تکفیر کے مقامات

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مزید آگامی کے لیے حبط و تکفیر کی آیات و احادیث کو یہاں بیان کیا جائے تاکہ قارئین زیادہ سے زیادہ استفادہ کر سکیں۔

۱۔ اسلام سے پچھلے گناہ مٹ جاتے ہیں

رسول پاکؐ کی حدیث مبارکہ ہے: **اَلْاِسْلَامُ يَجِبُ مَا كَانَ قَبْلَهُ**۔ اسلام سابقہ گناہوں کو منادیتا ہے۔ اس حدیث کے ضمن میں علامہ مجلسی لکھتے ہیں کہ جب کوئی مشرک مسلمان ہو جائے تو اللہ اس کے شرک کو معاف کر دیتا ہے۔ جب شرک جیسا بدترین گناہ اسلام سے معاف ہو جاتا ہے تو باقی گناہ بدرجہ اولیٰ معاف ہوں گے۔ (علامہ مجلسی، بحار الانوار ج ۶، ص ۲۳)

۲۔ حبط اعمال بوجہ حرام خوری

قرآن مجید میں ہے: **وَقَدِمْنَا إِلَىٰ مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مُنثَوِّرًا** ○ ہم ان کے تمام اعمال

کو غبار کی طرح سے اڑادیں گے۔ (سورہ فرقان: آیت ۲۳)

سلیمان بن خالد سے روایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کے متعلق پوچھا تو حضرت نے فرمایا: خدا کی قسم! یہ وہ لوگ ہوں گے جن کے اعمال سفید چمکیلے کپڑوں سے بھی زیادہ چمکدار ہوں گے لیکن جب ان کے سامنے حرام پیش ہوتا تھا تو وہ اسے نہیں چھوڑتے تھے۔ (کافی ج ۲، ص ۸۱)

حضرت حذیفہ بن یمانؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت رسول مقبولؐ نے فرمایا کہ کچھ لوگ قیامت کے دن اس حال میں پیش ہوں گے کہ ان کی نیکیاں پہاڑوں کی مانند دکھائی دیں گی لیکن اللہ تعالیٰ ان کی نیکیوں کو غبار بنا کر اڑا دے گا۔ پھر انھیں دوزخ میں بھیج دیا جائے گا۔ اس وقت حضرت سلمان فارسیؓ نے اٹھ کر کہا:

یا رسول اللہ! ذرا وضاحت فرمائیے کہ یہ کون ہوں گے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جو نماز پڑھتے ہوں گے، روزہ رکھتے ہوں گے اور شب زندہ دار ہوں گے۔ ان میں یہ عیب ہوگا کہ جب ان کے سامنے حرام پیش کیا جاتا تھا تو وہ اس پر ٹوٹ پڑتے تھے۔ (مستدرک الوسائل ج ۱۱، ص ۲۸۰)

تقویٰ سے انحراف کی وجہ سے اعمال کا ضیاع

سورہ مائدہ آیت ۲۷ میں ہے: **إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ** ○ اللہ اہل تقویٰ کی نیکی کو قبول کرتا ہے۔ حضرت رسول مقبولؐ نے فرمایا: **مَنْ وَرَعًا تَكُنْ أَخْبَذَ النَّاسَ وَكُنْ بِالْعَمَلِ بِالتَّقْوَى أَشَدَّ اهْتِمَامًا مِنْكَ بِالْعَمَلِ بغيرِهِ فَإِنَّهُ لَا يَقْبَلُ عَمَلٌ بِالتَّقْوَى وَكَيْفَ يَقْبَلُ عَمَلٌ يُقْبَلُ؟ لِقَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ**۔ پرہیزگار بن کر سب لوگوں سے بڑا عابد بن جا۔ ہر عمل میں تقویٰ کا سخت اہتمام کر کیونکہ جس عمل کے ساتھ تقویٰ شامل ہو وہ عمل کبھی چھوٹا نہیں ہوتا اور وہ عمل چھوٹا کیسے ہو سکتا ہے جو قبول ہوتا ہو۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اللہ تو بس متقیوں کے عمل کو ہی قبول کرتا ہے۔ (بخاری الانوار ج ۶۶، ص ۲۸۶)

گناہ حبیط اعمال کا ذریعہ ہیں

موصوفین علیہم السلام سے منقول ہے کہ خوب جدوجہد کرو اور اپنے آپ کو گناہوں سے محفوظ رکھو۔ اگر عبادت نہیں کر سکتے تو پھر گناہ نہ کرو کیونکہ جو شخص مکان بنانے میں لگا رہے اور مکان نہ گرائے تو آخر کار مکان بن جاتا ہے اگرچہ ہلکے درجے کا ہی کیوں نہ ہو اور جو شخص کسی وقت مکان بنائے اور کسی وقت گراتا رہے تو اس کی عمارت کبھی مکمل نہیں ہوتی۔ (بخاری الانوار ج ۶۶، ص ۲۸۶)

قیامت کا افلاس

ایک دن نبی اکرمؐ نے اپنے اصحاب سے پوچھا: جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ صحابہ نے عرض کیا کہ

مفلس وہ ہے جس کے پاس مال و دولت، باغات اور سرمایہ نہ ہو۔ رسول خداؐ نے فرمایا: میری امت کا مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن اس حالت میں آئے کہ اس کے پاس نماز، روزہ اور زکات جیسے اعمال موجود ہوں لیکن اس نے زندگی میں کسی کو گالیاں دی ہوں گی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال ہڑپ کیا ہوگا اور کسی کا ناجائز خون بہایا ہوگا۔ ایسے شخص کی نیکیاں اس کے متاثرین کو دے دی جائیں گی۔ اگر اس کی نیکیاں کم پڑ گئیں تو اس کے متاثرین کی برائیاں اس کے نامہ اعمال میں ڈال دی جائیں گی اور اسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ ایسا شخص سچ مفلح ہے۔ (ملا علی تہقی ہندی، کنز العمال ج ۴، ص ۲۳۷)

سب سے بڑی عبادت اور سب سے بڑی معصیت

تفسیر منسوب بہ امام حسن عسکریؑ میں حدیث رسولؐ ہے کہ خدا فرماتا ہے:

اے میرے بندو! تم میری سب سے بڑی اور سب سے افضل عبادت بجالاؤ تاکہ میں تم پر کرم کروں اور تمہارے گناہ مٹاؤں اور تم میری سب سے بڑی اور سب سے بدترین نافرمانی سے بچو اگر تم ایسا کرو گے تو میں تمہارے گناہ معاف کر دوں گا۔ یاد رکھو! میری سب سے بڑی اطاعت میری توحید کا اقرار ہے اور میرے نبی کی تصدیق اور اس کے نائب علیؑ بن ابی طالبؑ اور اس کی پاکیزہ نسل کے ائمہ کا اقرار ہے اور میری سب سے بڑی اور بدترین نافرمانی میرا اور میرے نبی کا انکار اور جانشین محمدؑ علیؑ بن ابی طالبؑ اور اس کے جانشینوں سے دشمنی اور جنگ کرنا ہے۔ (بخار الانوار ج ۲۷، ص ۹۶)

مؤلف کہتا ہے کہ یہ حدیث اِنْ تَعْتَبُوا كِتَابَنَا مَا تَنْهَوْنَ عَنْهُ نَكْفِرْ عَنْكُمْ مَبِائِحُكُمْ کی تشریح ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ گناہان کبیرہ سات ہیں جو کہ اللہ نے ہمارے لیے نازل کئے ہیں اور لوگوں نے ہمارے متعلق ان کی جنگ حرمت کی ہے۔

۱۔ اللہ کے ساتھ شرک کرنا

۲۔ ناحق قتل

۳۔ والدین کی نافرمانی کرنا

۴۔ پاکدامن عورت پر تہمت لگانا

۵۔ ناجائز طور پر یتیموں کا مال کھانا

۶۔ میدان جہاد سے بھاگنا

۷۔ آل محمدؑ کے حقوق کا انکار کرنا

۱۔ علامہ ہاشم معروف حسنی نے تصوف اور تشیع کا فرق مطبوعہ مجمع علمی اسلامی کے صفحہ ۱۸۴ پر لکھا ہے کہ شیعہ علماء اس تفسیر کی اکثر روایات کے قائل نہیں ہیں۔ شیعہ علماء کی اکثریت اس کتاب کے انتساب کو بھی درست نہیں مانتی کیونکہ اس کا راوی صرف محمد بن قاسم استرآبادی ہے جو مؤلفین رجال و رواۃ کے مطابق کذاب اور وضاع تھا۔ (رضوانی)

پھر آپ نے فرمایا کہ جہاں تک خدا کے ساتھ شرک کا تعلق ہے خداوند عالم نے قرآن کریم میں ہماری مدح کی اور حبیبِ خدا نے ہمارا مقام بیان کیا لیکن لوگوں نے ان کی مخالفت کی اور ہمیں چھوڑ کر اغیار کی پیروی کی (اور یوں لوگوں نے ”شرک فی الاطاعت“ کا جرم کیا)۔ جہاں تک ناحق قتل کی حرمت کا تعلق ہے تو لوگوں نے امام حسینؑ، ان کے خاندان اور ان کے اصحاب کو قتل کیا اور جہاں تک والدین کی نافرمانی کا تعلق ہے تو رسولِ خداؐ امت کے روحانی باپ تھے۔ لوگوں نے ان کے وصی کا انکار کیا اور انہیں شہید کر کے حقوق والدین کا ثبوت دیا اور جہاں تک پاکباز عورتوں پر تہمت لگانے کا تعلق ہے تو لوگوں نے برسرِ منبر بنتِ رسولؐ کو برا بھلا کہا اور جہاں تک مالِ یتیم کھانے کا تعلق ہے تو خدا نے جس میں ”ذی القربیٰ“ کا ایک حصہ ہمارے لیے مخصوص کیا لیکن لوگوں نے ہمیں ذی القربیٰ کے حصے سے محروم کیا اور ہماری جائیدادِ فکد پر بھی قبضہ کر لیا اور جہاں تک جنگ سے فرار کا تعلق ہے تو لوگوں نے امیرالمؤمنینؑ کی زور زبردستی کے بغیر بیعت کی اور پھر جنگ میں ان کا ساتھ نہ دیا اور جہاں تک ہمارے حق کے انکار کا تعلق ہے تو یہ بات سورج سے بھی زیادہ روشن ہے لوگوں نے سرعام ہمارے حق کا انکار کیا اور مقامِ امامت و قیادت کو ہمارے گھر سے نکال کر دوسروں کے حوالے کیا۔

(شیخ مفید، المقنعہ ص ۲۸۰)

گناہ شناسی

طبیعی قوانین اور دنیا والوں کے اپنے ہاتھ کے بنائے ہوئے قوانین کے تحت گناہ کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم کا تعلق قانونِ فطرت کی مخالفت سے ہے اور دوسری قسم کا تعلق اجتماعی زندگی میں خلل ڈالنے سے ہے۔ پہلی قسم کی مثال: الکحل سے بنے مشروبات استعمال کرنا یا بلندی سے چھلانگ لگانا۔ سیدھی سی بات ہے کہ الکحل سے بنے مشروبات پینے سے انسانی جسم پر برے اثرات پڑتے ہیں۔ اس سے انسان کا دماغ، گردے، جگر اور دوسرے اعضاء متاثر ہوتے ہیں اور بلندی سے چھلانگ لگانا بھی اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف ہے کیونکہ یہ زمین کی کششِ ثقل سے متصادم ہے۔ جو انسان بھی ایسا کرے گا وہ اپنی سلامتی اور زندگی کو داؤد پر لگائے گا۔

دوسری قسم کی مثال: چوری، چاقو زنی، انسان کشی وغیرہ۔ ان جرائم سے معاشرے کے نظم و نسق میں خلل پڑتا ہے۔ لہذا قانون کی رو سے یہ امور ممنوع ہیں اور ان کے ارتکاب کرنے والے کو قید و جرمانہ کی سزا ہو سکتی ہے۔ بعض حالات میں اسے سزائے موت بھی دی جاسکتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ اہل دنیا کی نظر میں گناہ وہ ہے جس کا تعلق مادی امور کی خلاف ورزی سے ہو لیکن دین میں گناہ کا تصور اس سے کہیں وسیع ہے۔ دین میں طبیعی قوانین کی خلاف ورزی اور معاشرے کا بگاڑ ہی گناہ نہیں بلکہ ہر وہ عمل گناہ ہے جو انسان کی اخلاقی فضیلت، شرافت، عفت اور اجتماعی سعادت کے منافی ہو اور ان تمام

امور کی خلاف ورزی کرنے والا سزا کا مستحق ہوتا ہے۔ گناہ کے اس وسیع مفہوم کی وجہ یہ ہے کہ دین انسانی وضع کو وسیع تر نگاہ سے دیکھتا ہے۔ دین صرف جسم کی سلامتی اور اجتماعی آسائش کو ہی مد نظر نہیں رکھتا بلکہ وہ روح کی سلامتی کو بھی اہمیت دیتا ہے۔

دنیا کے قوانین یہاں تک کہ ترقی یافتہ ممالک میں بھی آج تک خودکشی کے لیے کوئی قانون نہیں بنا۔ اسی طرح سے اگر کوئی شخص تنہائی میں اکلھی مشروبات پیتا ہے تو قانون کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے اور اگر مرد و زن باہمی رضامندی سے بدکاری کرتے ہیں تو آج کی متمدن دنیا کے قانون کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ دنیا کے قانون میں گناہ اور جرم ہر وہ فعل ہوتا ہے جو معاشرے کے اجتماعی نظم میں خلل ڈالتا ہو اور اگر کسی کا فعل معاشرے کو دگرگوں نہیں کرتا تو وہ نہ گناہ ہے اور نہ ہی جرم ہے جبکہ اسلام کی منطق اس سے بالکل مختلف ہے۔ اسلام کی نظر میں ہر وہ فعل جرم اور گناہ ہے جس سے انسان کی فضیلت داغدار ہوتی ہو۔ اسلام کہتا ہے کہ اس طرح کے انفرادی گناہ دراصل اجتماعی امن کو بھی بالواسطہ طور پر متزلزل کرنے کا سبب بنتے ہیں۔

آج انسانوں کے قانون میں جھوٹ، تہمت، غصہ، حسد، سود، حرص، تکبر، کینہ جیسے گناہوں پر کوئی قدغن نہیں ہے اور قانون سازوں کی نظر میں انہیں جرم نہیں سمجھا جاتا۔ لوگ جرائم اور گناہ کو مادیات کی عینک سے دیکھتے ہیں جبکہ اسلام جس طرح سے مادیات سے مربوط مسائل پر توجہ دیتا ہے، اسی طرح معنوی مسائل پر بھی توجہ دیتا ہے اور مذکورہ بالا گناہوں میں سے چند گناہوں کو تمام جرائم کا بنیادی سبب قرار دیتا ہے مثلاً امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے تمام برائیوں کے لیے تالے مقرر کئے ہیں (تاکہ لوگ ان میں مبتلا نہ ہوں) اور ان تالوں کی چابی جھوٹ ہے جبکہ جھوٹ کا نقصان شراب کے نقصان سے کہیں زیادہ ہے۔

(ملا احمد زرقی، جامع السعادات ج ۲، ص ۳۲۳)

ایک اور حدیث میں امام حسن عسکری علیہ السلام فرماتے ہیں: تمام گناہ ایک گھر میں جمع کئے گئے ہیں اور اس کی چابی جھوٹ ہے۔ (مستدرک الوسائل ج ۲، ص ۱۰۰)

نیت اور گناہ کا ارادہ

دنیاوی قوانین اور مذہبی قوانین میں ایک بڑا فرق یہ ہے کہ دنیاوی قوانین کے تحت جرم کرنا جرم ہے جبکہ اسلام میں جرم کا سوچنا اور جرم کا ارادہ کرنا بھی جرم ہے۔

حضرت رسول اکرمؐ اور ائمہ اہلبیتؑ نے لوگوں کو جرم کے ارادے سے بھی منع کیا ہے کیونکہ جرم کا آغاز ارادے سے ہوتا ہے۔ جو شخص جرم کا ارادہ کرنے میں مصروف رہے وہ بالآخر جرم کی دلدل میں پہنچ جاتا ہے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: **أَلَا وَمَنْ تَكْتَسِرَ فِكْرُهُ فِي الْمَعَاصِي دَعَتْهُ إِلَيْهَا**۔ جو گناہوں کے متعلق زیادہ سوچے گا تو گناہ اسے اپنی طرف کھینچ لیں گے۔ (عبدالواحد بن محمد تمیمی آمدی، غرر الحکم و درر الکلم ص ۶۶۳)

بنیادی طور پر گناہوں کی سوچ دل کو تاریک کرتی ہے اور دل کی روشنی کو زنگ آلود کرتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اسلام گناہ کے سرچشمے کو خشک کر دینا چاہتا ہے اور آلودگی کو ابتدا ہی سے ختم کرنے کا خواہش مند ہے۔ اسی لیے اسلام کے عظیم القدر رہنماؤں نے نیت کی پاکیزگی پر بڑا زور دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم میں جہاں بھی عمل صالح کا ذکر کیا گیا ہے اس سے قبل ایمان کا ذکر کیا گیا ہے۔ ایمان کو مقدم رکھا گیا ہے اس کے بعد عمل کی گفتگو کی گئی ہے قرآن کریم میں آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ کے الفاظ کثرت سے دکھائی دیتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ جب تک عمل کی اساس ایمان باللہ پر نہ ہو تو عمل بے قیمت اور بے ثمر ہوتا ہے۔ دانشور بھی کم و بیش اس حقیقت سے آگاہ ہو چکے ہیں۔ (کیفر گناہ ص ۲۷)

مؤلف یہ کہتا ہے کہ عبادت اور نیک عمل کا تعلق خالص نیت سے ہے اور ہر نیک عمل جو ایمان و اخلاص سے مربوط نہ ہو اور اس کا مقصد خدا کی رضامندی نہ ہو اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔

اگر کوئی نیک عمل خدا کی بجائے کسی دوسرے کی خوشنودی کے لیے ہو تو وہ عمل شرک آمیز بن جاتا ہے اور اصطلاح شریعت میں ”ریا“ کہلاتا ہے اور ریاکاری پوشیدہ قسم کا شرک ہے اور انتہائی خطرناک ہے۔ قرآن کریم اور ہادیان دین کے فرامین میں نیت کو ہر عمل کی اساس کے طور پر متعارف کرایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا: قُلْ كُلُّ يَعْمَلْ عَلَىٰ شَاكِلَتِهِ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدَىٰ سَبِيلًا ۝ آپ کہہ دیں کہ ہر شخص کے عمل کی قدر و قیمت اس کی نیت پر منحصر ہے۔ تمہارا پروردگار بہتر جانتا ہے کہ تم میں سے کون زیادہ ہدایت یافتہ ہے (کیونکہ نیت کا حال اللہ کو ہی معلوم ہے)۔ (سورۃ بنی اسرائیل: آیت ۸۳)

مصحوفین کی احادیث میں بارہا یہ بات سمجھائی گئی ہے کہ عمل کی اصل قدر و قیمت نیت ہی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَلِكُلِّ اَمْرٍ مَّا نَوَىٰ. اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے۔ ہر شخص کو اس کی نیت کا اجر ملے گا۔ (شیخ طوسی، تہذیب الاحکام ج ۳، ص ۱۸۶)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے: وَالنِّيَّةُ اَفْضَلُ مِنَ الْعَمَلِ اَلَا وَاِنَّ النِّيَّةَ هِيَ الْعَمَلُ. نیت عمل سے افضل ہے۔ آگاہ رہو کہ نیت ہی عمل ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی قُلْ كُلُّ يَعْمَلْ عَلَىٰ شَاكِلَتِهِ (یعنی علی نیتہ) آپ کہہ دیں کہ ہر شخص کے عمل کی قدر و قیمت اس کی نیت پر موقوف ہے۔ (کافی ج ۲، ص ۱۶)

اللہ تعالیٰ نے سورہ مبارکہ بینہ کی آیت ۵ میں ارشاد فرمایا ہے: وَمَا اَمْرُوْا اِلَّا لِيَعْبُدُوْا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهٗ الدِّيْنَ... انھیں بس یہی حکم دیا گیا تھا کہ اخلاص قلب کے ساتھ اللہ کی عبادت کریں۔

امام علی رضا علیہ السلام فرماتے ہیں: طُوبَى لِمَنْ اَخْلَصَ لِلّٰهِ الْعِبَادَةَ وَالِدُعَاءَ وَتَمَّ يُشْغِلُ قَلْبَهُ بِمَا تَرَىٰ عَيْنَاهُ وَتَمَّ يَسْمَعُ ذِكْرَ اللّٰهِ بِمَا تَسْمَعُ اُذُنَاهُ. اس شخص کے لیے خوش بختی ہے جو اپنی عبادت اور دعا کو خالص خدا کے لیے بجالائے اور جو کچھ اس کی آنکھیں دیکھیں ان میں اپنے دل کو نہ لگائے اور جو کچھ اس کے کان سنیں اس کی وجہ سے ذکر خدا کو نہ بھولے۔ (کافی ج ۲، ص ۱۶)

نیک نیتی اور بد نیتی

عاصم بن قنادہ روایت کرتے ہیں کہ مدینہ میں ہمارے قبیلے میں ایک شخص رہائش پذیر تھا جسے ”قزمان“ کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ اس کا شجرہ نسب مکمل طور پر واضح نہیں تھا۔ رسول اکرم کے سامنے جب بھی اس کا ذکر کیا جاتا تو آپ فرماتے تھے کہ وہ دوزخی ہے۔

جب جنگ احد ہوئی تو اس شخص نے غیر معمولی دلیری کا مظاہرہ کیا اور اس نے تنہا سات یا آٹھ مشرکین مکہ کو قتل کر دیا۔ جنگ میں اسے کافی زخم آئے۔ اس کے ساتھی اسے ”بنی ظفر“ کے گھروں میں لے گئے۔ مسلمان اس کی تیمارداری کے لیے اس کے پاس جمع ہوئے اور اس سے کہا کہ تم نے جنگ میں خدا و رسول کے لیے بڑی جاں نثاری کا ثبوت دیا۔ تمہیں جنت مبارک ہو۔ قزمان نے کہا: تم مجھے کس چیز کی بشارت دے رہے ہو؟ خدا کی قسم! میں نے اپنے قبیلے کی عزت و ناموس کے لیے جنگ لڑی ہے اگر مجھے قبیلے کی دلیری کا مظاہرہ منظور نہ ہوتا تو میں جنگ میں کبھی شرکت نہ کرتا۔ جب اسے زخموں کی اذیت نے بے چین کیا تو اس نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا اور اس سے اپنی شہ رگ کاٹ کر خودکشی کر لی۔ (سیرت ابن ہشام ج ۲، ص ۱۱۲)

جنگ تبوک مسلمانوں کے لیے نہایت دشوار تھی۔ موسم انتہائی گرم تھا اور کھجوریں اترنے والی تھیں۔ مسلمان تنگدستی میں مبتلا تھے اور جنگی مصارف پورے کرنا ان کے لیے بہت دشوار تھا۔

شیخ طبری نے تفسیر مجمع البیان جلد ۵ صفحہ ۷۹ میں لکھا ہے: حسن کا بیان ہے کہ اس جنگ میں مسلمان اتنے تنگدست تھے کہ دس آدمیوں کی سواری کے لیے ایک اونٹ تھا اور ہر شخص اپنی باری آنے پر سوار ہوتا تھا۔ مجاہدین کے پاس غذا کی بھی شدید قلت تھی ان کی غذا جو اور سڑی ہوئی کھجوریں اور بدبودار چربی پر مشتمل تھی۔ جب کسی مجاہد کو بھوک ستاتی تو وہ کھجور کا دانہ منہ میں رکھ کر اسے چوستا تھا۔ پھر وہ چوسا ہوا دانہ اپنے ساتھی کو دیتا تھا۔ پھر وہ ساتھی اسے کچھ دیر چوس کر تیسرے ساتھی کو وہ دانہ دے دیتا تھا اور یوں کھجور کے ایک دانے کو دس افراد چوسا کرتے تھے۔

اس جنگ کے وقت بہت سے افراد نے مدینہ میں رہنے کے لیے حیلے بہانے کئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کی مذمت میں کئی آیات نازل فرمائی تھیں۔

جب رسول خدا اپنے غربت زدہ لشکر کو ساتھ لے کر مدینہ سے باہر آئے تو آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ مدینہ میں کچھ لوگ ایسے رہ رہے ہیں جو ہمارے ساتھ ثواب میں شریک ہیں۔ ہم صحراؤں میں جو سفر کر رہے اور جو گھائیاں عبور کر رہے ہیں وہ گھر میں رہ کر بھی اس ثواب میں ہمارے شریک ہیں۔

صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ گھر میں ٹھہر کر ہمارے ساتھ ثواب میں کیسے شریک ہیں؟

آنحضرت نے فرمایا: اس لیے کہ وہ معذور ہیں۔ وہ اپنی اچھی نیت کی وجہ سے ہمارے ساتھ ہمارے

ثواب میں شریک ہیں۔

ایک جنگ میں ایک مسلمان کو کسی کافر نے قتل کیا جسے قبیلہ الحمار (گدھے کے لیے قتل ہونے والا) کے نام سے یاد کیا جاتا تھا کیونکہ جب وہ جنگ کے لیے روانہ ہوا تھا تو اپنے ساتھیوں سے کہتا تھا کہ میرے پاس گدھا نہیں ہے۔ خدا کرے کہ گدھے والا کوئی کافر میرے ہاتھوں مارا جائے تاکہ میں اس کے گدھے پر قبضہ کر سکوں۔ جب لڑائی ہوئی تو گدھے کا طلبکار صحابی خود ایک کافر کے ہاتھوں مارا گیا۔ اس لیے دوسرے مسلمان اسے قبیلہ الحمار کے نام سے یاد کرنے لگے تھے۔ (ملا احمد زرقی، جامع السعادات ج ۳، ص ۱۱۳)

جابر ابن عبد اللہ انصاریؓ کی کربلا آمد

امام حسین علیہ السلام کی المناک شہادت کی خبر جب مدینہ پہنچی تو جابر ابن عبد اللہ انصاریؓ آپ کی قبر مطہر کی زیارت کے لیے کوفہ روانہ ہوئے اور چہلم کے دن کربلا پہنچے۔

شیخ طوسی فرماتے ہیں کہ جابر ابن عبد اللہ انصاریؓ قبر امام حسینؓ کے پہلے زائر تھے۔

اس داستان کو ان کے اس سفر کے ساتھی عطیہ بن سعد بن جنادہ کوئی نے یوں بیان کیا ہے۔ واضح رہے کہ عطیہ بن سعد مشہور علماء و مفسرین میں سے تھے۔ بعض حضرات نے غلط فہمی کی وجہ سے انہیں حضرت جابر کا غلام لکھا ہے۔ ویسے اس امر کا امکان ہے کہ حضرت جابر پہلے کوفہ میں ان کے پاس تشریف لے گئے ہوں اور اس کے بعد انہیں ساتھ لے کر قبر امام حسینؓ کی زیارت کے لیے گئے ہوں۔

عتیہ کہتے ہیں: جب ہم کربلائے معلیٰ پہنچے تو جابر دریائے فرات پر گئے اور غسل کیا اور کپڑے پہنے۔ پھر انہوں نے ایک پوٹلی کو کھولا جس میں خوشبودار گھاس تھی جسے ”سعد“ کہا جاتا تھا۔ اس زمانے میں لوگ اسے عطر کے طور پر استعمال کرتے تھے۔ حضرت جابر نے اس گھاس کو اپنے بدن پر ملا اور قبر امام حسینؓ کی طرف روانہ ہوئے وہ راستے میں ہر قدم پر ذکر الہی کر رہے تھے۔ جب جابر قبر مطہر کے قریب پہنچے تو انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ میرا ہاتھ قبر پر رکھو۔ میں نے ان کا ہاتھ پکڑ کر قبر مطہر پر رکھا۔ جابر قبر مطہر پر گر پڑے اور اتاروئے کہ بیہوش ہو گئے۔ میں نے ان کے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارے یہاں تک کہ وہ ہوش میں آ گئے پھر انہوں نے مظلوم کربلا کو مخاطب کر کے تین بار ”یا حسین“ کہا۔

پھر کہا: حسین! تم اپنے دوست کو جواب کیوں نہیں دیتے؟

پھر انہوں نے اپنے آپ کو مخاطب کر کے کہا: میں جانتا ہوں آپ مجھے جواب نہیں دیں گے کیونکہ آپ کی گردن کی رگیں کٹ چکی ہیں اور آپ کے جسم و سر میں جدائی ڈال دی گئی ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ خاتم الانبیاء کے فرزند ہیں اور آپ امیر المومنین کے لال ہیں اور آپ اصحاب کساء کے پانچویں فرد ہیں... عتیہ کہتے ہیں کہ پھر انہوں نے قبر مطہر کے گرد و پیش آنکھوں کو گردش دی اور شہدائے کربلا کو مخاطب

کر کے کہا: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَيُّهَا الْأَرْوَاحُ الَّتِي حَلَّتْ بِفِتْنَاءِ الْحُسَيْنِ وَ آنَاخَتْ بِرِخْلِهِ أَشْهَدُ أَنْكُمْ أَقَمْتُمْ الصَّلَاةَ وَ آتَيْتُمُ الزَّكَاةَ وَ أَمَرْتُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَ نَهَيْتُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ جَاهَدْتُمُ الْمُلْحِدِينَ وَ عِبَدْتُمُ اللَّهَ حَتَّى آتَاكُمْ الْيَقِينَ. وَ الَّذِي بَعَثَ مُحَمَّدًا بِالْحَقِّ نَبِيًّا لَقَدْ شَارَكْنَاكُمْ فِي مَا دَخَلْتُمْ فِيهِ. آستان حسین میں اترنے والی پاکیزہ ارواح تم پر سلام ہو۔ حسین کی بارگاہ میں آنے والی ارواح تم پر سلام ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ لوگوں نے نماز قائم کی اور زکات دی اور نیکی کا حکم دیا اور آپ نے برائی سے روکا اور آپ لوگوں نے طہدین سے جہاد کیا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی یہاں تک کہ آپ لوگوں کو موت آگئی۔ اس ذات کی قسم! جس نے محمد کو حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا ہے جس امر میں آپ داخل ہوئے ہیں اس میں ہم بھی آپ ساتھ شریک ہیں۔

عطیہ کہتے ہیں کہ میں نے ان سے کہا: ہم بھلا ان کے ساتھ کیسے شریک ہو سکتے ہیں جبکہ ہم نے ان کے ساتھ راستوں کے نشیب و فراز عبور نہیں کئے اور ان کے ہرکاب ہو کر نہیں لڑے۔ یہ لوگ تو شہید ہوئے ہیں۔ ان کے گلے کٹ گئے ہیں، ان کی اولاد یتیم ہوئی ہے اور ان کی عورتوں کے سہاگ نہیں رہے؟

حضرت جابر نے مجھ سے فرمایا: يَا عَطِيَّةُ! سَمِعْتُ حَبِيبِي رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ أَحَبَّ قَوْمًا حُشِرَ مَعَهُمْ وَ مَنْ أَحَبَّ عَمَلًا قَوْمٍ أَشْرَكَ فِي عَمَلِهِمْ وَ الَّذِي بَعَثَ مُحَمَّدًا بِالْحَقِّ نَبِيًّا نَبِيِّ وَ نَبِيَّةُ أَصْحَابِي عَلَى مَا مَضَى عَلَيْهِ الْحُسَيْنُ وَ أَصْحَابُهُ. اے عطیہ! میں نے اپنے حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص کسی قوم سے محبت رکھے گا وہ اس کے ساتھ محشور کیا جائے گا اور جو شخص کسی قوم کے عمل سے محبت رکھے گا وہ بھی اس کے عمل میں شریک کیا جائے گا۔ اس ذات کی قسم! جس نے محمد کو حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا ہے میری اور میرے ساتھیوں کی سوچ وہی تھی جس راستے پر حسین اور اصحاب حسین چلے ہیں۔ (عماد الدین طبری، بشارۃ المصطفیٰ ص ۸۹)

جی ہاں! کسی کے گناہ پر راضی ہونے والوں کو بھی اسلام اس گناہ میں برابر کا شریک قرار دیتا ہے۔ حضرت علیؑ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: إِنَّمَا يَجْمَعُ النَّاسَ الرِّضَا وَ الشُّحْطُ فَمَنْ رَضِيَ أَمْرًا فَقَدْ دَخَلَ فِيهِ وَ مَنْ سَخَطَهُ فَقَدْ خَرَجَ مِنْهُ. خوشی اور ناخوشی ایسی چیز ہے لوگوں کو ایک مقام پر جمع کرتی ہے یا انہیں ایک دوسرے سے جدا کرتی ہے۔ جو شخص کسی کام پر خوش ہو تو وہ اس کام میں داخل ہوتا ہے اور جو کسی کام پر ناخوش ہو وہ اس سے خارج ہو جاتا ہے۔ (احمد بن ابی عبد اللہ برقی، کتاب المحاسن ص ۲۶۲)

ایک اور فرمان اس طرح سے ہے کہ الرَّاغِبِيُّ بِفِعْلِ قَوْمٍ كَمَا لِدَاخِلٍ فِيهِ مَعَهُمْ وَ عَلَى كُلِّ دَاخِلٍ فِى سَائِلِي إِتْمَانٍ ، اِنَّمُ الْفِعْلُ بِهِ ، وَ اِنَّمُ الرِّضَا بِهِ. اور جو کسی کے فعل پر راضی ہے تو وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ وہ اس فعل کے بجالانے میں اس کا شریک ہو اور جو بھی باطل فعل انجام دینے میں حصہ لیتا ہے وہ دراصل دو گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے۔ پہلا گناہ کرنا اور دوسرا گناہ پر راضی ہونا۔ (تج البلاغہ، کلمات قصار ۱۵۴)

بیماری گناہ

کچھ ماہرین نفسیات گناہ کو ایک بیماری خیال کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ آج کی دنیا میں علمی و فلسفی طور پر یہ بات ثابت ہے اور اس میں ذرہ برابر شک کی گنجائش نہیں ہے کہ دنیا میں برا انسان کہیں نہیں پایا جاتا۔ اس کی بجائے بیمار انسان پایا جاتا ہے۔

یہ انکشاف اتنا بڑا ہے کہ روز اول سے لے کر آج تک انسانی سعادت کے متعلق اتنا بڑا انکشاف نہیں ہوا۔ مطلب یہ ہے کہ جس دن تمام انسان اس انکشاف کو تسلیم کر کے گناہ کو بیماری سمجھ کر اس کا روحانی علاج تلاش کریں گے اس دن دنیا کے دلدر اور بدبختیاں، دشمنیاں، خواہ مخواہ کی مقابلہ بازی خود بخود ختم ہو جائے گی۔ اگر آپ ہم سے اس کی وجہ پوچھیں تو ہم کہیں گے کہ جب تمام انسانوں کو معلوم ہو جائے گا کہ جمل، حسد، کابلی، بزدلی، مکاری، بیجا شرم، مایوسی، گرگٹ کی طرح سے رنگ بدلتے رہنا، بے انصافی، عیب جوئی، بے وفائی اور اس جیسے دیگر عیوب روحانی بیماری کی پیداوار ہیں اور ان اخلاقی برائیوں کا بھی زکام، نزلہ، سردرد اور بخار کی طرح سے علاج کیا جاسکتا ہے تو اس دن یقینی اور انتہائی مفید نتائج برآمد ہوں گے۔ پہلا نتیجہ تو یہ برآمد ہوگا کہ مریض جنہیں آج برے انسان کہا جاتا ہے پورے اطمینان کے ساتھ اپنے علاج کی طرف متوجہ ہوں گے اور اس کا دوسرا نتیجہ یہ برآمد ہوگا کہ آج جو لوگ انہیں برے انسان سمجھ کر ان سے نفرت کرتے ہیں وہ انہیں قابل نفرت سمجھ کر ان سے منہ نہیں موڑیں گے بلکہ بیمار سمجھ کر ترس کھائیں گے۔ یہاں یہ بتانا ضروری نہیں ہے کہ ان دو نتائج کے درمیان زمین آسمان کا فرق ہے کیونکہ آج ایک گھٹیا ذہنیت رکھنے والے حاسد اور عیب جو شخص کو برا انسان کہا جاتا ہے اور اس سے نفرت کی جاتی ہے۔ اگر اسے بیمار تصور کیا جائے تو لوگ اس پر ترس کھائیں گے اور لوگوں کی نفرتیں محبتوں میں بدل جائیں گی۔ (خواجه نوری، روانکادی ص ۷-۸)

مؤلف کہتا ہے کہ ماہرین نفسیات بڑے طویل تجربات کے بعد جس حقیقت کا سراغ لگانے میں کامیاب ہوئے ہیں اسلام نے اس کو آج سے چودہ سو برس پہلے ہی سادہ عبارت میں بیان کیا تھا لیکن ہمارے عوام کی کم نصیبی ہے کہ وہ مغربی مفکرین کی آراء کو آیات قرآنی سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ مغربی مفکرین نے انبیاء سے بہتر طور پر حقائق کو سمجھا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر مغربی مفکرین کے ہاتھ چند حقائق لگے بھی ہیں تو وہ بھی شیخ وحی اور انبیاء اولیاء کے فرامین کا تھوڑا سا حصہ ہیں (کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام ہی تاریخ، تہذیب و تمدن اور علوم و معارف کے بانی تھے)۔

بہر نوع قرآن کریم نے اس حقیقت کو واضح الفاظ میں بیان کیا ہے کہ كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ یہ جو (برے اعمال) کرتے ہیں ان کا ان کے دلوں پر رنگ بیٹھ گیا ہے۔ (سورہ مطففین: آیت ۱۳) اور منافقین کے متعلق فرمایا ہے: فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا... ان کے دلوں میں بیماری ہے۔ اللہ نے ان کی بیماری میں اضافہ کر دیا ہے۔ (سورہ بقرہ: آیت ۱۰) ایک اور آیت میں فرمان قدرت ہے:

وَإِذَا يَسْأَلُونَ الْمُنَافِقِينَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا غُرُورًا ۝ جب منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے کہتے لگے کہ خدا اور اس کے رسول نے تو ہم سے محض دھوکے کا وعدہ کیا تھا۔ (سورۃ احزاب: آیت ۱۲)

روایات میں یہ بھی بیان ہوا ہے کہ گناہ ایک قلبی اور روحانی بیماری ہے۔ حضرت رسول خدا نے فرمایا: **أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ دَائِكُمْ وَ دَوَائِكُمْ وَلَا إِنَّ دَائِكُمُ الدُّنُوبُ وَ دَوَائِكُمُ الْإِسْتِغْفَارُ**۔ کیا میں تمہیں تمہاری بیماری اور اس کی دوا بتاؤں؟ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ضرور بتائیں۔ آپ نے فرمایا: تمہاری بیماری گناہ ہے اور تمہاری دوا توبہ و استغفار ہے۔ (محمدی رے شہری، میزان الحکمة ج ۳، ۲۲۷۵)

حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا: **لَا وَجِعُ أَوْ جَعُ لِلْقُلُوبِ مِنَ الدُّنْبِ**۔ دل کے لیے گناہ سے زیادہ خطرناک بیماری کوئی نہیں۔ (بحار الانوار ج ۳، ص ۳۲۲)

غرر الحکم میں ہے کہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

الدُّنُوبُ دَاءٌ وَالدَّوَاءُ الْإِسْتِغْفَارُ وَ الشِّمَاءُ أَنْ لَا تَعُودَ۔ گناہ بیماری ہیں اور دوا استغفار ہے اور گناہوں کا اعادہ نہ کرنا شفا ہے۔

الْحَسَدُ دَاءٌ عَيَاءٌ لَا يَزُولُ إِلَّا بِهَلْكَ الْحَاسِدِ أَوْ مَوْتِ الْمَحْسُودِ۔ حسد ایسی لاعلاج اور طویل بیماری ہے جو یا تو حاسد کی موت پر یا محسود کی موت پر ختم ہوتی ہے۔

الْحِقْدُ دَاءٌ قَوِيٌّ وَ مَرَضٌ مُؤَبِّي۔ کینہ ایک دردناک اور دہائی مرض ہے۔

الْكِبْرُ دَاءٌ إِلَى النَّقْمِ فِي الدُّنُوبِ۔ تکبر ایسا درد ہے جو انسان کو گناہوں کی طرف لے جاتا ہے۔

الشَّهَوَاتُ أَغْلَالٌ قَاتِلَاتٌ وَ أَفْضَلُ دَوَائِهَا اِقْتِنَاءُ الصَّبْرِ۔ شہوانی گناہ ہلاکت خیز ہوتے ہیں۔ ان کا

بہترین علاج ان سے دور رہنا ہے۔

مرض گناہ کا علاج

اسلام نے نہ صرف گناہ کے علاج کے بارے میں بتایا ہے بلکہ اسلام نے روحانی اور نفسیاتی الجھنوں کے حل کے لیے صحیح راستے کی رہنمائی کی ہے اور اس کے لیے اصول و ضوابط بھی مقرر کئے ہیں۔ اس کے برعکس مغربی مفکرین کو اسلام کے طریقہ علاج کو سمجھنے کے لیے شاید صدیوں کی ضرورت ہے۔^۱

نفسیاتی معالج جب کسی بیمار کا علاج کرتے ہیں تو وہ بیماری کو دور کرنے کے لیے بیماری کے اسباب کا کھوج لگاتے ہیں پھر اس کی روحانی قوت کو بڑھانے کی کوشش کرتے ہیں اور اسے مسلسل ٹیکر دے کر خود شناسی کی منزل پر لانے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ اس طریق علاج سے کسی نہ کسی حد تک روحانی بیماری کا

۱۔ اس موضوع پر جزیۃ الاسلام سید مجتہبی موسوی لاری کی کتاب ”اخلاق اور روحانی نشوونما“ مطبوعہ مجمع علمی اسلامی ملاحظہ فرمائیں۔

علاج ہوتا ہے لیکن اس طریق علاج میں اتنی قوت نہیں ہوتی کہ اندرونی احساسات کی طوفان خیزیوں کا مقابلہ کر سکے۔ اس کی حیثیت اس کمزور اور ٹھٹھے چراغ کی سی ہے جو آندھیوں کا مقابلہ کرنے کے قابل نہیں ہوتا یا اس کی مثال لکڑی کے اس تختے کی سی ہے جسے طوفان کے مقابلے کے لیے کھڑا کیا جائے۔

اسی لیے مشاہدے میں یہ بات آتی ہے کہ ایک نفسیاتی و روحانی مریض کئی مہینے کی تھکا دینے والی مشقوں کے بعد اس بیماری کے طوفان کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور اس میں مزید مبتلا ہو جاتا ہے۔

اسلام تمام مشکلات اور روحانی الجھنوں کے علاج کے لیے ایمان باللہ کے فطری عقیدے کو تقویت دیتا ہے۔ جب کسی میں ایمان باللہ کا عقیدہ مضبوط ہو جاتا ہے تو اسے مضبوط مورچے کا درجہ دے دیتا ہے جہاں بے قابو شہوانی جذبات کی طوفانی موجیں ٹکرا کر واپس آ جاتی ہیں اور مورچے کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔

جب مریض گناہ، گناہ سے آلودہ ہو جاتا ہے تو وہ اپنے اندر ندامت اور ذلت کا احساس کرتا ہے۔ اس موقع پر اسلام آگے بڑھ کر اسے یہ تعلیم دیتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو خدا کی پناہ میں لے آئے۔ یوں اسلام اسے احساس ذلت سے نکال کر رحمت الہی کی امید دلاتا ہے اور اسے یہ نوید سناتا ہے کہ وہ گناہ کی وجہ سے ابدی رسوائی کا مستحق نہیں بنا لہذا اسے چاہیے کہ توبہ و استغفار کرے۔

اس مرحلے کے بعد اسلام اس کی مزید روحانی و نفسیاتی مدد کرتا ہے اور اس میں گناہ چھوڑنے کے ارادے کو پیدا کرتا ہے اور ترک گناہ کے ارادے کو تقویت بخشتا ہے۔ اس مقام پر ہم حضرت علی علیہ السلام کا یہ فرمان دوبارہ نقل کرتے ہیں اَلذُّنُوبُ دَاءٌ وَالذُّوَاءُ اِلْسَجْفَارُ وَالشِّفَاءُ اَنْ لَا تَعُوذَ۔ حضرت کا یہ فرمان اتنا واضح ہے کہ اس کی تشریح کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ اس مسئلے کو اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں یوں بیان فرمایا ہے:

وَالَّذِينَ اِذَا فَعَلُوْا فَاٰجِسَةً اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوْا اللّٰهَ فَاَسْتَغْفَرُوْا وَالذُّنُوْبُ بِهِمْ وَمَنْ يُغْفِرِ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُبْصِرُوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝

جب ان لوگوں سے کوئی کھلا گناہ ہو جاتا ہے یا وہ اپنے آپ پر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو اللہ کو یاد کر کے اس سے اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں اور اللہ کے سوا گناہ بخش بھی کون سکتا ہے اور جان بوجھ کر اپنے گناہ پر اصرار نہیں کرتے۔ (سورہ آل عمران: آیت ۱۳۵)

اسلام کے عالی قدر رہبروں کی تعلیم یہ ہے کہ گناہ ایمان باللہ کی پناہ گاہ سے انحراف کی وجہ سے جنم لیتے ہیں اور اس کا علاج یہی ہے کہ اسی پناہ گاہ کی طرف لوٹ آنا چاہیے۔ اس سلسلے میں امام محمد باقر علیہ السلام کی اس حدیث کو ملاحظہ فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: اِذَا زَنَى السَّرَائِي خَرَجَ مِنْهُ رُوْحُ الْاِيْمَانِ وَاِنْ اسْتَغْفَرَ عَاذَ اِلَيْهِ۔ جب کوئی زانی زنا کرتا ہے تو اس سے روح ایمان نکل جاتی ہے اور پھر جب وہ توبہ کرتا ہے تو روح ایمان اس کے پاس واپس آ جاتی ہے۔ (وسائل الشیعہ ج ۲، ص ۹۳)

مؤلف کہتا ہے کہ گناہ کے اثرات کے ضمن میں یہ بیان کیا جائے گا کہ گناہ کا اثر خدا سے دوری کی

صورت میں نمودار ہوتا ہے۔

گنہگار کے ساتھ تعلقات

امیر المؤمنین علیہ السلام فرماتے ہیں: **أَمَرْنَا رَسُولُ اللَّهِ أَنْ نُلْقِيَ أَهْلَ الْمَعَاصِي بِوَجْهِهِ مُكْفَهَرَةً**. رسول خدا نے ہمیں حکم دیا کہ ہم گنہگاروں کے ساتھ ناخوشی سے ملیں۔ (کافی ج ۵، ص ۵۸-۵۹)

پیغمبر اسلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: **أَذْنَى الْإِنْسَانِ أَنْ يُلْقَى أَهْلَ الْمَعَاصِي بِوَجْهِهِ مُكْفَهَرَةً**. گناہ سے نفرت کی کم سے کم حد یہ ہے کہ انسان گنہگاروں کے ساتھ ناخوشی سے ملاقات کرے۔

(شیخ طوسی، تہذیب الاحکام ج ۶، ص ۱۷۶)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمایا کرتے تھے: **تَحَبَّبُوا إِلَى اللَّهِ بِبُغْضِ أَهْلِ الْمَعَاصِي، وَتَقَرَّبُوا إِلَى اللَّهِ بِالتَّبَاعِدِ عَنْهُمْ وَالتَّجَسُّوْا رِضَا اللَّهِ بِسَخَطِهِمْ**. گنہگاروں سے بغض رکھ کر اللہ کی محبت حاصل کرو اور گنہگاروں سے دور رہ کر اللہ کا قرب حاصل کرو اور نافرمان لوگوں کو ناراض کر کے اللہ کی خوشنودی تلاش کرو۔

(ملا احمد نراقی، جامع السعادات ج ۳، ص ۱۸۷)

ہادیان دین نے مسلمانوں کو گنہگار کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے منع کیا ہے۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **الْمَرْءُ عَلَى دِينِ خَلِيلِهِ وَفَرِيضِهِ**. انسان اپنے دوست اور ساتھی کے دین پر ہوتا ہے۔ (کافی ج ۴، ص ۸۳)

حضرت علیؑ نے حارث ہمدانی سے فرمایا تھا: **إِيَّاكَ وَ مُصَاحِبَةَ الْفُسَاقِ فَإِنَّ الشَّرَّ بِالشَّرِّ مُلْحَقٌ**. فاسقوں کی صحبت سے بچ رہنا کیونکہ برائی برائی کی طرف بڑھا کرتی ہے۔ (نہج البلاغہ، مکتوب ص ۶۹)

گنہگار سے دوستی

ابو ہاشم جعفری بیان کرتے ہیں کہ امام علی نقی علیہ السلام نے مجھ سے ارشاد فرمایا: میں دیکھ رہا ہوں کہ تم عبدالرحمن بن یعقوب کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے ہو؟!

میں نے عرض کیا کہ وہ میرا ماموں ہے۔

آپ نے فرمایا کہ وہ خدا کے بارے میں نازیبا باتیں کرتا ہے اور خدا کو جسم و جسمانیات سے متصف مانتا ہے۔ لہذا تم کو اختیار ہے چاہو تو ہمیں چھوڑ دو اور اس سے تعلقات رکھو چاہو تو اسے چھوڑ کر ہمارے ساتھ رہو۔

میں نے عرض کیا کہ مولا! اس کی باتیں اس کے ساتھ ہیں۔ میں تو اس کے نظریات کا پرچار نہیں کرتا۔ اس کی باتیں اور نظریات بھلا مجھے کیا نقصان پہنچا سکتے ہیں؟

آپ نے فرمایا: کیا تمہیں یہ خوف نہیں کہ اس پر خدا کا عذاب نازل ہو اور تم اس کے ساتھ بیٹھتے ہوئے ہو اور تم بھی اس عذاب کی لپیٹ میں آ جاؤ؟

کیا تمہیں معلوم نہیں کہ حضرت موسیٰ کے زمانے میں ایک شخص حضرت موسیٰ کے مددگاروں میں سے

تھا اور اس کا باپ فرعون کا مددگار تھا۔ جب فرعون حضرت موسیٰ کے تعاقب میں روانہ ہوا تو حضرت موسیٰ کا ساتھی اپنی جماعت کو چھوڑ کر اپنے باپ کو نصیحت کرنے فرعون کے لشکر میں چلا گیا اور اپنے باپ سے بولا کہ جلدی کرو اب بھی وقت ہے فرعون کے لشکر کو چھوڑ کر حضرت موسیٰ کی جماعت میں شامل ہو جاؤ۔ باپ بیٹا بحث مباحثہ میں مصروف تھے کہ اتنے میں فرعون اپنے لشکر سمیت دریا میں داخل ہوا۔ جب حضرت موسیٰ کی جماعت کا آخری فرد دریا سے نکل گیا اور فرعون کے لشکر کا آخری فرد دریا میں داخل ہوا تو اللہ نے دریا کو حکم دیا کہ وہ اپنی سابقہ روانی میں آجائے چنانچہ بلند و بالا موجیں اٹھیں اور سارا لشکر فرعون اس میں ڈوب گیا۔

جب حضرت موسیٰ کو اپنے ساتھی کے غرق ہونے کی اطلاع ملی تو آپ نے فرمایا کہ وہ اللہ کی رحمت میں ہے لیکن جب اللہ کا عذاب آتا ہے تو سب کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔ (کیفر گناہ ص ۷۲)

مؤلف عرض کرتا ہے کہ گنہگار کے ساتھ دوستی رکھنا منع ہے کیونکہ اس سے اس کے برے اعمال کی تائید ہوتی ہے اور گنہگار کی عملی تائید حرام ہے۔

اس کے ساتھ یہ نکتہ بھی ذہن نشین رہنا چاہیے کہ اسلام سختی کا دین نہیں ہے۔ اسی لیے اسلام نے ہمیں ایک دوسرے کی ہمدردی کا حکم دیا ہے اور اس کے لیے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم صادر فرمایا ہے اور حق یہ ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم لوگوں کی خیر خواہی کی بنیاد پر دیا گیا ہے۔

جب ہم ہادیان دین کے کردار کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں یہ بات دکھائی دیتی ہے کہ انہوں نے اپنے دلنشین کلام اور صولت کردار کے ذریعے لوگوں کی اصلاح کی تھی۔ انہوں نے لوگوں کو رحمت الہی کی امید دلائی اور مایوسی سے بچایا۔ حد یہ ہے کہ اگر کسی مشرک نے بھی اسلام کی طرف مائل ہونا چاہا تو ائمہ ہدئی نے اسے بھی رحمت الہی سے مایوس نہیں ہونے دیا تھا۔

سورہ توبہ، آیت ۶ میں ہے: **وَإِنْ أَحَدٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَاجِرْهُ حَتَّى يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ...** اور اگر کوئی مشرک آپ سے پناہ طلب کرے تو اس کو پناہ دیدیں تاکہ وہ اللہ کے کلام کو سنے۔

سورہ انعام، آیت ۵۳ میں ہے: **وَإِذَا جَاءَكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِنَا فَقُلْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ أَنَّهُ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوءًا بِسَهْوَةٍ لَمْ يَجْعَلْ لَهَا جِزَاءً إِلَّا عَفْوًَّا رَحِيمًا** جب آپ کے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیات پر ایمان رکھتے ہیں تو آپ کہیں کہ تم پر سلامتی ہو۔ تمہارے رب نے اپنے لیے رحمت کا فیصلہ کر دیا ہے۔ بے شک تم میں سے جو بھی از روئے نادانی غلط کام کرے پھر اس کے بعد توبہ کرے اور اپنی اصلاح کرے تو یقیناً وہ بخشے والا مہربان ہے۔

سورہ زمر، آیت ۵۳ میں ہے: **قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِينَ اسْرَفُوا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ** اے میرے رسول! آپ میرے ان بندوں سے کہہ دیں جنہوں نے اپنے آپ پر زیادتی کی ہے کہ تم اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ۔ بے شک اللہ تمام گناہ

معاف کر دے گا اور وہ بخشے والا مہربان ہے۔

مذکورہ بالا آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام رحمت، بخشش اور خیر خواہی کا دین ہے۔ اسلام سختی اور انتقام کا دین نہیں ہے۔ اگر کسی میں نیکی کی صلاحیت موجود ہوتی ہے تو اللہ اس کے لیے نیکی کے راستوں کو کھول دیتا ہے۔ البتہ جس میں اچھائی اور نیکی کی کوئی رتق نہ ہو اور وہ معاشرے کے لیے وبال ہو تو اسلام اس کے راستے کو روکتا ہے تاکہ وہ معاشرے کے لیے بربادی کا باعث نہ بن سکے۔ چنانچہ گناہ اور گنہگاروں کی سختی کے متعلق جو آیات وارد ہیں ان سب کا یہی مفہوم ہے۔

گناہ کے اثرات

انبیائے کرامؑ نے اپنی تعلیمات سے اس امر کو واضح کیا ہے کہ اگر لوگ گناہوں میں مبتلا ہو جائیں تو پھر سنت الہی کے تحت ان سے نعمت سلب کر لی جاتی ہیں اور ان پر مختلف قسم کی آزمائشیں نازل ہونے لگتی ہیں۔ اگر کوئی گروہ اور قوم آزمائشوں کو دیکھ کر توبہ کرے اور اپنی اصلاح کرے تو پھر ان کی آزمائشات ختم ہو جاتی ہیں اور کوئی قوم اس حد تک اپنی بدبختی کا ثبوت دے کہ مسلسل آزمائشیں دیکھنے کے باوجود اور نمائندگان خداوندی کی نصیحتوں کے باوجود اپنی بد اعمالیوں سے باز نہ آئے اور نصیحت کرنے والوں کا مذاق اڑانے لگے تو پھر اس قوم پر خدا کا عذاب نازل ہو جاتا ہے یہ سنت الہی روز اول سے آج تک جاری ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اور ہادیان دین نے اپنے کلام کے ذریعے لوگوں کو یہ باور کرایا ہے کہ گناہ زندگی پر منفی اثرات مرتب کرتے ہیں اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے پچھلی امتوں کی مثالیں بھی بیان فرمائی ہیں تاکہ لوگ ان کے انجام سے عبرت حاصل کریں۔

ہم یہاں بطور نمونہ چند آیات و احادیث پیش کرتے ہیں:

(۱) ... إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ ... اللہ کسی قوم کی حالت کو اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ اپنی حالت کو خود نہ بدلیں۔ (سورہ رعد: آیت ۱۱)

مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قاعدہ یہ ہے کہ وہ کسی قوم کو نعمت دینے کے بعد اس وقت تک اس سے نعمت واپس نہیں لیتا جب تک وہ قوم اپنی بد عملی سے یہ واضح نہ کر دے کہ وہ اس نعمت کے قابل نہیں ہے۔ جب کوئی قوم اپنے عمل سے اپنی نا اہلی ثابت کر دیتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے اپنی نعمت واپس لے لیتا ہے۔

(۲) وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا ... جو کوئی میری نصیحت سے منہ موڑے گا اس کے لیے زندگی تنگ ہو جائے گی۔ (سورہ طہ: آیت ۱۲۴)

(۳) ... وَمَنْ يَتَى اللَّهَ بِجَحَلٍ لَّهُ مَخْرَجًا ۖ وَيَرْزُقُهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ ... جو کوئی خدا کے تقویٰ کے تقاضوں پر عمل کرے تو خدا اس کے کاموں میں کشمکش پیدا کر دیتا

ہے اور اسے وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہوتا اور جو کوئی خدا پر بھروسا کرے تو وہ اس کے لیے کافی ہے۔ (سورۃ طلاق: آیت ۲-۳)

(۳) وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ تَمَّ بِرِجَالِهِمْ وَرَبُّهُمْ بِرِجَالِهِمْ

اپنی ہی لائی ہوئی ہوتی ہے اور وہ بہت سے گناہ تو معاف کر دیتا ہے۔ (سورۃ شوریٰ: آیت ۳۰)

مذکورہ آیات کی روشنی میں یہ کہنا صحیح ہے کہ دنیا و آخرت کی پریشانیوں اور مصیبتوں کا تعلق انسان کے

ناشکرے پن سے ہے۔ اس سے بڑھ کر ناشکر اپن اور کیا ہو سکتا ہے کہ انسان اللہ کی نعمتوں کے ذریعے اس کی

نافرمانی کرے۔ اگر انسان نعمت الہی پر توجہ دے اور ان کو اپنی ہی صلاحیتوں کا ثمر قرار دینے کے بجائے خدا کی

عطا سمجھے اور تقدیر پر راضی برضا رہے اور محصیت سے بچے تو خدا اپنی نعمت اس سے کبھی بھی واپس نہیں لے گا۔

خدا کا فرمان ہے: لَيْسَ شُكْرُكُمْ لِي أَنْ يَذُنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ ۝ اگر تم نے شکر کیا تو میں تم کو

مزید نعمتیں دوں گا اور اگر تم نے کفران نعمت کیا تو میرا عذاب بہت سخت ہے۔ (سورۃ ابراہیم: آیت ۷)

امیرالمومنین علیہ السلام فرماتے ہیں: إِنَّ اللَّهَ قَضَىٰ قَضَاءً حَسْمًا أَنْ لَا يُنْعَمَ عَلَى الْعَبْدِ بِنِعْمَةٍ

فَيَسْلُبَهَا إِيَّاهُ حَتَّىٰ يُحَدِّثَ الْعَبْدُ ذَنْبًا يَسْتَحِقُّ بِذَلِكَ الْبِقَمَةَ. اللہ تعالیٰ نے یہ حتمی فیصلہ کیا ہے کہ وہ کسی

بندے کو نعمت دینے کے بعد نہیں چھینے گا جب تک کہ بندہ ایسا گناہ نہ کرے جس کی وجہ سے وہ عذاب کا مستحق

بن جائے۔ (کافی ج ۲، ص ۲۷۳)

امیرالمومنین علیہ السلام کا ایک اور فرمان عالی شان ہے: إِذَا وَصَلَتْ إِلَيْكُمْ أَطْرَافُ النِّعَمِ فَلَا

تَنْفَرُوا أَقْصَاهَا بِقَلْبِ الشُّكْرِ. جب تمہیں تھوڑی بہت نعمتیں حاصل ہوں تو ناشکری سے انہیں اپنے تک پہنچنے سے

پہلے بھگا نہ دو۔ (صحیح البلاغ، کلمات قصار ۱۲)

گناہ اور مختلف پریشائیاں

امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے: تَوَقَّوْا الذُّنُوبَ فَمَا مِنْ بَلِيَّةٍ وَلَا نَقْصٍ رِزْقٍ إِلَّا بِذَنْبٍ حَتَّىٰ

الْخُدْشُ وَالْكَبُورَةُ وَالْمُصِيبَةُ. گناہوں اور خدا کی نافرمانی سے بچتے رہو کیونکہ ہر آزمائش اور رزق کی تنگی گناہ کی

وجہ سے ہوتی ہے یہاں تک کہ اگر جسم کو خراش آتی ہے یا انسان گرنا ہے یا کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے تو وہ گناہ

کی وجہ سے ہی نازل ہوتی ہے۔ (شیخ صدوق، خصال ج ۲، ص ۶۱۶)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے: مَنْ يَمُوتُ بِالذُّنُوبِ أَكْثَرُ مِمَّنْ يَمُوتُ بِالْأَجَالِ اِثْنَيْ عَشَرَ

هُوَ يَمُوتُ بِهَا مَرَّةً وَاحِدَةً. مرنے والے کم ہیں اور گناہوں کی وجہ سے مرنے والے زیادہ ہیں۔ نیز آپ نے فرمایا ہے:

يَعِيشُ النَّاسُ بِأَحْسَانِهِمْ أَكْثَرَ مِمَّا يَعِيشُونَ بِأَعْمَارِهِمْ وَيَمُوتُونَ بِذُنُوبِهِمْ أَكْثَرَ مِمَّا يَمُوتُونَ

بِأَجَالِهِمْ. لوگ اپنی نیکیوں کی وجہ سے اپنی مقررہ مدت سے زیادہ جی رہے ہیں اور مقررہ مدت پر مرنے والے کم

ہیں جبکہ گناہوں کی وجہ سے مرنے والے زیادہ ہیں۔ (بحار الانوار ج ۵، ص ۱۳۰)

اہل باطل کے ساتھ اچھے تعلقات ممنوع ہیں

قرآن پاک اور حدیث پاک میں مداہنۃ، ادھان اور تداهن کے الفاظ ملتے ہیں۔ اس سے اہل باطل کے ساتھ نرمی برتنا، دوستی کرنا اور حق و ضمیر کے خلاف بات کرنا مراد ہے۔

لغت میں تیل کو دھن اور تیل لگانے والے کو السدھان کہا جاتا ہے۔ گویا مداہنۃ کرنے والا اپنے ناجائز مقاصد کے حصول کے لیے حق کو چھپاتا ہے۔ یہ بات انتہائی خطرناک اور خدا کے غضب کا سبب ہوتی ہے۔ سورہ قلم آیت ۸ اور ۹ میں ارشاد اقدس الہی ہے: فَلَا تُطِيعُ الْمُكْذِبِينَ ۝ وَذُوَا لُؤْسٍ مِّنْ نَّهْنٍ فَيُدْهِنُونَ ۝ (اے رسول!) آپ جھٹلانے والوں کی اطاعت نہ کریں۔ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ آپ ان کی باتیں سن کر نرم ہو جائیں تو وہ بھی نرم ہو کر آپ کے ساتھ مصالحت کر لیں۔

سورہ کافرون میں اللہ تعالیٰ نے صاف صاف فرمایا ہے:

(اے رسول!) آپ کہہ دیجئے کہ اے کافرو! جن جنوں کو تم پوجتے ہو ان کو میں نہیں پوجتا اور جس خدا کی عبادت میں کرتا ہوں اس کی تم عبادت نہیں کرتے اور (میں پھر کہتا ہوں کہ) جن کی تم پرستش کرتے ہو ان کی میں پرستش کرنے والا نہیں ہوں۔ اور نہ تم اس کی بندگی کرنے والے (معلوم ہوتے) ہو جس کی میں بندگی کرتا ہوں۔ تم اپنے دین پر میں اپنے دین پر۔

اس سورت کی شان نزول یہ ہے کہ جب اکابرین قریش (ولید بن مغیرہ، امیہ بن خلف، عاص بن وائل، اور اسود بن مطلب) نے سرکار رسالت پناہ سے کہا کہ کیوں نہ ہم آپس میں تصفیہ کر لیں کہ ایک سال آپ ہمارے خداؤں کی اور ایک سال ہم آپ کے خدا کی عبادت کریں تو آنحضرتؐ نے ان کی یہ تجویز رد کر دی۔

باطل دوئی پسند ہے حق لا شریک ہے

شرکت میانہ حق و باطل نہ کر قبول

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو وحی فرمائی کہ جو لوگ سرکشی کر رہے ہیں اور سہل انگاری سے کام لے

رہے ہیں آپ ان سے کہہ دیں کہ میرے عذاب کا اور اپنی بربادی کا انتظار کریں۔ (کافی ج ۸، ص ۱۳۳)

حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے:

لَا تَدَاهِنُوا فِي الْحَقِّ إِذَا وَرَدَ عَلَيْكُمْ وَ عَرَفْتُمُوهُ فَتَخْسِرُوا خُسْرًا نَّابِيًا. حق کے معاملے میں

سہل انگاری سے کام نہ لو جبکہ حق تمہارے سامنے آچکا ہے اور تم اسے پہچان بھی چکے بصورت دیگر تم کھلے گھانے

میں پڑ جاؤ گے۔ (بحار الانوار ج ۷۷، ص ۲۹۱)

لَا تَدَاهِنُوا فِيهِمْ بِكُمْ إِلَّا ذَهَانٌ عَلَى الْمَغْصِيَةِ. (سہل انگاری سے بچو) ورنہ یہ نرم روی اور

بے پروائی تم کو مصیبت کی طرف دھکیل کر لے جائے گی۔ (نہج البلاغہ، خطبہ ۸۳)

وَلَعَمْرِي مَا عَلِيٌّ مِنْ قِتَالٍ مَنْ خَالَفَ الْحَقَّ وَخَابَطَ الْعَيَّ مِنْ إِذْهَانٍ وَلَا إِيْهَانٍ. مجھے اپنی جان کی

قسم! میں حق کے خلاف چلے والوں اور گمراہی میں بھٹکنے والوں سے جنگ میں کسی قسم کی رو رعایت اور سستی نہیں کروں گا۔ (بیچ البلاغ، خطبہ ۲۳)

امیرالمومنین علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں کو خراجِ خمین پیش کرتے ہوئے فرمایا تھا: جان لو! اللہ تم پر رحم فرمائے! تم لوگ ایسے زمانے میں ہو جب حق کہنے والے بہت کم ہیں اور زبانیں سچ کہنے سے قاصر ہیں۔ اس دور میں حق کے پیروؤں کو ذلیل سمجھا جاتا ہے۔ لوگ اللہ کی نافرمانی کے عادی ہو چکے ہیں اور اس دور کے لوگ حق پوشی اور اہل باطل کے ساتھ مصالحت میں مبتلا ہو چکے ہیں۔

(محمدی ری شہری، میزان الحکمة ج ۲، ص ۹۳۳)

آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے: اگر زمین پر خدا کی نافرمانی ہو رہی ہو اور اولیائے خدا خاموش بیٹھے رہیں اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر نہ کریں تو اللہ اپنے اولیاء سے راضی نہیں ہوگا۔

(شیخ عباس قمی، اللکھی واللقاب ج ۱، ص ۳۱۶)

اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کو یہ وحی فرمائی کہ میں تمہاری قوم کے ایک لاکھ افراد کو ہلاک کرنے والا ہوں جن میں سے چالیس ہزار گنہگار اور ساٹھ ہزار بیگناہ ہوں گے تو حضرت شعیب علیہ السلام نے عرض کی: اے پروردگار! گنہگار تو قصور دار ہیں ہے مگر بے گناہوں کو تو کیوں ہلاک کرے گا؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس لیے وہ گنہگاروں کے ساتھ نرمی برتتے ہیں اور میری ناراضی کی وجہ سے ان پر ناراض نہیں ہوتے۔ انھوں نے کبھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے کام نہیں لیا۔ (کافی ج ۵، ص ۵۶)

گناہ اور ظلم پہ راضی ہونا

آیت اللہ خمینیؑ فرماتے ہیں: گناہ اور برے کام پر راضی ہونا حرام ہے۔ اسی طرح امر بالمعروف کو چھوڑ دینا بھی حرام ہے۔ مومن پر واجب ہے کہ وہ دل میں گناہ اور ترک واجب سے نفرت کرے۔ یہ واجبات امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فریضے کے علاوہ ہیں اور اس کے لیے کوئی شرط نہیں ہے۔ ایک مومن کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہمیشہ گناہ اور ترک واجب سے نفرت کرے۔ (تحریر الوسیلہ ج ۱، ص ۳۷۷)

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: مومن کی عزت کے لیے یہی بات کافی ہے کہ جب وہ کسی کو حرام کام کرتے ہوئے دیکھتا ہے تو اس وقت خدا اس کے دل کی طرف نظر کرتا ہے کیونکہ اس کا دل حرام کام سے نفرت کر رہا ہوتا ہے۔ (کافی ج ۵، ص ۶۰)

امیرالمومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو شخص حرام کام ہوتا دیکھے اور اپنے دل، ہاتھ اور زبان سے اس پر ناپسندیدگی کا اظہار نہ کرے اور برائی سے نہ روکے تو ایسا شخص زندہ افراد میں چلتی پھرتی لاش کی مانند ہے۔

(شیخ طوسی، تہذیب الاحکام ج ۶، ص ۱۸)

جو شخص حرام کام ہوتا ہوا دیکھے اور اس سے نفرت کرے وہ اس شخص کی مانند ہے جو حرام سے دور اور موقع سے غائب ہو اور جو شخص حرام کام کے موقع سے غائب ہو لیکن اس کام کی خبر سن کر خوش ہو وہ اس برائی میں شریک کی مانند ہے۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۶، ص ۱۳۸)

شیخ صدوق کی کتابوں عیون الاخبار الرضا اور علل الشرائع میں مذکور ہے کہ عبدالسلام ہروی نے کہا کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا کہ لوگ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ جب قائم آل محمد علیہ السلام ظہور فرمائیں گے تو وہ امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں کی نسل کو قتل کریں گے۔ امام عالی مقام نے فرمایا: ہاں! یہ سچ ہے۔

میں نے عرض کیا: یہ تو اصول عدل کے خلاف ہے کہ باپ کے جرم کا بدلہ اولاد سے لیا جائے کیونکہ ارشاد الہی ہے: ... وَلَا تَسْرِزْ وَأِزْرَاةٌ وَزُرَّ أُخْرَى... کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ (سورہ انعام: آیت ۱۶۵) آخر اس کا کیا مقصد ہے؟

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:

اللہ کا ہر فرمان سچا ہے۔ قاتلان حسین کی اولاد کو قائم آل محمد اس لیے قتل کریں گے کہ یہ لوگ اپنے آباء و اجداد کے اس فعل پر راضی ہیں اور اس پر فخر کرتے ہیں اور کسی بھی کام پر خوش ہونے والا اس کام میں شریک کی مانند ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص سرزمین مشرق میں ناحق قتل ہو اور دوسرا شخص سرزمین مغرب میں ہو اور وہ اس قتل کی خبر کون کر اپنی خوشی کا اظہار کرے تو ایسا شخص قاتل کے ساتھ اس کے جرم میں شریک ہوگا۔ امام حسین کے قاتلوں کی اولاد بھی اپنے باپ دادا کے اس فعل پر راضی ہے اور جو کسی ظالم کے ظلم پر راضی ہو تو امام زمانہ اسے قتل کریں گے۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۶، ص ۱۳۹)

امیرالمؤمنین علیہ السلام نے فرمایا کہ ظلم کرنے والا، ظالم کی مدد کرنے والا اور اس کے ظلم پر راضی ہونے والا سب ظلم میں شریک ہیں۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۶، ص ۱۴۰)

محمد بن ارقط کوئی راوی ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے پوچھا: کیا تم کوفہ میں رہتے ہو؟ میں نے کہا: ہاں!

آپ نے فرمایا: قاتلان حسین کو اپنے اندر دیکھتے ہو؟

میں نے عرض کیا: مولا! میں آپ پر قربان جاؤں۔ اس وقت تو ایک بھی قاتل زندہ نہیں ہے۔

آپ نے فرمایا: کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ امام حسین کے قاتل بس وہی لوگ تھے جنہوں نے کربلا میں آپ کو قتل کیا تھا؟ کیا تم نے اللہ کا یہ فرمان نہیں سنا: ... فُلْ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ قَبْلِي بِالْبَيِّنَاتِ ... (اے رسول) کہہ دیجئے کہ مجھ سے پہلے بہت سے رسول معجزات اور تمہاری فرمائش کے مطابق صداقت کی نشانی لے کر آئے پھر تم نے ان کو قتل کیوں کر دیا؟ اگر تم اپنی بات میں سچے ہو۔ (سورہ آل عمران: آیت ۱۸۳)

اس آیت کا روئے سخن یہود مدینہ کی طرف تھا کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کوئی رسول نہیں آیا تھا اور یہود مدینہ نے کسی رسول کو قتل نہیں کیا تھا البتہ ان کے بزرگوں نے ناحق رسولوں کو قتل کیا تھا اس لیے خدا نے ان سے کہا کہ تم اس فعل پر راضی تھے۔ اسی طرح قاتلان حسین کی اولاد بھی اپنے آباء و اجداد کے فعل شنيع پر راضی ہے لہذا وہ بھی قاتلان حسین کی فہرست میں شمار ہوں گے۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۶، ص ۱۳۲)

ہادیان دین کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ گناہ کا چھپانا گناہ کی بخشش کا ذریعہ ہے اور گناہ کو ظاہر کرنا عدم مغفرت اور گنہگار کی ذلت کا سبب ہوتا ہے۔ اسلام ایسے شخص کے لیے احرام کا قائل نہیں ہے۔ اگر گناہ کرنے والا شخص تنگدست ہو تو اس کو خمس و زکات دینا جائز نہیں ہے۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے نیک عمل کو پوشیدہ رکھے تو خدا اسے ستر گنا زیادہ ثواب دے گا اور جو شخص اپنے گناہوں کو ظاہر کرے تو خدا اسے ذلیل و خوار کرے گا اور جو شخص اپنے گناہوں کو پوشیدہ رکھے گا اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

شیخ مرتضیٰ انصاری مکاسب میں لکھتے ہیں: بہت سی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کھلم کھلا گناہ کرنے والے شخص کی غیبت کرنا جائز ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جب فاسق اپنے گناہ کا کھل کر اظہار کرے تو وہ قائل احرام نہیں ہے اور اس کی غیبت کرنا بھی حرام نہیں ہے۔ (وسائل الشیعہ ج ۸، ص ۶۰۳)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ تین قسم کے افراد کسی احرام کے لائق نہیں ہیں:

(۱) بدعت ایجاد کرنے والے ہوں کیش افراد (۲) ظلم کرنے والے حکام (۳) علانیہ گناہ کرنے والے

(وسائل الشیعہ ج ۸، ص ۶۰۵)

عروۃ الوثقی میں علامہ کاشف الغطاء سے نقل کیا گیا ہے:

کسی طرح کا مالی حق (خمس و زکات) علانیہ گناہ کرنے والے کو دینا جائز نہیں اور وہ قائل احرام بھی نہیں۔

لوگوں کے سامنے گناہوں کا اعتراف کرنا

نہ صرف لوگوں کے سامنے بلکہ اولیائے خدا کے سامنے بھی گناہوں کا اعتراف کرنا مذموم اور ممنوع ہے۔

۱۔ نبی البلاغہ خطبہ ۱۱۹ میں مولا امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

اے لوگو! رضا و ناراضگی کے جذبات تمام لوگوں کو ایک حکم میں لے آتے ہیں۔ آخر قوم شمود کی اونٹنی کو ایک ہی شخص نے پے کیا تھا لیکن اللہ نے عذاب سب پر کیا کیونکہ وہ سارے کے سارے اس پر راضی تھے۔

یہی وجہ ہے کہ ہم حضرت سید الشہداء امام حسینؑ اور حنا لک الفداء کی زیارت میں کہتے ہیں:

لَعَنَ اللَّهُ أُمَّةً قَتَلَتْكَ وَ لَعَنَ اللَّهُ أُمَّةً ظَلَمَتْكَ وَ لَعَنَ اللَّهُ أُمَّةً سَمِعَتْ بِذَلِكَ فَزَجَّتْ بِهِ. یعنی لعنت ہو اللہ کی اس گروہ پر جس نے آپ کو قتل کیا اور لعنت ہو اللہ کی اس گروہ پر جس نے آپ پر ظلم ڈھایا اور لعنت ہو اللہ کی اس گروہ پر جو آپ کے قتل کی خبر سن کر اس پر راضی ہوا۔ (رضوانی)

بسا اوقات ایسا کرنا گناہوں کی بخشش میں تاخیر کا سبب بن سکتا ہے۔ اگر کوئی شخص چھپ کر گناہ کرے اور خدا کے حضور اپنے گناہ کا اعتراف کرے اور اپنے گناہ پر شرمندہ ہو تو بخشش اس کے قریب آ جاتی ہے۔ اگر کسی شخص کے دامن میں نیک عمل نہ ہوں جو خدا کی خوشنودی کا ذریعہ بن سکتے ہوں تو گناہ کا اعتراف اور گناہ پر ندامت اس کے لیے بخشش کا ذریعہ ثابت ہو سکتی ہے۔

شیخ مرتضیٰ انصاری مزید لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ لوگوں کے سامنے گناہ کا اعتراف کرنا قابلِ مذمت ہے جبکہ اللہ کے سامنے ایسا کرنا قابلِ تعریف اور بخشش کا ذریعہ ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: خبردار! خدا سے دنیا و آخرت کی حاجت طلب کرنے سے پہلے انسان کو چاہیے کہ ابتدا میں اللہ کی حمد و ثنا کرے پھر محمد و آل محمد پر درود و سلام بھیجے اس کے بعد اپنے گناہوں کا اعتراف اور توبہ کرے۔ پھر خدا سے اپنی حاجت طلب کرے۔ (مستدرک الوسائل ج ۵، ص ۲۱۶)

کتاب عده الداعی صفحہ ۱۶۵ پر ترتیم ہے کہ ایک عابد نے ستر برس تک خدا کی عبادت کی تھی۔ وہ دن کو روزے رکھتا اور رات عبادت میں بسر کرتا۔ پھر اس نے خدا سے ایک حاجت طلب کی مگر اس کی حاجت پوری نہ ہوئی۔ اس نے خود کو ملامت کی اور اپنے آپ سے کہا کہ ساری مشکلات تیری اپنی پیدا کردہ ہیں۔ اگر تجھ میں کوئی خیر و خوبی ہوتی تو اللہ ضرور تیری حاجت بر لاتا۔ اللہ نے ایک فرشتے کو بھیجا اور اس نے عابد کو اللہ کا یہ پیغام پہنچایا: اب تو نے اپنے نفس کو ملامت کی ہے۔ میرے نزدیک تیرا یہ عمل ستر سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

امیرالمومنین علیہ السلام کی ایک دعا میں یہ جملے آئے ہیں:

إِلٰهِي اِنْ كَانَ قَدْ ذُنِيَ اَجَلِيْ وَ لَمْ يَغْفِرْ لِيْ مِنْكَ عَمَلِيْ فَقَدْ جَعَلْتَ الْاِغْتِرَافَ بِالذَّنْبِ وَ سَائِلَ عِلِّيْ قِيَانِ غَفْوَتٍ لَّمَنْ اَوْلَى مِنْكَ بِذَلِكَ وَاِنْ غَدَبْتُ فَمَنْ اَعْدَلُ مِنْكَ فِي الْحُكْمِ هُنَا لِكَ ...
 پروردگار! اگر میری موت کا وقت قریب آچکا ہے اور ابھی تک میرے کسی عمل نے مجھے تیرے قریب نہیں کیا تو میں اپنے اس اعتراف کو وسیلہ تقرب قرار دیتا ہوں۔ اب اگر تو مجھے بخش دے تو تجھ سے بڑھ کر بخشنے والا کون ہے اور اگر تو مجھے عذاب دے تو تجھ سے بڑھ کر زیادہ عدل کرنے والا کون ہے؟

اس بحث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ خدا کے حضور اعتراف گناہ اور احساس ندامت قربت الہی کی اساس ہے جبکہ لوگوں کے سامنے گناہوں کا اعتراف کرنا (جیسا کہ عیسائی اپنے پادریوں کے سامنے باقاعدہ گناہوں کا اعتراف Confession کرتے ہیں) مذموم عمل ہے۔

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ انسان کسی مخلوق کے ساتھ خالق کی تشبیہ نہ دے اور کسی بھی چیز کو اس کے مشابہ قرار نہ دے۔ انسان اپنے تصور میں خدا کا جو ہولا تراشے گا وہ خدا نہیں ہوگا بلکہ اس کا اپنا تراشیدہ خیالی خدا ہوگا اور اس کا تراشا ہوا ہیولا خود اس کی مانند مخلوق ہوگا۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے: كَلَّمْنَا مَيْزُ تَمُوهَ بِأَوْهَامِكُمْ فِي آذِ قِي مَعَابِيهِ فَهَوَ مَخْلُوقٌ مَصْنُوعٌ مِثْلُكُمْ مَرْدُودٌ إِلَيْكُمْ وَلَعَلَّ النَّمْلَ الصَّغَارَ تَتَوَهَّمُ أَنَّ لِلَّهِ تَعَالَى زُبَانَيْنِ فَإِنَّ ذَلِكَ كَمَا لَهَا وَيَتَوَهَّمُ إِنَّ عَدَمَهَا نَقْصَانٌ لِمَنْ لَا يَنْصِفُ بِهِمَا وَهَذَا حَالُ الْعُقَلَاءِ فِيمَا يَصِفُونَ اللَّهَ تَعَالَى بِهِ. تم خیالی گھوڑے دوڑا کر ذات باری کا جو بھی وزن اپنے ذہن میں قائم کر دو گے وہ تمہاری ہی طرح مخلوق ہوگا اور تمہاری ہی طرف لوٹا دیا جائے گا۔ ممکن ہے کہ ایک چھوٹی سی چیونٹی یہ سوچتی ہو کہ خدا کے بھی دو سینگ ہیں کیونکہ اس کے ننھے سے ذہن میں سینگ کا ہونا جاندار کا کمال اور اس کا نہ ہونا نقص ہے۔ صاحبان عقل خدا کی جو بھی تعریف کر رہے ہیں ان کی مثال اس چیونٹی جیسی ہے۔ (بحار الانوار ج ۶۹، ص ۶۹۳)

یہی وجہ ہے کہ صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے:

مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ وَمَا عَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ. جو تیرا حق معرفت ہے ہم اس طرح تجھے نہیں پہچان سکے اور جو تیری عبادت کا حق ہے وہ ادا نہیں کر سکے۔

مؤلف کہتا ہے کہ حق معرفت اور حق عبادت یہ ہے کہ مخلوق اور ممکن الوجود کو یہ اعتراف کرنا چاہیے کہ وہ ذات حق کا دوسرے اجسام کی طرح سے ادراک کرنے سے قاصر ہے۔ وہ یہ عقیدہ رکھے کہ میری تمام تر عبادت سے اس کی عبادت کا حق ادا نہیں ہو سکتا کیونکہ انسان اس کی ذات کامل کا ادراک نہیں کر سکتا اور اس کی نعمتوں کو شمار نہیں کر سکتا۔ جب نعمت ہی بی شمار ہیں تو ان کا شکر کیسے ادا کیا جاسکتا ہے۔ بس شکر کا ایک ہی طریقہ ہے کہ انسان خدا کے حضور اپنی عاجزی اور تواضع کا اظہار کرے اور یہ حق معرفت، حق شکر اور کمال معرفت ہے۔ معصومین علیہم السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ امت شرک فی الذات نہیں کرے گی اور چاند ستاروں کو اپنا معبود نہیں بنائے گی۔ البتہ افعال، صفات، عبادت و اطاعت میں شرک سے محفوظ نہ رہے گی۔

توحید افعالی اور اللہ کے افعال میں شرک

توحید افعالی کا مقصد یہ ہے کہ انسان پوری کائنات کا مدبر اور منتظم صرف اللہ تبارک و تعالیٰ کو سمجھے۔ اس کے سوا کسی بھی چیز کو اصالتاً مؤثر نہ سمجھے اور کسی بھی چیز کو اصل مؤثر سمجھ کر اس سے کچھ بھی نہ مانگے۔ یہاں یہ نکتہ ذہن نشین رہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اجرائے امور کے لیے اسباب بنائے ہیں۔ اگرچہ وہ قادر مطلق اسباب کے بغیر بھی امور کا اجرا کر سکتا تھا لیکن اس نے اپنی حکمت کے تحت اسباب پیدا کئے۔

ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اسباب کو فی نفسہ مؤثر نہ مانے۔ اس کے برعکس وہ یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ کی

پاک ذات مؤثر حقیقی ہے۔ اس لیے ایک خدا پرست کا فرض کہ تمام خطرات سے نجات اور تمام مشکلات سے چھٹکارا پانے کے لیے اللہ کی طرف متوجہ رہے اور اسی کے حضور اپنی حاجت پیش کرے اور غیر اللہ سے کوئی امید نہ باندھے۔ اگر کوئی شخص کسی چیز کے اثر کے متعلق یہ عقیدہ رکھے کہ یہ اس کا ذاتی اثر ہے اور اللہ کی قدرت سے غافل ہو جائے تو ایسے شخص کے متعلق کہا جائے گا کہ وہ ”شُرک فی الافعال“ کا مرتکب ہو رہا ہے۔

بحار الانوار میں وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ ○ (سورہ یوسف: آیت ۱۰۶) کے ضمن میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو شخص یہ کہے: اگر فلاں نہ ہوتا تو میں ہلاک ہو جاتا اور اگر فلاں نہ ہوتا تو مجھے یہ فائدہ نہ ہوتا اور اگر فلاں نہ ہوتا تو میرا خاندان برباد ہو جاتا وہ شخص مشرک ہو جائے گا کیونکہ اس نے خدا کے ساتھ دوسرے کو شریک قرار دیا ہے۔

ان جملوں کی بجائے کوئی یہ کہے کہ اگر اللہ تعالیٰ میرے لیے فلاں وسیلہ فراہم نہ کرتا تو میں ہلاک ہو جاتا یا اگر اللہ تعالیٰ فلاں شخص کے ذریعے میری مدد نہ کرتا تو میں برباد ہو جاتا تو یہ جملے عین ایمان ہیں۔

توحید صفاتی و شرک صفاتی

توحید فی الصفات کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات مثلاً حیات، قدرت، علم، ارادہ اور کبریائی اس کی عین ذات ہیں جبکہ مخلوقات میں ان صفات کا فیضان اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے کیونکہ مخلوق ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کی محتاج ہے۔ اگر کوئی شخص غفلت یا غرور کی وجہ سے ان صفات کو اپنی صفات قرار دے تو وہ مشرک ہو جائے گا اسی طرح اگر کوئی شخص ذات حق کی صفات کو زائد برذات مانے تو وہ بھی مشرک ہو جائے گا۔ جس طرح اللہ اپنی ذات میں یکتا ہے اسی طرح ہے وہ اپنی صفات میں بھی یکتا ہے۔ ارشاد الہی ہے: لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ کوئی چیز اس کے مانند نہیں ہے۔ سورہ اخلاص میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے کہ کوئی بھی اس کا ہسر نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے: يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّعِمُوا الْفُقَرَاءَ إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ○ اے لوگو! تم سب اللہ کے محتاج ہو اور اللہ بے نیاز اور لائق حمد ہے۔ (سورہ فاطر: آیت ۱۵)

شرک فی الاطاعت اور توحید فی الاطاعت

توحید فی الاطاعت کا مطلب یہ ہے کہ انسان صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے۔ باقی ساری اطاعتیں اس کی خاطر کریں کیونکہ ان سب اطاعتوں کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے مثلاً انبیاء، ائمہ، علماء اور والدین کی اطاعت واجب ہے۔ انسان کو چاہیے کہ وہ یہ اطاعتیں بجالائے لیکن وہ ان کی اطاعت اس لیے کرے کہ ان کی اطاعت کا حکم اللہ نے دیا ہے۔ اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کو بالذات لائق اطاعت نہیں سمجھنا

چاہیے البتہ اللہ جس کی اطاعت کا حکم دیتا جائے انسان اس کی اطاعت کرتا جائے یہ عین توحید ہے۔ اس کے ساتھ دوسرا نکتہ یہ ہے کہ جس کی اطاعت سے اللہ نے منع کیا ہے انسان اس کی اطاعت نہ کرے مثلاً اللہ تعالیٰ نے شیطان، طاغوت، کفار و منافقین کی اطاعت کرنے سے منع کیا ہے تو انسان ان کی اطاعت نہ کرے۔

قاعدہ یہ ہے کہ جس کی اطاعت خدا کے راستے سے منحرف کرتی ہو تو اس کی اطاعت کرنا حرام ہے۔ لہذا اگر کوئی شخص خدا کی نافرمانی میں اپنے بیوی بچوں یا دوستوں اور سرداروں کی اطاعت کرے تو یہ توحید فی الاطاعت کے خلاف اور شرک فی الاطاعت کے زمرے میں آئے گی۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ ۝ کے ضمن میں فرمایا ہے کہ اس سے شیطان کی اطاعت مراد ہے اور لوگوں کی اکثریت اس میں مبتلا ہے۔

اس حقیقت میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے کہ مسئلہ اطاعت پر پوری توجہ دینی چاہیے۔ انسان کو چاہیے وہ ظاہر و باطن میں خدا کا اطاعت گزار بن کر رہے اور اس کے جملہ احکامات اور ہادیان دین کے بیان کردہ احکامات پر عمل کرے۔ خدا و رسول اور ہادیان دین کے فرامین میں کسی طرح کی چوں چرائیں کرنی چاہیے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص خدا کی عبادت کرے، نماز پڑھے، روزے رکھے، حج کرے اور زکات دے پھر اگر وہ خدا اور رسول کے کسی فیصلے پر اپنے دل میں تنگی محسوس کرے اگرچہ اس کا اظہار زبان سے نہ بھی کرے تو وہ مشرک قرار پائے گا کیونکہ اس طرح وہ دائرہ ”تسلیم“ سے نکل گیا ہے اور خدا کے حکم اور تدبیر پر راضی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: فَسَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۝ آپ کے پروردگار کی قسم! یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں آپ کو منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ آپ کر دیں اس سے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے مان لیں تب تک مومن نہیں ہوں گے۔ (سورہ نساء: آیت ۶۵)

اس آیت کے ضمن میں امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: لوگو! تمہیں خدا، رسول اور نائبان رسول کے فرمان کے سامنے سر تسلیم خم کرنا چاہیے۔ اگر کوئی شخص خدا، رسول اور نائبان رسول کی اطاعت نہیں کرتا تو پھر یا تو وہ براہ راست شیطان کی اطاعت کر رہا ہے یا وہ اپنے بیوی، بچوں اور دوستوں کی اطاعت کر رہا ہے اور یوں بالواسطہ ابلیس کی اطاعت کر رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اَلَمْ اَعٰهَدْ اِلَيْكُمْ يَا بَنِي اٰدَمَ اَنْ لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ۝ وَاَنْ اَعْبُدُوْنِي هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۝ وَلَقَدْ اٰصَلْنَا مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا... اے اولاد آدم! کیا میں نے تم سے یہ عہد نہیں لیا تھا کہ تم شیطان کی پرستش نہیں کرو گے۔ بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ اس کی بجائے میری عبادت کرنا ہی سیدھا راستا ہے۔ اس نے تم میں سے کئی نسلوں کو گمراہ کیا ہے۔ (سورہ لیس: آیت ۶۰ تا ۶۲)

توحید فی العبادت اور شرک فی العبادت

توحید فی العبادت کا مفہوم یہ ہے کہ تمام وہ اعمال جنہیں عبادت شمار کیا جاتا ہے اور جن کے لیے قصد قربت ضروری ہوتا ہے مثلاً نماز، روزہ، حج اور زکات وغیرہ ان کو صرف خدا کی خوشنودی اور تقرب کی نیت سے ادا کیا جائے اور اس میں قُرْبَةً إِلَى اللَّهِ کے علاوہ اور کسی قسم کی نیت شامل نہ ہو ورنہ عبادت باطل ہو جائے گی اور عبادت کرنے والا ریاکار اور مشرک سمجھا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَمَا أَسْرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ... انھیں بس یہی حکم دیا گیا تھا کہ وہ عبادت کو خالص کر کے اللہ کے لیے انجام دیں۔ (سورہ بینہ: آیت ۵)

اللہ تعالیٰ نے اخلاص عمل پر بہت زور دیا ہے اور فرمایا ہے: ... فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا ۝ جو اپنے رب کی ملاقات کا امیدوار ہو اسے چاہیے کہ وہ نیک عمل بجلائے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی دوسرے کو شریک نہ ٹھہرائے۔ (سورہ کہف: آیت ۱۱۰)

شرک فی العبادت کو ریا بھی کہا جاتا ہے اور یہ بہت بڑا گناہ ہے۔

حضرت رسول اکرمؐ کا ارشاد گرامی ہے: إِنَّ أَخْوَفَ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمُ الشِّرْكَ الْأَصْغَرَ قِيلَ: وَمَا الشِّرْكَ الْأَصْغَرُ؟ قَالَ: الرَّيَاءُ يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِذَا جَازَى الْعِبَادَ بِأَعْمَالِهِمْ: اذْهَبُوا إِلَى الَّذِينَ كُنْتُمْ تُرَاوُونَ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا هَلْ تَجِدُونَ عِنْدَهُمْ ثَوَابَ أَعْمَالِكُمْ؟ مجھے تمہارے متعلق جس چیز کا بہت اندیشہ ہے وہ ”چھوٹا شرک“ ہے۔ کہا گیا: یا رسول اللہ! چھوٹا شرک کیا ہے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ وہ ریا ہے۔ جب قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اعمال کا بدلہ دے رہا ہوگا اس وقت وہ ریاکاروں سے کہے گا کہ تم ان لوگوں کے پاس جاؤ جنہیں دکھانے کے لیے تم عمل کیا کرتے تھے۔ آج وہاں جا کر دیکھو کیا تمہارے اعمال کا ثواب وہاں موجود ہے؟ (بخاری الانوار ج ۶۹، ص ۲۶۶)

۲۔ اللہ کی ذات کے متعلق غور کرنا

انسانی عقل و فکر جن باتوں کا ادراک نہیں کر سکتی ان میں سے ایک، خدائے عزوجل کی ذات اقدس ہے جو انسان کے حواس خمسہ اور اوہام و افکار کی سرحدوں سے ماوراء ہے۔ ذات حق کی معرفت کا بس یہی ایک راستا ہے کہ اسے اس کی آیات اور خلقت کے عجائبات سے پہچانا جائے۔ اگر کوئی انسان اللہ تعالیٰ کی صفات اور اس کے افعال سے ہٹ کر اس کی ذات کی کنہ تک پہنچنے کی کوشش کرے گا تو اس کی عقل جواب دے جائے گی اور وہ گمراہ ہو جائے گا۔ اسی لیے امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے: كَلَّمَا مَيَّرْتُمْوهُ بِأَوْهَامِكُمْ فِي آذَانِي مَعَانِيهِ فَهُوَ مَخْلُوقٌ مَصْنُوعٌ مِثْلَكُمْ مَرْدُودٌ إِلَيْكُمْ تم خیالی گھوڑے دوڑا کر ذات باری کا جو بھی وزن اپنے ذہن میں قائم کرو گے وہ تمہاری ہی طرح مخلوق ہوگا اور تمہاری ہی طرف لوٹا دیا جائے گا۔

اعلم طاہرین نے ذات حق کے متعلق غور کرنے سے لوگوں کو منع کیا ہے۔ اس کی بجائے انہوں نے یہ فرمایا ہے کہ اس کی مصنوعات اور مخلوقات کے عجائبات پر غور کرو۔ ہر مقام پر تمہیں اس کی قدرت کے آثار دکھائی دیں گے۔ اگر انسان اپنے ہی جسم کے عجائبات پر غور کرے تو خود اس کے اپنے ہی وجود کا ذرہ ذرہ پکار کر کہے گا کہ میں کسی مدبر خالق کی تخلیق ہوں۔ انسان چند لمحات کے لیے اپنی روح پر ہی غور کرے تو بھی اسے خدا کی کاریگری دکھائی دے گی۔ ہم جسم کے کسی خاص حصے کو روح کا مسکن قرار نہیں دے سکتے۔ روح پورے وجود میں سائی ہوئی ہے مگر آج تک دکھائی نہیں دی۔ بلاشبہ خدا بھی ہر جگہ موجود ہے اور کوئی جگہ اس سے خالی نہیں ہے لیکن آنکھوں سے اسے دیکھنا اور حواس سے اسے درک کرنا ممکن نہیں ہے۔^۱

انسان جس چیز کے متعلق غور کرے گا تو وہ کسی نہ کسی نتیجے پر پہنچ جائے گا لیکن ذات حق اس قاعدے سے مستثنیٰ ہے۔ ذات حق کے متعلق کوئی جتنا غور کرے گا اتنا ہی حیرت میں ڈوب جائے گا۔ قرآن مجید فرماتا ہے:

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ كُوْنِيْ حِيْزًا مِّنْ شَيْءٍ كَيْفَ تَدْرِكُ الْبُيُوْتَ الَّذِيْنَ يَبْنِيْنَ لَهُنَّ الْمَلٰٓئِكَةُ حِيْثُ يَخْتَارْنَ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ كُوْنِيْ حِيْزًا مِّنْ شَيْءٍ كَيْفَ تَدْرِكُ الْبُيُوْتَ الَّذِيْنَ يَبْنِيْنَ لَهُنَّ الْمَلٰٓئِكَةُ حِيْثُ يَخْتَارْنَ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ كُوْنِيْ حِيْزًا مِّنْ شَيْءٍ كَيْفَ تَدْرِكُ الْبُيُوْتَ الَّذِيْنَ يَبْنِيْنَ لَهُنَّ الْمَلٰٓئِكَةُ حِيْثُ يَخْتَارْنَ

محمد بن مسلم بیان کرتے ہیں کہ

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی مخلوقات کے متعلق جتنا چاہو سوچو لیکن خدا کی ذات کے متعلق مت سوچو۔ جب تم خدا کی عظمت کو دیکھنا چاہو تو اس کی عظیم تخلیقات کو دیکھو۔ (کافی ج ۱، ص ۹۲)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے سلیمان بن خالد سے فرمایا کہ

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: **وَ اَنْ اِلٰهِيْ رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى** (سورہ نجم: آیت ۲۲) لہذا تمہارے لیے ضروری ہے کہ جب دیکھو بات ذات حق تک جا رہی ہے تو فوراً رک جاؤ۔ مزید گفتگو نہ کرو (کیونکہ اس کے سمجھنے کی تم میں صلاحیت ہی نہیں ہے)۔ مقصد یہ ہے کہ آثار خلقت و صنعت میں غور کرو تا کہ اپنے رب کی عظمت، حکمت، علم اور قدرت سے آگاہ ہو سکو۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ سبحت نامی ایک یہودی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور بولا کہ اگر آپ کی اجازت ہو تو میں آپ سے چند سوالات پوچھنا چاہتا ہوں ورنہ واپس چلا جاتا ہوں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: تم کو جو پوچھنا ہے تسلی سے پوچھو۔

یہودی نے کہا: یہ بتائیں آپ کا رب کہاں ہے؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: وہ ہر جگہ موجود ہے۔ اس کے لیے کوئی خاص جگہ متعین نہیں کی جاسکتی۔

یہودی نے کہا: وہ کیسا ہے؟

آپ نے فرمایا: میں اپنے رب کو کیفیت سے کیسے متصف کر سکتا ہوں جبکہ کیفیت خود اللہ کی پیدا کردہ

۱۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: شیخ مذہب قبول کرنے والے شیخ معظم سید احمد سوڈانی کی کتاب حقیقت گمشدہ۔

چیز ہے اور خالق کی توصیف اس کی مخلوق سے نہیں کی جاسکتی۔

یہودی نے کہا: پھر کیسے معلوم ہو کہ آپ اللہ کے رسول ہیں؟

جیسے ہی اس نے یہ سوال کیا تو وہاں پر جتنے بھی کنکر پتھر پڑے تھے انھیں خدا نے بولنے کی قوت عطا فرمائی اور وہ فصیح عربی میں بول اٹھے: يَا سَبَّحْتَ! انہ رسول اللہ۔ سمحت! بے شک یہ اللہ کے رسول ہیں۔ جب سمحت نے سنگریزوں کی یہ گواہی سنی تو کہا کہ میں نے آج تک اس سے بڑھ کر کوئی واضح معجزہ نہیں دیکھا۔ یہ کہا اور اَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَ أَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ بِرُوحِ الْبَرِّ الْكَرِيمِ۔ (کافی ج ۱، ص ۹۴)

عام بن حمید بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے امام زین العابدین علیہ السلام سے توحید کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ خدا کو معلوم تھا کہ آخری زمانے میں بڑے ذہین اور تحقیقی نظر رکھنے والے افراد پیدا ہوں گے۔ اس لیے خدا نے سورہ اخلاص اور سورہ حدید کی آخری چھ آیات نازل فرمائیں۔ جو شخص ان آیات سے بھی آگے غور و فکر کرے گا وہ ہلاک ہو جائے گا۔ (کافی ج ۱، ص ۹۱)

عبدالعزیز مہتدی کہتے ہیں کہ میں نے امام علی رضا سے توحید کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ جو شخص سورہ اخلاص پڑھ لے اور اس کے مفہوم پر ایمان لے آئے تو اس نے خدا کی معرفت حاصل کر لی اور اس کا عقیدہ توحید صحیح ہوگا۔ میں نے کہا کہ سورہ اخلاص کیسے پڑھنی چاہیے؟ آپ نے فرمایا کہ جس طرح باقی لوگ پڑھتے ہیں اسی طرح پڑھو۔ البتہ جب سورت ختم ہو جائے تو پھر كَذَلِكَ اللَّهُ رَبِّي كہو۔ (کافی ج ۱، ص ۹۱)

۱۔ ایک مشہور حدیث میں جو کافی، تہذیب العقول اور ہماری دوسری مستبر کتابوں میں ہے اور ان احادیث میں سے ہے جسے شیعہ اور سنی دونوں نے روایت کیا ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نَضَرَ اللَّهُ عَنَّا سَمْعَ مَقَالَتِي فَوَعَاثَا وَبَسَلَفَهَا مَنْ لَمْ يَسْمَعْهَا. یعنی خدا سرخرو کرے اس بندے کو جو میری بات سنے، اسے یاد رکھے اور ان لوگوں تک پہنچائے جنہوں نے اسے مجھ سے نہیں سنا۔ (سفینۃ البحار ج ۱، ص ۳۹۲) اس کے بعد اس جملے کا اضافہ فرمایا: فَكُنْ مِنْ حَامِلِي بَفْهِ غَيْرَ فَيُحِبُّهُ وَكُنْ مِنْ حَامِلِي بَفْهِ إِلَى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ. اس جملے میں کئی نکات موجود ہیں۔ اس میں مستقبل کی طرف اشارہ ہے۔ فقہ سے مراد گہری سمجھ ہے لیکن یہاں ایسا جملہ مراد ہے جس میں گہرائی پائی جاتی ہو۔ فقہ اور فہم کے درمیان فرق یہ ہے کہ فہم سمجھنے کو کہتے ہیں جبکہ گہرائی کے ساتھ سمجھنے کو فقہ کہا جاتا ہے۔ جب لفظ فقہ کا اطلاق کلام پر ہوتا ہے تو اس سے مراد ایسا کلام ہوتا ہے جو زیادہ گہرائی کا حامل ہو۔ آنحضرت نے فرمایا ہے: بعض اوقات کچھ لوگوں کے پاس ایک گہرا کلام ہوتا ہے لیکن وہ خود گہرے نہیں ہوتے۔ وہ ہمیشہ ایک جملہ نقل کرتے ہیں لیکن خود اس جملے کی گہرائی تک نہیں پہنچ پاتے۔ بسا اوقات کچھ لوگوں کے پاس کوئی فقہ ہوتی ہے یعنی ان کو مجھ سے سنا ہوا کوئی جملہ یاد ہوتا ہے۔ وہ فقہ بھی ہوتے ہیں لیکن اس جملے کو ایک ایسے شخص کے سامنے نقل کرتے ہیں جو خود ان سے زیادہ فقہ ہوتا ہے۔ جس شخص کے لیے وہ جملہ نقل کیا جاتا ہے وہ اسے سمجھ جاتا ہے، اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ جوں جوں صدیاں بیت رہی ہیں ہر شعبے میں ”کلام پیغمبر“ کی زیادہ سے زیادہ گہرائیاں منکشف ہو رہی ہیں۔ (استاد شہید مرتضیٰ مطہری، سیرت نبوی) رضوانی

شیخ صدوق کی الہدایۃ میں ہے کہ امیر المومنین سے پوچھا گیا کہ آپ نے اپنے رب کو کیسے پہچانا؟
امیر المومنین نے فرمایا: جس طرح سے اس نے اپنی معرفت خود کرائی ہے۔

سائل نے کہا کہ ذات حق نے اپنی معرفت خود کس طرح سے کرائی ہے؟

امیر المومنین نے فرمایا کہ اس نے اپنی معرفت اس طرح سے کرائی کہ کوئی صورت اس کے مشابہ نہیں ہے اور حواس اسے محسوس نہیں کر سکتے۔ اس کا قیاس لوگوں سے نہیں کیا جاسکتا۔ وہ دور ہوتے ہوئے بھی قریب ہے اور قریب ہوتے ہوئے بھی دور ہے۔ وہ ہر چیز سے ماوراء ہے۔ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ کوئی اس سے ماوراء ہے۔ وہ ہر چیز سے آگے ہے۔ کوئی چیز اس سے آگے نہیں ہے۔ اس کا علم ہر چیز پر محیط ہے۔ وہ ہر چیز میں داخل ہے لیکن ایسے داخل نہیں ہے جیسے کوئی جسم دوسرے میں داخل ہوتا ہے۔ وہ ہر چیز سے خارج ہے لیکن اس طرح سے نہیں جیسا کہ اشیاء ایک دوسرے سے خارج ہوتی ہیں۔ پاک ہے وہ ذات جس کی یہ شان ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی چیز ایسی نہیں ہے اور ہر چیز کی ابتدا اسی کی طرف سے ہے۔

۳۔ ریا

ریا ایک خطرناک گناہ ہے۔ ریا سے مراد یہ ہے کہ انسان مخلوق کی خوشنودی کی خاطر خدا کی عبادت کرے یا ہم خرما و ہم ثواب کے بمصداق اس کی عبادت کا دہرا ہدف ہو یعنی خدا بھی راضی ہو جائے اور مخلوق بھی راضی ہو جائے۔ عبادت خواہ نماز، روزہ، حج، زکات کی شکل میں ہو یا صدقہ، نیکی، صلہ رحمی، اساتذہ اور والدین اور بزرگوں کے احترام کی صورت میں ہو خواہ واجب ہو خواہ مستحب ہو اگر اس کا مقصد لوگوں کی رضا ہے تو ایسی عبادت ریا ہے۔ ریا پر مبنی عمل عبادت کی بجائے شرک شمار کیا جاتا ہے اور ایسا عمل ضائع جاتا ہے۔

ریا کاری حرام ہے۔ سورہ کہف کے آخر میں اسے شرک بتایا گیا ہے۔

سورہ منافقون میں اللہ تعالیٰ نے ریا کاری کو منافقین کی ایک صفت قرار دیا ہے۔ قرآن کی بعض آیات

میں یہاں تک اشارہ کیا گیا ہے کہ ریا کار کا اللہ اور قیامت پر ایمان نہیں ہوتا۔ سورہ بقرہ آیت ۲۶۴ میں ہے کہ
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَبْغُلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَى كَالَّذِي يُنْفِقُ مَالَهُ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ
وَالْيَوْمِ الْآخِرِ... اے ایمان والو! احسان جتانے اور اذیت دینے سے اپنے صدقات کو باطل نہ کرو۔ اس شخص
کی مانند نہ بنو جو لوگوں کے دکھاوے کے لیے اپنا مال خرچ کرتا ہے اور اللہ اور روز آخرت پر ایمان نہیں رکھتا۔

سورہ المؤمن میں ہے: فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ ۝ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ۝ الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ ۝

وَيَسْتَعْجِلُونَ الْمَاعُونَ ۝ ہلاکت ہے ان نمازیوں کے لیے جو نماز کی طرف سے غافل رہتے ہیں جو ریا کاری کرتے
ہیں اور برتنے کی چیزیں عاریت نہیں دیتے۔

نماز سے غفلت برتنے والے ریا کار نمازیوں کے لیے لفظ وَيَسْتَعْجِلُونَ استعمال ہوا ہے اور وَيَسْتَعْجِلُونَ کے دو مکمل

جائے گا۔ جو قرآن پڑھے اور اس پر عمل نہ کرے تو قیامت کے دن وہ اندھا اٹھایا جائے گا۔ وہ کہے گا کہ خدایا! میں دنیا میں تو بیٹا تھا تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا؟ قدرت کی آواز آئے گی کہ تیرے پاس ہماری آیات آئی تھیں تو نے انہیں بھلا دیا تھا اس لیے آج تجھے بھی بھلایا جا رہا ہے۔ پھر اسے دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔

(شیخ صدوق، ثواب الاعمال ص ۲۸۶)

حضرت رسول مقبولؐ نے فرمایا: جو شخص ریا اور شہرت کی غرض سے لوگوں کو کھانا کھلائے گا تو اللہ تعالیٰ اتنی ہی مقدار میں اسے دوزخ کی پیپ پلوئے گا اور اس کا کھلایا ہوا طعام قیامت کے دن اس کے پیٹ میں آگ بن کر بھڑکتا رہے گا یہاں تک کہ خدا لوگوں کے درمیان فیصلہ فرمائے گا۔ (وسائل الشیعہ ج ۲۲، ص ۳۱۲)

مسجد نبویؐ میں داخل ہونے سے قبل ایک دعا جس کا پڑھنا مسنون ہے اس میں یہ کلمات بھی شامل ہیں

فَضَّلَ عَلَيَّ مُحَمَّدٌ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَأَجْعَلْ تَوْجِيهِي إِلَيْكَ سَبِيلاً لِكُلِّ خَيْرٍ، وَجَمِّلْنِي بِلباسِ التَّقْوَى، فَارْزُقْنِي الْخُضُوعَ وَالْخُشُوعَ وَخِيبْنِي الرِّيَاءَ وَالسَّمْعَةَ بِرَحْمَتِكَ. بارالہا! درود بھیج محمدؐ و آل محمدؐ پر اور اپنی طرف میرے متوجہ ہونے کو ہر بھلائی کا سبب قرار دے اور مجھے تقویٰ کا لباس پہنا کر خوبصورت بنا دے اور مجھے خشوع و خضوع عطا فرما اور اپنی رحمت سے ریا کاری اور شہرت طلبی سے بچا۔ (المہذب البارع ج ۱، ص ۲۳۳)

کتاب المہذب البارع میں ہے کہ جو شخص شادی کرنے کا خواہشمند ہو اسے چاہیے کہ وہ دین اور سنت رسولؐ پر عمل کرنے کی غرض سے شادی کرے اور ریا کاری و شہرت طلبی سے بچے۔ اللہ تعالیٰ سے بھلائی مانگے اور یہ دعا پڑھے: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیدُ النِّکَاحَ فَسَهِّلْ لِیْ مِنَ النِّسَاءِ اَحْسَنَهُنَّ خُلُقًا وَ خَلْقًا وَ اَعْقَلَهُنَّ فَرْجًا وَ اَحْفَظَهُنَّ لِنَفْسِهَا وَ دِیْنِهَا وَ اَمَانَتِیْ عِنْدَهَا. پروردگار! میں نکاح کا خواہشمند ہوں۔ میرے لیے ایسی عورت کا رشتہ آسان بنا دے جو خوب سیرت، خوبصورت اور پاک دامن ہو۔ وہ اپنی جان، اپنے دین اور میری امانت کی حفاظت کرنے والی ہو۔ اس دعا کے بعد گھر سے نکلے۔ (المہذب البارع ج ۲، ص ۱۸۲)

ریا کاری کی سزا

کافی میں ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں اچھا شریک ہوں۔ جو شخص ایک عمل کرے اور وہ عمل بیک وقت میرے لیے اور میرے غیر کے لیے ہو تو میں وہ عمل غیر کے ہی حوالے کر دیتا ہوں (اسی لیے اسے چاہیے کہ اس عمل کی اجرت اسی سے وصول کرے)۔

حضرت رسول اکرمؐ سے پوچھا گیا: یا رسول اللہ! کل (روز قیامت) نجات پانے کا طریقہ بتائیں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ نجات اس بات میں مضمر ہے کہ تم خدا کو دھوکا نہ دو ورنہ وہ تمہیں دھوکے میں مبتلا کر دے گا اور تمہارا ایمان سلب کر لے گا۔ خدا تو کسی کے دھوکے میں نہیں آتا البتہ ایسا شخص خود کو دھوکا دیتا ہے۔

صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! خدا کو دھوکا دینے سے کیا مراد ہے؟

آنحضرتؐ نے فرمایا کہ انسان خدا کے فرمان کے مطابق عمل کرے لیکن اس کا یہ عمل خدا کی بجائے غیر اللہ کے لیے ہو۔ لوگو! اس سے ڈرتے رہو اور ریاکاری سے بچو۔ ریاکاری خدا کے ساتھ شرک ہے۔ قیامت کے دن ریاکار کو چار ناموں سے اے کافر، اے فاجر، اے غادر اور اے خاسر! کہہ کر پکارا جائے گا اور کہا جائے گا کہ تیرا عمل ضائع ہو گیا اور تیرا اجر باطل ہو گیا۔ آج کے دن تیرے لیے کوئی حصہ نہیں ہے۔ اپنا اجر اس سے طلب کر جس کے لیے تو عمل کیا کرتا تھا۔ (شیخ عبدالعلی الحویزی، تفسیر نور المتقلین ج ۱، ص ۳۵۔ ثواب الاعمال ص ۲۵۵) روایات سے معلوم ہوتا ہے ”واجبات توصلی“ اور روزانہ کے کاموں میں اخلاص کی شرط نہیں ہے لیکن ان میں بھی ریاکاری حرام ہے۔ اگر انسان اپنے روزمرہ کے کام بھی خدا کی رضا کے لیے انجام دے تو اسے عبادت کا ثواب ملے گا۔

۴۔ نفاق اور منافقین

اس حقیقت میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ نفاق اور دوغلاپن بدترین گناہ کبیرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

- (۱) **إِنَّ الْمُنَافِقِينَ يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كُتْمًا أُولَٰئِكَ هُمُ الَّذِينَ يَرْتَابُونَ** (یہ اس کو کیا دھوکا دیں گے) وہ ان کو دھوکے میں رکھنے والا ہے اور جب یہ نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو سستی کے ساتھ دکھاوے کے لیے عمل کرتے ہیں اور اللہ کو بہت کم یاد کرتے ہیں۔ (سورہ نساء: آیت ۱۴۲)
- (۲) **إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرَجِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَهُمْ صٰبِرِينَ ۚ بَدَّلُوا دِينَهُمْ كَمَا بَدَّلُوا آيٰتِنَا سِحْرًا ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ السَّٰبِقُونَ أُولَٰئِكَ فِي عَذَابٍ مُّهِينٍ** (سورہ نساء: آیت ۱۴۵)
- (۳) **الْمُنَافِقُونَ وَالْمُنَافِقَاتُ بَعْضُهُمْ مِّنْ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوفِ وَيَقْبِضُونَ أَيْدِيَهُمْ نَسُوا اللَّهَ فَنَسِيَهُمْ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ هُمُ الْفٰسِقُونَ ۚ وَعَدَّ اللَّهُ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْكٰفِرَاتِ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا هِيَ حٰسِبُهُمْ وَلَعْنَةُ اللَّهِ وَاللَّهُ وَعَذَابٌ مُّقِيمٌ ۚ** منافق مرد اور منافق عورتیں ایک دوسرے کے ہم جنس ہیں کہ برے کام کرنے کو کہتے اور نیک کاموں سے منع کرتے اور خرچ کرنے سے ہاتھ بند کئے رہتے ہیں۔ انھوں نے خدا کو بھلا دیا تو خدا نے بھی ان کو بھلا دیا۔ بے شک منافق نافرمان ہیں۔ اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں سے آتش جہنم کا وعدہ کیا ہے جس میں ہمیشہ جلتے رہیں گے وہی ان کے حسب حال ہے۔ اللہ نے ان پر لعنت کر دی ہے اور ان کے لیے ہمیشہ کا عذاب (تیار) ہے۔ (سورہ توبہ: آیت ۶۸)

۵۔ خدا کی نشانیوں کا انکار

خدا کی نشانیوں کو جھٹلانے کے اسباب کو حسب ذیل وجوہات میں تلاش کیا جاسکتا ہے۔

(۱) ہر گناہ سے دل میں ایک تاریک نقطہ پیدا ہوتا ہے اور جب کوئی انسان مسلسل گناہ کرنے لگے تو دل تاریکیوں میں ڈوب جاتا ہے اور باطنی نور بجھ جاتا ہے۔ اگر انسان توبہ نہ کرے تو یہ تاریکی کفر اور آیات الہی کے انکار تک پہنچا دیتی ہے۔ قرآن و حدیث میں اس کی وضاحت موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **فَمَنْ كَانَ عَاقِبَةُ الدِّينِ اَسَاءَ وَالسُّوْاى اَنْ كَذَّبُوْا بِآيَاتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ** ○ اس کے بعد برائی کرنے والوں کا انجام برا ہوا کہ انھوں نے خدا کی نشانیوں کو جھٹلایا اور برابر ان کا مذاق اڑاتے رہے۔ (سورہ روم: آیت ۱۰)

جی ہاں فاسقین کا انجام برا ہی ہوتا ہے۔ نیک انجام صرف متقین کے لیے ہے جیسا کہ فرمان قدرت ہے: **... وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ** ○ اچھا انجام متقین کے لیے ہے۔ (سورہ اعراف: آیت ۱۲۸)

(۲) لوگوں پر ظلم کرنا ایسا جرم ہے جو حق سے انحراف کا سبب بنتا ہے۔ سورہ آل عمران آیت ۱۹ میں ہے: **اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ وَمَا اخْتَلَفَ الدِّيْنُ اَوْ تَوَّالِ الْكِتَابِ اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَعِيًا بَيْنَهُمْ وَمَنْ يَكْفُرْ بِآيَاتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ** ○ بے شک دین تو خدا کے نزدیک اسلام ہے اور اہل کتاب نے جو (اس دین سے) اختلاف کیا تو ظلم حاصل ہونے کے بعد آپس کی ضد سے کیا۔ اور جو شخص خدا کی آیتوں کو نہ مانے تو خدا جلد حساب لینے والا اور سزا دینے والا ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے سورہ نساء اور سورہ انعام میں اہل ایمان کو منحرف اور ظالم اور آیات الہی کا مذاق اڑانے والے کے ساتھ نشست و برخاست سے منع فرمایا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللّٰهِ يَكْفُرُ بِهَا وَيُسْتَهْزِءُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخْرُجُوْا فِي حَدِيْثٍ غَيْرِهِ اِنْ كُنْتُمْ اِذَا قُلْتُمْ... اور اس نے کتاب میں یہ حکم نازل کر دیا ہے کہ جب آیات الہی کے بارے میں یہ سنو کہ ان کا انکار اور استہزاء ہو رہا ہے تو خبردار ان کے ساتھ ہرگز نہ بیٹھنا جب تک وہ دوسری باتوں میں مصروف نہ ہو جائیں ورنہ تم بھی ان جیسے قرار پاؤ گے۔ (سورہ نساء: آیت ۱۳۰)

وَ اِذَا رَايْتِ الدِّيْنَ يَخْرُجُوْنَ لِيْ آيَاتِنَا فَاعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخْرُجُوْا فِي حَدِيْثٍ غَيْرِهِ وَاَمَّا يُنْسِيْكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ اور جب تم دیکھو کہ لوگ ہماری نشانیوں کے بارے میں بے ربط بحث کر رہے ہیں تو ان سے کنارہ کش ہو جاؤ یہاں تک کہ وہ دوسری بات میں مصروف ہو جائیں اور اگر شیطان غافل کر دے تو یاد آنے کے بعد پھر ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھنا۔ (سورہ انعام: آیت ۶۸)

لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَاِلٰى دِيْنِ اللّٰهِ ○ تم تمہارے دین پر اور ہم ہمارے دین پر۔ (سورہ کافرون: آیت ۶)

(۴) تعصب اور تکبر بھی انسان کو حق کے قبول کرنے میں مانع ہوتا ہے۔ کفار نے رسول خدا پر یہ اعتراض کیا تھا کہ اگر خدا نے کسی کو رسول بنانا ہی تھا تو مکہ و طائف کے سرداروں کو ہی رسول بناتا۔ ایک (در) یتیم کو

رسول کیوں بنایا؟ ابلیس نے چھ ہزار سال عبادت کی تھی لیکن جب سجدہ آدم کا حکم ہوا تو اس کی انا آڑے آئی اور اس نے تکبر کیا، یوں وہ بزم ملکوت سے نکالا گیا۔ رسول خدا نے حکم الہی کے تحت امیر المؤمنین کو اپنا جانشین ماحرود فرمایا تو نعمان بن حارث سے حضرت علیؑ کی یہ فضیلت دیکھی نہ گئی اور اس نے مسجد نبوی میں رسول خدا کے سامنے اپنے لیے یہ بددعا کی کہ ”اے پروردگار! اگر علی (ع) کی امامت حق ہے تو آسمان سے مجھ پر پتھر نازل کر۔“

ابھی وہ مسجد سے نکل ہی رہا تھا کہ اچانک آسمان سے ایک پتھر گرا اور اس کے سر پر لگا اور وہ دو مسادی حصوں میں تقسیم ہو کر گرا اور داخل جہنم ہو گیا۔!

(۵) اللہ تعالیٰ سورہ نمل آیت ۱۰۵ میں فرماتا ہے: اِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَاذِبُ الَّذِي لَا يُؤْمِنُ بِآيَاتِ اللَّهِ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ۝ افترا پرداز کی بس وہی لوگ کرتے ہیں جو اللہ کی آیات پر ایمان نہیں رکھتے اور وہ لوگ جھوٹے ہیں۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے ایک مرد شامی سے فرمایا تھا: برادر شامی! ہماری بات کو غور سے سنو اور ہم پر جھوٹ مت باندھو۔ جو شخص ہم پر جھوٹ باندھتا ہے وہ درحقیقت رسول خدا پر جھوٹ باندھتا ہے اور جو شخص رسول خدا پر جھوٹ باندھتا ہے وہ خدا پر جھوٹ باندھتا ہے اور جو خدا پر جھوٹ باندھے تو خدا سے یقیناً عذاب دے گا۔

(کافی ج ۴، ص ۱۸۷)

۶۔ کفر اور انکار حق

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ کتاب خدا میں کفر کی پانچ قسمیں بیان ہوئی ہیں:

(۱) کفر جحود: اس کفر کی دو قسمیں ہیں۔ اس کی پہلی قسم ذات مقدس الہی اور بہشت و دوزخ کا انکار کرنا ہے اور اس طرح کے کفر کا ارتکاب دہریہ قسم کے لوگ کرتے ہیں جن کے عقیدے کو قرآن مجید میں ان کی زبانی ان الفاظ سے نقل کیا گیا ہے: ... وَنَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ... ہمیں زمانہ اور طبیعت و مادہ ہی ہلاک کرتا ہے۔ (سورہ جاثیہ: آیت ۲۴) یہ عقیدہ کسی علمی تحقیق پر مبنی نہیں ہے۔ ایسے ہی کافروں کے متعلق اللہ نے فرمایا ہے:

۱۔ قرآن مجید ترجمہ و حواشی مولانا فرمان علی صاحب اعلیٰ اللہ مقامہ اور انوار القرآن ترجمہ و حواشی مولانا سید ذیشان حیدر جوادی اعلیٰ اللہ مقامہ اور دیگر قرآن کے نسخوں میں سورہ معارج کو کئی سورہ لکھا گیا ہے۔ اس اعتبار سے مسائل سائل بعذاب واقع کی آیت نعمان بن حارث فہری کے واقعے سے مطابقت نہیں رکھتی کیونکہ یہ واقعہ مدینہ میں پیش آیا تھا لیکن صاحب المیزان علامہ محمد حسین طباطبائی رضوان اللہ علیہ سورہ معارج کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس سورہ کا انداز کی سورتوں کے مشابہ ہے مگر وَالَّذِينَ لَمْ يَأْمُرُوا بِالْعَدْلِ وَالْإِيمَانِ ۝ کی آیت سے جس سے مراد زکات ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورہ مدنی ہے اور عسل بھی اس بات کی تائید کرتی ہے کیونکہ زکات ہجرت کے بعد مدینہ میں فرض ہوئی تھی۔ بعض استثنائی آیات کو چھوڑ کر آگے کی آیات بھی اس سورہ کو مدنی بتاتی ہیں۔ اس اعتبار سے کہ سورہ معارج کی نہیں بلکہ مدنی سورہ ہے اور مسائل سائل... کی آیت نعمان بن حارث فہری پر چسپاں ہوتی ہے اور اس واقعے کی روایت جعلی نہیں ہے۔ (رضوانی)

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ ءَأَنذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ يَتَّبِعُوا جُنُودًا لَوْ كَفَرُوا بِمَا كَفَرُوا بِهٖ خَوَافًا
ان کو ڈرائیں یا نہ ڈرائیں وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ (سورہ بقرہ: آیت ۶)

(۲) اس کی دوسری قسم یہ ہے کہ انسان کو حق کی معرفت حاصل ہو اور معرفت کے باوجود وہ حق کا انکار کرے اور ایسے ہی لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَجَحَلُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا فَانظُرْ
كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ ۝ ان لوگوں نے ظلم اور غرور کے جذبے کی بنا پر اس کا انکار کیا ہے ورنہ ان کے دل کو بالکل یقین تھا پھر دیکھو کہ ان مفسدین کا انجام کیا ہوا؟ (سورہ نمل: آیت ۱۴)

اس طرح کے کفر خود میں اہل کتاب پیش پیش تھے۔ وہ آسمانی کتابوں میں حبیب خدا کی علامات پڑھ چکے تھے اور ان علامات کی وجہ سے وہ آپ کو پہچانتے تھے اور دل ہی دل میں انہیں یہ یقین تھا کہ محمد مصطفیٰ ہی بشارت موسیٰ اور نوید مسیحا اور دعائے ظلیل کا ثمر ہیں مگر اس کے باوجود انہوں نے آپ کی نبوت کا انکار کیا تھا۔ ان لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ... وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ فَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ ۝ یہ لوگ اس سے قبل (ہمارے رسول کے ذریعے) کافروں کے خلاف فتح چاہتے تھے اور جسے وہ پہچانتے تھے جب وہ ان کے پاس آیا تو انہوں نے اس کا انکار کر دیا۔ پس انکار کرنے والوں پر اللہ کی لعنت ہو۔ (سورہ بقرہ: آیت ۸۹)

(۳) اس کی تیسری قسم ”کفران نعمت“ ہے۔ قرآن مجید میں آیا ہے کہ جب حضرت سلیمان نے ملکہ بلقیس کا تخت اپنے روبرو دیکھا تو کہا: هَذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّي لِيَبْلُوَنِي ءَأَشْكُرُ أَمْ أَكْفُرُ وَمَنْ شَكَرَ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ رَبِّي غَنِيٌّ كَرِيمٌ ۝ یہ میرے رب کا فضل ہے اور اس طرح سے وہ میری آزمائش کرنا چاہتا ہے کہ میں شکر کرتا ہوں یا نعمت خداوندی کا انکار کرتا ہوں۔ جو کوئی نعمت الہی کا شکر کرے تو اس کا فائدہ اسی کو ہی پہنچے گا اور جو کوئی کفران نعمت کرے تو میرا رب اس سے بے نیاز اور کریم ہے۔ (سورہ نمل: آیت ۴۰)

اللہ تعالیٰ نے اپنے اصول کا اعلان ان الفاظ سے کیا: وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِن كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ ۝ اور جب تمہارے رب نے اعلان کیا کہ اگر تم نے شکر کیا تو میں نعمت میں ضرور اضافہ کروں گا اور اگر تم نے نافرمانی کی تو پھر میرا عذاب سخت ہے۔ (سورہ ابراہیم: آیت ۷)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو شکر بجا لانے اور کفر سے بچنے کی ترغیب دی ہے۔ فرمان خداوندی ہے: فَادْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ ۝ تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا اور تم میرا شکر کرو اور میرا کفر نہ کرو۔ (سورہ بقرہ: آیت ۱۵۲) ان آیات میں لفظ کفر یا شکر اور نعمت سے عدم توجہ کے معانی میں استعمال ہوا ہے۔

(۴) کفر کی ایک اور قسم فرمان الہی پر عمل نہ کرنا ہے۔ قرآن میں یثاق بنی اسرائیل کے ضمن میں آیا ہے: وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُونَ دِمَاءَكُمْ وَلَا تُخْرِبُونَ أَنفُسَكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ أَقْرَرْتُمْ وَأَنْتُمْ تَسْهَوُونَ ۝

ثُمَّ أَنْتُمْ هَؤُلَاءِ تَقْتُلُونَ أَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُونَ فَرِيقًا مِّنْ دِيَارِهِمْ تَظَاهَرُونَ عَلَيْهِم بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَإِن يَأْتِئِكُمْ أَسَارَى تَفَادَوْهُمْ وَهُوَ مُحْرَمٌ عَلَيْكُمْ إِخْرَاجُهُمْ أَفْتُونُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ... اور جب ہم نے تم سے پختہ عہد لیا تھا کہ تم ایک دوسرے کو قتل نہ کرو گے اور ایک دوسرے کو اپنے وطن سے نہیں نکالو گے۔ پھر تم نے اقرار کیا تھا اور تم اس کے گواہ ہو۔ پھر تم ایک دوسرے کا خون بہانے لگ گئے اور تم نے اپنے ایک گروہ کو ان کے گھروں سے جلا وطن کیا اور سرکشی سے ان پر مسلط ہوتے ہو اور اگر تمہارے پاس قیدی آئیں تو ان کا نذیہ دیتے ہو جبکہ ان کا نکالنا تم پر حرام ہے کیا تم ہی کتاب کے کچھ حصے پر ایمان رکھتے ہو اور کچھ حصے کا انکار کرتے ہو اور جو کوئی ایسا کرے تو اس کی جزا یہ ہے کہ اسے دنیا میں خوار رکھا جائے اور آخرت میں عذاب دیا جائے۔ (سورہ بقرہ: آیت ۸۳-۸۵)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اس آیت میں اللہ نے ان کی نسبت ایمان کی طرف کی ہے اور فرمایا ہے أَفْتُونُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ لیکن جب انہوں نے بیثاق الہی پر عمل نہیں کیا تو اللہ نے ان کے ایمان کو قبول نہیں کیا اور انہیں دنیا و آخرت کی ذلت و خواری کا مستحق قرار دیا۔

(۵) کفر کے ایک معنی بے زاری اور بے تعلقی بھی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا: ... كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّىٰ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحَدَهُ... ہم تم سے بے زار اور بے تعلق ہیں۔ اور تمہارے (معبودوں کے کبھی) قائل نہیں (ہو سکتے) اور جب تک تم خدائے واحد پر ایمان نہ لاؤ ہم میں اور تم میں کھلم کھلا عداوت اور دشمنی رہے گی۔ (سورہ ممتحنہ: آیت ۴) اس آیت میں لفظ كَفَرْنَا بے زاری کے معنوں میں آیا ہے۔

قیامت کے دن ابلیس اپنے پیروکاروں سے کہے گا... إِنِّي كَفَرْتُ بِمَا أَشْرَكْتُمُونِ مِن قَبْلُ... آج سے پہلے تم مجھے جو شریک بناتے رہے ہو میں اس سے بے تعلقی کا اظہار کرتا ہوں۔ (سورہ ابراہیم: آیت ۲۲)

سورہ عنکبوت آیت ۲۵ میں ہے: وَقَالَ إِنَّمَا اتَّخَذْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ أَوْثَانًا مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ثُمَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُم بِبَعْضٍ وَيَلْعَنُ بَعْضُكُم بَعْضًا... (ابراہیم نے) کہا کہ تم جو خدا کو چھوڑ کر بتوں کو لے بیٹھے ہو تو دنیا کی زندگی میں باہم دوستی کے لیے مگر قیامت کے دن ایک دوسرے سے بے زاری کا اظہار کرو گے اور ایک دوسرے پر لعنت بھیجو گے۔

اس آیت میں لفظ يَكْفُرُ بَعْضُكُم بِبَعْضٍ بے زاری کے معنی میں آیا ہے۔

حق پوشی

اکثر اوقات انسان حب ریاست اور جاہ طلبی کی وجہ سے جان بوجھ کر حق کو چھپاتا ہے اور یہ روش شریعت اور عقل دونوں میں قابل مذمت ہے۔

یہود و نصاریٰ کے علماء کو رسول خدا کا مکمل علم تھا وہ آپ کی بعثت سے قبل آپ کی نشانیاں پڑھ چکے تھے لیکن جب آپ نے نبوت کا اعلان کیا تو انھوں نے حق کو چھپایا اور ایمان سے محروم رہے۔ موجودہ بائبل میں بھی رسول اسلام کی کچھ نشانیاں موجود ہیں مگر اس کے باوجود علمائے یہود و نصاریٰ آج تک ضد پر اڑے ہوئے ہیں۔ قرآن کریم نے بہت سی آیات میں علمائے اہل کتاب کو دنیا طلب اور دین فروش کہا ہے۔ اس کی کچھ تفصیل آگے بیان کی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّعْنُونَ** ۝ جو لوگ ہمارے حکموں اور ہدایتوں کو جو ہم نے نازل کیا ہے۔ ایسوں پر خدا اور تمام لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں۔ (سورہ بقرہ: آیت ۱۵۹)

ملائق کاشانی تفسیر صافی میں لکھتے ہیں کہ علمائے اہل کتاب جو رسول خدا کے اوصاف و علامات کی آیات چھپاتے ہیں وہ اس آیت کے مصداق ہیں۔ اس کے علاوہ نامہی جو آل محمد کی فضیلت کی آیات و احادیث چھپاتے ہیں وہ بھی اس آیت کے مصداق ہیں۔ حق کو چھپانے والوں پر اللہ کی لعنت ہے اور لعنت کرنے والوں کی بھی لعنت ہے۔ لعنت کرنے میں ملائکہ اور تمام انسان شامل ہیں۔ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ لعنت کرنے والے ہم ہیں جبکہ ہمارے غیر کہتے ہیں کہ اس سے مراد حشرات الارض ہیں۔

احتجاج اور امام حسن عسکری سے منسوب تفسیر میں لکھا ہے کہ حضرت علیؑ سے پوچھا گیا کہ انبیاء اور ائمہ کے بعد افضل ترین افراد کون ہیں؟

آپ نے فرمایا: باصلاحیت اور شائستہ کردار علماء۔

پھر پوچھا گیا کہ اہلس، فرعون، قوم ثمود اور خود کو آپ کے نام اور لقب سے منسوب کرنے اور آپ کی خلافت کو غصب کرنے والوں کے بعد سب سے برے لوگ کون ہیں؟

آپ نے فرمایا: فسادی علماء۔ فسادی علماء وہ ہیں جو باطل کا پرچار کریں اور حق کو چھپائیں۔ ایسے ہی لوگوں پر خدا نے لعنت کی ہے اور باقی لعنت کرنے والوں کی بھی ان پر لعنت ہے۔

۷۔ ترک واجبات

محصومین کی روایات میں بیان ہوا ہے کہ واجبات الہی میں سے کسی بھی واجب کا چھوڑنا کبیرہ گناہ ہے۔ حدیث رسولؐ ہے: **مَنْ تَرَكَ الصَّلَاةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ بَرَىٰ مِنْ ذِمَّةِ رَسُولِ اللَّهِ**۔ یعنی جو شخص جان بوجھ کر اپنی نماز کو ترک کرے تو وہ خدا کی امان اور اس کی ذمے داری سے خارج ہو جاتا ہے۔ (کافی ج ۲، ص ۲۸۷)

وسائل الطیبعہ میں جناب منفل سے منقول ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

جو شخص خدا کا کوئی فرض ترک کرے یا گناہان کبیرہ میں سے کسی گناہ کا ارتکاب کرے تو اللہ اس کی طرف نگاہ کرم نہیں کرے گا اور نہ ہی اسے پاک کرے گا۔

مفضل نے عرض کیا تو خدا اس کی طرف نگاہ کرم نہیں کرے گا؟

امام نے فرمایا: ہاں! اس نے اللہ کے ساتھ شرک ہے۔

مفضل نے عرض کیا: کیا اس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا؟

امام نے فرمایا: ہاں! اللہ نے اسے ایک حکم دیا اور شیطان نے بھی اسے ایک حکم دیا۔ اس نے اللہ کے

فرمان کو چھوڑ دیا اور شیطان کے حکم پر عمل کیا۔ ایسا شخص شیطان کے ساتھ دوزخ کے پست ترین درجے میں ہوگا۔

مؤلف کہتا ہے کہ اس مسئلے کی اجمالی کیفیت یوں ہے اور ممکن ہے کہ یہ کچھ واجبات کے ساتھ مخصوص

ہو جیسا کہ قرآن میں آیا ہے: فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝

وہ لوگ جو خدا و رسول کے فرمان کی مخالفت کرتے ہیں انھیں ڈرنا چاہیے کہ کہیں فتنہ یا دردناک عذاب کی لپیٹ

میں نہ آجائیں۔ (سورہ نور: آیت ۶۳) یہاں اَمْرِهِ سے رسولِ خدا کے حکومتی فرمان مراد ہیں۔

نہی عن المنکر کے ترک کے متعلق حضرت رسولِ خدا نے فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لَيُبَغِضُ الْمُؤْمِنَ

الضَّعِيفَ الَّذِي لَا دِينَ لَهُ. اللہ کو وہ کمزور مومن ناپسند ہے جس میں دین نہیں ہے۔

صحابہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! دین نہ رکھنے والا کمزور مومن کون ہے؟

آپ نے فرمایا کہ اس سے وہ شخص مراد ہے جو برائیوں سے منع نہیں کرتا۔ (کافی ج ۵، ص ۵۹)

جی ہاں! واجبات کی ادائیگی قربت الہی کا بہترین ذریعہ ہے۔

حضرت رسولِ مقبول نے فرمایا کہ شبِ معراجِ خدا نے مجھ سے یہ فرمایا: میرے بندے کے تقرب کے

لیے انجام واجبات سے بڑھ کر کوئی چیز کارآمد نہیں ہے۔

رسول اکرم نے ایک شخص سے فرمایا: اِعْمَلْ بِالْفَرَائِضِ تَكُنْ اتَّقَى النَّاسِ. فرائض پر عمل کر کے لوگوں

میں سے بڑے متقی بن جاؤ۔ (کافی ج ۲، ص ۸۲)

وسائلِ الشیعہ میں ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے۔

۱۔ نماز ۲۔ زکات ۳۔ حج ۴۔ رمضان کے روزے ۵۔ ہم اہلیت کی ولایت

پہلے چار فرائض میں رخصت دی گئی ہے لیکن ولایت میں کسی طرح کی رخصت نہیں ہے۔ اگر کسی کے

پاس مال و دولت نہ ہو تو اس پر نہ تو زکات فرض ہے اور نہ ہی حج فرض ہے۔ جو بیمار ہو اسے اجازت ہے کہ بیٹھ

کر نماز پڑھے اور اس کے لیے رمضان کے روزوں میں بھی رعایت دی گئی ہے کہ بعد میں رکھ لے لیکن ہماری

ولایت میں کوئی رعایت نہیں۔ ہماری ولایت تندرست پر بھی فرض ہے اور بیمار پر بھی۔ امیر پر بھی فرض ہے اور

غریب پر بھی۔ (وسائلِ الشیعہ ج ۱، ص ۲۳)

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ ولایت باقی تمام فرائض سے افضل ہے بلکہ باقی فرائض کی کنجی ہے۔ اس میں کسی کو بھی رعایت حاصل نہیں ہے۔ ولایت کے عقیدے کو چھوڑنا خطرناک ہے اور کفر کے برابر ہے۔ نماز، زکات اور حج کی فرضیت کا کوئی شخص منکر ہو تو احادیث کی زبان میں اسے بھی کافر کہا گیا ہے۔

۸۔ ترک نماز

نماز ضروریات دین میں سے ہے۔ اگر کوئی اس کے وجوب کا انکار کرتے ہوئے اسے چھوڑ دے تو کافر ہو جائے گا اور اگر کوئی شخص اپنی سستی کی وجہ سے نماز نہ پڑھے تو اس کا یہ فعل گناہ کبیرہ قرار دیا جائے گا لیکن ایسے شخص کو کافر نہیں کہا جاسکتا۔

ایک شخص نے حضرت رسول مقبولؐ سے درخواست کی کہ آپ مجھے نصیحت فرمائیں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جان بوجھ کر نماز نہ چھوڑنا۔ اگر تم نے ایسا کیا تو اسلام سے نکل جاؤ گے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ایمان اور کفر کے درمیان نماز کا فاصلہ ہے۔ جو جان بوجھ کر نماز نہ پڑھے یا

اس کے لیے سستی کرے اور نہ پڑھے تو یہ کافر نہ روٹ ہوگی۔ (ثواب الاعمال ص ۲۳۱)

قرآن ے سورہ مدثر آیت ۴۲ تا ۴۷ میں اہل جنت اور اہل جہنم کا مکالمہ پیش کرتے ہوئے فرمایا ہے:

مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرٍ ۚ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُظْلِمِينَ ۚ وَلَمْ نَكُ نَطْعِمُ الْمَسْكِينِ ۚ وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَائِبِينَ ۚ وَكُنَّا نَكْذِبُ بِيَوْمِ الدِّينِ ۚ حَتَّىٰ آتَانَا الْيَقِينَ ۚ اہل جنت دوزخیوں سے پوچھیں گے کہ تم

دوزخ میں کیوں پڑے؟ وہ جواب دیں گے کہ ہم نماز نہیں پڑھتے تھے اور نہ غریبوں کو کھانا کھلاتے تھے اور اہل باطل کے ساتھ مل کر حق سے انکار کرتے تھے اور روز جزا کو جھٹلاتے تھے یہاں تک کہ ہمیں موت نے آیا۔

شیخ بہائی نے اپنی کتاب الحبل المتین میں عبید بن زرارہ سے نقل کیا کہ امام بخضر صادق علیہ السلام

نے فرمایا کہ بڑے گناہ سات ہیں:

۱۔ خدا کا انکار کرنا ۲۔ کسی انسان کو ناحق قتل کرنا ۳۔ والدین کی نافرمانی کرنا

۴۔ سود کھانا ۵۔ ناجائز طور پر یتیم کا مال کھانا ۶۔ جہاد سے بھاگنا

۷۔ احکام الہی کو یاد رکھنے سے جان چھڑانا

عبید نے پوچھا مولا! یتیم کے مال میں سے ایک درہم کھانا بڑا جرم ہے یا نماز نہ پڑھنا؟

امام عالی مقام نے فرمایا: نماز نہ پڑھنا بڑا جرم ہے۔

عبید نے کہا کہ آپ نے جو کبیرہ گناہ بیان کئے ہیں ان میں تو نماز ترک کرنے کا ذکر نہیں ہے؟

آپ نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ میں نے پہلا گناہ کبیرہ کون سا بیان کیا تھا؟

عبید نے کہا: آپ نے کہا ہے کہ خدا کا انکار پہلا کبیرہ گناہ ہے۔

امام عالی مقام نے فرمایا: تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ جان بوجھ کر نماز چھوڑنے والا خدا کا انکار کرنے والا بن جاتا ہے۔ (الحبل المتین ص ۹۔ وسائل الشیعہ ج ۱۵، ص ۳۲۱)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک دن حضرت رسول خداؐ مسجد میں تشریف فرماتے کہ ایک شخص آیا اور نماز میں مشغول ہو گیا۔ اس نے رکوع و سجود کو پورے طور پر انجام نہیں دیا اور جلدی سے نماز ختم کر دی۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: اس شخص نے کوئے کی طرح زمین پر ٹھونکے مارے ہیں۔ اگر مرتے دم تک اس کی یہی نماز رہی تو یہ میرے دین پر نہیں مرے گا۔ (الحبل المتین ص ۹)

شیخ یوسف بحرینی (متوفی ۱۱۸۶ھ) کی حدائق الناصرہ میں شیخ صدوق کی من لا یحضرہ الفقیہ کے حوالے سے نقل ہوا ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریمؐ مسجد النبی میں تشریف لائے تو دیکھا کہ کافی صحابہ بیٹھے ہوئے ہیں۔

آپ نے ان سے فرمایا: جانتے ہو کہ تمہارے رب نے کیا کہا ہے؟

صحابہ نے عرض کیا کہ خدا اور اس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو شخص دن رات میں پانچ وقت واجب نمازیں پڑھے اور اس کی پابندی کرے تو قیامت کے دن جب وہ مجھ سے ملاقات کرے گا تو اس کا مجھ پر عہد ہوگا کہ اس عہد کے ذریعے اسے جنت میں داخل کروں۔ اور جو وقت پر نماز نہ پڑھے اور نمازوں کی پابندی نہ کرے تو مجھے اختیار ہوگا کہ چاہوں تو اسے سزا دوں اور چاہوں تو بخش دوں۔ (الحدائق ج ۶، ص ۹۲)

۹۔ ترک زکات

زکات اسلام کے ضروری واجبات میں سے ہے۔ اگر کوئی شخص زکات کو فرض سمجھ کر اسے ادا نہ کرے تو

وہ فاسق ہے اور اگر کوئی اس کے فرض ہونے کا منکر ہو تو وہ کافر اور نجس ہے کیونکہ زکات بھی نماز کی طرح سے

ضروریات اسلام میں سے ہے اور ضروریات اسلام کا منکر کافر ہوتا ہے۔

کچھ فقہاء یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ جن روایات میں تارک زکات کو کافر کہا گیا ہے اس سے وہی لوگ

مراد ہیں جو زکات کے فرض ہونے کے منکر ہیں۔

رَبِّ اَرْجِعُونِ ۝ لَعَلِّيْ اَعْمَلُ صَالِحًا فَيُنَادِرُنِيْ... پروردگار! مجھے پھر دنیا میں واپس بھیج دے

تاکہ میں اس میں جسے چھوڑ آیا ہوں نیک کام کیا کروں۔ ہرگز نہیں۔ (سورہ مؤمنون: آیت ۹۹-۱۰۰) کی تفسیر

کرتے ہوئے امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ آیت زکات ادا نہ کرنے والوں کے متعلق ہے۔

جو ایک قیراط زکات بھی روک لے وہ نہ تو مومن ہے اور نہ مسلمان۔ (وسائل الشیعہ ج ۹، ص ۳۲)

جب منکر زکات مرتے وقت کہے گا کہ پروردگار مجھے اس دنیا میں واپس بھیج دے تاکہ میں جس نیکی کو

چھوڑ چکا تھا اسے بجلاؤں۔ اس وقت اس سے کہا جائے گا... کَلَّا ہرگز نہیں۔ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَاتِلُهَا وَمِنْ

وَزَانِيَهُمْ بَرَزَخُ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ ○ یہ صرف ایک زبانی کلامی بات ہے جسے وہ کہہ رہا ہے۔ اس کی موت کے بعد عالم برزخ شروع ہوگا جو روز قیامت تک جاری رہے گا۔ (سورہ مؤمنون: آیت ۱۰۰)

کافی کی ایک حدیث کا ماحصل یہ ہے کہ جب قائم آل محمد ظہور کریں گے تو شادی شدہ زانی کو سنگسار کریں گے اور منکر زکات کو قتل کریں گے۔

...وَوَيْلٌ لِلْمُشْرِكِينَ ○ الَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ... (سورہ فصلت: آیت ۶-۷) کی تفسیر کے ضمن میں حضرت رسول مقبولؐ نے فرمایا ہے: وَالَّذِي نَفْسِي مَحْتَمِدُ بِيَدِهِ مَا خَانَ اللَّهُ أَحَدًا شَيْئًا مِنْ زَكَاةٍ مَا لَهُ إِلَّا مُشْرِكٌ بِإِلَهِهِ. اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں محمدؐ کی جان ہے جو بھی اپنے مال کی زکات میں خدا سے خیانت کرے گا مگر یہ کہ وہ مشرک ہوگا۔ (متدرک الوسائل ج ۷، ص ۲۳)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس نے مخلوقات کو پیدا کیا اور ان میں رزق تقسیم کیا خشکی اور تری میں جو بھی مال ضائع ہوتا ہے وہ زکات نہ دینے کی وجہ سے ضائع ہوتا ہے۔

(وسائل الشیخہ ج ۹، ص ۱۲)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اللہ نے دولت مندوں کی دولت میں غریبوں کا حصہ مقرر کیا ہے۔ اس کی ادائیگی سے ہی وہ قابل تعریف بنتے ہیں۔ آگاہ رہو! اس حصے کا نام زکات ہے اور زکات کی وجہ سے ان کی جانیں محفوظ ہیں اور اس کی ادائیگی کی وجہ سے ان کا نام مسلمان رکھا گیا ہے۔ (وسائل الشیخہ ج ۹، ص ۳۲)

منکر زکات ، ثعلبہ کا قصہ

ملاحقہ اللہ کا شانی کی تفسیر منج الصادقین میں ہے کہ ایک دن ثعلبہ بن حاطب انصاری جو اپنے زہد و عبادت کی وجہ سے مشہور تھا آنحضرتؐ کی خدمت اقدس میں آیا اور اپنے فقر و فاقہ کی شکایت کرنے لگا۔ اس نے آنحضرتؐ سے درخواست کی کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ مجھے غنی کر دے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: وَيَسْحَكَ بِسَا ثَعْلِبَةَ! ثعلبہ اس خواہش کو چھوڑ دو کہ دولت مندی کا انجام اکثر خطرناک ہوتا ہے۔ چنانچہ جو کچھ تمہارے پاس ہے اس پر قناعت کرو۔ اگر آدمی تھوڑا رزق پا کر اللہ کا شکر ادا کرے تو وہ اس زیادہ رزق سے بہتر ہے جو اس کو خدا کے شکر سے غافل کر دے۔ خدا کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! اگر میں چاہتا تو سونے چاندی کے پہاڑ میرے ساتھ ساتھ چلتے اور خدا ایسا کر سکتا ہے۔ مگر میں فقر کا انجام اچھا دیکھتا ہوں جبکہ ہو سکتا ہے کہ دولت کا انجام برا ہو۔ لہذا تم خدا کے رسولؐ کی پیروی کرو۔ لیکن پھر بھی ثعلبہ روز آتا اور کہتا کہ یا رسول اللہ! میں خدا سے وعدہ کرتا ہوں کہ اگر اس نے مجھے دولت دی تو میں مستحقین کے ساتھ صلہ رحمی کروں گا اور ان کے حقوق ادا کروں گا۔ جب اس کا اصرار بڑھا تو آنحضرتؐ نے دعا فرمائی کہ خدایا ثعلبہ کے دل کی مراد پوری فرما۔ اللہ تعالیٰ کی برکت سے اس کے پاس ایک بڑا یوز جمع ہو گیا۔

ریوڑ جمع ہونے سے قبل وہ پانچوں نمازیں آنحضرتؐ کے ساتھ باجماعت پڑھتا تھا لیکن اب وہ صرف فجر اور عشاء کی جماعت میں حاضر ہوتا۔ پھر اس کے پاس بھیڑ بکریوں کا اتنا بڑا غول ہو گیا کہ وہ مدینے سے باہر ایک وادی میں چلا گیا اور صرف جمعہ پڑھنے آتا۔ چند روز بعد وہ مویشیوں کی دیکھ بھال میں اتنا گن ہو گیا کہ اس نے نماز جمعہ میں آنا بھی چھوڑ دیا۔ ایک دن رسول اکرمؐ نے صحابہ سے فرمایا کہ ثعلبہ کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ نماز میں نہیں آتا؟ صحابہ نے بتایا کہ اس کے پاس اتنا بڑا ریوڑ جمع ہو گیا ہے کہ وہ ایک وادی میں چلا گیا ہے۔ یہ سن کر آنحضرتؐ نے تین بار فرمایا: یا وایح ثعلبہ افسوس ہے ثعلبہ پر۔

جب زکات کی آیت نازل ہوئی تو آنحضرتؐ نے دو آدمیوں کو ثعلبہ کے پاس بھیجا۔ آنحضرتؐ نے ان سے فرمایا کہ ثعلبہ سے زکات لینے کے بعد بنی سلیم کے فلاں شخص کے پاس جانا کہ اس کے پاس اونٹ بہت زیادہ ہو گئے ہیں اور اس سے بھی زکات لے آنا۔ ان دونوں عاملین زکات میں سے ایک بنی جمن سے اور دوسرا بنی سلیم سے تھا۔ عاملین زکات رسول اکرمؐ کی لکھی ہوئی دستاویز لے کر ثعلبہ کے پاس گئے اور اس سے زکات کا مطالبہ کیا۔ ثعلبہ نے جو مال کی محبت میں گرفتار ہو گیا تھا کہا: اچھا! اب محمدؐ ہم سے جزیہ بھی طلب کرتا ہے۔ یہ کہہ کر اس نے زکات دینے سے صاف انکار کر دیا۔ دونوں عاملین وہاں سے بنی سلیم کے شخص سے زکات وصول کرنے پہنچے اور زکات کا مطالبہ کیا۔ اس نے کہا کہ میں خدا اور اس کے رسولؐ کے حکم کی اطاعت کرتا ہوں۔ پھر وہ اٹھا اور اپنے گلے سے فرہ اونٹ جدا کر کے لایا اور بولا کہ یہ میرے مال کی زکات ہے۔ عاملین زکات نے کہا کہ آنحضرتؐ نے یہ نہیں کہا تھا کہ ہم عمدہ مویشیوں کا انتخاب کریں۔ اس شخص نے کہا:

آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ لیکن میں اللہ کی راہ میں بہترین مال دینا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد آنحضرتؐ کے یہ نمائندے دوبارہ ثعلبہ کے پاس گئے لیکن اس کم نصیب نے وہی جملے دہرائے اور بار دیگر زکات دینے سے انکار کر دیا عاملین زکات واپس مدینہ آئے اور انھوں نے بنی سلیم کے شخص کی زکات آنحضرتؐ کے پاس جمع کرادی اور ثعلبہ کا جواب بھی آپ کے گوش گزار کیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: ”افسوس ہے ثعلبہ پر۔“ پھر آپ نے مرد بنی سلیم کے لیے دعائے خیر فرمائی۔ جب اللہ تعالیٰ نے ثعلبہ کے متعلق یہ آیات نازل ہوئیں: وَمِنْهُمْ مَّنْ عَاهَدَ اللّٰهَ لَئِنِ آتَانَا مِنْ فَضْلِهِ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُونَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ فَلَمَّا آتَاهُمْ مِنْ فَضْلِهِ بَخِلُوا بِهِ وَتَوَلَّوْا وَهُمْ مُّعْرِضُونَ ۝ فَأَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمٍ يَلْقَوْنَہٗ بِمَا اٰخَلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ ۝

مؤلف عرض پرداز ہے کہ درحقیقت انسان دنیا میں اللہ کی راہ میں جو کچھ بھی خرچ کرتا ہے اس کا بدلہ اللہ آخرت میں تو ضرور دے گا لیکن اس کی شان کریبی یہ ہے کہ وہ اس دنیا میں بھی کئی گنا زیادہ عطا کرتا ہے۔ امیر المؤمنین کا فرمان ہے: مَنْ بَسَطَ يَدَهُ بِالْمَعْرُوفِ اِذَا وَجَدَهُ يُخْلِفُ اللّٰهَ لَهٗ مَا اَنْفَقَ فِيْ دُنْيَاہٖ وَيُضَاعِفُ لَهٗ فِيْ اٰخِرَتِهٖ۔ جو شخص مسکینوں کی مدد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اتنی دولت دنیا میں عطا کرتا ہے اور آخرت میں دگنا اجر عطا کرے گا۔ (تفسیر نور العظیمین ج ۳، ص ۳۳۹۔ تفسیر صافی ج ۴، ص ۲۲۳ بحوالہ کافی)

۱۰۔ ترک حج

ہر صاحب استطاعت مسلمان پر زندگی میں ایک بار حج کرنا فرض ہے۔ یہ ضروریات دین میں سے ہے۔ حج کے فرض ہونے کا انکار کفر ہے۔ جو شخص حج کی فرضیت کا قائل ہو اور اپنی غفلت کی وجہ سے حج نہ کرے وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوتا ہے۔

صحیح روایات میں آیا ہے کہ جیسے ہی کوئی مسلمان صاحب استطاعت بنے اسے چاہیے کہ استطاعت کے پہلے سال حج کو جائے کیونکہ اس کو مؤخر کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

بعض روایات میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہر صاحب استطاعت پر ہر سال حج کرنا فرض ہے اور قرآن کریم کی آیت ۹۷ سورہ آل عمران مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا سے بھی بظاہر یہی چیز ثابت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حج کی نسبت اپنی طرف دی ہے اور اسے لوگوں پر اپنا حق قرار دیا ہے۔ روایات میں آیا ہے: جسے حج کی استطاعت ہو اس کے لیے حج کا راستا کھلا ہے۔ اسے حج پر جانا چاہیے اور جو وجوب حج کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ اللہ اپنی تمام مخلوق سے بے نیاز ہے۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے بھائی علی نے امام موسیٰ کاظم سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر صاحب استطاعت پر ہر سال حج فرض کیا ہے اور فرمایا ہے... وَذَلَّلَهُ عَلٰی النَّاسِ جِجَّ الْأَنْبِيَاءِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا... اللہ کے لیے لوگوں پر فرض ہے کہ اس کے گھر کا حج کریں۔ (سورہ آل عمران: آیت ۹۷) علی بن امام جعفر صادقؑ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے بھائی امام موسیٰ کاظم سے کہا کہ اگر ہم میں سے کوئی صاحب استطاعت ہو اور حج پر نہ جائے تو کیا وہ کافر ہو جائے گا؟

امام نے فرمایا: اگر کوئی اس کے وجوب کا انکار کرے تو وہ کافر ہو جائے گا۔ (کافی ج ۴، ص ۲۶۵) من لا يحضره الفقيه میں اسحاق بن عمار سے روایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ اگر کوئی شخص صاحب استطاعت ہو اور ابھی تک حج پر نہ گیا ہو تو اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ امام نے فرمایا کہ ایسا شخص آیت قرآن کے مطابق قیامت کے دن اندھا اٹھایا جائے گا۔ اسحاق نے کہا کہ کیا وہ اندھا محسور ہوگا؟ آپ نے فرمایا: خدا سے راہ جنت سے اندھا کر دے گا۔

قرآن کہتا ہے: وَمَنْ كَانَ فِي هَذِهِ أَعْمَىٰ فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَىٰ وَاضْلُمٌ مَّبِينًا ۝ جَوْفُوسِ اس دُنْيَا مِیں اِنْدھا ہووے آخِرَت مِیں بھي اِنْدھا ہوگا اور نجات کے راستے سے بہت دور ہوگا۔ (سورہ بنی اسرائیل: ۷۲) من لا يحضره الفقيه میں محمد بن فضیل سے منقول ہے کہ میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے اس آیت کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ یہ آیت اس کے لیے نازل ہوئی ہے جو صاحب استطاعت ہو اور ہمیشہ حج کو آج کل پر نالتا رہتا ہو اور ہمیشہ یہ کہتا ہو کہ آئندہ سال حج پر جاؤں گا۔ جب وہ سال آجائے تو کہے کہ

میں آئندہ سال حج پر جاؤں گا اور یوں کل برسوں کرتے ہوئے مرجائے اور حج نہ کر سکے۔ (ج ۲، ص ۴۴۷)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص اپنے کسی دنیاوی کام کو حج پر ترجیح دے اور کام کی وجہ سے حج پر نہ جائے تو جب تک عازمین حج سرمنڈوائے ہوئے واپس نہ آجائیں اس وقت تک اس کا کام نہیں ہوا ہوگا۔ (من لا یحضرہ الفقیہ ج ۲، ص ۲۲۰)

حضرت رسول اکرمؐ نے حجۃ الوداع سے واپسی پر خطبہ غدیر میں فرمایا: لوگو! بیت اللہ کے حج کے لیے جاؤ تاکہ بے نیاز بن سکو اور حج سے انحراف نہ کرنا ورنہ مفلس ہو جاؤ گے۔ (بحار الانوار ج ۳۷، ص ۲۱۳)

مؤلف کہتا ہے کہ نماز، زکات اور حج کے ترک کا ارتباط اعتقادی مسائل سے اس لیے ہے کہ ان کے وجوب کا انکار کفر اور سلب ایمان کا سبب ہے۔

۱۱۔ خدا، رسولؐ اور ائمہؑ سے بیزاری

اس امر میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ حالت اختیار میں خدا، رسولؐ اور ہادیان دین سے بیزار ہونا دین کے لیے انتہائی خطرناک اور دین سے خارج ہونے کا سبب ہے۔ خدا، رسولؐ اور ائمہؑ ہدئی کو برا کہنا بھی دین کے لیے انتہائی خطرناک ہے۔ البتہ تقیہ کے احکامات جدا گانہ ہیں۔ جب انسان کو اپنی جان کا خوف ہو تو ہادیان دین کو برا کہنا نہ صرف جائز بلکہ اپنی جان اور دوسرے مومنین کی جان بچانے کے لیے واجب ہو جاتا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ تقیہ میں اولیاء اللہ کو برا کہنا تو جائز ہے لیکن کیا تقیہ میں ان سے بیزاری کا اعلان کرنا بھی جائز ہے؟

اس کے متعلق علماء میں دو طرح کی آراء پائی جاتی ہیں۔

بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی بھی حالت میں خدا، رسولؐ اور ائمہؑ ہدئی سے اظہار برأت جائز نہیں ہے جیسا کہ شیخ مفید نے اپنی کتاب ارشاد میں لکھا ہے کہ امیر المومنینؑ نے اپنے اصحاب سے فرمایا تھا:

سَتُعْرِضُونَ مِنْ بَعْدِي عَلَى سَبِيٍّ فَسَبُّونِي وَمَنْ عَرَضَ عَلَيْهِ الْبِرَاءَةَ فَلْيَمْدُدْ عُنُقَهُ فَإِنَّ بَرَاءَةَ مِنِّي فَلَا دُنْيَا لَهُ وَلَا آخِرَةَ. عقرب تمہیں، مجھ پر سب کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔ جب تم مجبور ہو جاؤ تو مجھے برا کہہ لینا اور جسے مجھ سے اظہار برأت کی دعوت دی جائے اسے چاہیے کہ قتل ہونے کے لیے اپنی گردن بڑھا دے لیکن مجھ سے

۱۔ حج البلاغہ خطبہ ۷۵ مترجم مفتی جعفر حسین صاحب میں ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا:

میرے بعد جلد ہی تم پر ایک ایسا شخص مسلط ہوگا جس کا حلق کشادہ اور پیٹ بڑا ہوگا، جو پائے گا نکل جائے گا اور جو نہ پائے گا اس کی اسے ڈھونڈ لگی رہے گی (بہتر تو یہ ہے کہ) تم اسے قتل کر ڈالنا۔ لیکن یہ معلوم ہے کہ تم اسے قتل ہرگز نہ کرو گے۔ وہ تمہیں حکم دے گا کہ مجھے برا کہو اور مجھ سے بیزاری کا اظہار کرو۔ جہاں تک برا کہنے کا تعلق ہے، مجھے برا کہہ لینا۔ اس لئے کہ یہ میرے لئے پاکیزگی کا سبب اور تمہارے لئے (دشمنوں سے) نجات پانے کا باعث ہے۔ لیکن (دل سے) بیزاری اختیار نہ کرنا اس لئے کہ میں (دین) فطرت پر پیدا ہوا ہوں اور ایمان و ہجرت میں سابق ہوں۔ (رضوانی)

بیزاری کا اظہار نہ کرے۔ اگر کسی نے مجھ سے بیزاری کا اظہار کیا تو نہ اسے دنیا حاصل ہوگی اور نہ ہی آخرت۔ یہ حدیث لکھنے کے بعد شیخ مفید فرماتے ہیں کہ تقیہ میں سب جائز ہے لیکن اولیاء اللہ سے بیزاری کا اظہار کرنا جائز نہیں ہے۔ جس طرح سے کسی شخص کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ یہ کہے کہ مجھے قتل نہ کرو میری بجائے فلاں بے گناہ کو قتل کرو۔

صاحب مکاسب شیخ اعظم مرتضیٰ انصاری کا نظریہ شیخ مفید کے اس فتویٰ کے برعکس ہے۔ وہ اپنی کتاب الطہارۃ میں لکھتے ہیں: پہلی بات تو یہ ہے کہ اس روایت کو دل کی بیزاری پر محمول کیا جائے۔ دوسری بات یہ ہے کہ شیخ مفید نے جس روایت کی بنیاد پر فتویٰ دیا ہے وہ غیر موثق ہے کیونکہ اس روایت کی تردید اس حدیث صحیح سے ہوتی ہے جو مسعد بن صدقہ سے بیان ہوئی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ عرض کیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ امیر المؤمنین نے برسر منبر کہا تھا کہ میرے بعد تمہیں مجبور کیا جائے گا کہ اگر جان بچانی ہے تو علیؑ پر سب کرو ورنہ قتل کے لیے تیار ہو جاؤ۔ لوگو! جب ایسا موقع ہو تو مجھ پر سب کر لینا اور اپنی جان بچانا اور اگر وہ تمہیں مجبور کریں کہ مجھ سے بیزاری اختیار کرو تو مجھ سے بیزاری ہرگز اختیار نہ کرنا اس کی بجائے گردن کٹوا دینا۔ جو بھی مجھ سے بیزاری کا اعلان کرے گا اس کی دنیا و آخرت برباد ہو جائے گی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: لوگوں نے ہمارے دادا پر بہت سے جھوٹ تراشے ہیں۔ آپ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ مجھ سے بیزاری کا اعلان نہ کرنا اور اس کی بجائے قتل ہو جانا۔ پھر فرمایا کہ تقیہ میں انسان وہ سب کچھ کہہ سکتا ہے جو کچھ حضرت عمارؓ نے اہل مکہ کے سامنے کہا تھا اور اللہ نے ان کے عمل کو جائز کہا تھا اور یہ بھی بتایا تھا کہ ان کا دل ایمان پر مطمئن تھا۔ (ج ۲، ص ۴۰۲)

مؤلف کہتا ہے کہ حضرت عمارؓ کے والدین (جناب یاسرؓ اور جناب سمیہؓ) کو کلمات کفر کہنے پر مجبور کیا گیا تھا لیکن انہوں نے کلمات کفر پر شہادت کو ترجیح دی تھی اور جب عمارؓ کی باری آئی تو انہوں نے کلمات کفر کہے تھے جس کی بنا پر کفار مکہ نے انہیں چھوڑ دیا تھا۔ حضرت عمارؓ روتے ہوئے رسول خداؐ کی خدمت میں تشریف لائے اور اپنا معاملہ پیش کر کے پوچھا کہ یا رسول اللہ! کیا میں اب بھی مسلمان ہوں یا نہیں ہوں؟ اس وقت یہ آیت نازل فرمائی: ... اِلَّا مَنْ اُخْرِيَ وَ قَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ سوائے اس کے کہ جسے مجبور کر دیا جائے اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو۔ (سورہ نمل: آیت ۱۰۶) اس عمل کی مزید تائید کافی کی حسب ذیل روایت سے بھی ہوتی ہے۔

عبداللہ بن عطا بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے کہا کہ بنی امیہ کے ظالم حکام نے دو مومن کو فیوں کو گرفتار کیا اور انہیں حکم دیا کہ تم علیؑ سے بیزاری کا اظہار کرو ورنہ قتل کے لیے تیار ہو جاؤ۔ ان میں سے ایک نے تو بیزاری کا اظہار کیا۔ اسے ظالموں نے چھوڑ دیا اور دوسرے شخص نے بیزاری کا اظہار نہ کیا تو اسے قتل کر دیا گیا۔ اب آپ یہ فرمائیں کہ دو میں سے کس کا عمل زیادہ مناسب ہے؟

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ جس نے اظہار برأت کیا تو وہ شخص دین میں گہری بصیرت رکھتا

ہے اور جس نے بیزاری اختیار نہیں کی تو اس نے جنت جانے میں جلدی کی ہے۔ (کافی ج ۲، ص ۲۲۱)
 مومن سے بیزاری پست ترین درجے میں بھی حرام ہے لیکن یہ معلوم نہیں ہے کہ کیا اس کی وجہ سے
 انسان دین سے خارج ہو جاتا ہے یا نہیں؟
 ہمارا خیال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی مومن سے اس کے ایمان کی وجہ سے بیزاری اختیار کرے تو وہ
 دین سے خارج ہو جائے گا۔ واللہ اعلم

جب امیر المومنین علیہ السلام پر سب کرایا گیا

شیخ مفید کتاب ارشاد میں لکھتے ہیں کہ امیر المومنین علیہ السلام کے معجزات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ
 آپ نے اپنے ماننے والوں کو پہلے ہی بتا دیا تھا کہ میرے بعد تمہیں مجھ پر سب کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔ جب
 کبھی ایسا وقت آجائے تو مجھ پر سب کر کے اپنی جان بچا لینا لیکن مجھ سے بیزاری اختیار نہ کرنا۔ جو بھی مجھ سے
 بیزاری اختیار کرے گا تو اس کی دنیا و آخرت تباہ ہو جائے گی۔ (بحار الانوار ج ۳۹، ص ۳۱۷)
 حضرت کی یہ پیشین گوئی حرف بحرف سچ ثابت ہوئی۔

طاؤس یمانی راوی ہیں کہ ایک مرتبہ امیر المومنین علیہ السلام نے حجر بن عدی سے فرمایا: اے حجر! اس
 وقت تمہاری کیا حالت ہوگی جب تمہیں صنعاء کے منبر پر کھڑا کیا جائے گا اور تم سے یہ مطالبہ کیا جائے گا کہ اگر
 جان عزیز ہے تو پھر علیؑ پر سب کرو اور ان سے بیزاری کا اظہار کرو۔
 حجر بن عدی نے کہا: اے امیر المومنین! میں اس سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں۔

آپ نے فرمایا: میں جو کچھ کہہ رہا ہوں یہ ہو کر رہے گا۔ جب یہ موقع آئے تو مجھے پر سب کرنا لیکن
 بیزاری کا اظہار نہ کرنا کیونکہ جو مجھ سے بیزاری کا اظہار کرے گا تو میں قیامت کے دن اس سے بیزاری کا اظہار
 کروں گا۔

مناقب ابن شہر آشوب میں اسحاق عدل سے منقول ہے کہ ہشام بن عبدالملک کے زمانے میں ایک
 خطیب ہمیشہ منبر رسولؐ سے حضرت علیؑ پر سب کیا کرتا تھا۔ ایک دن جب وہ اپنی خواہش میں مصروف تھا تو
 قبر پیغمبرؐ سے ایک ہاتھ برآمد ہوا اور انگشت شہادت سے اس کی طرف اشارہ کیا۔ قبر مطہر سے آواز آئی:
 اے اموی! تجھ پر وائے ہو۔ جس ذات نے تجھے خاک سے بنایا اور نطفے سے انسانی شکل بخشی کیا تو
 اس ذات کا منکر ہو گیا ہے؟ پھر اس ہاتھ سے دھواں برآمد ہوا جو سیدھا خطیب کی طرف گیا۔ خطیب فوراً اندھا
 ہو گیا اور تین دن کے بعد واصل دوزخ ہو گیا۔ (مناقب ج ۱، ص ۴۷۸-۴۷۹ ج ۲، ص ۱۶۷)

صاحب مناقب اپنی اسی کتاب میں ایک ہاشمی کی زبانی لکھتے ہیں کہ میں نے شہر شام میں ایک شخص کو
 دیکھا جس کا آدھا چہرہ سیاہ ہو چکا تھا اور وہ اسے ڈھانپنے رہتا تھا۔ میں نے اس سے اس کا سب پوچھا تو کہنے لگا

کہ میں نے دل میں طے کیا ہے کہ جو بھی مجھ سے اس کی وجہ پوچھے گا میں اسے اس کی وجہ ضرور بتاؤں گا۔ پھر اس نے کہا کہ میں علی بن ابی طالب پر بہت زیادہ لعنت (نعوذ باللہ) کیا کرتا تھا اور ان کا شکوہ کیا کرتا تھا۔ ایک رات میں سویا ہوا تھا کہ خواب میں ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ تو ہی ہے جو علی کی توہین کیا کرتا ہے؟ یہ کہہ کر اس نے میرے منہ پر ایک طمانچہ مارا۔ جب میں بیدار ہوا تو میرا آدھا چہرہ سیاہ ہو چکا تھا۔ اسی کتاب میں اعمش سے منقول ہے کہ اس نے کہا: مجھ سے منصور نے بیان کیا کہ ایک شخص کے سر سے عمامہ گرا تو میں نے دیکھا کہ اس کا سر خنزیر کے سر کی طرح سے تھا۔ میں نے اس سے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے بتایا کہ میں تیس سال تک مؤذن رہا اور میرا دستور تھا کہ میں ہمیشہ اذان و اقامت کے درمیان وقفے میں علی بن ابی طالب پر ایک سو مرتبہ لعنت کیا کرتا تھا۔

ایک مرتبہ شب جمعہ میں نے اُن پر ایک ہزار مرتبہ لعنت کی۔ اس رات میں نے رسول خدا، علی بن ابی طالب، حسن بن علی اور حسین بن علی کو دیکھا۔ میں نے خواب میں محسوس کیا کہ میں سخت پیاسا ہوں۔ میں حسن و حسین کے پاس گیا اور ان سے پانی مانگا۔ انھوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر میں علی بن ابی طالب کے پاس گیا اور ان سے پانی مانگا۔ انھوں نے بھی کوئی جواب نہ دیا۔ میں رسول خدا کی خدمت میں گیا اور ان سے پانی مانگا۔ آنحضرت نے میری طرف دیکھ کر فرمایا کہ تو وہی ہے جو علی پر روزانہ پانچ سو مرتبہ لعنت کرتا ہے اور آج رات تو نے ان پر ایک ہزار بار لعنت کی ہے؟

میں نے کوئی جواب نہ دیا۔ رسول خدا نے میرے چہرے پر لعاب دہن پھینکا اور فرمایا خنزیر دور ہو جا۔ اس کے بعد میرا سر اور میرا چہرہ خنزیر کی طرح سے ہو گیا۔ (مناقب آل ابی طالب ج ۲، ص ۱۶۹) اسی کتاب میں مذکور ہے کہ ابو جعفر منصور نے کہا کہ ایک قصہ گو شخص کا دستور تھا کہ جب وہ قصے سے فارغ ہوتا تو حضرت علی پر سب کیا کرتا۔ پھر اس شخص نے اس عادت کو ترک کر دیا۔ اس سے پوچھا گیا کہ تو نے اپنی عادت اچانک کیوں ترک کر دی ہے؟

اس نے کہا: خدا کی قسم! میں آئندہ یہ حرکت کبھی نہیں کروں گا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ بہت سے لوگ رسول اکرم کے گرد جمع ہیں۔ آپ نے ایک شخص سے فرمایا کہ ان سب کو پانی پلاؤ۔ اس شخص نے سب کو پانی پلایا۔ میں بھی آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور پانی طلب کیا۔ آپ نے اس شخص سے فرمایا کہ اسے بھی سیراب کرو۔ اس شخص نے مجھے پانی نہ دیا اور ڈانٹ کر ہٹا دیا۔ میں نے رسول خدا سے اس کی شکایت کی۔ آنحضرت نے فرمایا کہ اسے سیراب کرو۔ اس نے مجھے گرم پانی پلایا۔ جب میں خواب سے بیدار ہوا تو میرے منہ اور مقعد سے گرم پانی نکل رہا تھا۔

مؤلف کہتا ہے کہ امیر المومنین پر سب کرنا بدترین گناہ ہے اور اس کا مرتکب سزائے موت کا حقدار ہے۔ اسلامی حدود میں اس کی یہی سزا مقرر ہے۔

۱۲۔ ائمہ ہدیٰ علیہم السلام کی امامت کا انکار

سورج کی روشنی کا انکار کرنا ناممکن ہے اور سورج کی روشنی کو چھپانا بھی ناممکن ہے۔ اگر کوئی اس کی روشنی سے فائدہ نہ اٹھانا چاہے تو اسے چاہیے کہ کسی دیوار وغیرہ کے پیچھے بیٹھ جائے اور خود کو چھپالے لیکن اس کے باوجود نہ تو سورج کا انکار کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی سورج کی روشنی کا انکار کیا جاسکتا ہے۔

خاندان نبوت کی مثال بھی روشن سورجوں کی طرح ہے اور انھیں الشمس الطالعة کہا گیا ہے۔ لہذا سورج کی طرح ان کے نور کا انکار کرنا بھی ناممکن ہے۔ منافقین اور اسلام دشمن عناصر نے ائمہ ہدیٰ کے نور کو بجھانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا مگر نور حق ان سے بچھ نہ سکا۔ بھٹا تو درکنار اس کی روشنی میں اضافہ ہوتا گیا اور لوگوں کے دلوں میں آل محمدؐ کی محبت گھر کرتی گئی اور لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ کے اشارے کے مطابق ایک ہزار مہینے تک بنی امیہ نے پوری ریاستی قوت کے ساتھ خاندان مصطفیٰ کی محبت کو دلوں سے نکالنے کی کوشش کی اور منبروں سے لعنت کی مگر ریاستی طاقت کے باوجود وہ بری طرح ناکام ہو گئے اور آل محمدؐ کی عقیدت میں اضافہ ہی ہوتا گیا۔

معاویہ نے کوشش کی کہ امیر المومنین کی شخصیت کو پست کیا جاسکے اور لوگوں کو یہ باور کرایا جائے کہ علیؑ کا دین سے کوئی تعلق نہیں تھا اس نے ایک سرکاری حکم نامہ جاری کیا کہ ہر خطبہ جمعہ و عیدین کے آخر میں علیؑ اور اولاد علیؑ کو ناسزا کہا جائے اور ابوسفیان اور اس کی نسل کی تعریف کی جائے مگر معاویہ کی تمام کوششیں اکارت گئیں۔ حضرت علیؑ کی عظمت میں ذرہ برابر فرق نہ آیا۔ معاویہ کی کوششوں کے برعکس آپ کی حقانیت اور مظلومیت زیادہ کھل کر منظر عام پر آئی اور جس کسی کو معاویہ کی اس چال کا علم ہوا اس نے معاویہ پر ہی لعنت کی۔

چنانچہ یزید نے بھی اپنے باپ کی طرح آل محمدؐ کو کر بلا کے تپتے صحرا میں شہید کیا اور اس خیال خام میں مبتلا ہو گیا کہ آل محمدؐ کا خاتمہ ہو گیا ہے اور بنی امیہ کو دوام حاصل ہو گیا ہے لیکن یزید کی تمام تر کوششوں کے

۱۔ تفسیر رازی میں ہے کہ قاسم بن فضل، امام حسن سے روایت کرتے ہیں: رسول اکرمؐ نے خواب میں دیکھا کہ بنی امیہ آپ کے منبر پر بندروں کی طرح اچھل کود رہے ہیں۔ یہ خواب دیکھ کر آنحضرتؐ بہت پریشان ہوئے تو خدا نے سورہ قدر نازل کی اور اپنے حبیبؐ کو بتایا کہ ایک شب قدر بنی امیہ کی ہزار مہینے کی حکومت سے بہتر ہے۔ قاسم کہتا ہے: جب ہم نے حساب کیا تو پتا چلا کہ بنی امیہ کا دور حکومت ایک ہزار مہینے کا تھا۔

بنی امیہ کی حکومت کی کل مدت ۱۰۹۱ مہینے ہے۔ مسعودی نے مروج الذهب جلد دوم کے صفحہ ۱۵۶ پر جو فرست دی ہے اس کے مطابق یہ مدت ۱۳۲۵ مہینے اور ۲۳ دن بنتی ہے۔ امام حسن اور ابن زبیر کی حکومت کے ۹۹ مہینے اور ۱۳ دن نکال کر یہ مدت ۱۴۲۶ مہینے اور ۱۳ دن رہ جاتی ہے لہذا بنی امیہ کی حکومت کی میعاد کے بارے میں مؤرخین کے درمیان اختلاف ہے۔ چنانچہ بنی امیہ کا ۱۰۰۰ مہینے حکومت کرنا ایک حتمی تاریخی حقیقت نہیں ہے کہ اس کو سورہ قدر میں ”الف شہر“ ایک ہزار مہینے سے تطبیق دیا جاسکے۔ (رضوانی)

باوجود لوگوں نے بیزید پر ہی لعنت شروع کر دی۔ آخر کار اسے مجبور ہو کر یہ کہنا پڑا کہ میں نے فرزند رسولؐ کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا۔ خدا لعنت کرے ابن زیاد پر یہ سب کچھ اسی کی کارستانی ہے۔

صدر اسلام سے لے کر دور حاضر تک کی تاریخ پڑھیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ حضرت علیؑ تاریخ کی بہت بڑے مظلوم ہیں۔ آپ کے مخالفین نے صرف آپ کو قتل ہی نہیں کیا بلکہ آپ کی شخصیت کو بھی مسخ کرنے کی کوششیں کیں مگر یہ خدائی معجزہ اور آپ کی شخصیت کا کمال ہے کہ اتنی بھرپور مخالفت کے باوجود آج ہر دوست دشمن آپ کی تعریف کرنے پر مجبور ہے۔

ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ میں امیر المومنین علیہ السلام کی مدح میں اتنے خوبصورت گلہائے عقیدت نچھاور کئے ہیں کہ آج تک کسی کے متعلق اس طرح کی عقیدت کے پھول نہیں برسائے گئے۔ ہزاروں افراد نے آپ کے حضور اظہار عقیدت کیا ہے لیکن جو کچھ آپ نے اپنے متعلق خود بیان فرمایا ہے وہ سب سے بہتر ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم آپ کے فرامین کو پوری توجہ سے سنیں۔

شیخ صدوق نے کتاب خصال میں صفحہ ۶۳۱ پر لکھا ہے کہ امیر المومنین نے عبداللہ بن سباؓ سے فرمایا: ہم دین خدا کے خزینہ دار ہیں۔ ہم علم کے چراغ ہیں۔ جب ہمارے گھر سے ایک پرچم ہدایت دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو ہدایت کا دوسرا پرچم اس کی جگہ لے لیتا ہے۔ ہماری اتباع کرنے والا گمراہ نہیں ہوگا اور ہمارا منکر ہدایت نہیں حاصل کر سکے گا اور ہمارے دشمنوں کا مددگار کبھی نجات نہیں پاسکتا اور ہمیں بے یار و مددگار چھوڑنے والا خدا کی نصرت کے قابل نہیں رہتا۔ اس بے ثبات دنیا کی لالچ کی وجہ سے ہماری مخالفت نہ کرو

۱- عبداللہ بن سبا کا نام سیف بن عمرؓ نے دوسری صدی کے نصف آخر میں اپنے دماغ سے گھڑا ہے۔ اس گھڑت کے ٹھیک ایک سوچیس سال بعد یہ بات پھیلانی گئی کہ شیعیت کا بانی مہابی عبداللہ بن سبا یہودی تھا۔ سیف کے سوا اس فرضی داستان کو کسی اور نے بیان نہیں کیا اور ہر دور میں ابن سبا کا وجود ایک سوالیہ نشان رہا ہے۔ محققین کی ایک جماعت جس میں مصر کے ڈاکٹر طحسین بھی شامل ہیں کی سوچنی بھی رائے ہے کہ ابن سبا کا وجود ایک "تخیل" سے زیادہ کچھ نہیں۔

محقق دوراں حضرت علامہ سید مرتضیٰ عسکری علیہ الرحمہ نے اس موضوع پر تحقیق ایتق دعیمت کے بعد عبد اللہ بن سبا اور دیگر تاریخی افسانے کے عنوان سے تین جلدوں میں کتاب تحریر فرمائی ہے جو عربی، فارسی اور انگریزی زبان میں شائع ہو چکی ہے۔ حضرت علامہ موصوف اپنی کتاب احمیائے دین میں ائمہ اہلبیتؑ کا سکر دار جلد اول مطبوعہ مجمع علمی اسلامی میں فرماتے ہیں کہ احتیاط سے کام نہ لینے کی وجہ سے کتب خلافت کی بہت ساری روایات کتب اہلبیت کی کتابوں میں در آئی ہیں۔ کتب اہلبیت کے صف اول کے علماء مثلاً شیخ طوسی، شیخ طبری، ملاحی اللہ کا شانی، ملا احمد نراقی اور ملا باقر مجلسی وغیرہ نے خلفاء کے کتب کی سیرت اور تاریخ کی کتابوں پر اعتماد کرتے ہوئے جو روایات نقل کی ہیں اس کی وجہ سے عجیب عجیب افسانے شیعوں کی اہم کتابوں میں داخل ہو گئے ہیں۔ ان کی تحریروں پر بعض اوقات جو اعتراضات کئے گئے ہیں اس کی وجہ یہی ہے اور کوئی نہیں سمجھ پایا کہ جو افسانے اعتراضات کا موجب بنے ہیں وہ خلفاء کے کتب کی کتابوں سے نقل کئے گئے ہیں۔ اس لیے اگر کسی شیعہ کتاب میں ابن سبا کا ذکر ملتا ہے تو وہ بھی روایت منتقلہ ہے۔ (رضوانی)

کیونکہ تم دنیا کو عنقریب چھوڑ دو گے اور جو دنیا کو آخرت پر ترجیح دے گا کل قیامت کے دن سخت حسرت و افسوس میں مبتلا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی کے متعلق فرمایا ہے: **أَنْ تَقُولَ نَفْسٌ يٰحَسْرَتِيْ عَلٰى مَا فَرَّطْتُ فِىْ جَنبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ** ○ پھر ایک آدمی یہ کہنے لگے کہ ہائے افسوس! میں نے خدا کے حق میں بڑی کوتاہی کی ہے اور میں تو مذاق اڑانے والوں میں سے تھا۔ (سورہ زمر: آیت ۵۶)

محمد بن حسن صفار قمی کی بصائر الدرجات میں ہے کہ امیر المؤمنین علیہ السلام نے ابن کواء سے فرمایا: رجال اعراف سے مراد ہم ہیں۔ قیامت کے دن ہم جنت اور دوزخ کے درمیان کھڑے ہوں گے۔ جنت میں بس وہی جائے گا جو ہمیں پہچانتا ہوگا اور جسے ہم پہچانتے ہوں گے اور دوزخ میں وہی جائے گا جو ہمارا انکار کرنے والا ہوگا اور ہم جسے پہچاننے سے انکار کر دیں گے۔ اگر خدا چاہتا تو لوگوں کو اپنی ذات کی براہ راست معرفت کرا سکتا تھا، اگر وہ چاہتا تو لوگ اسے لا شریک مان لیتے اور اس کی عبادت کرتے لیکن اس نے ہمیں رحمت کا دروازہ، اپنے دین کا سیدھا راستا اور اپنے تک پہنچنے کا وسیلہ بنایا ہے۔

يَوْمَ نَذَعُوْا كُلُّ اٰنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ... (سورہ بنی اسرائیل: آیت ۱۷) یعنی جس دن ہم سب لوگوں کو ان کے اماموں کے ساتھ بلائیں گے کی تفسیر میں منقول ہے کہ آل محمد کی امامت کے منکر اور اغیار سے وابستگی اختیار کرنے والے دوزخ میں جائیں گے اور ان کی نجات اور دخول جنت کا کوئی بھی راستا نہیں ہوگا۔

حضرت رسول اکرم کی مشہور حدیث ہے: **اِنِّىْ تَارِكٌ فِىْكُمْ التَّقْلِيْنَ كِتَابِ اللّٰهِ وَعِتْرَتِىْ اَهْلَ بَيْتِىْ مَا اِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِمْ اَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِىْ اَبَدًا...** اس حدیث کا واضح مفہوم یہ ہے کہ جو لوگ آل محمد سے تمسک نہیں کرتے اور ان سے دور رہتے ہیں اور ان کی امامت کا اقرار نہیں کرتے وہ گمراہ ہیں اور ان کی نجات کا کوئی راستا نہیں ہے۔

۱۳۔ غالی، خارجی اور ناصبی

مرحوم محقق نے شرائع الاسلام میں لکھا ہے: غلو کرنے والے غالی کہلاتے ہیں۔ وہ لوگ جو حضرت علی علیہ السلام کو یا کسی امام کو خدا مانیں یا کہیں کہ وہ خدا کی مانند ہیں غالی ہیں۔ وہ لوگ بھی غالی ہیں جو کسی بھی انسان کو خدا مانیں۔ ایسے لوگ کافر ہیں۔ خارجی بھی کافر شمار ہوتے ہیں۔ خارجی وہ گروہ ہے جو کسی امام کے خلاف جنگ لڑے جیسے نہروان میں خوارج نے حضرت علی علیہ السلام کے خلاف خروج کیا تھا۔

غالیوں اور خارجیوں کی طرح ناصبی بھی کافر اور نجس ہیں۔ ناصبی وہ لوگ ہیں جو ائمہ اہلبیت میں سے کسی امام سے دشمنی رکھے یا انہیں برا کہے مثلاً اسماعیلی فرقہ جو امام موسیٰ کاظم کو برا کہتا ہے۔ (ج ۱، ص ۱۲) علامہ حلی اپنی کتابوں معتبر اور منتہی المطلب میں لکھتے ہیں:

خوارج وہ ہیں جو حضرت علی علیہ السلام کی توہین کرتے ہیں اور ضروریات دین کے تقاضوں کے تحت یہ فعل حرام ہے۔ اسی لیے یہ لوگ کافر ہیں اور ان لوگوں کو ناہمی بھی کہا جاتا ہے۔

غالی وہ ہیں جو امیر المؤمنین یا ائمہ معصومین علیہم السلام کے بارے میں حد سے بڑھ جائیں اور انہیں خدا کے درجے میں سمجھیں۔ ایسے لوگ بھی دین اسلام سے خارج ہیں اگرچہ وہ اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے ہوں اور توحید اور رسالت کی گواہی دیتے ہوں۔ (معتبر ج ۱، ص ۹۸۔ منتهی المطالب ج ۱، ص ۲۶)

علامہ سبزواری اپنی کتاب ذخیرۃ المعاد میں فرماتے ہیں:

خوارج اور غلات کے نجس ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ یہ لوگ کافر ہیں۔ خوارج امام کی توہین کرنے کی وجہ سے کافر ہیں اور غالی غیر اللہ کو خدا ماننے کی وجہ سے کافر ہیں۔ جب ان کا کافر ہونا مسلم ہے تو ان کا نجس ہونا خود بخود ثابت ہو جاتا ہے۔

نسخ البلاغہ میں ہے کہ حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا:

هَلَكَ فِي رَجُلَانِ مُحِبٌّ غَالٍ وَ مُبْغِضٌ قَالٍ. میرے بارے میں دو قسم کے لوگ ہلاک ہوں گے۔

ایک وہ جو محبت میں حد سے بڑھ جائے اور ایک وہ جو دشمنی کی حد پار کر جائے۔ (حکمت ۱۱۷)

يَهْلِكُ فِي رَجُلَانِ مُحِبٌّ مَفْرَطٌ وَ بَاهِتٌ مُفْتَرٍ. میرے بارے میں دو قسم کے لوگ ہلاکت میں

بتلا ہوں گے۔ ایک محبت میں حد سے بڑھ جانے والا ہے اور دوسرا جھوٹ و افترا باندھنے والا۔ (حکمت ۳۶۸)

امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا: سَيَهْلِكُ فِي صِنْفَانِ مُحِبٌّ مَفْرَطٌ يَلْتَهَبُ بِهِ النَّهْبُ إِلَى غَيْرِ

السَّحْقِ، وَ مُبْغِضٌ مَفْرَطٌ يَلْتَهَبُ بِهِ الْبُغْضُ إِلَى غَيْرِ الْحَقِّ، وَ خَيْرُ النَّاسِ لِي خَالَا النَّمْطِ الْأَوْسَطِ فَالْزَمُوهُ.

یاد رکھو کہ میرے بارے میں دو قسم کے لوگ تباہ و برباد ہوں گے۔ ایک حد سے زیادہ چاہنے والے اور ایک

میرے مرتبے میں کمی کر کے دشمنی رکھنے والے کہ جنہیں یہ عناد حق سے بے راہ کر دے گا۔ میرے متعلق درمیانی راہ

اختیار کرنے والے ہی سب سے بہتر حالت میں ہوں گے۔ تم اسی راہ پر چلے رہو۔ (خطبہ ۱۲۵)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ناہمی صرف وہی نہیں ہے جو اہم اہلیت سے دشمنی رکھے کیونکہ

تم کسی بھی شخص کو نہیں پاؤ گے جو کھل کر یہ کہے کہ میں محمد و آل محمد کا دشمن ہوں۔ ناہمی وہ ہے جو تم شیعوں کا دشمن

ہو اور تمہیں اس لیے دشمن رکھے کہ تم ہم سے محبت رکھتے ہو اور ہمارے شیعہ ہو۔ (علل الشرائع ج ۲، ص ۶۰۱)

شہید ثانی شیخ زین الدین نے دروض الجنان میں مذکورہ بالا حدیث نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

خوارج کا تعلق ناہمیوں سے ہے کیونکہ وہ کھل کر حضرت علی علیہ السلام کی دشمنی کا اظہار کرتے ہیں۔

خوارج حضرت علی سے صرف بغض و عناد ہی نہیں رکھتے بلکہ آپ سے جنگ کرنا بھی جائز سمجھتے ہیں۔ جہاں تک

غالیوں کا تعلق ہے تو وہ لفظی اور معنوی دونوں لحاظ سے دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ غالیوں کو اسلامی فرقہ شمار کرنا

زیادتی ہے۔

دور حاضر کے عظیم فقیہ اور عارف ربانی جناب آیت اللہ محمد تقی بہجت لکھتے ہیں :

مسلمانوں کے مختلف مذاہب ایک دوسرے کی میراث کے حقدار ہیں لیکن غالی ، خارجی اور ناصبی مسلمانوں کے وارث نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح سے جو شخص ضروریات دین میں سے کسی ضرورت کا انکار کرے وہ بھی کافر ہے اور وہ کسی مسلمان کی میراث نہیں پاسکتا البتہ مسلمان غالی ، خارجی اور ناصبی کی میراث حاصل کر سکتا ہے۔ (توضیح المسائل ص ۴۵۲)

اہل کتاب کا غلو اور شرک

قرآن مجید بتاتا ہے کہ اہل کتاب نے اپنے دین میں بہت زیادہ تبدیلیاں کی تھیں۔ انہوں نے آسمانی کتابوں کی تعلیمات کو پس پشت ڈال کر اپنے ذاتی نظریات کو اہمیت دی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضرت آدم علیہ السلام کی طرح اپنی قدرت کاملہ سے باپ کے بغیر پیدا کیا تو اہل کتاب نے ان کے متعلق دو طرح کے نظریات پیش کئے۔ یہودیوں نے ان کی ماں مریم پاک کے دامن عصمت پر تہمت لگائی اور عیسائیوں نے غلو سے کام لیتے ہوئے ان کو خدا یا خدا کا بیٹا قرار دیا۔ اسی طرح یہودیوں نے حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا قرار دیا تھا۔

قرآن حکیم ہر طرح کی افراط و تفریط کا مخالف ہے اور وہ ہر جگہ اعتدال کی تلقین کرتا ہے۔ قرآن حکیم اہل کتاب کی اس روش کی مذمت کرتے ہوئے کہتا ہے: يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ وَلَا تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْفَاهَا إِلَىٰ مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِّنْهُ فَآمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَلَا تَقُولُوا ثَلَاثَةٌ إِنَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنَّمَا اللَّهُ إِلَهٌ وَاحِدٌ سُبْحَانَهُ أَنْ يَكُونَ لَهُ وَلَدٌ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَكِيلًا ۝۱۰ اے اہل کتاب اپنے دین میں غلو سے کام نہ لو اور خدا کے بارے میں حق کے سوا کچھ نہ کہو۔ مسیح یعنی مریم کے بیٹے عیسیٰ (نہ خدا تھے اور نہ خدا کے بیٹے) بلکہ خدا کے رسول اور اس کا کلمہ (بشارت) تھے جو اس نے مریم کی طرف بھیجا تھا اور اس کی طرف سے ایک روح تھی تو خدا اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور یہ نہ کہو کہ تین (باپ۔ بیٹا۔ روح القدس) خدا ہیں۔ اس اعتقاد سے باز آؤ کہ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ خدا ہی معبود واحد ہے اور اس سے پاک ہے کہ اس کے اولاد ہو۔ جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے۔ اور خدا ہی کارساز کافی ہے۔ (سورہ نساء: آیت ۱۰)

اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کے دونوں گروہوں کے غلو پر مبنی نظریات کی وجہ سے ان کی مذمت فرمائی اور کہا: وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ۚ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ذَٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ... اور یہود کہتے ہیں کہ عزیر خدا کے بیٹے ہیں اور عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح خدا کے بیٹے ہیں۔ یہ ان کے منہ کی باتیں ہیں۔ (سورہ توبہ: آیت ۳۰)

مؤلف عرض کرتا ہے کہ اس موضوع سے متعلق اور بھی بہت سی آیات قرآن کریم میں موجود ہیں لیکن ہم ان ہی آیات پر اکتفا کرتے ہیں۔

۱۴۔ لوگوں کو گمراہ کرنا

لوگوں کو گمراہ کرنا بہت بڑا گناہ کبیرہ ہے۔ جو کسی کو گمراہ کرے اس کی توبہ اس وقت تک قبول نہیں ہوتی جب تک گمراہ ہونے والے کو راہ راست پر نہ لے آئے۔

سورہ نحل آیت ۲۵ میں ہے: لِيَسْخَبُوا أَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمِنْ أَوْزَارِ الَّذِينَ يُضِلُّونَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ أَلَا سَاءَ مَا يَزُرُونَ ○ وہ اپنے گناہوں کا بوجھ قیامت کے دن خود اٹھائیں گے اور جن لوگوں کو لاعلمی کی وجہ سے گمراہ کر رہے ہیں یہ ان کا بوجھ بھی اٹھائیں گے۔ کتنا ہی برا بوجھ ہے جسے یہ اٹھائے ہوئے ہوں گے۔

امام محمد باقر علیہ السلام کا فرمان ہے: جو لوگوں کے لیے گمراہی کا دروازہ کھولے اور لوگوں کو دین سے منحرف ہونے کی دعوت دے تو لوگ منحرف ہو کر جتنے بھی گناہ کریں گے وہ گناہ خود ان لوگوں کے نامہ اعمال کے ساتھ ساتھ گمراہ کرنے والے کے نامہ اعمال میں بھی لکھے جائیں گے اور اگر کوئی شخص لوگوں کو ہدایت دے تو ہدایت کا ثواب اس کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا اور جن لوگوں کو اس نے ہدایت کی ہوگی ان کی نیکیوں کا ثواب ان کے نامہ اعمال کے علاوہ ہدایت کرنے والے کے نامہ اعمال میں بھی لکھا جائے گا۔ (کافی ج ۱، ص ۳۵)

امام جعفر صادق علیہ السلام مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ (سورہ مائدہ: آیت ۳۲) کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اگر ایک انسان دوسرے انسان کو گمراہی سے نکال کر راہ ہدایت پر لے آئے تو یہ انسان اس انسان کی طرح ہے جس نے اس کی زندگی بچائی ہو اور ایک انسان کی زندگی بچانے والے کا مرتبہ اتنا بلند ہے کہ گویا اس نے تمام انسانوں کی جان بچائی ہو۔ اور جو کسی انسان کو گمراہ کرے تو گویا اس نے اس انسان کو قتل کیا ہے اور ایک انسان کا قتل تمام انسانیت کے قتل کے مترادف ہے۔ (بحار الانوار ج ۲، ص ۲۰)

حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو کوئی گمراہی کی طرف بلائے تو جب تک وہ اپنی دعوت سے باز نہ آئے اس وقت تک وہ خدا کے غضب میں رہتا ہے۔

امام حسن عسکری علیہ السلام کا فرمان ہے: الْأَضْلَالُ أَغْظَمُ مِنَ الْقَتْلِ۔ لوگوں کو گمراہ کرنا قتل کرنے سے بڑا جرم ہے۔ (بحار الانوار ج ۲، ص ۳۱۶)

یہاں ہم واضح کرنا چاہتے ہیں کہ گمراہ کن کتابوں کو پڑھنا، خریدنا یا بیچنا اور ان کو چھاپنا بھی حرام ہے اور یہ عمل گمراہی پھیلانے کے زمرے میں آتا ہے۔

خدا کے گمراہ کرنے کا مفہوم

قرآن کریم میں بعض مقامات پر گمراہی کی نسبت خدا کی طرف دی گئی ہے اور يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا (سورہ بقرہ: آیت ۲۶) جیسے کلمات دکھائی دیتے ہیں۔ علامہ مجلسی نے ان آیات کے متعلق یہ لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ فاسقین، کافرین، ظالمین اور نافرمانی کرنے والوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیتا ہے اور وہ گمراہی میں پختہ تر ہوتے رہتے ہیں۔ خدا کسی پر ظلم نہیں کرتا بلکہ جو جس چیز کے لائق دکھائی دیتا ہے اسے وہی مقام عطا کرتا ہے اور جو رحمت کا مستحق ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر رحمت فرماتا ہے اور جو غضب کے لائق ہو اس پر اپنا غضب نازل کرتا ہے۔^۱

لوگوں کو ہدایت کرنے کی جزا

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو حاکم بنا کر یمن بھیجا تو ان سے فرمایا: اے علی! کسی سے اس وقت تک جنگ نہ کرنا جب اسے اسلام اور قبول حق کی دعوت نہ دے دو۔ خدا کی قسم! اگر تمہارے ہاتھ سے ایک شخص بھی ہدایت پا جائے تو یہ ہر چیز سے بہتر ہے اور یہ درحقیقت ایسا ہوگا جیسے تم نے اسے آزاد کر دیا۔ (کافی ج ۵، ص ۳۶)

ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ جب امیرالمؤمنین علیہ السلام نے جنگ صفین کے دوران ”رقہ“ کے قریب پڑاؤ کیا تو لشکر معاویہ نے دریا کے گھاٹ پر قبضہ کیا ہوا تھا۔ آپ نے شدید جنگ کے بعد معاویہ کے لشکر کو وہاں سے دھکیل دیا اور گھاٹ کا قبضہ چھڑا لیا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اہل شام کو بھی پانی لینے کی اجازت ہے چنانچہ دونوں لشکر ایک ہی گھاٹ سے پانی بھرنے لگے۔ آپ نے کچھ دن تک خاموشی اختیار کئے رکھی اور معاویہ کو کوئی پیغام نہ بھیجا اور نہ ہی معاویہ نے آپ کے پاس کوئی پیغام بھیجا۔ حضرت علیؑ کے ساتھیوں نے آپ سے کہا: مولا! ہم اپنے بیوی بچوں کو کوفہ و عراق میں چھوڑ کر بلاد شام کو اپنا وطن بنانے تو نہیں آئے؟ آپ ہمیں جنگ کی اجازت دیں۔ آپ کی خاموشی کی وجہ سے لوگ باتیں بنانے لگے ہیں۔

آپ نے پوچھا کہ لوگ کیا باتیں بنا رہے ہیں؟

کہنے والوں نے کہا کہ کچھ لوگ کہہ رہے ہیں کہ آپ موت سے ڈر کر جنگ نہیں کر رہے اور کچھ لوگ کہہ رہے ہیں کہ آپ کو اہل شام سے جنگ کرنے میں تامل ہے۔

امیرالمؤمنین علیہ السلام نے فرمایا: میں جنگ سے گھبرانے والا تھا ہی کب؟ میں بچپن اور جوانی میں جنگوں کا مشتاق رہا ہوں۔ اب جبکہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں اور زندگی کا طویل عرصہ گزار کر چکا ہوں موت سے

۱۔ ہدایت اور گمراہی خدا کے ہاتھ میں ہے کی تفصیل کے لیے دیکھئے آیت اللہ ناصر مکارم شیرازی کی کتاب اصول عقائد صفحہ ۱۱۳ مطبوعہ مجمع علمی اسلامی۔

کیوں ڈروں گا؟ اور جہاں تک اہل شام سے جنگ کرنے میں تردد کی بات ہے اگر مجھے شک کرنا ہوتا تو میں اہل بصرہ کے متعلق شک کرتا۔ میں نے اس معاملے کو اچھی طرح سے چھان پھٹک کر دیکھا ہے۔ میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اگر میں نے ان سے جنگ نہ کی تو خدا اور اس کے رسول کا نافرمان قرار پاؤں گا۔ میں ان لوگوں کو اس لیے ڈھیل دے رہا ہوں کہ شاید یہ لوگ راہ راست پر آجائیں یا ان میں سے ایک گروہ راہ راست پر آجائے۔ خیر کے دن اللہ کے رسول نے مجھ سے فرمایا تھا کہ ”اگر تیرے ذریعے خدا کسی ایک انسان کو ہدایت دیدے تو یہ تیرے لیے اس سلطنت سے بہتر ہوگا جس پر سورج طلوع ہوتا ہے۔“ (شرح نوح البلاغہ ج ۲، ص ۱۳)

ایک شخص نے رسول اکرم سے درخواست کی کہ مجھے نصیحت فرمائیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا (نہ ذات میں نہ افعال میں نہ صفات میں نہ عبادت میں نہ اطاعت میں) اس کے بعد آپ نے اسے کچھ مزید نصیحتیں کیں۔ پھر فرمایا کہ میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ لوگوں کو اسلام کی طرف بلاؤ اور ہر ہدایت پانے والے کے عوض خدا تجھے اولاد یعقوب کے ایک فرد کی آزادی کا ثواب عطا کرے گا۔ (وسائل الشیخہ ج ۱۱، ص ۴۳۸)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص بھی کلمہ حق کہے اور سننے والا اس پر عمل کرے تو کلمہ خیر کہنے والے کو بھی عمل کرنے والے کے برابر ثواب دیا جائے گا جبکہ عمل کرنے والے کے ثواب میں بھی کوئی کمی واقع نہ ہوگی اور جو شخص کلمہ باطل کہے اور کوئی اس پر عمل کرے تو عمل کرنے والے کے گناہ کے برابر کلمہ باطل کہنے والے کو بھی گناہ ہوگا جبکہ عمل کرنے والے کے گناہ میں بھی کوئی کمی واقع نہ ہوگی۔ (بحار الانوار ج ۲، ص ۱۹)

امام حسن عسکری علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میرے والد امام علی نقی علیہ السلام فرماتے تھے کہ جب ہمارے قائم کی غیبت ہوگی تو ان کے غیبت میں چلے جانے کے بعد ایسے علماء موجود ہوں گے جو لوگوں کو ان کی امامت کے عقیدے کی دعوت دیں گے اور ان کے متعلق لوگوں کی رہنمائی کریں گے اور خدائی دلائل کے اسلحہ سے مسلح ہو کر دین کی محافظت کریں گے اور خدا کے کمزور بندوں کو ابلیس اور ناصیبوں کے جال میں پھنسنے سے بچائیں گے۔ اگر ایسے علماء نہ ہوتے تو لوگ اللہ کے دین کو چھوڑ کر مرتد ہو جاتے۔ یہی وہ علماء ہیں جو کمزور شیعوں کے دلوں کی ڈور کو یوں پکڑے ہوئے ہیں جیسا کہ ایک ملاح کشتی کی رسی پکڑ کر اسے ساحل پر لے آتا ہے۔ یہی لوگ اللہ کے ہاں دوسروں سے افضل ہوں گے۔

۱۵۔ گمراہ افراد کی پیروی

ظالموں، گمراہوں اور گمراہ کرنے والوں کی تائید کرنا حرام ہے۔ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ جو شخص کسی ظالم کے ظلم پر راضی ہو اور ظالم کی بقا کا متمنی ہو تو وہ بھی ظلم میں اس کے ساتھ شریک ہے۔ ہر مسلمان پر واجب

ہے کہ وہ ظالم سے کنارہ کشی اختیار کرے اور اگر اس کے پاس طاقت ہو تو ظالم کی اصلاح اور رہنمائی کرے۔ اہل ظلم کی پیروی کرنا نہ صرف حرام ہے بلکہ اس کے جرم میں شرکت کے مترادف ہے البتہ تقیہ کے موارد اس سے مستثنیٰ ہیں۔ قرآن وحدیث میں ظالموں کی مدد اور پیروی کرنے سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اہل ظلم و ستم کے پیروکاروں کو چند اصناف میں تقسیم کیا ہے:

- ۱۔ شیطان اور اس کے پیروکار۔
- ۲۔ طاغوت (ظالم حکمران) اور ان کے پیروکار۔
- ۳۔ مدعیان باطل اور ان کے پیروکار۔
- ۴۔ مکتب اہلبیت سے منحرف افراد اور ان کے پیروکار۔
- ۵۔ نفس امارہ کی پیروی کرنے والے۔

یہ بھی ممکن ہے کہ کسی شخص کے ایک عمل میں مذکورہ تمام عوامل موجود ہوں۔ مقصد یہ ہے کہ کوئی شخص ایسا فعل بجالائے جس کا تعلق مذکورہ بالا پانچوں اقسام سے ہو۔

قرآن بتاتا ہے کہ ہر نبی کے زمانے میں اہل باطل کا ایک گروہ موجود تھا جو لوگوں کو باطل کی دعوت دیتا تھا۔ یہ اصول صرف گزشتہ انبیاء تک ہی نہیں رہا بلکہ خاتم الانبیاء کے دور میں بھی گمراہ کن گروہ موجود تھا۔ حسب ذیل آیات سے یہی مفہوم اخذ ہوتا ہے: وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ ۝ وَلِتَضَعِي إِلَيْهِ آفْسِدَةُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَلِيُقْتَلُوا مَا هُمْ مُقْتَرُونَ ۝ أَفَقِيْرًا لِلَّهِ ابْتِغَىٰ حِكْمًا وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتَابَ مُفَصَّلًا وَالَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْلَمُونَ أَنَّهُ مُنَزَّلٌ مِّن رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ۝ اسی طرح ہم نے شیطان (سیرت) انسانوں اور جنوں کو ہر نبی کا دشمن بنا دیا تھا۔ وہ دھوکا دینے کے لیے ایک دوسرے کے دل میں طمع کی باتیں ڈالتے رہتے تھے اور اگر تمہارا پروردگار چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے تو ان کو اور جو کچھ یہ افترا کرتے ہیں اسے چھوڑ دو۔ (وہ ایسے کام) اس لیے بھی کرتے تھے کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل ان کی باتوں پر مائل ہوں اور وہ انھیں پسند کریں اور جو کام وہ کرتے تھے وہی کرنے لگیں۔ (آپؐ کہہ دیجئے) کیا میں خدا کے سوا کوئی اور منصف تلاش کروں حالانکہ اس نے تمہاری طرف واضح المطالب کتاب بھیجی ہے اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب (تورات) دی ہے وہ جانتے ہیں کہ وہ تمہارے پروردگار کی طرف سے برحق نازل ہوئی ہے تو تم ہرگز شک کرنے والوں میں نہ ہونا۔ (سورۃ النعام: ۱۱۳ تا ۱۱۵)

اللہ نے تمام امتوں پر واجب کیا تھا کہ وہ انبیاء کے دشمنوں کی باتوں کو قبول نہ کریں اور صرف انبیاء کی باتوں کو سنیں اور ان پر عمل کریں۔ ورنہ وہ منحرف اور وہ اہل شک قرار پائیں گے۔

امت اسلامیہ کے انحراف کی طرف بھی اللہ نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے: وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَىٰ عَقْبَيْهِ فَلَنْ يَصُرَ اللَّهُ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ ○ محمدؐ تو صرف اللہ کے رسول ہیں۔ ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔ بھلا اگر یہ مر جائیں یا مارے جائیں تو تم اٹنے پاؤں پھر جاؤ گے؟ اور جو اٹنے پاؤں پھر جائے گا تو خدا کا کچھ نقصان نہیں کرے گا اور اللہ شکر گزاروں کو بڑا ثواب دے گا۔ (سورہ آل عمران: آیت ۱۴۳)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا سے اپنی امت کے انحراف کی شکایت کریں گے۔ قرآن میں ہے: وَقَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا ○ وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِمَّنَ الْمُجْرِمِينَ وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ هَادِيًا وَنَصِيرًا ○ رسولؐ (خدا کی بارگاہ میں) عرض کریں گے کہ اے میرے پروردگار! میری قوم نے تو اس قرآن کو چھوڑ دیا تھا اور اسی طرح ہم نے مجرموں میں سے ہر پیغمبر کا دشمن بنا دیا اور تمہارا پروردگار ہدایت دینے اور مدد کرنے کو کافی ہے۔ (سورہ فرقان: آیت ۳۰-۳۱)

قیامت کے دن منحرف افراد اپنے انحراف پر سخت شرمندہ ہوں گے مگر انہیں اس شرمندگی سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ سورہ فرقان آیت ۲۷ تا ۲۹ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَيَوْمَ يَعْصُ الظَّالِمُ عَلَىٰ يَدَيْهِ يَقُولُ يَا لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا ○ يَا وَيْلَتَىٰ لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا ○ لَقَدْ أَضَلَّنِي عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ إِذْ جَاءَ نَبِيٌّ ○ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِلْإِنْسَانِ خَذُولًا ○ اس دن ظالم اپنے ہاتھ چبائے گا اور کہے گا کہ کاش میں نے رسولؐ کا ساتھ دیا ہوتا ہائے میری کم نصیبی! کاش میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا۔ اس کے بہکائے میں آکر میں نے وہ نصیحت نہ مانی جو میرے پاس آئی تھی اور شیطان انسان کے لیے بے حد بے وقار نکلا۔

علی بن ابراہیم کی تفسیر قمی نیز روضہ کافی کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان آیات کا اشارہ امیر المومنین علیہ السلام کے سیاسی مخالفین کی طرف ہے۔

۱۶۔ بدشگونی اور نیک شگونی

بلاشبہ کائنات میں اللہ کے ارادے کے بغیر کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ ظاہری طور پر ہر تبدیلی کے پیچھے اس کے اسباب کار فرما ہوتے ہیں۔ ان اسباب میں کسی بھی معاشرے کی شائستگی یا فساد کا عمل دخل ہوتا ہے۔ چنانچہ اچھی اور بری تبدیلی انسانوں کی اچھائی یا برائی کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ایک اصول ہے کہ جب تک کوئی قوم اپنی نالائقی ثابت نہ کر دے اللہ تعالیٰ اس کی حالت نہیں بدلتا۔ ارشاد اقدس الہی ہے: إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا بِأَنفُسِهِمْ ○ اللہ کسی قوم کی اس وقت تک حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدل دے۔ (سورہ رعد: آیت ۱۱) اس کے برعکس لوگوں کی ایک بڑی تعداد تو ہم پرستی میں مبتلا دکھائی دیتی ہے۔ اس طرح کے لوگوں کے ساتھ اگر کوئی واقعہ پیش آجائے تو وہ اس کی توجیہ میں کہتے ہیں کہ فلاں شخص مل گیا تھا یا فلاں جانور منحوس تھا یا فلاں جانور بولا تھا جس کی وجہ سے یہ واقعہ پیش آیا ہے مثلاً اگر کوئی شخص سفر سے ناکام

واپس آئے تو کہتا ہے کہ بلی راستا کاٹ گئی تھی۔ شریعت ظاہرہ اس طرح کے اسباب کو تسلیم نہیں کرتی اور ان کو خرافات قرار دیتی ہے۔ شریعت کہتی ہے کہ ان چیزوں کی ہرگز پروا نہیں کرنا چاہیے۔

قرآن کریم نے بدشگونی اور بدفالی سے منع کیا ہے۔ قرآن کریم کہتا ہے کہ سابقہ امتوں کا یہ طریقہ تھا کہ ان پر جب بھی کوئی افتاد نوافی تو وہ انبیاء و صالحین کو اس کا سبب قرار دیتی اور کہتی کہ ان لوگوں کی نحوست نے ہم پر سایہ کیا ہوا ہے۔ سورہ مبارکہ لیس کی آیت ۱۸ میں ہے کہ بستی والوں نے انبیاء کی دعوت یہ کہہ کر ٹھکرا دی تھی کہ **إِنَّا نَطَّيْرُنَا بِكُمْ لَيْنٌ لَّمْ تَنْتَهُوا لَنَرُجُمَنَّكُمْ وَتِلْمَسُنَّكُمْ مِنَّا عَذَابٌ أَلِيمٌ** ○ ہم تم کو نامبارک دیکھتے ہیں۔ اگر تم اپنی تبلیغ سے باز نہ آؤ گے تو ہم تمہیں سنگسار کر دیں گے اور ہم تم کو دردناک سزا دیں گے۔

فرعون اور قوم فرعون کی بھی یہی روش تھی۔ قرآن میں ہے: **فَإِذَا جَاءَهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوا لَنَا هَذِهِ وَإِنْ تُصِيبُهُمْ سَيِّئَةٌ يَطَّيْرُوا بِمُوسَىٰ وَمَنْ مَعَهُ أَلَا إِنَّمَا طَّائِرُ هُمَ عِنْدَ اللَّهِ وَلَكِنْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ** ○ جب انہیں کوئی اچھائی پہنچتی تو کہتے تھے کہ ہم اسی کے مستحق ہیں اور جب کبھی ان پر برے دن آتے تو وہ موسیٰ اور اس کے ساتھیوں کو اپنے لیے فال بد ٹھہراتے تھے۔ حالانکہ ان کی فال بد تو اللہ کے پاس تھی مگر ان کی اکثریت بے علموں پر مشتمل تھی۔ (سورہ اعراف: آیت ۱۳۱)

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص بدفالی کا عقیدہ رکھتا ہے بدفالی اس پر اثر انداز ہوتی ہے اور جو ایسا عقیدہ نہ رکھتا ہو اس پر کوئی اثر مرتب نہیں ہوتا۔

بدفالی اور بدشگونی کے متعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

- (۱) **الطَّيْرَةُ شُرْكَ**. بدفالی اور بدشگونی خدا کے ساتھ شرک ہے۔
- (۲) **مَنْ رَذِيَتْهُ الطَّيْرَةُ عَنْ حَاجِبِهِ فَقَدْ أَشْرَكَ** جسے بدشگونی حاجت طلبی سے روک دے اس نے شرک کیا۔
- (۳) **مَنْ خَرَجَ وَيُرِيدُ سَفَرًا فَرَجَعَ مِنْ طَيْرٍ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أَنْزَلَ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ**. جو شخص سفر کا ارادہ کر کے گھر سے نکلے پھر کسی پرندے کی آواز سن کر بدشگونی کرتے ہوئے واپس آجائے تو اس نے ان تعلیمات کا انکار کیا ہے جو محمد پر نازل ہوئی ہیں۔

(۴) **لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَطَّيَّرَ وَلَا مَنْ تَطَّيَّرَ لَهُ ، أَوْ تَكَهَّنَ أَوْ تَكَهَّنَ لَهُ ، أَوْ سَحَرَ أَوْ سُحِرَ لَهُ**. وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو بدشگونی لے یا اس کے لیے بدشگونی لی جائے اور وہ بھی ہم میں سے نہیں جو کہانت کرے یا اس کے لیے کہانت کی جائے اور وہ بھی ہم میں سے نہیں ہے جو جادو کرے یا اس کے لیے جادو کیا جائے۔ (میزان الحکمة ج ۵، ص ۵۷۸ بحوالہ کنز العمال)

(۵) **كُفَّارَةُ الطَّيْرَةِ الْبُتُو كُفْلٌ**. بدشگونی کا کفارہ یہ ہے کہ انسان اس کی پروا نہ کرے اور خدا پر توکل کرے۔

(کافی ج ۷، ص ۱۹۷)

اسلام میں بدشگونی منع ہے جبکہ نیک فال لینا بہتر ہے۔ آنحضرت کے متعلق منقول ہے کہ آپ اکثر

نیک فال لیا کرتے تھے اور مصومین سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا نیک فال لیا کرو۔ اسے حاصل کر لو گے۔ (میزان الحکمة ج ۳، ۲۳۵۳۔ علامہ محمد حسین طباطبائی، تفسیر المیزان ج ۱۹، ص ۷۷)

بحار الانوار میں مرقوم ہے کہ نبی اکرم نیک فال کو پسند کرتے تھے اور بدشگونی سے نفرت کرتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی شخص نامانوس چیز دیکھے اور اس سے بدشگونی محسوس کرے تو وہ یہ کہے: اَللّٰهُمَّ لَا يُؤْتِي الْخَيْسَرَ اِلَّا اَنْتَ وَلَا يَنْدِفِعُ السِّبْتَاتِ اِلَّا اَنْتَ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِكَ۔ پروردگار! اچھائی تیری جانب سے ہی نصیب ہوتی ہے اور تکالیف کو تو ہی دور کرتا ہے تیرے علاوہ کوئی قوت و طاقت نہیں ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ بد فالی کو اگر تم اہمیت نہ دو گے تو کوئی اثر مرتب نہیں ہوگا اور اگر تم اس کو اہمیت دو گے تو اس کا اثر ہوگا۔

۱۷۔ لوگوں کے عقائد میں شکوک پیدا کرنا

لوگوں کے صحیح عقائد میں شکوک پیدا کرنا بدترین گناہ ہے اور یہ لوگوں کے نظریات سے خیانت اور ابلیس کی عملی مدد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی بہت سی آیات میں علمائے اہل کتاب کی اس روش کی شدید مذمت کی ہے۔ چنانچہ سورہ بقرہ آیت ۳۲ میں ارشاد خداوندی ہے: وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَانْتُمْ تَعْلَمُونَ ○ حق و باطل کو آپس میں مخلوط نہ کرو اور جان بوجھ کر حق کو مٹ چھپاؤ۔

سورہ آل عمران آیت ۷۵ میں ان کی مذمت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: يَا اَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَلْبِسُونَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَانْتُمْ تَعْلَمُونَ ○ اے اہل کتاب! تم حق کو باطل کے ساتھ کیوں ملاتے ہو اور جان بوجھ کر حق کو کیوں چھپاتے ہو؟ حالانکہ تم جانتے ہو۔

سورہ کہف آیت ۵۶ میں اسے کافروں کا فعل قرار دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَوَجَادِلِ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوا بِهِ الْحَقَّ كَافِرًا بِنِي بَابِلَ لَانَّهُمْ كَفَرُوا بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ○ کفر و منافقانہ گفتگو سے بھگڑا کرتے ہیں تاکہ اس سے حق کو ٹھسٹ دیں۔

سورہ مؤمن آیت ۵ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَاْلَاخِرَابِ مِنْ بَعْدِهِمْ وَهَمَّتْ كُلُّ اُمَّةٍ بِرَسُولِهِمْ لِيَاْخُذُوْهُ وَّجَادَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهٖ الْحَقَّ فَاَخَذْنَاهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ○ ان سے پہلے نوح کی قوم بھی جھٹلا چکی ہے اس کے بعد دوسرے بہت سے گروہوں نے بھی یہ کام کیا ہے۔ ہر قوم اپنے رسول پر جھبھی تاکہ اسے گرفتار کرے۔ ان سب نے باطل کے ہتھیاروں سے حق کو نیچا دکھانے کی کوشش کی مگر آخر کار میں نے ان کو پکڑ لیا پھر دیکھ لو کہ میری سزا کیسی سخت تھی؟

سورہ نحل آیت ۲۵ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: لِيَسْخَبَلُوا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمِنْ اَوْزَارِ الْاٰلِدَيْنِ يُضِلُّوْنَ نَهْمٌ بَغِيْرٍ عَلِيْمٌ ○ وہ یہ باتیں اس لیے کر رہے ہیں کہ قیامت کے دن اپنے بوجھ بھی پورے اٹھائیں اور ساتھ ساتھ کچھ ان لوگوں کے بوجھ بھی سمیٹیں جنہیں یہ برہنائے جہالت گمراہ کر رہے

ہیں دیکھ کیسا برا بوجھ ہے جسے یہ اٹھا رہے ہیں۔

سورہ مائدہ آیت ۳۲ میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ...مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا... جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کی سزا کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی کو زندگی بخشی اس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی بخش دی۔

آیت بالا کے ضمن امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: جو شخص کسی گمراہ شخص کو گمراہی سے نجات دے اور اسے ہدایت دے تو گویا اس شخص نے اسے زندگی بخشی ہے اور جو کسی مومن کو گمراہ کرے تو گویا اس نے اسے قتل کیا ہے۔

۱۸۔ خود ساختہ دین قائم کرنا اور اس کی سزا

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ صاحب بدعت اور بدخلق شخص کی توبہ قبول نہیں فرماتا۔ آنحضرتؐ سے اس کا سبب پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے دل میں بدعت اور بداخلاق کی محبت گھر کئے ہوئے ہوتی ہے۔ (بخاری الانوار ج ۱۱۰، ص ۷۸)

وسائل الشیعہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ پچھلے زمانے میں ایک شخص تھا اس نے حلال ذرائع سے رزق حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن اسے کامیابی حاصل نہ ہوئی پھر اس نے حرام ذرائع سے رزق تلاش کیا لیکن پھر بھی اسے خاطر خواہ کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ شیطان اس کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ اگر تو چاہے تو میں تجھے ایسا طریقہ بتا سکتا ہوں جس سے تیرے رزق میں اضافہ ہوگا اور لوگ تیری پیروی کرنے لگ جائیں گے؟

اس نے کہا: ہاں۔ مجھے بھی اسی چیز کی تلاش ہے۔

شیطان نے اس سے کہا کہ تو نیا دین بنا لے اور لوگوں کو اس کی دعوت دے۔ چنانچہ اس شخص نے نیا دین بنا کر لوگوں کو اس کی دعوت دینی شروع کی۔ کچھ ہی دنوں میں اس کے پاس دولت کے ڈھیر لگ گئے اور بہت سے لوگ اس کی پیروی کرنے لگے۔ کچھ دنوں کے بعد اس شخص نے اپنے آپ سے کہا کہ تو نے نیا دین بنا کر بڑا غضب ڈھایا ہے۔ اب تیری توبہ اسی صورت قبول ہو سکتی ہے کہ جن لوگوں کو تو نے بہکایا ہے ان کے سامنے اپنی غلطی کا اعتراف کر۔ ممکن ہے کہ اس طرح خدا تیرا گناہ بخش دے۔ یہ سوچ کر وہ شخص اپنے ماننے والوں کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ میں نے جھوٹ بولا تھا اور تمہیں گمراہ کیا تھا۔ جس دین کی میں نے دعوت دی تھی وہ میرا ساختہ پر داختہ تھا لہذا تم لوگ میری بتائی ہوئی باتوں پر نہ چلو اور حقیقی دین پر عمل کرو۔

پیردکاروں نے کہا: نہیں۔ تم نے بالکل سچ کہا تھا۔ ہم نے تمہاری پیروی کی تھی لیکن اب تمہیں اس

سچے دین میں شک ہوا ہے اور تم نے اس دین کو چھوڑ دیا ہے۔ ہم تو اپنے دین پر قائم ہیں۔
اس شخص نے دیوار میں ایک کیل ٹھوک کر اس کے ساتھ ایک زنجیر باندھ دی اور زنجیر کا دوسرا سر اپنے گلے میں باندھ دیا اور کہنے لگا کہ جب تک خدا میری توبہ قبول نہیں کرے گا اس وقت تک میں اپنے گلے سے زنجیر نہیں ہٹاؤں گا۔

خدا نے اس زمانے کے پیغمبر کی طرف وحی بھیجی کہ تم جا کر اس شخص سے کہو کہ خدا تم سے یہ کہہ رہا ہے: مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! اگر تو مجھے اتنا پکارے کہ پکارتے پکارتے تیرے جسم کے اعضاء ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں پھر بھی میں تیری دعا قبول نہیں کروں گا۔ ہاں جو لوگ تیرا خود ساختہ دین لے کر مر گئے ہیں انہیں واپس دنیا میں پلٹا دے تو پھر اور بات ہے (مقصد یہ ہے کہ تیری توبہ قابل قبول نہیں)۔

شیخ صدوق کی معانی الاخبار میں ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
جو کوئی بدعت ایجاد کرے یا بدعت ایجاد کرنے والے کو پناہ دے اس پر اللہ، ملائکہ اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔ قیامت کے دن اس سے کوئی نذیہ قبول نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی اس کی توبہ قبول ہوگی۔

۱۹۔ دین میں بدعت کرنا

دین میں کوئی ایسی نئی بات نکالنا جس سے اصول میں فرق پڑتا ہو بدعت کہلاتا ہے۔ بالفاظ دیگر بدعت وہ چیز ہے جو دین میں شامل نہ ہو اور اسے دین میں شامل کر دیا جائے یا کوئی چیز دین میں شامل ہو اور اسے دین سے نکال دیا جائے۔ اِفْخَالٌ مَا لَيْسَ فِي الدِّينِ فِي الدِّينِ وَ اِخْتِرَاجُ شَيْءٍ مِنَ الدِّينِ عَنِ الدِّينِ۔
اس عمل کو تشريع یعنی شریعت سازی بھی کہا جاتا ہے۔ دین ان تعلیمات کا مجموعہ ہے جس کے حدود اور احکام کو رسول اکرم اور ان کے برحق جانشینوں نے بیان کیا ہے لہذا ائمہ ہدیٰ کی توضیحات کو ہرگز بدعت نہیں کہا جاسکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ دین کے بیان کرنے والے اور احکام اسلام کی وضاحت کرنے والے اور دین کی حدود کے نگہبان تھے۔ قرآن کریم میں اجمالی احکام ہیں جبکہ ان کی تفصیل رسول خدا اور ائمہ ہدیٰ نے بیان کی ہے۔
حضرت رسول اکرم اور ائمہ ہدیٰ کے علاوہ کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ اسلامی احکام، عبادات و قوانین میں کسی چیز کو اپنی طرف سے داخل کرے یا دین کے کسی حکم کو اپنی صوابدید کے مطابق معطل کرے۔
اگر کوئی شخص ایسا کرتا ہے تو وہ بہت گنہگار ہے۔ علماء کا فرض ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے حقیقت بیان کریں اور بدعت کا خاتمہ کریں اور بدعت اختراع کرنے والے کی بھرپور مذمت اور مخالفت کریں۔ لوگوں کو بدعت سے آگاہ کریں اور بدعتی شخص سے انہیں نفرت دلائیں تاکہ عوام ان کی باتوں کے فریب میں نہ آئیں۔

حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مشہور حدیث ہے کہ اِذَا ظَهَرَتِ الْبِدْعُ فَعَلَى الْعَالَمِ اَنْ يُّظَهَرُ عِلْمُهُ وَالْاَفْعَالِيَةُ لَعْنَةُ اللّٰهِ... جب لوگوں میں بدعات پھیل جائیں تو عالم کا فرض ہے کہ وہ اپنے علم کا

اظہار کرے ورنہ اس پر خدا کی لعنت ہوگی۔ (کافی ج ۱، ص ۵۴)

بخاری الانوار میں ہے کہ کتاب الحاسن کی عبارت یہ ہے: إِذَا ظَهَرَتِ الْبِدْعَةُ فِي أُمَّتِي فَلْيُظْهِرِ الْعَالِمَ عِلْمَهُ فَإِنَّ لَمْ يَفْعَلْ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ...
اسی لیے علماء کا فرض ہے کہ وہ بدعات کی کھل کر مخالفت کریں تاکہ اللہ کی لعنت سے محفوظ رہ سکیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی بہت سی آیات میں اس عمل کی مذمت کی ہے اور اسے حرام اور ممنوع قرار دیا ہے اور بدعت پر در لوگوں کو کافر، فاسق، ظالم اور آخرت کے بدلے دنیا خریدنے والے افراد قرار دیا ہے۔ اس کی تکمیل بحث ”اللہ کے فرمان سے ہٹ کر فیصلہ کرنا“ کے عنوان سے آگے پیش کی جائے گی۔
معصومین نے بھی اس عمل کی شدید مذمت کی ہے۔

حضرت امیرالمومنین کا فرمان ہے: أَلْسُنُهُ مَا سَنَّ رَسُولُ اللَّهِ وَالْبِدْعَةُ مَا أُخْدِتْ مِنْ بَعْدِهِ.

(مستدرک الوسائل ج ۱، ص ۳۰۲۔ بخاری الانوار ج ۲، ص ۲۶۶)

مؤلف کہتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کا مقصود ایسے تمام امور بدعت ہیں جنہیں رسول اکرم کے بعد خلفاء نے اپنی طرف سے رائج کیا تھا۔ خلفاء میں سے خلیفہ ثانی کی ”اولیات“ بہت زیادہ ہیں اور مرد زمانہ کے ساتھ لوگ ان بدعات سے اتنے مانوس ہو گئے تھے کہ حضرت علیؑ اپنے دور خلافت میں انہیں ختم نہیں کر سکے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر میں خلیفہ ثانی کی اولیات پر پابندی عائد کروں تو میرا لشکر مجھے چھوڑ دے گا۔
علامہ سید شرف الدین نے خلفائے ملاحہ کے اجتہادات پر مشتمل کتاب النص والاجتہاد لکھی ہے۔ ہم نے بھی اپنی کتاب میزان الحق میں خلفاء کی بدعات کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔

عجیب بات یہ ہے کہ بدعات دوسروں نے پھیلائی لیکن علمائے اہلسنت شیعوں کو بدعتی ہونے کا طعنہ دیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ شیعہ وہی کچھ کہتے ہیں جو کچھ اہلبیتؑ نے کہا ہے اور رسول خداؐ نے اپنی احادیث سے ہم پر اہلبیتؑ کی پیروی واجب قرار دی ہے۔

کاش! کوئی صاحب انصاف ہوتا جو ان سے کہتا کہ کیا آپ کے بزرگوں نے بدعات اختراع نہیں کی تھیں؟ کیا آپ کے چار فقہی مذاہب کسی حدیث پر قائم ہوئے ہیں؟ اور مذاہب اربعہ کی فقہ جو کہ قیاس، رائے اور استحسان پر مبنی ہے کیا یہ فقہ حدیث پر مبنی ہے؟ اور کیا رسول خداؐ نے امت کو مذاہب اربعہ کے بانیان کی تقلید کا

۱۔ امام علیؑ نے اپنے خاص اصحاب کو خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا: اگر میں تحریقات کو دور کر کے اسلام کا اصلی حکم نافذ کروں تو جو لشکر میرے گرد جمع ہے وہ مجھ سے علیحدہ ہو جائے گا۔ خدا کی قسم! جب میں نے لوگوں سے کہا کہ رمضان میں فرض نمازوں کے سوا باقی نمازوں کے لئے جماعت نہ کرو کیونکہ نقلی نماز کی جماعت بدعت ہے تو کچھ سپاہی جو میرے گرد لڑتے ہیں، چیخ کر کہنے لگے کہ ”اے اہل اسلام! سنت عمرؓ کو بدلا جا رہا ہے۔ علیؑ ہمیں تراویح سے روک رہے ہیں۔“ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں میرے لشکر میں بغاوت ہی نہ پھیل جائے۔ (روضہ کافی ص ۵۸۔ سیوطی، تاریخ الخلفاء ص ۱۳۶) رضوانی

حکم صادر فرمایا تھا؟ جبکہ رسول خدا سے تو اتر کے ساتھ منقول ہے کہ آپ نے اپنی امت کو قرآن و اہلیت سے وابستہ رہنے کا حکم دیا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا تھا:

الْقُرْآنُ مَعَ عَلِيٍّ وَعَلِيٌّ مَعَ الْقُرْآنِ. قرآن علی کے ساتھ ہے اور علی قرآن کے ساتھ ہیں۔

(حاکم، مستدرک ج ۳، ص ۱۲۳)

مَنْ فَسَّرَ الْقُرْآنَ بِرَأْيِهِ فَقَدْ افترى عَلَى اللَّهِ الْكُذِبَ وَمَنْ افترى النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ لَعَنَهُ مَلَائِكَةُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ سَبِيلُهَا إِلَى النَّارِ. جس نے اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر کی تو اس نے خدا پر جھوٹ باندھا اور جو بھی علم کے بغیر لوگوں کو فتویٰ دے گا تو اس پر آسمان اور زمین کے فرشتے لعنت کریں گے۔ ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی کا راستا دوزخ ہے۔ (شیخ صدوق، اکمال الدین ص ۲۵۷)

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: لَا تَصْحَبُوا أَهْلَ الْبِدْعِ وَلَا تُجَالِسُوهُمْ فَيَصِيرُوا عِنْدَ النَّاسِ كَمَا وَجَدْتُمْ مِنْهُمْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ: الْمَرْءُ مَعَ دِينِ خَلِيلِهِ وَ قَرِينِهِ. بدعت کرنے والوں کو دوست نہ بناؤ اور ان کے ساتھ نہ بیٹھو ورنہ لوگ تمہیں بھی اسی جماعت کا ایک فرد سمجھیں گے۔ رسول خدا نے فرمایا ہے کہ انسان اپنے ساتھی کے دین پر ہوتا ہے۔ (کافی ج ۲، ص ۳۷۵)

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے: مَنْ اتى ذَا بَدْعَةٍ فَعَظَمَهُ فَإِنَّمَا سَعَى لِي هَذَا الْإِسْلَامِ. جو کسی بدعتی کے پاس جائے اور اس کی تعظیم کرے تو اس نے درحقیقت اسلام کو منہدم کرنے کی کوشش کی ہے۔

(مستدرک الوسائل ج ۱، ص ۳۰۳۔ بحار الانوار ج ۷، ص ۲۰۱۔ کتاب الحاسن ج ۱، ص ۲۰۸)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ بدعت کا ایجاد کرنا بھی گناہان کبیرہ میں شامل ہے۔ رسول اکرم نے فرمایا ہے کہ مَنْ تَبَسَّمَ فِي وَجْهِ مُبْدِعٍ فَقَدْ أَعَانَ عَلَيَّ هَذَا دِينِهِ. جو کسی بدعتی کو دیکھ کر اس کے سامنے مسکرائے اس نے اپنے دین کو منہدم کرنے میں مدد کی ہے۔ (بحار الانوار ج ۷، ص ۲۱۷)

بعض روایات میں آیا ہے کہ بدعتی کی توبہ قبول نہیں ہوتی۔

نص کے مقابلے پر اجتہاد

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد خلفاء نے نص کے مقابلے پر بہت سے اجتہاد کئے تھے جن کی تفصیل کے لیے ضخیم کتاب کی ضرورت ہے۔ ہم یہاں بطور نمونہ کچھ خود ساختہ اجتہادات کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ واضح رہے کہ ہم یہ سطور صرف اس لیے لکھ رہے ہیں کہ علمائے اہلسنت آج کل یہ دعویٰ کرتے نہیں تھکتے کہ ان کا مذہب قرآن و سنت پر قائم ہے اور شیعہ ایک بدعتی گروہ ہے۔ لہذا ہم اس غلط فہمی کو زائل کرنے کی غرض سے خلفاء کے چند اجتہادات پیش کرتے ہیں تاکہ قارئین کو معلوم ہو سکے کہ سنت کے پیروکار کون ہیں اور

بدعت نواز کون ہیں۔

اہلسنت کا ویسے تو پورا مذہب ہی بدعت کا مجسمہ ہے کیونکہ رسول خدا نے ان کے خلفاء و ائمہ کی خلافت و امامت کا اعلان نہیں کیا تھا اور نہ ہی آپ نے امت کو ان کی پیروی کا حکم دیا تھا۔

ذیل میں چند بدعات بیان کی جاتی ہیں :

(۱) اشعری مذہب کے امام قوشچی نے شرح تجرید میں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے برسبرمبر کہا تھا: فَلَائِكَ مَنَّا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ وَأَنَا أَنهَى وَأَحْرَمَهُنَّ وَأَعاقِبُ عَلَيْهِنَّ: مُتَعَةُ الْحَجِّ، وَ مُتَعَةُ النِّسَاءِ وَ حَتَّى عَلَى خَيْرِ الْعَمَلِ. تین باتیں رسول خدا کے عہد میں جائز تھیں۔ میں ان سے روک رہا ہوں اور ان کو حرام قرار دیتا ہوں اور جو ان تین باتوں پر عمل کرے گا میں اسے سزا دوں گا اور وہ باتیں جنہیں ممنوع کر رہا ہوں وہ یہ ہیں۔
متعة الحج (حج تمتع) ، متعة النساء اور حمی علی خیر العمل۔

ہمیں سخت تعجب ہے کہ خلیفہ نے کیسے اعلان کیا کہ یہ تین چیزیں زمانہ رسولؐ میں حلال تھیں اور میں ان کو حرام قرار دیتا ہوں اور جو کوئی ان پر عمل کرے گا اسے سزا دوں گا۔ سوال یہ ہے کہ کیا خلیفہ صاحب رسول تھے؟ کیا اللہ نے مذکورہ احکام کے منسوخ ہونے کی ان پر وحی فرمائی تھی؟! اس سے زیادہ تعجب ان کے پیروکاروں پر ہے جو ان کے خلاف شریعت فیصلوں کو آج بھی دین کا حصہ تسلیم کرتے ہیں اور مخالفت رسولؐ کو اجتہاد کے دامن میں چھپانے کی کوششیں کئے جا رہے ہیں۔

(۲) خلیفہ ثانی نے اپنے دور حکومت میں اذان فجر میں الصلاة خیر من النوم کا جملہ بڑھا دیا تھا۔ مؤطا مالک

۱۔ مفتی فیصل خورشید جاپان والا اپنی کتاب غامدی صاحب علماء کمی نظر میں مطبوعہ اگست ۲۰۰۸ء کے صفحہ ۱۳۰ پر سنت کی بحث کے ذیل میں لکھتے ہیں: بخاری نے مروان بن حکم سے یہ روایت کی ہے کہ مروان نے کہا: ”میں حضرت علیؓ و حضرت عثمانؓ کے ساتھ موجود تھا (حج کے موقع پر) مکہ و مدینہ کے درمیان اور حضرت عثمانؓ لوگوں کو حج تمتع (کی نیت کرنے) سے منع کر رہے تھے کہ دونوں کو ایک ساتھ حج نہ کیا جائے۔ جب حضرت علیؓ نے یہ دیکھا تو دونوں کی نیت ایک ساتھ کی اور کہا: ”لبیک بحجۃ و عمرۃ“ (حج تمتع کی نیت باندھنے کا جو عام معروف طریقہ ہے) ”اے اللہ میں حاضر ہوتا ہوں حج و عمرہ دونوں کی نیت کے ساتھ۔“ تو حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ میں لوگوں کو ایک چیز سے منع کر رہا ہوں اور آپ اسے اپنا رہے ہیں۔ حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ ”لوگوں میں سے کسی کی بات کی وجہ سے میں رسول اللہ ﷺ کی سنت کو نہیں چھوڑ سکتا۔“

بخاری، باب التَّمَتُّعِ وَالْإِقْرَانِ میں یہ روایت یوں ہے: ...عَنْ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ قَالَ سَمِعْتُ عُثْمَانَ وَعَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا وَعُثْمَانَ يَنْهَى عَنِ التَّمَتُّعِ وَأَنْ يُجْمَعَ بَيْنَهُمَا فَلَمَّا رَأَى عَلِيٌّ أَهْلَهُمَا بِيَهْمَا لَيْبِكَ بِعُمْرَةٍ وَحَجَّةٍ قَالَ مَا كُنْتُ لِأَدْعَ سُنَّةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِقَوْلِ أَحَدٍ. (مطبوعہ عالم الکتب، بیروت، ۲۰۰۷ء)

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمانؓ بھی اپنے عہد خلافت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے سے لوگوں کو روکتے تھے جبکہ حضرت علیؓ صرف سنت رسولؐ پر عمل کرتے تھے۔ (رضوانی)

میں مرقوم ہے کہ مؤذن انہیں جگانے کے لیے ان کے دروازے پر آیا اور اس نے الصلاة خیر من النوم کہا۔ خلیفہ کو یہ الفاظ پسند آئے اور انہوں نے حکم دیا کہ آئندہ ان کلمات کو اذان میں کہا کرے حالانکہ یہ جملہ رسول خدا کے زمانے میں اور حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں رائج نہیں تھا اور خود حضرت عمرؓ کی خلافت کے ابتدائی سالوں میں بھی یہ جملہ موجود نہیں تھا۔

اذان و اقامت کے جملے زمانہ پیغمبری میں بیان کر دیئے گئے تھے۔ چنانچہ مسائل الشیعہ میں مرقوم ہے کہ جبریل امینؑ آنحضرت کی خدمت اقدس میں اذان و اقامت لے کر حاضر ہوئے۔ آنحضرت نے وہ کلمات حضرت علیؑ کو یاد کرائے اور انہیں حکم دیا کہ وہ یہ کلمات حضرت بلالؓ کو یاد کرائیں اور انہیں مؤذن مقرر کریں۔ جبریل امینؑ نے اذان و اقامت کے وہی کلمات بیان کئے تھے جو آج شیعہ اذان اور اقامت میں کہتے ہیں۔^۱

حضرت عمرؓ نے اذان فجر میں الصلاة خیر من النوم کے جملے کا اضافہ کیا اور حی علی خیر العمل کا جملہ اذان سے یہ کہہ کر نکال دیا کہ لوگ جب نماز کو بہترین، عبادت سمجھیں گے تو جہاد پر کوئی نہیں جائے گا۔

(النص والاجتهاد ص ۱۸۸ کا خلاصہ۔ محمد سالم عزان، کتاب حی علی خیر العمل ص ۳۵)

(۳) اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں طلاق کے اصول بیان فرمائے ہیں: **الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَمَا نَسَاكَ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٍ بِإِحْسَانٍ طَلِاقٌ دَوَّارٌ**۔ (یعنی جب دو دفعہ طلاق دیدی جائے تو) پھر بیوی کو بطریق شائستہ شوہر اپنے پاس روک لے یا اچھے انداز سے رخصت کر دے۔ (سورہ بقرہ: آیت ۲۲۹)

مقصد یہ ہے کہ تین طلاقیں ضروری ہیں اور ہر طلاق کے درمیان ایک طہر کا فاصلہ ہونا چاہیے۔ شوہر چاہے تو پہلی اور دوسری طلاق دینے کے بعد اپنی بیوی سے رجوع کر سکتا ہے۔ اگر وہ دو بار طلاق دینے کے بعد رجوع کرے (جیسا کہ قرآن نے کہا ہے) تو وہ اس پر حلال ہے۔ اگر شوہر رجوع کر لینے کے بعد اب تیسری بار طلاق دے گا تو وہ عورت اس پر حرام ہوگی اور تب تک حلال نہ ہوگی جب تک وہ عورت دوسرے مرد سے شادی نہ کر لے۔

رسول اکرمؐ، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی خلافت کے ابتدائی ایام میں طلاق کا یہی طریق کار تھا۔ پھر جب حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ لوگ ایک ہی نشست میں ایک ارادے کے ساتھ تین طلاقیں دینے لگے ہیں تو انہوں نے اس بات کو جو وہ کر رہے تھے ان پر لازم کر دیا اور کہا کہ جو کوئی ایک ہی نشست میں اپنی بیوی کو تین

۱۔ اذان کے اٹھارہ اور اقامت کے سترہ جملے ہیں **أَشْهَدُ أَنْ عِبَادًا وَلِيُّ اللَّهِ اذَانٌ** اور اقامت کا جزد نہیں ہے۔ (توضیح المسائل)

اسی لیے دیانتداری سے کام لیتے ہوئے شیعہ مؤذن اذان اور اقامت میں شہادت خالص کے لیے **أَشْهَدُ أَنْ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ وَإِسَامَ الْمُتَّقِينَ عَلِيًّا وَلِيُّ اللَّهِ يَأْشْهَدُ أَنْ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلِيًّا وَأَوْلَادَهُ الْمَعْصُومِينَ حُجَّجَ اللَّهُ** اور **أَشْهَدُ أَنْ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ وَإِمَامَ الْمُتَّقِينَ عَلِيًّا وَلِيُّ اللَّهِ وَوَسِيُّ رَسُولِ اللَّهِ وَخَلِيفَتُهُ بِلَا فَضْلِ** جیسے مختلف الفاظ جملے کہتا ہے جو خود اس بات کی دلیل ہے کہ یہ جملے اذان اور اقامت کا جزد نہیں ہیں کیونکہ تشریح میں کی بیشی یا رد و بدل نہیں ہو سکتا۔ (رضوانی)

طلاق دے گا اس کی تین طلاقیں شمار ہوں گی اور بیوی اس پر حرام ہو جائے گی۔ پھر جب تک حلالہ نہ ہو وہ عورت پہلے مرد کے لیے حرام ہوگی۔

اس وقت اہلسنت حضرت عمرؓ کی متعارف کردہ طلاق کو طلاق بائن کا درجہ دیتے ہیں جو کہ قرآن و سنت کی نص کے صریحاً خلاف ہے۔

(۴) خلیفہ ثانی نے ایک عجیب و غریب اجتہاد یہ کیا کہ نوافل رمضان کی جماعت شروع کرا دی جبکہ رسول خداؐ کے دور میں یہ جماعت نہیں ہوتی تھی۔ خلیفہ اول کے زمانے میں بھی مسلمان رمضان کے نوافل انفرادی طور پر ہی پڑھا کرتے تھے لیکن حضرت عمرؓ نے مستحب نماز میں جماعت شروع کرا دی جبکہ مستحب نماز کو جماعت کے ساتھ پڑھنا ممنوع اور حرام ہے۔

اس واقعے کی ابتدا یوں ہوئی کہ ماہ رمضان کی ایک رات انھوں نے دیکھا کہ بہت سے مسلمان مسجد نبوی میں نوافل ادا کر رہے تھے۔ کوئی قیام میں تھا اور کوئی رکوع اور کوئی سجدہ کر رہا تھا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ نوافل رمضان کو جماعت سے پڑھا جائے۔ انھوں نے تمام اسلامی شہروں میں اس کا حکم بھیجا اور مدینہ میں دو افراد کو امامت کے لیے مقرر کیا۔

حضرت عمرؓ نے خود اسے ”بدعت“ سے تعبیر کیا تھا۔ جب ان کے حکم کے مطابق ابی بن کعب نے نوافل رمضان کی جماعت شروع کرائی اور خلیفہ نے لوگوں کا یہ منظر دیکھا تو کہا تھا: نَعَمَ الْبِدْعَةُ هَذِهِ۔ یہ بہت اچھی بدعت ہے۔ (شہرستانی، کتاب وضوء النبیؐ ج ۲، ص ۱۷۲)

یہ بدعت حسنہ تراویح کے نام سے اہلسنت میں رائج ہے۔

علامہ سید شرف الدین عالمی اپنی کتاب النص والاجتہاد میں رقمطراز ہیں:

صحیح بخاری میں عبدالرحمن بن عبدالقاری سے منقول ہے کہ ماہ رمضان کی ایک رات میں حضرت عمرؓ کے ساتھ مسجد میں گیا۔ انھوں نے دیکھا کہ لوگ جدا جدا نماز پڑھنے میں مصروف ہیں۔ انھوں نے کہا کہ میں سوچ رہا ہوں کہ اگر ان لوگوں کو ایک امام کے پیچھے کھڑا کر دوں تو یہ بہتر ہوگا۔ پھر انھوں نے ابی بن کعب کو حکم دیا کہ لوگوں کی جماعت کرائیں۔

راوی کہتا ہے کہ جب اس فرمان پر عمل ہونے لگا تو میں ایک اور رات ان کے ساتھ مسجد گیا جب حضرت عمرؓ نے لوگوں کو ایک امام کے پیچھے کھڑا دیکھا تو بہت خوش ہوئے اور کہا کہ ”یہ اچھی بدعت ہے جسے میں نے رواج دیا ہے۔“

قطرانی شرح بخاری میں نَعَمَ الْبِدْعَةُ هَذِهِ کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے اسے بدعت اس لیے کہا تھا کہ رسول خداؐ کی حیات طیبہ میں نوافل کی جماعت نہیں تھی اور کوئی بھی شخص نوافل رمضان کو جماعت سے ادا نہیں کرتا تھا۔ حد یہ ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کے عہد میں بھی جماعت کا رواج نہیں تھا۔ نوافل رمضان کی

جماعت کا پہلے رواج نہیں تھا اور اس کی رکعات کی مقدار بھی نہیں تھی۔

(۵) نماز جنازہ میں چار تکبیرات کو رواج دینا۔ رسول اکرم نماز جنازہ میں پانچ تکبیریں کہتے تھے جبکہ حضرت عمرؓ نے چار تکبیروں کو رواج دیا۔

احمد بن حنبل اپنی مسند میں رقمطراز ہیں کہ عبدالاعلیٰ کا بیان ہے کہ میں نے صحابی رسولؐ زید بن ارقم کے پیچھے نماز جنازہ پڑھی۔ انھوں نے نماز میں پانچ تکبیریں کہیں۔ عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ اٹھے اور اس کو ہاتھ سے پکڑ کر کہا کہ کیا تم (عمرؓ کے فرمان کو) بھول گئے ہو؟

انھوں نے کہا کہ نہیں، میں نے اپنے غلیل ابو القاسم کے پیچھے نماز جنازہ پڑھی تھی انھوں نے پانچ تکبیریں کہی تھیں۔ میں آنحضرتؐ کے طریقے کو کبھی نہیں چھوڑوں گا۔ (مسند احمد بن حنبل ج ۴، ص ۳۷۰)

(۶) حضرت عمرؓ نے وراثت کی تقسیم میں ”عول“ اور ”تصیب“ کو رواج دیا تھا جبکہ قرآن کریم میں وراثت کے چھ سہام لے مقرر ہیں اور ہر وارث کے لیے علیحدہ علیحدہ حصہ مقرر کیا گیا ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام کا فرمان ہے کہ امیرالمومنینؑ فرمایا کرتے تھے کہ جو ذات صحرائے عاج کی ریت کے ذرات کی تعداد کو جانتی ہے اسے یہ بھی معلوم ہے کہ سہام چھ سے زیادہ نہیں ہیں۔ کاش لوگوں کو ان کے انطباق کا علم ہوتا۔ (کافی ج ۷، ص ۷۹)

میراث کی تقسیم میں جس انحراف کو رواج دیا گیا اسے عول (کی بیشی) کہتے ہیں۔ عول اس وقت ہوتا ہے جب میت کا ترکہ ذوی السہام (وارثوں) کے حصے سے کم پڑ جائے مثلاً اگر ایک شادی شدہ عورت مر جائے اور وہ بے اولاد ہو اور وارثوں میں شوہر اور دو بہنوں کو چھوڑ کر مرے تو شوہر کو اس کے ترکے میں سے نصف حصہ دیا جائے گا۔ جائیداد کے چھ سہام تصور کر کے تین سہام شوہر کو دیئے جائیں گے اور دو بہنوں کو جہاں چار سہام ملنے تھے وہاں انھیں تین سہام دیئے جائیں گے جسے وہ آپس میں برابر تقسیم کریں گی۔ اہلسنت کہتے ہیں کہ یہاں شوہر کو میراث کم دی جائے تاکہ دو بہنوں کو چار حصے دیئے جائیں۔ یہ تقسیم سراسر غلط ہے کیونکہ قرآن نے شوہر کو اس کی بے اولاد بیوی کے ترکے سے نصف ترکے کا وارث قرار دیا ہے۔ بقیہ حصہ خواہ کم ہو یا زیادہ اسے بہنوں میں تقسیم کیا جائے گا۔

حضرت عمرؓ اس مسئلے میں سخت متحیر تھے اور انھیں اس کا حل معلوم نہیں تھا۔ انھوں نے تمام وارثوں کے حصے میں کمی کر دی تھی جبکہ میاں بیوی کا جو حصہ اولاد ہونے یا نہ ہونے کی صورت میں بیان کیا گیا ہے اس میں کمی نہیں کی جاسکتی۔ البتہ دوسرے وارثوں کے حصوں میں کمی بیشی کی جاسکتی ہے۔

قرآن و سنت سے حضرت عمرؓ کے فارمولے کی تائید نہیں ہوتی لہذا عول بدعت اور حرام ہے۔ اگر میت کا ترکہ صاحبان سہام سے زیادہ ہو تو اہلیت کا نظریہ یہ ہے کہ میراث کا زائد حصہ سہام کے مطابق تمام وارثوں

۱۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: علامہ ہاشم معروف حسنی کی کتاب تاریخ فقہ جعفری مطبوعہ جامعہ تعلیمات اسلامی پاکستان۔

میں تقسیم کیا جائے گا جبکہ اہلسنت نے یہاں بھی غلطی کی ہے اور کہا ہے کہ اضافی حصہ پدری رشتے داروں میں تقسیم کیا جائے گا۔ اسے فقہی اصطلاح میں تعصیب کہتے ہیں جبکہ تعصیب بھی عول کی طرح بدعت و حرام ہے۔

مؤلف کہتا ہے کہ میراث کے متعلق خلفاء کی بیشار غلطیاں ہیں لیکن ہم اتنے پر ہی اکتفاء کرتے ہیں۔

(۷) حضرت عمرؓ نے مقام ابراہیم کو بدل دیا تھا۔ مقام ابراہیم صحن کعبہ میں نصب شدہ وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت خلیل اللہ نے بیت اللہ کی تعمیر کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: **وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى** حاجیوں کو چاہیے کہ نماز طواف مقام ابراہیم کے پیچھے پڑھیں۔ (سورہ بقرہ: آیت ۱۲۵)

حضرت ابراہیمؑ نے اس پتھر کو بیت اللہ کے کنارے نصب کیا تھا لیکن حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کے بعد لوگوں نے اس پتھر کو ہٹا کر وہاں نصب کیا جہاں آج یہ نصب ہے۔

حضرت رسول اکرمؐ نے فتح مکہ کے بعد اس پتھر کو وہاں سے ہٹا کر بیت اللہ کے ساتھ نصب کیا تھا لیکن کچھ عرصے میں حضرت عمرؓ نے جب خانہ کعبہ کی توسیع کی تو اسے وہاں سے ہٹا کر دوبارہ اس جگہ نصب کر دیا جہاں زمانہ جاہلیت میں نصب تھا۔

تاریخ خلفاء صفحہ ۵۳۔ طبقات ابن سعد جلد ۳، صفحہ ۲۰۲۔ شرح نبع البلاغ، ابن ابی الحدید جلد ۳، صفحہ ۱۱۳۔ دیمیری نے کتاب حیات النبی ان میں مادہ الدبک اور ابن جوزی نے تاریخ عمرؓ کے صفحہ ۶۰ پر لکھا ہے:

کچھ عرصے میں حضرت عمرؓ نے مسجد الحرام میں توسیع کی اور بہت سے قرعہ گھر گرا کر حرم میں شامل کئے۔ لوگ اپنے مکان بیچنے پر راضی نہیں تھے۔ حضرت عمرؓ نے جبراً انھیں ان کے گھروں سے بے دخل کیا اور انھیں ان کے گھروں کی قیمت دی لیکن لوگوں نے قیمت لینے سے انکار کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے وہ رقم بیت المال میں جمع کرادی۔ کچھ دنوں کے بعد لوگوں نے ناچار بیت المال سے اپنی رقم وصول کر لیں۔ (النص والاجتہاد ص ۲۳۳)

(۸) حضرت عمرؓ نے اپنے دور میں میت پر رشتے داروں کے گریہ و بکا کو بھی ممنوع اور حرام قرار دیا تھا۔ وہ کہتے تھے کہ رونے سے مردوں پر عذاب ہوتا ہے۔

علامہ سید شرف الدین عالی اپنی کتاب النص والاجتہاد میں فرماتے ہیں:

دوستوں، بھائیوں اور رشتے داروں کی موت پر رونا فطری بات ہے کیونکہ انسان میں رحمہ کی فطری جذبات پائے جاتے ہیں۔ البتہ غم کے وقت انسان کو چاہیے کہ وہ خدا کی شکایت نہ کرے اور اپنے چہرے کو زخمی نہ کرے اور گریبان چاک نہ کرے۔ نیز عورتوں کو چاہیے کہ غم کے لمحات میں حجاب کی خلاف ورزی نہ کریں۔ رونا بذات خود ممنوع نہیں ہے جیسا کہ احمد بن حنبل نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا: **مَنْهَا يَكُنُّ مِنَ الْقَلْبِ وَالْعَيْنِ فَمِنْ اللَّهِ وَالرَّحْمَةِ، وَمَنْهَا يَكُنُّ مِنَ الْيَدِ وَاللِّسَانِ فَمِنْ الشَّيْطَانِ**۔ جب غم دل اور آنکھ تک محدود ہو تو یہ اللہ کی طرف سے رحمت ہے اور جب غم کا اظہار ہاتھ اور زبان سے ہونے لگے تو یہ شیطان کی طرف سے ہے۔ (مسند احمد ج ۱، ص ۳۳۵)

آج تک مسلمانوں کی یہی روش رہی ہے۔ وہ غم کے موقع پر روتے ہیں اور ”اباحتِ اصلیہ“ کا تقاضا بھی یہی ہے کہ رونا ناجائزِ فضل نہیں ہے۔ نبی اکرمؐ نے بھی کئی مقامات پر گریہ فرمایا تھا۔ آپ نے نہ صرف خود گریہ فرمایا بلکہ حضرت حمزہؓ کی شہادت پر لوگوں کو گریہ کرنے کی ترغیب دی۔ جیسا کہ ابن عبد اللہ نے استیعاب میں حضرت حمزہؓ کے زیر عنوان یہ لکھا ہے کہ جب رسولِ خداؐ نے حمزہؓ کو شہید ہوا دیکھا تو آپ نے گریہ فرمایا اور جب آپ نے دیکھا کہ ان کی لاش کی بے حرمتی ہوئی ہے تو آپ کی چیخیں بلند ہوئی تھیں۔

ابن ابی الحدید نے شرح نوح البلاغہ میں واقفہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت حمزہؓ کی شہادت کے بعد جب ان کی بہن صفیہ انھیں یاد کر کے روتیں تو رسولِ خداؐ ان کے ساتھ روتے اور جب حضرت فاطمہؓ حضرت حمزہؓ پر روتیں تو رسولِ خداؐ بھی حضرت حمزہؓ پر گریہ فرماتے تھے۔

کتاب مذکور میں انس بن مالک سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے جنگِ مودہ کے لیے لشکر روانہ کیا وہاں ان کی رومیوں سے جنگ ہوئی۔ رسولِ خداؐ مسجدِ نبوی کے منبر پر تشریف فرماتے آپ نے فرمایا کہ اس وقت پرچم زید کے ہاتھ میں ہے وہ شہید ہو گیا۔ پھر فرمایا کہ اب پرچم کو جعفر نے اٹھایا ہے وہ بھی شہید ہو گیا۔ پھر فرمایا کہ اب پرچم عبد اللہ بن رواحہ نے اٹھایا ہے وہ بھی شہید ہو گیا۔ اس پورے عرصے میں آپ کی آنکھوں سے آنسو نچکتے رہے۔ (النص والاجتہاد ص ۲۳۳-۲۳۵) جبکہ حضرت عمرؓ کا عمل سنتِ رسولؐ کے بالکل برعکس تھا۔ آپ میت پر گریہ کرنے کو گناہ تصور کرتے تھے اور جو کوئی میت پر روتا تو اسے ڈنڈوں سے پینتے تھے۔ بعض اوقات انہیں پتھر مارتے اور بعض اوقات خاک اٹھا کر رونے والوں کے منہ میں ڈال دیتے تھے۔ عجیب بات یہ ہے کہ آپ یہ کام حیاتِ پیغمبرؐ میں کیا کرتے تھے۔ (النص والاجتہاد ص ۱۶۵)

احمد بن حنبل نے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ رسولِ خداؐ کی بیٹی رقیہ کی وفات ہوئی تو عورتیں ان کی میت پر بیٹھ کر رونے لگیں۔ حضرت عمرؓ نے تازیانہ لیا اور رونے والی عورتوں کو پینتے لگے۔ رسولِ خداؐ نے فرمایا: عمر! انہیں رونے دو۔ پھر دفن کے وقت رسولِ خداؐ اپنی بیٹی کی قبر کے کنارے بیٹھے اور حضرت فاطمہؓ آنحضرتؐ کے پہلو میں بیٹھ کر رو رہی تھیں۔ رسولِ اکرمؐ اپنے کپڑے سے فاطمہؓ کے آنسو پونچھتے تھے۔ (مسند احمد ج ۱، ص ۳۳۵)

احمد بن حنبل مزید لکھتے ہیں کہ رسولِ خداؐ کا گزر ایک جنازے کے پاس سے ہوا جہاں رونے والی عورتیں

۱- جب حضرت حمزہؓ نے مکہ سے مدینہ ہجرت کی اس وقت وہ تھا تھے اور کوئی ان کے ساتھ ان کے گھر میں نہیں رہتا تھا۔ جب رسولِ اکرمؐ احد سے مدینہ واپس تشریف لائے تو دیکھا کہ حضرت حمزہؓ کے گھر کے سوا تمام شہداء کے گھروں میں گریہ ہو رہا ہے جس پر آپ نے فقط ایک جملہ ارشاد فرمایا: اِنَّا حَمَزَةٌ فَلَا بُرْءَ اِجْمَعِي لَهٗ. کیا حمزہؓ کو رونے والا کوئی نہیں؟ صحابہؓ یہ سن کر اپنے اپنے گھروں میں گئے اور عورتوں کو بتایا کہ رسولِ اکرمؐ نے فرمایا ہے کہ حمزہؓ کو رونے والا کوئی نہیں۔ یہ سننے کی دیر تھی کہ تمام عورتیں جو اپنے بیٹوں، شوہروں یا بھائیوں کو رو رہی تھیں حضرت حمزہؓ کے گھر پہنچیں اور رسولِ اکرمؐ کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے ان کے چچا حضرت حمزہؓ پر گریہ کیا۔ (استادِ مرقی مطہری، فلسفہ شہادت مطبوعہ جامعہ تعلیمات اسلامی) رضوانی

رورہی تھیں۔ حضرت عمرؓ نے عورتوں کو جہڑکیاں دیں۔ رسول خداؐ نے فرمایا: ذَعْفُهُنَّ فَإِنَّ النَّفْسَ مُصَابَةَ وَالْعَيْنُ ذَامِعَةٌ. عمر! انھیں رونے دو اس لیے کہ یہ غزدہ ہیں اور جب دل پر چوٹ پڑتی ہے تو آنسو نکل ہی آتے ہیں۔

(۹) نکاح کے لیے حق مہر کا مقرر کرنا ضروری ہے اور حق مہر کی رقم کے لیے زوجین کا راضی ہونا ضروری ہے۔ اسلام نے حق مہر کی مقدار مقرر نہیں کی۔ چنانچہ حق مہر زیادہ سے زیادہ بھی ہو سکتا ہے اور کم سے کم بھی ہو سکتا ہے۔ یہ میاں بیوی کی باہمی رضامندی پر منحصر ہے کہ وہ کتنا حق مہر مقرر کرتے ہیں۔

حضرت عمرؓ نے اپنے دور حکومت میں ایک مرتبہ مسجد نبویؐ میں یہ اعلان کیا کہ آج کل عورتیں حق مہر زیادہ طلب کرتی ہیں اور اس وجہ سے نکاح میں مشکلات پیش آرہی ہیں لہذا کسی بھی عورت کا حق مہر پانچ سو درہم سے زیادہ نہیں ہونا چاہیے کیونکہ رسول خداؐ نے اپنی ہر بیوی کو اتنا ہی حق مہر دیا تھا اور اگر کسی عورت نے اس سے زیادہ حق مہر حاصل کیا تو میں پانچ سو زائد رقم اس سے جبراً لے لوں گا اور اس رقم کو بیت المال کے حوالے کر دوں گا۔ جیسے ہی انھوں نے یہ اعلان کیا تو ایک عورت اٹھی اور اس نے کہا کہ خدا کی قسم! تجھے یہ حق حاصل نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے: وَإِنْ أَرَدْتُمْ اسْتِحْدَالَ زَوْجٍ مَّكَّانٍ زَوْجٍ وَأَتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ فَنُطْرًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا أَنَا خُذُونَهُ بُهْتَانًا وَإِنَّمَا ثَمِينًا ۝ وَكَيْفَ تَأْخُذُونَهُ وَقَدْ أَفْضَى بِنَفْسِكُمْ إِلَى بَعْضٍ وَأَخَذْنِ مِنْكُمْ مِيثَاقًا غَلِيظًا ۝ اور اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی لے آنے کا ارادہ کر لو تو خواہ تم نے اسے ڈھیر سارا مال ہی کیوں نہ دیا ہو، اس میں سے کچھ بھی واپس نہ لو۔ کیا تم بہتان اور صریح گناہ کے ذریعے اسے واپس لوگے؟ آخر تم ان سے وہ مال کیسے لوگے جبکہ تم ایک دوسرے سے لطف اندوز ہو چکے ہو اور وہ تم سے پختہ عہد لے چکی ہیں؟ (سورہ نساء: آیت ۲۰-۲۱) جب حضرت عمرؓ نے خاتون کی زبان سے یہ آیت سنی تو خاموش ہو گئے اور بھرے مجمع میں کہا: لوگو! کیا تمہیں اس بات پر تعجب نہیں ہوتا کہ تمہارا امام اشتباہ کر رہا ہے اور اس خاتون نے حقیقت حاصل کر لی ہے؟! پھر انھوں نے اپنا حکم واپس لے لیا اور کہا کہ ایک عورت نے تمہارے امام کو لاجواب کر دیا ہے۔

فخر الدین رازی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ نے حق مہر محدود کرنے کا اعلان کیا تو ایک عورت نے کہا: عمر! بھلا یہ کیا بات ہوئی جو حق خدا نے ہمیں دیا ہے تم ہم سے وہ حق چھیننا چاہتے ہو؟ اس کے بعد اس خاتون نے یہ آیت تلاوت کی جب حضرت عمرؓ نے قرآن کریم کی یہ آیت سنی تو کہا کہ سب لوگ احکام خداوندی کو عمر سے بہتر جانتے ہیں۔ پھر انھوں نے اپنا حکم واپس لے لیا۔

(۱۰) قرآن کریم فرماتا ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبَ بَعْضُكُم مِّنْ بَعْضٍ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ. اے ایمان والو! بہت گمان کرنے سے پرہیز کرو کیونکہ کچھ گمان گناہ ہوتے ہیں تجسس نہ کرو۔ تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے۔ کیا تم میں سے کوئی بھی شخص اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرتا ہے؟

تمہیں اس سے نفرت محسوس ہوتی ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

(سورہ حجرات: آیت ۱۲)

صحیح بخاری میں رسول اکرم کی مشہور حدیث ہے: **إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ ، فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الخَدِيثِ ، وَلَا تَحْسَسُوا وَلَا تَجَسَّسُوا ، وَلَا تَنَاجَشُوا ، وَلَا تَحَاسَدُوا ، وَلَا تَنَابَرُوا ، وَلَا تَبَاغَضُوا ، وَكُونُوا عِبَادَ اللَّهِ إِخْوَانًا... بدگمانی سے بچو اس لیے کہ بدگمانی بہت بڑا جھوٹ ہے اور لوگوں کی ٹوہ میں نہ رہو...**

حضرت عمرؓ ایک تجسس پسند انسان تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ لوگوں کے گمروں میں تاک جما تک کرنا ٹھیک ہے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ وہ رات کے وقت مدینہ کی گلیوں میں چکر لگا رہے تھے۔ انہیں ایک گھر سے گانے کی آواز سنائی دی۔ وہ دیوار پھاند کر گھر میں داخل ہو گئے۔ وہاں انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص ایک نامحرم عورت کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور ان کے سامنے شراب رکھی ہوئی تھی۔

حضرت عمرؓ نے اس شخص سے کہا: اے دشمن خدا! کیا تو سمجھتا ہے کہ تیری یہ حرکت چھپی رہے گی؟ جب گھر کے مالک نے انہیں دیکھا تو کہا کہ جناب عالی! میں نے تو ایک غلطی کی ہے جبکہ آپ نے تین غلطیاں کی ہیں۔

حضرت عمرؓ نے کہا: وہ کیسے؟

اس شخص نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے **وَلَا تَجَسَّسُوا** تم ایک دوسرے کی جاسوسی نہ کیا کرو۔ آپ نے ہماری جاسوسی کی ہے۔ یہ آپ کی پہلی غلطی ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے **وَأَسُوا الْيُسُوفَ مِنْ آبَائِهِمَا** گمروں میں دروازے سے داخل ہوا کرو۔ (سورہ بقرہ: آیت ۱۸۹) آپ دیوار پھاند کر اندر آئے ہیں۔ یہ آپ کی دوسری غلطی ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے **فَإِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوتًا فَسَلِّمُوا** جب تم گمروں میں داخل ہو تو سلام کیا کرو۔ (سورہ نور: آیت ۶۱) آپ نے سلام بھی نہیں کیا۔ یہ آپ کی تیسری غلطی ہے۔

اس کا حل یہ ہے کہ آپ مجھے معاف کر دیں میں آپ کی غلطیاں آپ کو معاف کر دیتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ یہ کہا اور باہر چلے گئے۔

(خرواطی، مکارم الاخلاق حدیث ۳۶۹۶ بحوالہ کنز العمال ج ۲، ص ۱۶۷۔ غزالی، احیاء العلوم ص ۱۳۷)

مؤلف کہتا ہے کہ برادران اہلسنت کی روش پر ہمیں تعجب ہوتا ہے کہ وہ حضرت عمرؓ کی غلطیوں کو بھی فضیلت کا درجہ دیتے ہیں حالانکہ ان کا یہ عمل قرآن و سنت کے خلاف تھا۔ اگر اس طرح کی جاسوسی جائز ہوتی تو رسول خداؐ بھی ایسا ہی کرتے لیکن برادران اہلسنت کے دلوں میں موصوف کی محبت اتنا گہرا چلکی ہے کہ ان کی غلطی بھی انہیں فضیلت دکھائی دیتی ہے۔

(۱۱) اللہ تعالیٰ نے جب ابتدا میں روزے فرض کئے تو اس کی شرط یہ تھی کہ غروب آفتاب کے بعد روزہ کھل جاتا تھا اور روزہ دار کو کھانے پینے اور بیویوں سے مباشرت کی اجازت حاصل ہوتی تھی لیکن یہ اجازت نماز عشاء

ادا کرنے تک محدود تھی یا نیند آنے تک یہ اجازت باقی رہتی تھی۔ جب کوئی شخص نماز عشاء پڑھ لیتا یا نماز مغرب کے بعد سو جاتا تو اس کے بعد نہ تو کھانے پینے کی اجازت ہوتی تھی اور نہ ہی بیویوں سے لطف اندوز ہونے کی اجازت تھی۔ حضرت عمرؓ نے نماز عشاء پڑھی اس کے بعد بیوی سے جماع کیا پھر غسل کیا۔ انھیں اپنے فعل پر ندامت محسوس ہوئی اور رسول خداؐ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھ سے یہ غلطی سرزد ہوئی ہے میں خدا کے حضور اس کی توبہ کرتا ہوں اور آپ سے بھی معذرت چاہتا ہوں۔

اس وقت بہت سے افراد کھڑے ہوئے اور بولے کہ ہم بھی یہ غلطی کر چکے ہیں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: **أَجَلٌ لَّكُمْ لَيْلَةُ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَائِكُمْ هُنَّ لَبَاسٌ لَّكُمْ وَانْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَخْتَانُونَ أَنفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ فَالآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ أَتُمُوا الصِّيَامَ إِلَى الْبَلِّ... روزوں کی راتوں میں تمہارے لیے بیویوں سے مباشرت کو حلال کیا جاتا ہے وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو۔ اللہ نے جان لیا کہ تم اپنے آپ سے خیانت کیا کرتے تھے۔ اس نے تمہاری توبہ قبول کی اور تمہیں معاف کیا۔ اب تم ان سے مباشرت کرو اور خدا نے جو اولاد لکھی ہے اسے تلاش کرو اور رات کے وقت کھاؤ پیو یہاں تک کہ سیاہ دھاری سے فجر کی سفید دھاری نمودار ہو جائے۔ (سورہ بقرہ: آیت ۱۸۷)**

آیت میں **تَخْتَانُونَ** کا لفظ آیا ہے جس کا مطلب ہے ”تم خیانت کرتے تھے“ ہم خدا کا شکر بجالاتے ہیں کہ اس نے رات کے وقت روزے کی تمام پابندیاں اٹھالی ہیں مگر جن لوگوں نے اس میں خیانت کی تھی انھوں نے بھی کوئی اچھا کام نہیں کیا تھا۔

(۱۲) علامہ مجلسی رقمطراز ہیں کہ میرے نزدیک حضرت عمرؓ کی سب سے بڑی غلطی یہ ہے کہ وہ یہ فتویٰ دیتے تھے کہ جو شخص جنابت کی وجہ سے ناپاک ہو جائے اور اسے پانی نہ ملے تو وہ نماز نہ پڑھے حالانکہ قرآن میں واضح حکم موجود ہے کہ اگر منی نکلنے کی وجہ سے جو آدمی ناپاک ہو جائے اور اسے پانی نہ ملے تو تیمم کر کے نماز پڑے۔

بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی اور صاحب جامع الاصول نے شقیق سے روایت کی کہ میں عبداللہ بن عمر اور ابوموسیٰ اشعری کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ ابوموسیٰ اشعری نے ابن عمر سے کہا: اچھا یہ بتاؤ اگر کسی شخص پر غسل جنابت فرض ہو جائے اور غسل کے لیے اسے ایک ماہ تک پانی نہ ملے تو کیا اسے تیمم کر کے نماز نہیں پڑھنی چاہیے اور کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: **لَقَدْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا... اگر تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی پر تیمم کر لو۔ (سورہ مائدہ: آیت ۶)**

ابن عمر نے کہا اگر لوگوں کو یہ اجازت دے دی جائے کہ جب پانی نہ ہو تو تیمم کر لیں تو لوگ اس سے ناجائز فائدہ اٹھائیں گے اور جب سردیوں میں پانی ٹھنڈا ہوگا تو لوگ مہینہ بھر غسل نہیں کریں گے اور تیمم کر کے نماز پڑھتے رہیں گے۔

شقیق نے کہا اچھا اسی لیے تم نے تیمم کا انکار کیا ہوا ہے؟

ابن عمر نے کہا: ہاں۔

ابوموسیٰ نے کہا: کیا تم عمار کی بات بھول گئے جو انھوں نے عمر سے کہی تھی کہ ایک مرتبہ میں اور تم دونوں سفر میں تھے اور مجھے جنابت ہوگئی تھی۔ میں نے کسی جانور کی طرح سے اپنے آپ کو مٹی سے لتھڑا تھا اور جب ہم نبی اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے تو میں نے رسول خداؐ سے اپنی کہانی بیان کی تھی۔ رسول خداؐ نے یہ سن کر فرمایا تھا کہ تمہیں اتنی تکلیف کی ضرورت نہیں تھی۔ مٹی پر ہاتھ مار کر ہتھیلی اور چہرے پر مل لینا ہی کافی تھا۔

ابن عمر نے کہا: مگر اس وقت بھی عمر، عمار کی بات سے مطمئن نہیں تھے۔ (بخاری ج ۳۰، ص ۶۶۶)

(۱۳) حضرت رسول مقبولؐ کی حیات طیبہ میں نماز جمعہ کے لیے ایک اذان دی جاتی تھی لیکن حضرت عثمان یا معاویہ کے دور حکومت میں دو اذانوں کو رائج کیا گیا۔ اصطلاحی طور پر اسے ”اذان ثالث“ کہا جاتا ہے۔ علمائے مذہب کی تحقیق ہے کہ یہ اذان حضرت عثمانؓ کے دور میں رائج ہوئی تھی اور آج مذہب اہلسنت میں یہ اذان متداول ہے۔

شیخ طوسی نے مبسوط میں اسے حرام اور بدعت کہا ہے۔ ابن ادریس حلی نے سرائر میں اسے حرام قرار دیا ہے۔ علامہ حلی کے بعد میں آنے والے علماء نے بھی اسے حرام کہا ہے۔

صحیح بخاری میں مرقوم ہے کہ جمعہ کے دن دوسری اذان کا اضافہ حضرت عثمانؓ کے دور میں ہوا تھا۔ شیخ کلینس کی کافی میں اور شیخ طوسی کی تہذیب الاحکام میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ جمعہ کے دن کی تیسری اذان (بہ اعتبار اقامت) بدعت اور حرام ہے۔

آیت اللہ ثمنینی فرماتے ہیں: جمعہ کی دوسری اذان بدعت و حرام ہے۔ یہ وہی اذان ہے جسے اہلسنت پہلی اذان کے بعد دیتے ہیں۔ اس اذان کو بوجہ اقامت ”اذان ثالث“ بھی کہا جاتا ہے۔ (تحریر الوسیلہ) مؤلف کہتا ہے کہ خلفاء کی بدعات بہت زیادہ ہیں۔ ان کی تفصیل کے لیے الگ کتاب کی ضرورت ہے۔ طالبان تحقیق سید شرف الدین عالمی کی کتاب النص والاجتہاد کا مطالعہ فرمائیں۔

خود ساختہ محرمات

اسے عالم اسلام کی بد نصیبی کہیے یا کوئی اور نام دیجئے کہ مسلمانوں میں ایک شخص احمد بن عبدالحلیم پیدا ہوا جسے عرف عام میں ”ابن تیمیہ“ کہا جاتا ہے۔ اس نے عالم اسلام پر کفر و شرک کے فتوے لگائے تھے۔ اس کے نظریات کی صدائے بازگشت محمد بن عبدالوہاب نجدی کے نظریات میں سنائی دیتی ہے۔ ابن تیمیہ ساتویں صدی میں پیدا ہوا تھا اور اس دور سے لے کر آج تک اس کے نظریات کسی نہ کسی

شکل میں دکھائی دیتے ہیں۔ اس نے اسلام کے مشہور عقائد کی نفی کی تھی اور اس بنا پر اسے کئی بار جیل کی ہوا کھانا پڑی تھی۔ جب وہ زندگی میں آخری مرتبہ جیل گیا تو حکومت نے اس کے لکھنے پر پابندی لگا دی تھی اور جیل ہی میں اس کی موت واقع ہوئی تھی۔

ابن تیمیہ بہت گستاخ تھا۔ اس نے معاویہ اور اس کے بیٹے یزید کے فضائل میں ایک کتاب لکھی تھی۔ اس کتاب میں اس نے بنی امیہ اور معاویہ و یزید کے غیر شرعی و غیر انسانی افعال کا دفاع کیا تھا۔

ابن تیمیہ نامہ بھی تھا۔ آل محمدؐ سے بغض و عناد کی وجہ سے اسے آل محمدؐ کے پیروکاروں سے بھی سخت چڑھتی وہ شیعیاں آل محمدؐ کو کافر اور بے دین کہتا تھا۔ (سیوطی، تاریخ الخلفاء ص ۲۰۹۔ اخبار مکہ ج ۱، ص ۲۰۲)

یزید نے کعبہ کو تباہ و برباد کیا تھا لیکن ابن تیمیہ اس مشہور تاریخی حقیقت کا انکار کرتا تھا۔ (منہاج السنۃ ج ۷، ص ۵۷) جبکہ تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے: شہادت حسینؑ کے بعد یزید نے ابن زبیر سے جنگ کے لیے مکہ لشکر روانہ کیا۔ یزیدی فوج نے مکہ کا محاصرہ کیا اور منجیق سے مکہ پر سنگ باری کی اور اس کے کئی گولے بیت اللہ کو لگے جس سے بیت اللہ میں آگ لگ گئی۔ یزیدی فوج نے بیت اللہ کے پردوں اور چھت کو نذر آتش کر دیا تھا۔

ابن تیمیہ خوارج کا دفاع کرتا تھا۔ وہ کہتا تھا: خوارج بہترین لوگ تھے۔ وہ شیعوں اور رافضیوں سے کئی گنا سچے اور دیندار تھے۔ ابن تیمیہ نے امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھیوں کی بھی توجیہ کی تھی۔ وہ کہتا تھا: جن لوگوں نے معاویہ سے جنگ کی تھی وہ ذلیل ہوئے لیکن جنھوں نے معاویہ کے ساتھ مل کر علیؑ سے جنگ کی تھی وہ کبھی ذلیل نہیں ہوئے۔ وہ خلفاء کو امیر المومنین علیہ السلام سے افضل قرار دیتا تھا۔ اس کی اس طرح کی تحریروں کی وجہ سے مستند علمائے اہلسنت نے اس پر نامہ بھی ہونے کا فتویٰ عائد کیا تھا اور کہا تھا کہ یہ شخص دشمن اہلبیتؑ ہے۔ ان عقائد کے علاوہ وہ دوسرے غلط عقائد رکھتا تھا۔ وہ حسب ذیل عقائد کا پرچار کیا کرتا تھا۔

- ۱۔ اولیاء کے مزارات میں نماز پڑھنا حرام اور وہاں دعا مانگنا شرک ہے۔
- ۲۔ قبروں کی زیارت کرنا حرام ہے۔
- ۳۔ غیر اللہ سے مدد مانگنا حرام ہے۔
- ۴۔ مرنے والوں کے لیے مراسم عزاء برپا کرنا حرام ہے۔
- ۵۔ غیر اللہ کی قسم کھانا حرام ہے۔
- ۶۔ خدا جسم رکھتا ہے۔
- ۷۔ اولیاء کی زیارت کے لیے جانا حرام ہے۔
- ۸۔ انبیاء اور اولیاء کی قبروں پر قبہ بنانا حرام بلکہ شرک ہے۔
- ۹۔ قبور انبیاء کے پہلو میں مسجد بنانا شرک ہے۔
- ۱۰۔ انبیاء اور اولیاء کے آثار سے تبرک حاصل کرنا شرک ہے۔

- ۱۱- انبیاء اور اولیاء کو موت کے بعد پکارنا (مثلاً یا رسول اللہ اور یا علی وغیرہ کہنا) حرام ہے۔
- ۱۲- انبیاء اور اولیاء سے مدد مانگنا حرام ہے۔
- ۱۳- انبیاء اور اولیاء سے شفاعت کی درخواست کرنا حرام ہے۔
- ۱۴- انبیاء اور اولیاء کے حق کا اللہ کو واسطہ دینا حرام ہے۔
- ۱۵- انبیاء اور اولیاء کے لیے نذر و نیاز ماننا حرام ہے۔
- ۱۶- اولیاء اللہ کے لیے مجالس عزائم منعقد کرنا حرام ہے۔
- ۱۷- اولیاء کی قبروں کی ازسرنو تعمیر حرام ہے۔
- ۱۸- قبروں پر چراغ جلانا حرام ہے۔
- ۱۹- فاتحہ خوانی کی مجالس برپا کرنا حرام ہے۔
- ۲۰- تقرب الہی کے لیے انبیاء اور اولیاء سے توسل کرنا حرام اور شرک ہے۔ (شیعہ شناسی ج ۲، ص ۵۲۸)

وہابیوں کے اشکالات اور آیت اللہ خوئی کے جوابات

آیت اللہ خوئی رضوان اللہ علیہ نے البیان فی تفسیر القرآن (مطبوعہ جامعہ تعلیمات اسلامی) میں

إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ کے ضمن میں لکھا ہے کہ غیر اللہ کی اطاعت کی کئی قسمیں ہیں:

(۱) اللہ کسی کی اطاعت کا حکم دے جیسا کہ اس نے رسول اکرم اور ائمہ طاہرین کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ یہ اطاعت درحقیقت اللہ تعالیٰ کی ہی اطاعت ہے۔ قرآن و عقل اسے اطاعت خداوندی ہی کہتے ہیں جیسا کہ قرآن میں ہے: مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ... جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے دراصل اللہ کی اطاعت کی۔ (سورہ نساء: آیت ۸۰) اور وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رُسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ... ہم نے ہر رسول کو اس لیے بھیجا کہ خدا کے اذن سے اس کی اطاعت کی جائے۔ (سورہ نساء: آیت ۶۴)

یہی وجہ ہے کہ خدا نے ہر مقام پر رسول کی اطاعت کو اپنی اطاعت کے ساتھ بیان کیا ہے: وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی اس نے عظیم کامیابی حاصل کی۔ (سورہ احزاب: آیت ۷۱) اور يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اور جو تم میں سے صاحبان امر ہوں ان کی اطاعت کرو۔ (سورہ نساء: آیت ۵۹)

(۲) غیر اللہ کی اطاعت جس سے اللہ نے منع کیا ہے مثلاً شیطان کی اطاعت اور ہر اس شخص کی اطاعت جو خدا کی نافرمانی کا حکم دیتا ہو۔

یقیناً اس اطاعت کے حرام ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ ایسی اطاعت ازروئے شرع و عقل حرام

ہے۔ جب کوئی کفر و شرک کا حکم دے تو یہ اطاعت عین کفر و شرک ہوتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللَّهَ وَلَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ وَالْمُنَافِقِينَ... اے نبی اللہ سے ڈرتے رہو اور کفار و منافقین کی اطاعت نہ کرو۔ (سورہ احزاب: آیت ۱)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ آيْمًا أَوْ كَفُورًا ۝ اپنے رب کے حکم کے سامنے صبر کرو اور ان میں سے کسی گنہگار یا کافر کی اطاعت نہ کرو۔ (سورہ دہر: آیت ۲۳)

اللہ تعالیٰ نے مشرک والدین کے لیے فرمایا ہے: وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا... اور اگر وہ تیرے در پہ ہوں کہ تو میرے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک کرے جس کا تجھے کچھ بھی علم نہیں تو ان کی اطاعت نہ کرنا۔ (سورہ لقمان: آیت ۱۵)

(۳) اطاعت غیر اللہ کی ایک قسم وہ ہے جس کا نہ تو قدرت کی طرف سے کوئی حکم ہوا ہے اور نہ ہی کوئی ممانعت آئی ہے۔ ایسی اطاعت نہ تو واجب ہوتی ہے اور نہ ہی حرام ہوتی ہے۔ اس طرح کی اطاعت جائز اور مباح ہوتی ہے۔ اس کا تعلق عبادت کی قسم سے نہیں ہوتا۔

عبادت و خضوع کا مفہوم

شریعت اور عقل کا تقاضا ہے کہ مخلوق کو خالق کے سامنے خضوع کرنا چاہیے جبکہ مخلوق کے لیے خضوع کی بھی کئی اقسام ہیں۔

(۱) ایک خضوع وہ ہے جو کہ تواضع کے معانی میں آتا ہے نہ کہ پرستش کے معانی میں مثلاً اولاد کو چاہیے کہ والدین کے لیے خضوع کریں۔ ایک شاگرد کو استاد کے سامنے ادب سے پیش آنا چاہیے اور ایک غلام کو اپنے آقا کے سامنے ادب کا رویہ اپنانا چاہیے۔ البتہ ادب کے تقاضوں میں سجدہ شامل نہیں ہے۔ سجدہ کے علاوہ تعظیم و تکریم کی جتنی بھی صورتیں ممکن ہو سکتی ہوں وہ ممنوع نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو اہل ایمان اور والدین کے سامنے تواضع کا حکم دیا ہے جیسا کہ فرمان قدرت ہے: وَأَخْفِضْ بِنَاخِكَ لِمَنْ أَمَرَ بِتَعْظِيمِ ۝ آپ اپنی اتباع کرنے والے اہل ایمان کے لیے کندھے جھکا دیں۔ (سورہ شعراء: آیت ۲۱۵)

والدین کے لیے فرمایا: وَأَخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذَّلِيلِ مِنَ الرَّحْمَةِ... آپ شفقت کے ساتھ ان کے لیے اپنے کندھوں کو جھکا دیں۔ (سورہ بنی اسرائیل: آیت ۲۳)

اللہ تعالیٰ نے سورہ بنی اسرائیل آیت ۲۳ میں فرمایا کہ عبادت میری کرو اور والدین کے ساتھ احسان کرو وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا اور تیرے رب نے فیصلہ کیا ہے کہ اس کے علاوہ اور کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین سے احسان کرو۔

والدین کا احترام و ادب ان کی عبادت میں شامل نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے والدین کے سامنے ادب کے ساتھ کدھے جھکانے کا حکم دیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس نے یہ بھی واضح کیا ہے کہ غیر اللہ کی عبادت حرام ہے تو کیا والدین کے احترام و ادب کے تقاضوں کو عبادت میں شامل کیا جائے گا؟

اس کا جواب نفی میں ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ ہر خضوع اور تذلل نہ تو شرک ہوتا ہے اور نہ ہی اس سے توحید کا عقیدہ متاثر ہوتا ہے۔

(۲) احترام و ادب کی دوسری قسم یہ ہے کہ انسان غیر اللہ کے سامنے باطل عقیدے کی وجہ سے بچکے، یہ خضوع چونکہ اذن الہی کے بغیر ہے لہذا یہ باطل اور حرام ہے۔ مذاہب فاسدہ اور ادیان باطلہ کے پیروکار اپنے مذہبی سربراہوں کے سامنے جس طرح سے بچکتے ہیں اس کی اسلام میں ہرگز گنجائش نہیں ہے اور اس طرح کی تعظیم دین میں اس چیز کو داخل کرنے کی موجب ہے جو کہ دین میں شامل نہیں ہے اور ادلہ اربعہ کے تحت یہ حرام ہے اور خدا پر افترا ہے فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا اس سے بڑھ کر اور ظالم کون ہو سکتا ہے جو خدا پر جھوٹ باندھے۔ (سورہ کہف: آیت ۱۵) لہذا جس مخلوق کے احترام و ادب کا خدا نے حکم دیا ہے مثلاً اللہ تعالیٰ نے پیغمبر اکرم اور ان کے اوصیاء کے احترام کا حکم دیا ہے۔ اس کے علاوہ بہت سی ایسی اشیاء ہیں جن کا براہ راست خدا سے ارتباط ہے تو ان کا احترام بھی شرک نہیں ہے بلکہ ایمان کا تقاضا ہے مثلاً مسجد الحرام، قرآن کریم اور حجر اسود کا احترام توحید کے تقاضوں کے منافی نہیں ہے۔ ان کا احترام دراصل خدا کا احترام ہے۔ جو شخص اللہ کی خالص توحید کا عقیدہ رکھتا ہو اور اس کا ایمان ہو کہ موت، حیات، خلق و رزق، فراخی و تنگی، مغفرت اور عقوبت کے تمام اختیار خدا کے پاس ہیں اور اس کے ساتھ وہ یہ عقیدہ رکھے کہ نبی اکرم اور آپ کے اوصیاء خدا کے محترم بندے ہیں وہ خدا کے قول پر سبقت نہیں کرتے اور وہ اس کے حکم پر عمل کرتے ہیں اور اس عقیدے کی رو سے انہیں بارگاہ خداوندی میں وسیلہ بنائے اور اذن الہی کے تحت انہیں اپنا شفیع سمجھے تو ایسا شخص ایمان کے حدود سے نہ تو خارج ہے اور نہ ہی اسے غیر اللہ کا عبادت گزار کہا جاسکتا ہے۔

پورا عالم اسلام جانتا ہے کہ نبی اکرم حجر اسود کا بوسہ لیتے تھے اور اپنے ہاتھ کے اشارے سے اسے "اسلام" کرتے تھے اور آپ مومنین، شہداء و صالحین کی قبروں کی زیارت کے لیے بھی جاتے تھے، آپ انہیں سلام کرتے تھے اور ان کے حق میں دعائیں مانگا کرتے تھے۔

آنحضرت کی رحلت کے بعد صحابہ و تابعین قبر رسول کی زیارت کرتے تھے اور اس سے برکت حاصل کرتے تھے اور قبر اطہر کو بوسہ دیتے تھے اور رسول اکرم کو اسی طرح سے شفیع قرار دیتے تھے جیسا کہ آپ کی زندگی میں لوگ آپ کو شفیع قرار دیتے تھے۔

سلف صالح سے تعلق رکھنے والے حضرات ائمہ دین اور اولیائے صالحین کی قبور کی زیارت کیا کرتے تھے۔ کسی بھی صحابی اور تابعی اور بزرگان دین نے اس روش پر کبھی کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔ پھر اچانک ابن تیمیہ

حزقی دنیا میں پیدا ہوا۔ اس نے یہ فتویٰ جاری کیا کہ زیارت قبور کے لیے سفر کرنا حرام ہے اور انہیں چومنا اور مس کرنا ناجائز ہے اور اہل قبور سے شفاعت طلب کرنا غلط ہے۔

اس کی شوخ چٹھی کی انتہا یہ ہے کہ اس نے نبی اکرمؐ کی زیارت اور آپ کی قبر مطہر کا بوسہ لینے اور مس کرنے کو بھی حرام کہا اور زیارت پیغمبرؐ کو کبھی شرک اصغر اور کبھی شرک اکبر کا نام دیا۔

اس دور کے علماء نے اس کی جسارتوں کو دیکھا تو انہوں نے اس کے عقائد سے بیزارگی کا اعلان کیا کیونکہ پیغمبر اکرمؐ کی حدیث ان کے پیش نظر تھی کہ آپ نے فرمایا: مَنْ زَارَنِي بَعْدَ مَمَاتِي تَحَانِ كَعَمَلِي زَارَنِي فِي حَيَاتِي۔ جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی تو گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔

علماء نے اس کی گمراہی کا فتویٰ جاری کیا اور اس سے توبہ کا مطالبہ کیا۔ حکومت وقت سے درخواست کی کہ وہ اسے زندان میں ڈال دے اور جب تک وہ اپنے باطل عقائد سے دستبردار نہ ہو جائے تب تک اسے نہ چھوڑے۔

ابن تیمیہ کے متعلق پہلا قول احتمال یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کی صفوں میں انتشار پیدا کرنے کا خواہشمند تھا اور اگر ہم حسن ظن سے بھی کام لیں تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اسے مغالطہ ہوا تھا اس نے بزرگان دین کے احترام کو شرک اور غیر اللہ کی عبادت قرار دیا تھا اور وہ یہ سمجھنے سے قاصر رہا تھا کہ بزرگان دین کا احترام کرنے والے لوگ اللہ کی توحید پر دل و جان سے عقیدہ رکھتے ہیں اور وہ اللہ کے علاوہ کسی کو خالق و رازق نہیں جانتے اور خلق و امر کا مالک خدا کو ہی سمجھتے ہیں وہ بزرگان دین کا احترام اس لیے کرتے ہیں کہ وہ انہیں شعائر الہی مانتے ہیں اور شعائر الہی کی تعظیم کا خدا نے حکم دیا ہے اور شعائر الہی کی تعظیم دراصل خدا کی تعظیم ہے، اس میں شرک کا کوئی پہلو مضمر نہیں ہے۔ غیر اللہ کی عبادت تب منظور ہوتی ہے جب کوئی کسی غیر اللہ کو رب سمجھ کر اس کی عبادت کرے جبکہ نبی اکرمؐ اور آپ کے برحق اوصیاء کو کوئی بھی مسلمان رب نہیں سمجھتا۔ ہر مسلمان انہیں خدا کے برگزیدہ بندے مانتا ہے۔ کوئی بھی مسلمان رسول اکرمؐ اور اوصیاء کی عبادت کا قائل نہیں ہے ان کے مزارات کی عبادت تو بہت دور کی بات ہے۔

ہماری گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ مزارات کو چومنا اور ان کی زیارت کے لیے جانا بزرگان دین کی تعظیم ہے، عبادت نہیں اور یہ عمل کسی طور بھی شرک نہیں ہے۔ اگر بالفرض ایسا ہوتا تو زندہ شخص کی تعظیم بھی شرک کہلاتی کیونکہ تعظیم تو یکساں ہے اور اگر ابن تیمیہ اور اس کے پیروکاروں کے نظریات کو درست مان لیا جائے تو پھر آپ رسول اکرمؐ کے متعلق کیا کہیں گے کیونکہ آنحضرتؐ تو قبروں پر جایا کرتے تھے اور حجر اسود کو بھی بوسہ دیتے تھے۔

اب شاید ابن تیمیہ یہاں پر یہ کہے کہ نعوذ باللہ شرک کی کچھ اقسام جائز ہیں یا پھر اسے یہ تسلیم کرنا چاہیے کہ بوسہ دینا اور تعظیم کرنا اور ہے اور عبادت کرنا اور ہے۔ بوسہ دینا اور تعظیم کرنا شرک نہیں ہے۔

۱۔ ابن تیمیہ کے عقائد و نظریات کی تفصیل کے لیے دیکھئے: جناب صالح الوردانی کی کتاب فریب مطبوعہ مجمع علمی اسلامی۔

اللہ تعالیٰ نے شعائر الہی کی تعظیم کا خود حکم فرمایا ہے ارشاد باری ہے: ... وَمَنْ يُعْظِمِ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ ۝ اور جو کوئی شعائر خدا کی تعظیم کرے تو وہ قلباً متقی ہے۔ (سورہ حج: آیت ۳۲)

اس سے قبل ہم زیارت پیغمبر اور زیارت صالحین کی روایات بھی نقل کر چکے ہیں اور جہاں تک غیر اللہ کے لیے سجدے کی حرمت کا تعلق ہے تو اس میں کسی چیز کے سامنے خضوع کرنے کی ممانعت ہو تو وہ خضوع خواہ بشکل سجدہ نہ بھی ہو پھر بھی حرام ہے۔

غیر اللہ کے سجدے کی حرمت پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَهُنَّ إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ۝ سورج اور چاند کو سجدہ مت کرو۔ اس اللہ کا سجدہ کرو جس نے انھیں پیدا کیا اگر تم اس کی عبادت کیا کرتے ہو۔ (سورہ فصلت: آیت ۳۷)

یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ مخلوق کا سجدہ کرنا حرام ہے۔ سجدہ صرف خالق کے لیے مخصوص ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا ۝ مقامات سجدہ (اعضائے سجدہ) اللہ کے لیے مخصوص ہیں۔ اللہ کے ساتھ اس میں کسی کو شریک نہ کرو۔ (سورہ جن: آیت ۱۸)

سجدہ اللہ کے لیے مخصوص ہے۔ نبی دہی کے لیے سجدہ جائز نہیں ہے۔

شیعوں پر بہتان تراشی

ہمارے مخالفین ہم پر یہ الزام عائد کرتے ہیں کہ شیعہ قبور ائمہ کو سجدہ کرتے ہیں۔ اس کے جواب میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ محض بہتان اور سفید جھوٹ ہے۔ قیامت کے دن جب ہم اور ہمارے مخالفین جمع ہوں گے تو ہم بارگاہ احدیت میں فریاد کریں گے اور کہیں گے کہ اہکم الحاکمین! ہمارے درمیان اور ان بہتان تراشنے والوں کے درمیان حق کا فیصلہ فرما۔ ہم نے تو کبھی قبور ائمہ کو سجدہ نہیں کیا تھا مگر یہ ہم پر الزام تراشا کرتے تھے۔ ہمارے کچھ مخالف ایسے بھی ہیں جنہوں نے اس سے بھی بڑی تہمت لگائی ہے اور کہا ہے کہ شیعہ ائمہ کے مزارات پر جاتے ہیں، وہاں سے مٹی اٹھا کر لاتے ہیں اور اس مٹی کو سجدہ کرتے ہیں۔

اس کے جواب میں ہم یہ عرض کرتے ہیں کہ شیعہ کسی تاریک براعظم میں نہیں رہتے۔ وہ بھی باقی انسانوں اور مسلمانوں کے ساتھ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ شیعوں کی جدید و قدیم کتابیں دنیا کی ہر لائبریری میں موجود ہیں۔ کس شیعہ کتاب میں یہ بات لکھی ہوئی ہے؟ شیعہ علماء کا اجماع ہے کہ غیر اللہ کو سجدہ کرنا حرام ہے۔ جو کہتا ہے کہ شیعہ اپنے ائمہ کی قبور کو سجدہ کرتے ہیں وہ یقیناً جھوٹا ہے یا پھر اسے یہ علم ہی نہیں کہ کسی ”چیز پر“ سجدہ کرنا اور ہے اور ”کسی چیز کو“ سجدہ کرنا اور ہے۔ سجدے کے متعلق شیعہ نظریہ یہ ہے کہ سجدہ زمین کے اصلی اجزا پر ہوتا ہے مثلاً پتھر، ریت، مٹی اور زمین سے اگی ہوئی اشیاء بشرطیکہ انہیں کھایا نہ جاتا ہو اور پہنا نہ جاتا ہو۔ باقی اشیاء کی بہ نسبت مٹی پر سجدہ کرنا افضل ہے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ امام حسین علیہ السلام کے مرقد مطہر کی

خاک باقی مٹی سے افضل ہے کیونکہ اس خاک پر جو انسان جنت کے ایک سردار کا خون بہا ہے۔
 شیعہ سجدہ خدا کو کرتے ہیں لیکن خاک حسینؑ پر سجدہ کرنے کو افضل جانتے ہیں اور ایسا وہ اس لیے
 کرتے ہیں کہ ان کے ائمہ نے انھیں اس کی ترغیب دلائی ہے۔ بھلا خاک پر سجدہ کرنے سے شرک کہاں سے
 لازم آگیا؟ خاک کر بلا بھی خدا کی بچھائی ہوئی زمین کے ایک حصے کی خاک ہی ہے جبکہ رسول خداؐ کا فرمان ہے:
 جُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَ طَهُورًا میرے لیے پوری زمین کو سجدہ گاہ اور پاکیزگی کا ذریعہ بنایا گیا ہے۔
 جب پوری زمین سجدہ گاہ ہے تو خاک کر بلا پر اعتراض کیوں ہے؟ جبکہ یہ خاک تو بڑی متبرک ہے اس
 پر فرزند رسولؐ اور ان کے ساتھیوں کا خون بہا ہے۔ رسول خداؐ سے اس خاک کی فضیلت میں بہت سی احادیث
 مردی ہیں مزید تفصیل کے لیے وسائل الشیعہ جلد اول، صفحہ ۲۳۶، باب استحباب السجود علی تربة الحسين
 کا مطالعہ کریں اور اگر بالفرض ہم یہ تسلیم کر لیں کہ اس خاک کی فضیلت میں کوئی حدیث وارد نہیں ہے تو کیا اس
 پر سجدہ کرنا ناجائز ہو جائے گا۔ خاک شفا کی نکیہ اس بات کی علامت ہے کہ اس پر سجدہ کرنے والا امام حسینؑ کے
 راستے کا پیروکار ہے۔ (البیان فی تفسیر القرآن ص ۴۶۶)

اسلامی حقائق و معارف کو سمجھنے کا صحیح راستا

اللہ تعالیٰ نے علوم الہیہ کو جبریل امینؑ کے توسط سے حضرت رسول اکرمؐ پر نازل کیا اور آپ نے وہ
 تمام معارف و حقائق اہلیت کو تعلیم فرمائے تھے۔ اسی لیے آپ نے اپنی امت کو حکم دیا تھا وہ معارف اسلامی سمجھنے
 کے لیے اہلیت کی طرف رجوع کریں۔ پوری امت اسلامی حقائق کے سمجھنے کے لیے اہلیت کی محتاج ہے جبکہ
 اہلیت امت میں سے کسی فرد کے بھی محتاج نہیں ہیں۔ ان کے علم کا تعلق براہ راست رسول خداؐ کے ساتھ ہے۔
 اللہ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے: ... فَسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝ اگر تم نہیں
 جانتے تو اہل ذکر سے پوچھو۔ (سورہ نحل: آیت ۴۳)

شیعہ اور سنی تفاسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ أَهْلَ الذِّكْرِ سے آل محمدؐ مراد ہیں نبی اکرمؐ نے اپنی ایک متواتر
 السند حدیث میں بھی یہ فرمایا ہے: إِنِّي تَارِكٌ فِيكُمْ الثَّقَلَيْنِ كِتَابَ اللَّهِ وَ عِزَّتِي أَهْلَ بَيْتِي مَا إِن تَمَسَّكْتُمْ
 بِهِمَا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدِي. میں تمہارے درمیان دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں اور وہ اللہ کی کتاب اور
 میری عزت اہلیت ہیں۔ تم جب تک ان سے وابستہ رہو گے تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔

الغرض رسول خداؐ نے اپنی متعدد احادیث میں امت کو اہلیت کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا ہے اور
 شیعیان علیؑ نے اس حدیث پر ہمیشہ عمل کیا ہے۔ انھوں نے اسلامی حقائق و معارف کو اہلیت سے ہی حاصل کیا
 کیونکہ گمراہ والوں کو گمراہ کی زیادہ خبر ہوتی ہے۔

طول تاریخ میں اگر شیعوں کا کوئی جرم ہے تو صرف یہی کہ انھوں نے دین کے ہر مسئلے کے لیے اہلیت سے رجوع کیا ہے۔ اسی لیے ہمارے مخالفین ہمیں مشرک و نجس کہتے ہیں۔ ہم ان سے یہ کہتے ہیں ہم نے تو قدم قدم پر فرمان رسول کے تحت اہلیت کی پیروی کی ہے اگر ہم ان کی پیروی کی وجہ سے مشرک و کافر کہلانے کے حقدار ہیں تو پھر یہ فتویٰ صرف ہم تک محدود کیوں ہے۔ اگر جرات ہے تو یہی فتویٰ اہلیت پر لگاؤ۔

ہمیں بخوبی معلوم ہے کہ یہ روش کوئی نئی نہیں ہے۔ اس کا اظہار حیات پیغمبر کے آخری لمحات میں اس وقت ہوا تھا جب رسول خدا نے قلم اور دوات طلب کی تھی تو حضرت عمر نے کہا تھا: حَسْبُنَا كِتَابُ اللَّهِ یعنی ہمارے لیے اللہ کی کتاب کافی ہے۔ اس طرح انھوں نے لوگوں کو امیر المؤمنین کے علوم کی پیروی سے روک دیا لیکن بعد میں انھوں نے ستر سے زائد مرتبہ کہا: لَوْ لَا عَلِيٌّ لَهْلَكَ عَمْرُؤُا۔ اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔

ایک مرتبہ جب خلیفہ اول امام علی کے پیروکاروں کے سوالات سے عاجز ہوئے تو انھیں مجبوراً کہنا پڑا اَقْبَلُونِي اَقْبَلُونِي لَسْتُ بِخَيْرٍ كُمْ وَ عَلِيٌّ فَيْكُمْ۔ اپنی بیعت کا بوجھ میرے کندھوں سے ہٹالو۔ میں تم سے بہتر نہیں ہوں جبکہ علی (علیہ السلام) تمہارے درمیان موجود ہیں۔

جب مسلمانوں نے اہلیت کی تعلیمات سے انحراف کیا تو قیاس اور ذاتی آراء پر انھیں تکیہ کرنا پڑا جس کے نتیجے میں گمراہی پھیلی اور بدعات اسلام میں داخل ہوئیں۔ یہ سلسلہ اتنا دراز ہو گیا کہ بدعات ایجاد کرنے والوں کو خود یہ کہنا پڑا کہ فلاں فلاں چیز زمانہ پیغمبر میں حلال تھی اور اب میں اسے حرام قرار دیتا ہوں۔ بدعت کرنے والے اتنا آگے بڑھ گئے تھے کہ ایک خود ساختہ مسئلے کے بارے میں انھوں نے کہا کہ یہ عمل بدعت ہے لیکن اچھی بدعت ہے۔ اہلیت کی تعلیمات سے دوری کی وجہ سے بہت سے اعتقادی، فقہی اور سیاسی اختلافات پیدا ہوئے اور اہلسنت میں چار مذاہب کا فروغ پانا بھی اہلیت سے دوری کا ایک منطقی نتیجہ ہے۔

معانی الاخبار سے ایک داستان

شیخ صدوق نے معانی الاخبار میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ کی تفسیر نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ بندہ رب العالمین سے درخواست کرتا ہے کہ پروردگار! ہماری مدد فرماتا کہ ہم سیدھے راستے پر چلیں جو تیری محبت اور تیرے دین پر ختم ہوتا ہو اور ہمیں ہوا دہوس اور ذاتی رائے کی پیروی سے نجات عطا فرماتا کہ ہم تیرے راستے پر مضبوطی سے بیٹے رہیں۔

پھر فرمایا کہ میں نے اہل رائے و اہل قیاس شخص کو دیکھا ہے جو انحراف کے راستے پر جا پڑا تھا۔ جب میں نے ایک شخص کی کرامتوں کی داستانیں سنیں تو میں نے چاہا کہ اس شخص سے اس طرح ملوں کہ وہ مجھے نہ پہچانے۔ چنانچہ میں ملنے کی غرض سے وہاں پہنچا جہاں وہ شخص روزانہ ارادت مندوں کو اپنا دیدار کرایا کرتا تھا۔ جب وہ آیا تو لوگ بڑے احترام سے اس کی دست بوسی کے لیے آگے بڑھے۔ دیدار کرانے کے بعد وہ شخص

وہاں سے چل دیا۔ اس نے کئی راستے بدلے تاکہ کوئی ارادت مند اس کے ساتھ نہ جاسکے۔ میں کچھ فاصلہ رکھ کر اس کے پیچھے پیچھے چلتا رہا۔ جب اسے یقین ہو گیا کہ اس کا کوئی مرید اس کو دیکھ نہیں رہا تو وہ ایک نانہائی کی دوکان پر گیا۔ اس نے بھیڑ کا فائدہ اٹھا کر دو روٹیاں چپکے سے اپنی چادر میں چھپالیں اور وہاں سے چل پڑا۔ میں نے حسن ظن سے کام لیا اور سوچا کہ ممکن ہے وہ پہلے سے اس کی قیمت ادا کر چکا ہو یا اس کا ادھار چلتا ہو۔ پھر وہ شخص ایک پھل فروش کی دکان پر پہنچا۔ وہاں بھی لوگوں کی بھیڑ بھاڑ تھی۔ چنانچہ اس نے دو انار اٹھالیے اور آگے بڑھ گیا۔ میں اس کی حرکات کو دیکھ رہا تھا۔ وہ شخص وہاں سے آگے چلا تو سر راہ ایک مریض لیٹا ہوا تھا۔ اس نے چرائی ہوئی دو روٹیاں اور دو انار اس کی جھولی میں ڈال دیئے اور خود صحرا میں چلا گیا۔ میں بھی کچھ دیر بعد وہاں پہنچ گیا اور میں نے اس سے کہا: بندۂ خدا! میں نے تیری کرامات کی داستاںیں سنی تھیں اور مجھے تجھ سے ملنے کا اشتیاق تھا مگر آج میں نے تیرا جو کردار دیکھا ہے اس کی وجہ سے میری نظروں سے تو گر گیا ہے۔

اس نے کہا کہ تو نے میرا کون سا غلط کردار دیکھا ہے؟

میں نے کہا: بندۂ خدا تو نے نانہائی کی دکان سے دو روٹیاں اور پھل فروش کی دکان سے دو انار چرائے پھر یہ چیزیں ایک مریض کو دے دیں!! آخر تجھے ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

اس نے کہا کہ میں جو اب بعد میں دوں گا، پہلے آپ بتائیں کہ آپ کون ہیں؟

میں نے کہا کہ میں اللہ کا ایک بندہ اور رسول اللہ کا امتی ہوں۔

اس نے کہا کہ نہیں آپ اپنا پورا تعارف کرائیں۔

میں نے کہا کہ میں اہلبیت رسول کا ایک فرد ہوں اور مدینہ میں رہتا ہوں۔

اس نے کہا کہ میرا خیال یہ ہے کہ آپ جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ہیں۔

میں نے کہا کہ تو نے بالکل صحیح پہچانا ہے۔

اس نے کہا کہ مجھے آپ پر افسوس ہو رہا ہے۔ آپ اپنے باپ دادا کے علم سے بے بہرہ ہیں۔ اگر آپ کے پاس باپ دادا کا علم ہوتا تو آپ مجھ سے اس طرح کا سوال نہ کرتے اور نہ ہی آپ کو تعجب ہوتا۔ میں نے جو کچھ کیا ہے قرآن کی تعلیمات کے مطابق ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ مَثَلِهَا جَوْكُوئِيْ اِيْكَ نِيْكَى كِرْءِ اَسْءِ دَسْ مَنَّا اَجْر دِيَا جَائِءِ كَا۔ (سورۃ انعام: آیت ۱۶۱) پھر اللہ نے فرمایا: وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى اِلَّا بِمِثْلِهَا اور جو کوئی ایک برائی کرے گا تو ایک برائی کے بدلے ایک ہی گناہ لکھا جائے گا۔ (سورۃ انعام: آیت ۱۶۱) اب سنو! میں نے دو روٹیاں اور دو انار چرائے ہیں۔ میرے نامہ اعمال میں چار گناہ لکھے گئے اور جب میں نے وہ چیزیں ایک بیمار مستحق کو دیں تو میرے نامہ اعمال میں چالیس نیکیاں لکھی گئیں۔ اب چالیس میں سے چار برائیوں کو نفي کیا جائے تو پھر بھی چھتیس نیکیاں میرے نامہ اعمال میں باقی رہیں گی۔ امام جعفر صادق نے فرمایا: تیری ماں تیرے غم میں بیٹھے! تو کتاب اللہ سے بالکل نابلد ہے کیا تو نے خدا کا

یہ فرمان نہیں سنا اِنَّمَا يَسْتَقْبِلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ اللہ متقین کے عمل کو ہی قبول کرتا ہے۔ (سورہ مائدہ: آیت ۲۷) جب تو نے دو روٹیاں اور دو انار چوری کئے تو تیرے نامہ اعمال میں چار برائیاں لکھی گئیں اور جب تو نے ان چیزوں کو مالک کی اجازت کے بغیر صرف کیا تو تیرے نامہ اعمال میں مزید چار برائیاں لکھی گئیں۔ تو نے کوئی نیکی نہیں کی بلکہ برائی پر برائی کرتا رہا ہے۔ یہ سن کر وہ شخص حیرت سے مجھے دیکھنے لگا۔ میں وہاں سے واپس آ گیا۔ یہ واقعہ شانے کے بعد امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ہمارے اغیار جس طرح سے فتوے دیتے ہیں ان کی منطق بھی اسی شخص کی طرح ہے۔ یہ لوگ غلط تاویلات کر کے خود بھی گمراہ ہو رہے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کر رہے ہیں۔ (معانی الاخبار ص ۳۵)

۲۰۔ حضرت علیؑ کے علاوہ کسی کو ”امیر المومنین“ کہنا

امام علیؑ کے بہت سے القاب ہیں جن میں سے امیر المومنین مشہور ترین لقب ہے۔ امیر المومنین کا لقب آپ کے ساتھ مخصوص ہے اور آپ کے علاوہ کسی بھی دوسرے شخص کو اس لقب سے ملقب کرنا حرام ہے۔ حد یہ ہے کہ یہ لقب کسی نبی اور کسی امام کے لیے بھی استعمال نہیں کیا جاسکتا۔ صاحب وسائل الشیعہ نے کافی اور تفسیر عیاشی سے دو روایات نقل کی ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ امیر المومنین کا لقب امام علیؑ علیہ السلام کے لیے مخصوص ہے اور آپ کے سوا کسی کو اس لقب سے ملقب کرنا حرام ہے۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۱، ص ۴۷۰)

صاحب وسائل الشیعہ نے لکھا ہے کہ اس سلسلے کی روایات کافی زیادہ ہیں۔ علامہ مجلسی نے بحار الانوار میں اس مفہوم کے اثبات کے لیے بہت سی احادیث نقل کی ہیں۔ پھر لکھا ہے کہ کچھ فقہاء کہتے ہیں کہ علمائے امامیہ کی نظر میں یہ فعل حرام ہے۔ امام جعفر صادقؑ سے پوچھا گیا کہ جب قائم آل محمدؑ ظہور فرمائیں گے تو کیا انھیں ”امیر المومنین“ کہہ کر

۱۔ اہلسنت کے ہاں کسی بھی صاحب اقتدار کو امیر المومنین کہنا جائز ہے۔ بنی امیہ اور بنی عباس کے دور سے لے کر افغانستان کے ملا عمر تک سب حکمرانوں کو امیر المومنین کہا گیا ہے۔

شیخ مفید علیہ الرحمہ کی کتاب الارشاد کے مطابق امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے خاص صحابی جناب علی بن یحییٰ بن عقیلین خلیفہ ہارون کے وزیر تھے اور وہ ہارون کو امیر المومنین کہا کرتے تھے۔ اسی طرح صفوان بن مہران جمال جو آپ کے ایک اور خاص صحابی تھے اور ہارون کے دربار میں آیا جایا کرتے تھے ہارون کو امیر المومنین کہا کرتے تھے۔ اسی طرح کتاب الارشاد میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی ولی عہدی کے موقع پر امام سے خلیفہ مامون کا جو مکالمہ درج ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام علی رضا علیہ السلام نے بھی مامون کو امیر المومنین کہہ کر مخاطب کیا تھا۔

ان تمام موارد میں امیر المومنین کہنے کا جواز ”تقیہ“ ہو سکتا ہے کیونکہ قول معصوم ہے: التَّقِيَةُ دِينِي وَدِينُ آبَائِي. (رضوانی)

سلام کیا جائے گا؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ اللہ نے صرف امام علیؑ کا نام ہی امیرالمومنین رکھا ہے۔ آپ سے پہلے کسی کو یہ لقب نہیں ملا اور آپ کے بعد جو بھی اپنے آپ کو اس لقب سے ملقب کرے گا توہ کافر ہوگا۔ راوی نے کہا کہ تو پھر قائم آل محمدؑ کو اس لقب کے ساتھ سلام کیا جائے گا؟ آپ نے فرمایا کہ لوگ انھیں اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا بَقِیَّةَ اللّٰہِ کہہ کر سلام کریں گے۔ (متدرک الوسائل ج ۱، ص ۱۷۹)

کافی میں امام محمد باقر علیہ السلام سے فَلَئِمَّا رَاوُهُ زُلْفَةً سَبَّتْ وَجُوهُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَقِیْلَ هٰذَا الَّذِیْ کُنْتُمْ بِہِ تَدْعُوْنَ ۝ (سورہ ملک: آیت ۲۷) کی تفسیر میں منقول ہے کہ یہ آیت امیرالمومنین اور ان کے زمانے کے اُن مسلمانوں کے بارے میں نازل ہوئی جنھوں نے آپ کو چھوڑ دیا تھا۔ جب وہ قیامت کے دن امیرالمومنین کی شان و عظمت کو دیکھیں گے تو ان کے چہرے شرمندگی کی وجہ سے سیاہ ہو جائیں گے۔ اس وقت ان سے کہا جائے گا یہ تمہارا اصلی سردار ہے ہٰذَا الَّذِیْ کُنْتُمْ بِہِ تَدْعُوْنَ یہ وہی ہے جس کے لقب کو تم نے اپنے اوپر چسپاں کیا ہوا تھا۔ (کافی ج ۱، ص ۳۲۵)

۲۱۔ اہل بدعت کے ساتھ میل جول

اہل بدعت کے ساتھ نشست و برخاست رکھنا حرام ہے کیونکہ اس سے ان کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: لَا تَصْحَبُوا اَهْلَ الْبِدْعِ وَلَا تُجَالِسُوْهُمْ فَتَصِیْرُوْا عِنْدَ النَّاسِ کَوَاجِدٍ مِنْهُمْ۔ اہل بدعت کے ساتھ نشست و برخاست نہ رکھو ورنہ لوگوں کی نظر میں تم بھی ان جیسے قرار پاؤ گے۔

(کافی ج ۲، ص ۳۷۵)

حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِہِ وَ قَرِیْبِہِ۔ انسان اپنے دوست اور ساتھی کے دین پر ہوتا ہے۔ (کافی ج ۲، ص ۳۷۵)

امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا: مَنْ مَشَىٰ اِلٰی صَاحِبِ بِدْعَةٍ فَوَقْرَةٌ لَّقَدْ سَعٰی فِیْ هٰذَا الْاِسْلَامِ۔ جو شخص کسی بدعتی کے پاس جائے اور اس کا احترام کرے تو گویا اس نے اسلام کو منہدم کرنے کی کوشش کی۔ (بحار الانوار ج ۲، ص ۳۰۴)

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اِذَا رَاَيْتُمْ اَهْلَ الرَّیْبِ وَالْبِدْعِ مِنَ بَعْدِیْ فَاظْہَرُوْا الْبِرَاۗئَةَ مِنْهُمْ وَاکْثَرُوْا مِنْ سَبِّہُمْ وَالْقَوْلِ فِیْہُمْ وَالْوَقِیْمَةَ وَبَاہُوْهُمْ کَمَا یَطْمَعُوْنَ فِی الْفَسَادِ فِی الْاِسْلَامِ وَیَحْذَرُہُمْ النَّاسُ وَلَا یَتَعَلَّمُوْنَ مِنْ بَدْعِہُمْ یَكْتُبُ اللّٰہُ لَکُمْ بِذٰلِکَ الْحَسَنَاتِ وَیَرْفَعُ لَکُمْ بِہِ الدَّرَجَاتِ فِی الْاٰخِرَةِ۔ جب میرے بعد اہل بدعت و شک کو دیکھو تو ان سے بیزاری اختیار کرو۔ انھیں سب دشمن کرو اور ان کی بدگوئی کرو اور صحیح استدلال کے ساتھ انھیں ایسا جواب کرو کہ وہ مسلمانوں میں فساد برپا نہ کر سکیں اور لوگوں کو فریب نہ دے سکیں اور لوگ ان سے متنفر رہیں اور ان کی بدعات کی تعلیم حاصل نہ کریں۔

اگر تم نے اہل بدعت کے ساتھ ایسا سلوک کیا تو تمہارے نامہ اعمال میں نیکیاں لکھی جائیں گی اور آخرت میں تمہارے درجات بلند ہوں گے۔ (کافی ج ۲، ص ۳۷۵)

داؤد بن قاسم جعفری امام موسیٰ کاظم و امام علی رضا علیہم السلام کے جلیل القدر اصحاب میں سے تھے۔ ایک دن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے ان سے فرمایا:

”تم عبدالرحمن بن یعقوب کے پاس کیوں بیٹھتے ہو؟“

اس نے عرض کیا کہ مولا! وہ میرا ماموں ہے۔

آپ نے فرمایا کہ وہ خدا کے متعلق نازیبا باتیں کرتا ہے وہ خدا کی توصیف ایسے اوصاف سے کرتا ہے جو اس کے شایان شان نہیں ہیں۔ اب تم یا تو اس کے ساتھ نشست و برخاست رکھو تو ہمیں چھوڑ دو اور اگر ہمارے ساتھ نشست و برخاست رکھو تو پھر اسے چھوڑ دو۔

اس نے کہا: مولا! وہ جو کچھ کہتا ہے کہتا رہے میں اس کے نظریات سے بیزار ہوں۔

امام نے فرمایا: ڈرو کہیں ایسا نہ ہو کہ اس پر خدا کا عذاب آئے اور تم بھی عذاب کی لپیٹ میں آ جاؤ۔ کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ حضرت موسیٰ کے ایک پیروکار کا والد فرعون کے ساتھ تھا۔ جب حضرت موسیٰ دریا عبور کر رہے تھے اور فرعون تعاقب میں آ رہا تھا تو اس نے حضرت موسیٰ کی رفاقت کو چھوڑا اور اپنے باپ کو نصیحت کرنے کے لیے لشکر فرعون کی طرف گیا۔ وہ چاہتا تھا کہ اپنے والد کو سمجھا بجا کر حضرت موسیٰ کی صف میں لے آئے لیکن اتنے میں پانی کی لہریں آپس میں مل گئیں وہ بھی لشکر فرعون کے ساتھ ڈوب گیا۔ حضرت موسیٰ نے جب باہر نکل کر اپنے ساتھی کو نہ پایا تو پریشان ہوئے۔ اتنے میں وحی نازل ہوئی کہ وہ ڈوب چکا ہے چونکہ وہ مومن تھا نیت صحیح تھی اس لیے وہ اللہ کی رحمت میں ہے لیکن جب اللہ کا عذاب آتا ہے تو جو بھی گنہگار کے پاس ہو وہ بھی عذاب کی لپیٹ میں آ جاتا ہے۔ (کافی ج ۲، ص ۲۷۶)

۲۲۔ اللہ کے فرمان سے ہٹ کر فیصلہ کرنا

اس حقیقت میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے کہ اس زمانے میں فتویٰ اور حدود الہی کے اجرا کی ذمہ داری جامع الشرائط فقیہ پر عائد ہوتی ہے اور جامع الشرائط فقیہ وہ ہے جو حلال و حرام سے اچھی طرح آگاہی رکھتا ہو اور جدید مسائل میں اجتہاد کر سکتا ہو اور فرع کو اصل کی طرف پلٹا سکتا ہو اور اصول استنباط کا ماہر ہو اور اعلیٰ درجے کا متقی اور دیانتدار ہو۔

امام حسن عسکری علیہ السلام نے مرجع تقلید کے اوصاف یوں بیان فرمائے تھے:

مَنْ كَانَ مِنَ الْفُقَهَاءِ صَانِعًا لِنَفْسِهِ حَافِظًا لِدِينِهِ مُخَالِفًا لِهَوَاهُ مُطِيعًا لِأَمْرِ مَوْلَاهُ فَلِلْعَوَامِ أَنْ

يَقْبَلُوهُ. لوگوں کو ایسے فقہاء کی تقلید کرنی چاہیے جن میں چار خصوصیات موجود ہوں:

(۱) اپنے آپ کو خطا و انحراف سے بچانے والا ہو۔

(۲) خطرے اور فتنے کے مقام پر اپنے دین کی حفاظت کرنے والا ہو۔

(۳) خواہشات نفس کا مخالف ہو۔

(۴) اسلامی احکام کا مکمل طور پر پابند ہو یعنی حکم الہی کی اطاعت کرتا ہو۔ عوام کو چاہیے کہ ایسے فقیہ کی تقلید کریں۔ (بحار الانوار ج ۲، ص ۸۸)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے: اجْتَمَعُوا بَيْنَكُمْ رَجُلًا (بِمَنْ) قَدْ عَرَفَ حَالَئَنَا وَ حَوَامِنَا فَيَاتِي قَدْ جَعَلْتَهُ عَلَيْكُمْ قَاضِيًا... اپنے معاملات کے فیصلے کے لیے اس شخص کا انتخاب کرو جو ہمارے حلال اور حرام کو جاننے والا ہو۔ ایسے شخص کو میں نے تم پر قاضی مقرر کیا ہے۔ (وسائل الشیعہ ج ۲، ص ۱۳۹)

شیعہ فقہاء کی دیانت ہر دور میں ضرب المثل رہی ہے۔ انھوں نے کبھی شرعی میزان سے ہٹ کر فتویٰ نہیں دیا۔ خدا کی توفیق سے یہ سلسلہ آئندہ بھی اسی طرح قائم رہے گا۔ امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی نگاہ شفقت سے ہم پر امید ہیں کہ وہ آئندہ بھی کسی نا اہل کو اس عظیم منصب پر فائز نہ ہونے دیں گے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ فقہاء آپ کے وکیل ہیں۔ امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف انشاء اللہ اپنے دکلاء سے بے توجہی نہیں فرمائیں گے۔ جب ہم مجتہدین کی سیرت کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں یقین ہو جاتا ہے کہ وہ حضرت بقیۃ اللہ الاعظم عجل اللہ فرجہ الشریف کی نگاہ شفقت کے حامل تھے۔

اس کے باوجود یہ امکان ہر وقت موجود ہے کہ فقہاء صحیح مصادر اور مدارک پر گہرے غور و خوض کے بغیر کوئی فتویٰ دیدیں اس لیے ضروری ہے کہ اس خطرے کی طرف بھرپور توجہ دی جائے اور جو روایات غیبرِ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ کے متعلق وارد ہوئی ہیں ان پر زیادہ سے زیادہ غور و فکر کیا جائے۔ لہذا یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ یہ روایات نقل مسائل اور فقہی احکام کا بھی احاطہ کرتی ہیں چنانچہ مسئلہ گو کو حکم خداوندی بیان کرنے میں نہایت احتیاط برتنی چاہیے۔

ذیل میں ہم اس موضوع کی چند روایات نقل کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

کانی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ مَنْ حَكَمَ فِی دُوْهُمَنْ بَعِيْرَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ لَهْ سَوْطٍ أَوْ عَصَا فَهُوَ كَافِرٌ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ صاحب اختیار و اقتدار اگر دو درہموں کے متعلق بھی خدا کے نازل کردہ احکام سے ہٹ کر فیصلہ کرے تو خدا نے جو کچھ اپنے نبی پر نازل کیا ہے اس کا منکر قرار پائے گا۔ (کانی ج ۷، ص ۳۰۷)

کانی میں رسول خدا سے یہ روایت بھی منقول ہے: مَنْ حَكَمَ فِی دُوْهُمَنْ بِحَكْمِ جَوْرٍ ثُمَّ جَبَرَ عَلَيْهِ كَانَ مِنْ أَقْلِ هَذِهِ الْآيَةِ... وَمَنْ لَمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ○ (سورہ مائدہ: ۴۳) لَقُلْتُ: وَكَيْفَ يُجْبَرُ عَلَيْهِ؟ فَقَالَ: يَكُونُ لَهُ سَوْطٌ وَسِجْنٌ فَيَحْكُمُ عَلَيْهِ فَإِذَا رَضِيَ بِحُكْمِهِ وَالْأُ

حَزْرَتُهُ بِسُؤْطِهِ وَحَسْبُهُ فِیْ سَجْدِهِ. جو کوئی دو درہوں کے متعلق عالم حاکم کے حکم سے فیصلہ کرے پھر اس فیصلے کو بزور طاقت نافذ کرے وہ وَمَنْ لَمْ يَحْكَمْ... کا مصداق قرار پائے گا۔

راوی نے کہا کہ ”جبر“ کرنے سے کیا مراد ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اس کے پاس کوڑا یا زندان ہو اور وہ اس عہدے پر ہو کہ جو اس کے فیصلے کو تسلیم نہ کرے اسے سزا دے سکتا ہو یا قید کر سکتا ہو۔

کافی میں معاذیہ بن وہب سے منقول ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا کہ جو بھی قاضی دو افراد کے درمیان غلط فیصلہ کرے تو وہ یہ سمجھے کہ وہ آسمان سے بھی زیادہ دوری سے زمین پر گرا ہے۔ سعید بن ابی خضیب بجلی راوی ہیں کہ میں قاضی ابن ابی لیلیٰ کا ہم کچا وہ تھا اور ہم اکٹھے سفر کر کے مدینہ آئے۔ ہم مسجد نبویؐ میں بیٹھے تھے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام وہاں تشریف لائے۔ میں نے ابن ابی لیلیٰ سے کہا کہ آذان کے پاس چلیں۔ قاضی نے کہا مگر ہم ان کے پاس جا کر کیا کریں گے؟ میں نے کہا کہ ان سے باتیں کریں گے۔ بہر نوع ہم دونوں اپنی جگہ سے اٹھے اور امام کے پاس گئے۔ آپ نے مجھ سے میری اور میرے خاندان کی خیر و عافیت دریافت کی۔ پھر مجھ سے فرمایا کہ یہ کون ہے؟ میں نے کہا کہ مسلمانوں کا قاضی ابن ابی لیلیٰ ہے۔

امام اس کی طرف متوجہ ہوئے اور اس سے فرمایا کہ اچھا مسلمانوں کا قاضی ابن ابی لیلیٰ تو ہے؟ اس نے کہا: ہاں! آپ نے فرمایا کہ کیا تو اس سے مال لے کر اُس کو دیتا ہے اور دوسروں کو سزائے موت جاری کرتا ہے اور میاں بیوی میں جدائی ڈالتا ہے اور اس کے لیے کسی سے بھی نہیں ڈرتا؟ اس نے کہا: ہاں!

آپ نے فرمایا کہ تم فیصلہ کس بنیاد پر کرتے ہو؟

اس نے کہا کہ میں رسول خداؐ اور چاروں خلفاء کے فیصلوں کو مد نظر رکھ کر فیصلہ کرتا ہوں۔

آپ نے فرمایا کہ کیا تو نے حدیث رسولؐ اِنْ عَلَيْنَا اَقْضَاكُمْ (بیکنک علیٰ اس امت میں سب سے بڑھ

کر فیصلہ کرنے والے ہیں) سنی ہے؟

اس نے کہا: ہاں!

آپ نے فرمایا کہ رسول خداؐ کا فرمان سننے کے باوجود تم علیؑ کے فیصلوں کے برخلاف فیصلہ کیوں کرتے

ہو؟ اس وقت تمہاری کیا حالت ہوگی جب روز محشر رسول خداؐ کو بازو سے پکڑ کر بارگاہ الہی میں کہیں گے کہ خدایا یہ شخص میرے فیصلوں سے ہٹ کر فیصلہ کیا کرتا تھا؟ یہ سنا تو ابن ابی لیلیٰ کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ اس نے مجھ

(سعید بجلی) سے کہا کہ اب میں تیرا ہم سفر نہیں بنوں گا۔ اپنے لیے کوئی نیا ہم سفر تلاش کرو۔ (کافی ج ۸)

۲۳۔ قیاس و استحسان

امام علیؑ اور آپ کے وارث، وارثان قرآن ہیں۔ ائمہ طاہرین قرآن کی تفسیر، تاویل، ناخ و منسوخ اور محکم و متشابہ کے سب سے بڑے عالم ہیں۔

مسلمانوں کی بد نصیبی کا آغاز اس وقت ہوا جب ایک طبقے نے خاندان رسالت کو نظر انداز کر کے اپنی حکومت تشکیل دی۔ یہ طبقہ اقتدار پر تو قابض ہو گیا لیکن وہ آیات قرآنی اور احکام الہی کے فہم سے آشنا نہیں تھا۔ انہوں نے اہلیت کی طرف رجوع کرنے کی بجائے اپنے نارسا فہم کو بروئے کار لانا مناسب سمجھا اور یوں دین خدا میں بدعات نے جنم لیا۔

آل محمدؑ کو نظر انداز کرنے کی جس روش کو جاری کیا گیا تھا آج صدیوں بعد بھی وہ روش ان کے پیروکاروں میں موجود ہے اور حالت یہ ہے کہ اس نظریے سے وابستہ افراد حدیث رسولؐ پر اپنے بزرگوں کے نظریات کو ترجیح دیتے ہیں اور اس پر عمل کرنے کو اپنے لیے باعث نجات خیال کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے سورہ محمد آیت ۱۴ میں ایسے لوگوں کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا ہے: **الَّذِينَ كَانُوا عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّهِمْ كَمَن زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ وَأَتَّبِعُوا أَهْوَاءَهُمْ** ○ بھلا کہیں ایسا ہو سکتا ہے کہ جو اپنے رب کی طرف سے ایک صاف و صریح ہدایت پر ہو وہ ان لوگوں کی طرح ہو جائے جن کے لیے ان کا برا عمل خوش نما بنا دیا گیا ہے اور وہ اپنی خواہشات کے پیرو بن گئے ہیں۔

علی بن ابراہیم قمی لکھتے ہیں کہ **الَّذِينَ كَانُوا عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّهِمْ** کے مصداق امام علیؑ ہیں اور **كَمَن زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ وَأَتَّبِعُوا أَهْوَاءَهُمْ** کے مصداق ان کے سیاسی حریف ہیں۔ تفسیر مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: **كَمَن زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ** کے مصداق منافقین ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے سورہ نجم آیت ۲۳ میں ارشاد فرمایا ہے: **إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنْفُسُ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنَ الْهُدَىٰ ○** یہ لوگ محض وہم و گمان کی پیروی کر رہے ہیں اور خواہشات نفس کے اسیر ہیں جبکہ ان کے رب کی طرف سے ان کے پاس ہدایت آچکی ہے۔

ایسے ہی مغنیوں کے متعلق امام علیؑ نے فرمایا تھا: **تَسْرُدُ عَلَيَّ أَحَدِهِمُ الْقَضِيَّةُ فَيُحْكِمُ مَنَ الْأَحْكَامِ... وَلَا تُكْشِفُ الظُّلُمَاتِ إِلَّا بِهِ**۔ جب ان میں سے کسی ایک کے سامنے کوئی معاملہ فیصلے کے لیے پیش ہوتا ہے تو وہ اپنی رائے سے اس کا حکم لگا دیتا ہے۔ پھر وہی مسئلہ بعینہ دوسرے کے سامنے پیش ہوتا ہے تو وہ اس پہلے کے حکم کے خلاف حکم دیتا ہے۔ پھر یہ تمام کے تمام قاضی اپنے اس خلیفہ کے پاس جمع ہوتے ہیں جس نے انہیں قاضی بنا رکھا ہے تو وہ سب کی آراء کو صحیح قرار دیتا ہے۔ حالانکہ ان کا اللہ ایک، نبی ایک اور کتاب ایک ہے (انہیں غور کرنا چاہیے) کیا اللہ نے ان کو اختلاف کا حکم دیا تھا اور یہ اختلاف کر کے اس کا حکم بجالاتے ہیں یا

اس نے حقیقتاً اختلاف سے منع کیا ہے اور یہ اختلاف کر کے عمداً اس کی نافرمانی کرنا چاہتے ہیں یا یہ کہ اللہ نے دین کو ادھورا چھوڑ دیا تھا اور ان سے تکمیل کے لیے ہاتھ بنانے کا خواہشمند ہوا تھا یا یہ اللہ کے شریک تھے کہ انھیں اس کے احکام میں دخل دینے کا حق ہو اور اس پر لازم ہو کہ وہ اس پر رضامند رہے یا یہ کہ اللہ نے تو دین کو مکمل اتارا تھا مگر اس کے رسولؐ نے اس کے پہنچانے اور ادا کرنے میں کوتاہی کی تھی۔ اللہ نے قرآن میں تو یہ فرمایا ہے کہ ”ہم نے کسی چیز کے بیان کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی“ اور اس میں ہر چیز کا واضح بیان ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ قرآن کے بعض حصے بعض حصوں کی تصدیق کرتے ہیں اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ چنانچہ اللہ کا ارشاد ہے کہ ”اگر یہ قرآن اللہ کے علاوہ کسی اور کا بھیجا ہوا ہوتا تو لوگ اس میں کافی اختلاف پاتے۔“ قرآن کا ظاہر خوشنما اور باطن گہرا ہے نہ اس کے عجائبات مٹنے والے ہیں اور نہ اس کے لطائف ختم ہونے والے ہیں۔ ظلمت (جہالت) کا پردہ اسی سے چاک کیا جاتا ہے۔ (سج البلاغہ، خطبہ ۱۸)

امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ تمام مخلوق میں سے خدا کو دو شخص سخت ناپسند ہیں: (۱) وہ شخص جسے خدا نے اس کے نفس کے سپرد کیا ہو اور اپنا لطف اس سے منقطع کر دیا ہو۔ صحیح راہ سے منحرف ہو اور وہ علم و دلیل کے بغیر سنر کرتا ہو۔ لوگ اس کی بدعات اور کفر آمیز باتوں کی وجہ سے اس کا احترام کرتے ہوں۔ جو بھی اس پر فریفتہ ہو یہ اس کے لیے فتنہ ہو۔ یہ شخص پہلے لوگوں کی ہدایت سے بھٹکا ہے اور اپنی زندگی اور مرنے کے بعد اپنے پیروکاروں کے لیے گمراہ کنندہ ہے۔ ایسا شخص لوگوں کے انحراف کا سبب اور اپنی اور اپنے ساتھ دوسروں کی خطاؤں کا بھی ضامن ہے۔

(۲) اور وہ شخص جو جہالت و نادانی کو یکجا کر کے امت کے نادان اور جاہلوں کو گمراہ کرے۔ اپنے آپ کو فتنے کا اسیر بنا دے اور حقائق کے ادراک سے اندھا اور بہرا ہو جائے۔ جاہل قسم کے نادان لوگ اسے عالم کہتے ہیں جبکہ وہ ہرگز عالم نہیں ہے۔

مؤلف کہتا ہے کہ ان دو افراد سے ممکن ہے کہ آپ کے سیاسی حریف مراد ہوں۔ کتاب احتجاج میں مذکورہ کلمات کے بعد لکھا ہے کہ آپ نے فرمایا: لوگو! تم پر اس کی اطاعت و معرفت فرض ہے جس سے نادانیت کا عذر قابل قبول نہ ہوگا کیونکہ حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت خاتم تک کے جملہ علوم تمہارے نبیؐ کے اہلیت کے پاس موجود ہیں۔ پھر تم کیوں ادھر ادھر بھٹک رہے ہو؟

پھر آپ نے فرمایا: اس وقت تمہارے نبیؐ کے اہلیت کشتی نوح کی مانند ہیں۔ جس طرح حضرت نوحؑ کے زمانے میں وہی بچے تھے جو کشتی پر سوار ہوئے تھے اسی طرح آج بھی وہی نجات پائیں گے جو سفینہ اہلیت پر سوار ہوں گے۔ میں سچی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں ان کی نجات کا ضامن ہوں جو سفینہ اہلیت پر سوار ہیں۔ وہ لوگ جو سفینہ اہلیت پر سوار نہیں ہوئے میں ان کے لیے خطرے اور عذاب کا اعلان کرتا ہوں۔ کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ حضرت رسول مقبولؐ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا تھا: اِنْسِي نَسَارِكُمْ فِیْكُمْ الْفٰسِقِیْنَ مَا اِن

تَمَسَّكْتُمْ بِهَمَّا لَنْ تَضَلُّوا ، كِتَابَ اللّٰهِ وَ عِتْرَتِيْ اَهْلَ بَيْتِيْ وَ اَنْهَمَا لَنْ يُفْتَرَا حَتّٰى يَرِدَا عَلٰى الْحَوْضِ ، فَاَنْظَرُوْا كَيْفَ تَخْلِفُوْنِيْ فِيْهِمَا . میں تمہارے درمیان دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں تم جب تک ان دونوں سے وابستہ رہے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے اور وہ ہیں اللہ کی کتاب اور میری اہلیت اور یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے جب تک میرے پاس حوض پر نہ آجائیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ میرے بعد تم ان سے کیا سلوک کرتے ہو۔ پھر آپ نے فرمایا: لوگو! قرآن و عترت کی پیروی آب شیرین کی مانند ہے۔ تم یہ ٹھنڈا میٹھا پانی پیو تاکہ نجات پا جاؤ اور ان سے جدائی کڑوے پانی کی مانند ہے اس سے دور رہو تاکہ ہلاکت سے بچ جاؤ۔

(کافی ج ۱۔ بحار الانوار ج ۲)

۲۳۔ تفسیر بالرائے

بدعت کے متعلق پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ بدعت دین میں کسی نئی چیز کے داخل کرنے یا دین کے کسی مسئلے کو دین سے نکالنے کا نام ہے اور تفسیر بالرائے سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص قرآن کریم کی جمل اور تشابہ آیات جن کی تاویل خدا، رسول اور اہلیت طاہرین ہی بہتر جانتے ہیں۔ ان آیات کی اپنے ناقص فکر کے مطابق تشریح کرے اور اسے آیت قرآن کا حقیقی معنی قرار دے۔ یہ عمل حرام ہے اور گناہان کبیرہ میں سے ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ... فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ... (سورہ آل عمران: آیت ۷)

مقصود آیت یہ ہے کہ جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے اور حق سے انحراف اور باطل کی طرف میلان پایا جاتا ہے وہ آیات تشابہات کے ظاہری الفاظ سے تمسک کرتے ہیں اور اپنی حسب منشا تاویل کرتے ہیں جبکہ ان آیات کی تاویل اور ان کے حقیقی معانی کو خدا اور راسخون فی العلم کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ائمہ ہدئی راسخون فی العلم میں سرفہرست ہیں۔ ائمہ ہدئی سے تفسیر بالرائے کی شدید مذمت منقول ہے اور اس مفہوم کی بیسیوں روایات موجود ہیں۔ ہم یہاں بطور نمونہ بدعت اور تفسیر بالرائے کی مذمت کے لیے وارد ہونے والی چند احادیث کو نقل کرتے ہیں:

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ سَبِيلُهَا إِلَى النَّارِ. ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی کا راستا دوزخ کی طرف جاتا ہے۔ (کافی ج ۱، ص ۵۳۔ بحار الانوار ج ۲، ص ۳۰۳، ۳۰۸)

رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے: اَبَى اللّٰهِ لِصَاحِبِ الْبِدْعَةِ بِالْتَوْبَةِ. اللہ کو صاحب بدعت کی توبہ قبول کرنے سے انکار ہے۔

رسول خدا سے پوچھا گیا کہ اس کی کیا وجہ ہے؟

آپ نے فرمایا: اِنَّهُ قَدْ اُضْرِبَ قَلْبُهُ حُبُّهَا. کیونکہ اس کے دل میں بدعت کی محبت گہر کر چکی ہوتی

ہے۔ (بحار الانوار ج ۲، ص ۲۹۶)

عیون اخبار الرضا میں ہے کہ رسول خدا نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: مَا آمَنَ بِي مِنْ قَسْرٍ بِرَأْيِهِ كَلَامِي، وَمَا عَرَفَنِي مِنْ شِبْهِنِي بِخَلْقِي وَمَا عَلِيَ دِينِي مَنِ اسْتَعْمَلَ الْقِيَّاسَ فِي دِينِي. وہ مجھ پر ایمان نہیں لایا جس نے اپنی رائے سے میرے کلام کی تفسیر کی اور اسے میری معرفت حاصل نہیں ہے جس نے میری مخلوق سے مجھے تشبیہ دی اور وہ میرے دین پر نہیں ہے جس نے میرے دین میں قیاس کو داخل کیا۔

(بحار الانوار ج ۲، ص ۲۹۷)

حضرت رسول مقبول نے فرمایا: إِنَّا كُمْ وَأَصْحَابِ الرَّأْيِ فَإِنَّهُمْ أَعْيَبَهُمُ السُّنَنُ أَنْ يَحْفَظُوهَا فَقَالُوا فِي الْخَلَالِ وَالْأَحْرَامِ بِرَأْيِهِمْ، فَأَخْلَوْا مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَحَرَّمُوا مَا أَحَلَّ اللَّهُ فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا. اہل رائے اور اہل قیاس سے پرہیز کرو کیونکہ جب وہ دین کی سنتوں کو یاد رکھنے سے عاجز ہوئے تو انہوں نے اپنے گمان اور رائے سے حلال و حرام کو بیان کیا۔ چنانچہ انہوں نے حرام خدا کو حلال اور حلال خدا کو حرام کیا۔ وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ (بحار الانوار ج ۲، ص ۳۰۸)

بحار میں محاسن برقی کے حوالے سے مرقوم ہے کہ امام علیؑ نے خطبہ دیا اور آپ نے اس خطبے میں فرمایا: أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّمَا بَدَأَ وَقُوعَ الْفِتَنِ أَهْوَاءَ تَضَعُ وَأَحْكَامَ تَبْدَعُ يُخَالِفُ فِيهَا كِتَابَ اللَّهِ، يَلْقَدُ فِيهَا رِجَالَ رِجَالًا، وَلَوْ أَنَّ الْبَاطِلَ خَلَصَ لَمْ يَخْفَى عَلَى ذِي حِجْبِي، وَلَوْ أَنَّ الْحَقَّ خَلَصَ لَمْ يَكُنْ إِخْتِلَافٌ، وَلَكِنْ يُؤْخَذُ مِنْ هَذَا صِغْفٌ وَمِنْ هَذَا صِغْفٌ فَيُغْمَزُ جَانِ فَيَجِيئَانِ مَعًا فَهَذَا لِكَبِ اسْتِحْوَذَ الشَّيْطَانُ عَلَى أَوْلِيَائِهِ وَنَجَى الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَ اللَّهِ الْحُسْنَى. لوگو! فتنوں کا آغاز ہوا دہوس اور بدعات سے ہوتا ہے جن میں کتاب اللہ کی مخالفت کی جاتی ہے اور پھر کچھ لوگ کچھ لوگوں کی اس میں تقلید کر لیتے ہیں۔ اگر باطل خالص باطل کی شکل میں ہو تو کسی بھی اہل عقل پر وہ مخفی نہیں رہ سکتا۔ اور اگر حق میں باطل کی آمیزش نہ ہو تو اس میں بھی کوئی اختلاف نہیں ہو سکتا لیکن ہوتا یہ ہے کہ منافق اور اہل فتنہ حق و باطل کو مخلوط کر دیتے ہیں اور حق و باطل کے ملغوبہ کو لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اس وقت شیطان اپنے دوستوں پر مسلط ہو جاتا ہے اور لوگوں کو گمراہ کر دیتا ہے البتہ وہ لوگ اس کے جال میں پھنسنے سے محفوظ رہتے ہیں کہ جن کے دلوں کو خدا ایمان پر ثبات عطا کرتا ہے۔

۲۵۔ طریق اہلبیت علیہم السلام سے ہٹ کر تفسیر قرآن کرنا

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ قرآن کریم کی تادیل و تنزیل، حکم و تشابہ اور ناسخ و منسوخ کا مکمل علم خاندان عصمت کے پاس ہے۔ اسی لیے رسول خدا نے اپنی امت کو حکم دیا تھا کہ وہ اہلبیت کی طرف رجوع کریں اور یہ بھی ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ شیعیان آل محمدؑ کے علاوہ دوسرے اسلامی فرقوں نے قرآن مجہی کے لیے اہلبیت سے رہنمائی حاصل نہیں کی ہے اور اس کی بجائے انہوں نے اپنی ناقص فہم پر انحصار کرنے کو ترجیح

دی ہے۔ اسی وجہ سے ان میں اختلاف نے جنم لیا۔

اس سلسلے کی تجب خیز بات یہ ہے کہ فہم ناقص سے تاویل قرآن کرنے والے افراد شیعان آل محمد پر الزام عائد کرتے ہیں کہ آپ لوگ قرآن کی تاویل کرتے ہیں۔ سچ یہ ہے کہ کتب شیعہ میں قرآن حکیم کی جو تاویل و تفسیر لکھی ہوئی ہے وہ ان کی ہرگز خود ساختہ نہیں ہے بلکہ ائمہ اہلبیت سے ماخوذ ہے۔

ایک رات میں مسجد الحرام میں بیٹھا ہوا تھا اور خدا کے حضور محو مناجات تھا۔ اتنے میں میرے پاس ایک وہابی مولوی آکر بیٹھا۔ اس نے مجھے ایک رسالہ پڑھنے کے لیے دیا اس رسالے میں وہابی عقائد کے دلائل اور شیعوں کے خلاف بے جا الزامات لکھے ہوئے تھے میں نے رسالے کے چند صفحات پڑھے ان میں لکھا ہوا تھا کہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ عرش پر بیٹھا ہوا ہے۔ میں نے وہابی شیخ کو وہ رسالہ دکھا کر کہا کہ آپ حضرات نے یہ کفر آمیز جملہ رسالے میں کیوں لکھا؟

اس نے کہا کہ کون سا جملہ؟ میں نے کہا کہ ملاحظہ فرمائیں یہ لکھا ہوا ہے کہ اللہ عرش پر بیٹھا ہوا ہے۔ اب اگر یہ عقیدہ صحیح ہے تو پھر بتائیں کیا خدا یہاں ہمارے پاس موجود ہے یا نہیں ہے؟

میرا سوال سن کر کچھ دیر تک وہ پریشان رہا اور جواب ڈھونڈتا رہا۔ پھر اس نے کہا کہ یہ عقیدہ تو قرآن کی اس آیت سے ماخوذ ہے اَلرُّحْمٰنُ عَلٰی الْعَرْشِ اسْتَوٰی ۝ (سورۃ طہ: آیت ۵) پھر اس نے کہا کہ آپ شیعہ حضرات قرآن کی تاویل کرتے ہیں اور آیات کے خود ساختہ معانی مراد لیتے ہیں۔ آپ حضرات شرک و تحریف کرتے ہیں۔

میں نے اس سے کہا: بھائی! سیدھی سی بات ہے کہ آپ میں اور ہم میں یہ فرق ہے کہ آپ آیات کا ترجمہ و تفسیر اپنی ناقص فہم و ادراک کے مطابق کرنے کے عادی ہیں جبکہ ہم قرآن کا مفہوم دارتبان کتاب اللہ سے حاصل کرتے ہیں۔ اچھا اگر اَلرُّحْمٰنُ عَلٰی الْعَرْشِ اسْتَوٰی کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ عرش پر بیٹھا ہوا ہے تو پھر یہ فرمائیں کہ فَاَيَسْمٰنُ تَوَلَّوْا فَنَمَّ وَجْهَ اللّٰهِ تَمَّ جس طرف بھی منہ کرو گے ہر سمت میں اللہ موجود ہے۔ (سورۃ بقرہ: آیت ۱۱۵) تو کیا آپ کی نظر میں یہ دو آیات باہمی طور پر ایک دوسرے کی متضاد ہیں؟ اصل بات یہ ہے کہ قرآن کریم کی کچھ آیات محکم ہیں اور کچھ متشابہ ہیں۔ آیات محکمات قرآن کی اساس ہیں اور آیات متشابہات میں اجمال ہوتا ہے اور اس کی وضاحت کے لیے عالم اسلام کو خاندان وحی کی رہنمائی کی ضرورت ہے۔ وہ لوگ جو امت کو زوال میں ڈالنا چاہتے ہیں وہ خاندان وحی کی طرف رجوع کرنے کو اپنی ہنک تصور کرتے ہیں اور فتنہ گردی کے لیے ان آیات کی من مانی تاویلیں کرتے ہیں جبکہ ان آیات کا صحیح مقصد صرف خدا کو معلوم ہے یا وہ جانتے ہیں جو علم میں راسخ ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ آیات متشابہات کی تاویل کا علم ان کے پاس ہے جنہیں خدا نے علم و دانش عطا فرمائی ہے۔

سچ یہ ہے کہ سورۃ آل عمران کی چھٹی آیت ”تفسیر ہالرائے“ کی حرمت پر دلالت کرتی ہے۔ اس کے

علاوہ ہادیان دین سے بیسیوں ایسی روایات موجود ہیں جن میں آیات تشابہات کی تفسیر بالرائے کو حرام قرار دیا گیا اور تفسیر بالرائے کرنے والوں کو عذاب الیم کی وعید سنائی گئی ہے۔

چنانچہ تفسیر نور الثقلین میں احتجاج طبری کے حوالے سے مرقوم ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے ایک طویل گفتگو میں یہ کلمات بھی ارشاد فرمائے: اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ اہل باطل اس کے کلام کی خود ساختہ تفسیر کریں گے اسی لیے اس نے قرآن کریم کو تین اقسام میں تقسیم کیا۔

قرآن کے ایک حصے کو انتہائی واضح اور قابل فہم بنایا کہ ہر عالم و جاہل اسے سمجھ سکے۔ قرآن کریم میں کچھ ایسی آیات بھی ہیں جن کے مفہوم کو صرف وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جن کا ذہن صاف اور احساسات لطیف ہوں اور یہ وہ طبقہ ہے جن کے سینوں کو خدا نے اسلام کے لیے کھول دیا ہے۔

آیات قرآنی کی تیسری قسم وہ ہے جس کی تاویل کو صرف اللہ جانتا ہے اور اس کے انبیاء جانتے ہیں جو علم میں راسخ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ اس لیے کیا ہے تاکہ میراث رسول پر قابض افراد علم کتاب کا دعویٰ نہ کر سکیں اور انھیں مجبور ہو کر راہنمائی فی العلم کے دروازے پر جھکتا پڑے۔

(تفسیر نور الثقلین ج ۱، ص ۳۱۳۔ احتجاج ج ۱، ص ۳۲۶۔ بحار الانوار ج ۸۹، ص ۴۵)

مؤلف کہتا ہے کہ لوگوں نے ویسے تو اہلیت سے انحراف کیا لیکن جب قرآنی حقائق کی بات آئی تو انھیں مجبور ہو کر دروازہ عصمت پر جھکتا پڑا اور عظمت اہلیت کا اعتراف کرنا پڑا۔ خلیفہ دوم کے متعلق مشہور ہے کہ انھوں نے ستر بار یہ جملہ کہا تھا لَوْ لَا عَلِيُّ فَهَلَكَ عُمَرُ اِغْرَعِي نَهْ يَوْمَ تَوَدَّ عَمْرٌ هَلَاكٌ هُوَ جَاتَا۔

شیخ صدوق رقمطراز ہیں کہ ابو عمر سعدانی کا بیان ہے کہ ایک شخص امیر المومنین کے پاس آیا اور کہا کہ مولا! مجھے تو قرآن کریم کی آیات میں شک ہوتا لگا ہے۔ امیر المومنین نے فرمایا کہ تیری ماں تیرے غم میں بیٹھی۔ قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کرنے کی کوشش نہ کرنا۔ قرآن نبی کے لیے علماء سے رجوع کرنا۔ قرآن کریم کی بہت سی آیات ایسی ہیں جو بظاہر انسانی کلام کے مشابہ دکھائی دیتی ہیں جبکہ وہ اللہ کا کلام ہے اور اس کی تاویل کلام بشر کے مشابہ نہیں ہے۔ جس طرح سے مخلوق اپنے خالق کے مشابہ نہیں ہے اسی طرح سے خدا کا فعل بھی انسانوں کے افعال کے مشابہ نہیں ہے۔ خدا کا کلام کلام بشر کے مشابہ نہیں ہے۔ (توحید ص ۲۵۴)

تفسیر عیاشی میں برید بن معاویہ عجل سے منقول ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے قُلْ كَفَىٰ بِاَللّٰهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ آپ کہہ دیں کہ میرے اور تمہارے درمیان بطور گواہ اللہ کافی ہے اور وہ جس کے پاس پوری کتاب کا علم ہے۔ (سورہ رعد: آیت ۴۳) کی آیت کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ یہ آیت رسول خدا کے بعد علی اور ان کے بعد والے ائمہ کے متعلق نازل ہوئی اور علی وہ ہیں جن کے پاس پوری کتاب کا علم ہے۔ (متدرک الوسائل ج ۷، ص ۳۳۴)

ابو بصیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ کیا بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ

فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ يَهْتَدُونَ بِهَذَا الْقُرْآنِ رُشْدًا هُوَ جَسَدٌ مِمَّنْ نَعَّمْنَا عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا فَمِنْهُمْ مَنْ قَبَّلَ فِي سِنِّهِ إِسْحَاقَ وَمِنْهُمْ مَنْ قَبَّلَ فِي سِنِّهِ إِسْحَاقَ وَمِنْهُمْ مَنْ قَبَّلَ فِي سِنِّهِ إِسْحَاقَ (سورہ عنکبوت: آیت ۲۹) کے مصداق آپ حضرات ہیں؟
امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ ہمارے علاوہ اس آیت کا مصداق اور کون ہو سکتا ہے جبکہ
رَابِحُونَ فِي الْعِلْمِ هُمْ هِيَ۔

۲۶۔ باب اجتہاد کا بند ہونا

تاریخ بتاتی ہے کہ چوتھی صدی کے اوائل میں مذہب اہلسنت میں فقہاء کی کثرت ہو گئی اور ہر فقہ نے اپنی فقہت و اجتہاد کا اعلان کیا اور لوگوں کو اپنی پیروی اور تقلید کی دعوت دی۔ اس دور کے مؤرخ لکھتے ہیں کہ اس زمانے میں بیک وقت پچاس ایسے افراد تھے جن میں سے ہر ایک اجتہاد اور فقہت کا دعویٰ کرتا تھا اور ہر شخص نے اپنے اپنے مقلدین بنا لیے تھے۔ مجتہدین کی کثرت کی وجہ سے عوام الناس میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ حاکم وقت نے سوچا کہ اگر انہیں کنٹرول نہ کیا گیا تو اس سے بہت زیادہ خرابیاں جنم لیں گی۔ اسی لیے اس نے اپنی طرف سے اعلان کیا کہ آج سے اجتہاد کا دروازہ بند کیا جا رہا ہے اور عوام الناس کو چاہیے کہ وہ فقہائے اہلسنت میں سے ابو حنیفہ، مالک، شافعی یا احمد بن حنبل کی فقہ کی پیروی کریں۔ ان چاروں فقہوں کو منظور شدہ فقہ کا درجہ حاصل ہوگا اس کے علاوہ باقی تمام فقہیں غیر قانونی ہوگی۔ اس حکم کے تحت تمام مجتہدین کی فقہیں متروک قرار پائیں اور آئندہ کے لیے امت اسلامیہ کے لیے اجتہاد کا دروازہ بند کر دیا گیا۔ انہی متروک اور غیر منظور شدہ فقہوں میں فقہ جعفریہ کو بھی شامل کر دیا گیا۔ شاہ محمد خدا بندہ کے عہد حکومت تک یہ حالت برقرار رہی۔ پھر ایک واقعہ کی وجہ سے فقہ جعفریہ کو سرکاری سطح پر تسلیم کیا گیا۔

واقعہ یہ ہوا کہ ایک مرتبہ شاہ محمد خدا بندہ اپنی کسی بیوی پر ناراض ہوا تو اس نے ناراضگی کے عالم میں ایک ہی جگہ بیٹھ کر اس بیوی کو تین طلاقیں جاری کر دیں۔ چند لمحات کے بعد جب اس کا غصہ ختم ہوا تو اسے اپنی حرکت پر ندامت ہوئی اس نے چاروں مذاہب کے علماء کو جمع کیا اور ان کے سامنے صورت حال رکھی۔ مذاہب چہارگانہ کے مفتیوں نے کہا کہ جناب اب رجوع کی کوئی صورت نہیں ہے۔ یہ طلاق مؤثر ہے اور اگر آپ نے اس بیوی کو اپنے عقد میں رکھنا ہی ہے تو پہلے ”حلالہ“ کرالیں یعنی اس عورت کی کسی اور شخص سے شادی ہو اور زوجین حقوق زوجیت ادا کریں۔ پھر وہ شوہر اس عورت کو طلاق جاری کر دے تو اس کی عدت گزرنے کے بعد آپ اس سے نکاح کر سکتے ہیں۔ بادشاہ نے کہا کہ یہ تو اعلیٰ درجے کی بے غیرتی ہے۔ غیرت شایعہ اسے قبول نہیں کر سکتی۔ بادشاہ کے ایک وزیر نے کہا: جہاں پناہ! اسلام کی ترجمانی صرف چار مذاہب تو نہیں کرتے ان کے علاوہ فقہ جعفریہ بھی اسلام کی ترجمانی کرتی ہے اور فقہ جعفریہ کے تحت یہ ایک طلاق ہے۔ اس کے بعد آپ کو رجوع کا پورا حق حاصل ہے۔

بادشاہ نے کہا کہ اس مذہب کا اس وقت مفتی کون ہے؟

وزیر نے کہا کہ اس وقت حسن بن یوسف بن مطہر اسدی (علامہ حلی ۶۲۸ھ-۷۲۶ھ) مذہب شیعہ کے عظیم القدر عالم ہیں۔ آپ انھیں دربار میں آنے کی دعوت دیں اور مذاہب اربعہ کے ان فقہاء کو بھی دربار میں بلا لیں اور ان سے فتویٰ حاصل کریں۔ بادشاہ کو وزیر کی یہ تجویز معقول لگی۔ چنانچہ اس نے علامہؒ کو اپنے ہاں آنے کی دعوت دی۔ الغرض مقررہ دن آیا تو بادشاہ کا دربار لگا۔ وزیر، مشیر اور مذاہب اربعہ کے فقہاء وہاں پہنچ گئے۔ بادشاہ نے علماء سے کہا کہ میں نے ایک شیعہ عالم دین کو دعوت دی ہے وہ بھی آنے والے ہیں۔

مذاہب اربعہ کے علماء نے کہا: جہاں پناہ! شیعہ علماء کے ہاں عقل و درایت نام کی کوئی چیز موجود نہیں ہے۔ آپ نے انھیں خواہ مخواہ دعوت دی ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ علمائے دین! آخر ان کی بات سن لینے میں حرج ہی کیا ہے۔ اگر ان کی بات معقول نہ ہو تو آپ ان کی تردید کر دینا۔

ادھر علامہ جان بوجھ کر دیر سے آئے۔ اس دوران مذاہب اربعہ کے علماء نے کہا کہ جناب شیعہ علماء میں جرأت ہی نہیں ہے کہ سر دربار علماء کے سامنے آئیں اور شرعی فتویٰ صادر کریں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ابھی تک نہیں آئے۔ پھر علامہ تشریف لائے۔ آپ بادشاہ کے سامنے کورنش نہیں بجالائے جیسا کہ دستور تھا۔ آپ نے اپنا جوتا اتارا اور اسے ایک کپڑے میں لپیٹ کر بغل میں لے لیا اور آگے بڑھے۔ تمام کرسیوں پر اعیان سلطنت بیٹھے ہوئے تھے۔ بادشاہ کے قریب ایک کرسی خالی تھی۔ علامہ نے بادشاہ کو اور اہل دربار کو ایک ہی سلام کیا (یعنی بادشاہ کو کوئی خصوصی سلام نہیں کیا) اور بادشاہ کے قریب خالی کرسی پر بیٹھ گئے۔

مذاہب اربعہ کے علماء تو ایسے ہی موقع کی تاک میں تھے۔ انھوں نے بادشاہ سے کہا کہ آپ نے اس شخص کی جسارت دیکھی؟ یہ کورنش بجالائے بغیر اور آپ سے اجازت لیے بغیر آپ کے قریب براجمان ہو گیا ہے اور اس نے اپنا جوتا کپڑے میں لپیٹا ہوا ہے اور بغل میں دبا رکھا ہے۔ اس کے طرز عمل سے آپ کو یقین آ گیا ہوگا کہ ہماری باتیں سچی تھیں۔ بادشاہ نے کہا کہ اب آپ حضرات اس طرز عمل کے متعلق خود ان سے ہی پوچھ لیں۔ جب علامہ سے کہا گیا کہ آپ نے بادشاہ کے سامنے خضوع کیوں نہیں کیا اور سجدہ تعظیمی کیوں نہیں کیا؟ علامہ نے جواب دیا کہ غیر اللہ کے سامنے سجدہ کرنا شرک ہے اور خدا نے اسے قرآن میں ممنوع قرار دیا ہے۔ اسی لیے میں نے سجدہ نہیں کیا اور قرآن کے فرمان کے مطابق تمام اہل دربار کو سلام کیا ہے۔ بھلا میں نے ایسا کر کے کون سی غلطی کی ہے؟

علماء نے کہا کہ آپ بلا اجازت بادشاہ کے پہلو میں کیوں جا کر بیٹھے ہیں کیا یہ سوء ادب نہیں ہے؟ علامہ نے فرمایا کہ جب میں دربار میں آیا تو تمام کرسیاں پُر تھیں۔ صرف یہ ایک کرسی خالی تھی اسی لیے میں یہاں بیٹھ گیا۔ آخر اس میں کیا عیب ہے؟

۱۔ جب لفظ علامہ بغیر کسی اضافت کے تہا بولا جائے تو اس سے علامہ حلی مراد ہوتے ہیں۔ (رضوانی)

پھر مذاہب اربعہ کے علماء نے کہا کہ سب سے بڑی نادانی آپ نے یہ کی ہے کہ جوتا بغل میں دبا کر دربار میں چلے آئے۔ آخر آپ کے پاس اس کی کیا توجیہ ہے؟

علامہ نے فرمایا کہ بھائیو! بات یہ ہے کہ میں نے سنا ہے کہ ایک مرتبہ احناف کے امام حضرت ابوحنیفہ نے رسول خدأ کا جوتا چوری کر لیا تھا اور میں نے سوچا کہ یہاں خفی بیٹھے ہوئے ہیں کہیں میرا جوتا نہ لے اڑیں اسی لیے میں نے جوتے کو بغل میں دبا لیا۔ اس میں میں نے کیا غلطی کی ہے؟

فقہ خفی کا مفتی دربار میں موجود تھا اس نے چیخ کر کہا: بادشاہ سلامت! یہ شخص جھوٹا ہے میرا امام رسول خدأ کی زندگی میں تو پیدا ہی نہیں ہوا تھا وہ بیچارہ قریباً ستر سال بعد پیدا ہوا تھا۔ بھلا میرے امام نے آنحضرتؐ کا جوتا کیسے چرایا تھا؟

علامہ نے فرمایا: بادشاہ سلامت! ممکن ہے کہ یہ دوست سچ کہہ رہا ہو۔ اصل بات یہ ہے کہ ان کے امام نے چوری نہیں کی تھی مالکیوں کے امام نے آنحضرتؐ کا جوتا چوری کیا تھا؟ فقہ مالکی کے مفتی نے چیخ کر کہا: بادشاہ سلامت! یہ شخص تاریخ سے نااہل ہے اسی لیے افتراء پردازی کر رہا ہے۔ ہمارا امام رسول خدأ کی وفات کے قریب اسی سال بعد پیدا ہوا بھلا اس بیچارے نے نعلین رسولؐ کیسے چوری کر لی ہوگی؟

علامہ نے فرمایا: بادشاہ سلامت! جو کچھ میں نے کہا ہے یہ ایک حقیقت ہے ممکن ہے یہ حرکت شافعیوں یا حنبلیوں کے اماموں میں سے کسی نے کی ہوگی۔ یہ سننا تھا کہ مذہب شافعی اور مذہب حنبلی کے مفتی چیخ اٹھے۔ بادشاہ سلامت! یہ بڑھا جھوٹ بولتا ہے ہمارے امام تو پہلے دو ائمہ کے طویل عرصے بعد پیدا ہوئے تھے بھلا انھوں نے آنحضرتؐ کی نعلین کیسے چوری کی ہوگی؟

اس وقت علامہ نے پورے جوش سے بادشاہ کو مخاطب کر کے کہا: آپ نے ان کے اعتراضات خود سن لیے ہیں۔ ان چاروں مذاہب کے ائمہ میں سے کوئی امام بھی رسول خدأ کے زمانے میں نہیں تھا۔ جب ان کے امام رسول اکرمؐ کی وفات کے طویل عرصہ بعد پیدا ہوئے تو انھیں شریعت رسولؐ کا علم کیسے ہوا؟ رسول خدأ نے ان مذاہب میں سے کسی بھی امام کی پیروی کا حکم نہیں دیا تھا۔ البتہ پیغمبر اکرمؐ نے اپنی امت کو اگر کسی کی پیروی کا حکم دیا ہے تو صرف اور صرف امام علیؑ کی پیروی کا حکم دیا تھا۔ امام علیؑ نص قرآن کے مطابق نفس رسولؐ تھے اور آپ ہی رسول خدأ کے جانشین تھے۔

آپ کی بیوی آپ کے لیے حلال ہے کیونکہ ایک نشست میں دی جانے والی تین طلاقیں ایک طلاق شمار ہوتی ہیں۔ علاوہ ازیں طلاق کے لیے ایک شرط یہ بھی ہے کہ طلاق عادل گواہوں کے سامنے دی جائے۔ آپ نے عادل گواہوں کے سامنے طلاق نہیں دی ہے۔ لہذا یہ طلاق ہرگز مؤثر نہیں ہے۔

مذاہب اربعہ کے علماء کو علامہ حلی کے جواب سے سخت شرمندگی اٹھانا پڑی اور ان سے کوئی جواب نہ بن آیا۔ اس گفتگو کا نتیجہ یہ ہوا کہ شاہ محمد خدابندہ اعیان سلطنت سمیت شیعہ ہو گیا اس کے بعد سلطان نے حکم

جاری کیا کہ مساجد میں اہلیت کے نام کے کتبے آویزاں کئے جائیں اس واقعے کے بعد شیعوں کو پوری مملکت میں عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا۔

شاہ محمد خدابندہ نے اس گفتگو کے دوران کہا تھا کہ یہ عجیب لوگ ہیں انہوں نے اجتہاد اور احکام خدا میں دقیق انٹری کا راستا بند کر دیا ہے اور یہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کو انہی چار مذاہب کی پیروی کرنی چاہیے اگرچہ ائمہ اربعہ سے کوئی زیادہ لائق فائق ہی کیوں نہ ہو پھر بھی وہ انہی میں سے کسی نہ کسی کی تقلید کرے۔ یقیناً یہ اسلاف کی اندھی تقلید ہے جس کی اسلام میں اجازت نہیں ہے۔

۲۷۔ حرام کو حلال اور حلال کو حرام قرار دینا

ہم اس سے قبل بدعت کی بحث میں یہ واضح کر چکے ہیں کہ بدعت دین میں کسی نئی چیز کے داخل کرنے یا دین کے کسی حکم کو دین سے خارج کرنے کا نام ہے۔ بدعت کا تعلق ہمارے قائم کردہ اس موضوع سے نہیں ہوتا۔ ہمارے قائم کردہ موضوع کے متعلق معصومین علیہم السلام سے بہت سی روایات منقول ہیں اسی لیے ہم اسے ایک مستقل عنوان کے تحت لکھنے پر مجبور ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حیات رسولؐ میں جسے حلال یا حرام یا مستحب و مکروہ قرار دیا ہے وہ قیامت تک اسی حالت میں ہی رہے گا۔ حلال خدا کبھی حرام نہیں ہوگا اور حرام خدا کبھی حلال نہیں ہوگا اور یہی حال مستحب، مکروہ اور مباح کا ہے۔

حد یہ ہے کہ جب قائم آل محمدؐ ظہور فرمائیں گے تو اس وقت بھی احکام خداوندی میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی البتہ یہ جو بعض روایات میں آیا ہے کہ لَقَدْ اَنْسٰی بَدِیْنِیْنَ جَعَلِیْنٰہُ (امام نیا دین لائے ہیں) تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ امام کوئی نیا دین لے کر آئیں گے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول خداؐ کے بعد امت کے تہتر گروہ بنے اور ان میں سے صرف ایک گروہ نے فرمان رسولؐ کے تحت اہلیت کی پیروی کی۔ دوسرے مذاہب نے اہلیت سے دوری اختیار کی اور خود ساختہ مسائل ایجاد کئے۔ جب قائم آل محمدؐ رسول خداؐ کے پیش کردہ دین کو نافذ کریں گے تو لوگوں کو وہی حقیقی دین نیا لگے گا اور وہ کہیں گے کہ یہ تو نیا دین لائے ہیں۔

مذہب اہلیت فرمان خدا اور فرمان رسولؐ پر قائم ہے جبکہ دوسرے مذاہب کی حالت یہ ہے کہ انہوں نے اہلیت سے کوئی استفادہ نہیں کیا اور جہاں تک احادیث نبویؐ کا تعلق ہے تو محققین کے قول کے مطابق ان کی تمام تر فقہ صرف پانچ سو احادیث کے گرد گردش کرتی ہے اور ان میں بھی بہت سی جعلی روایات شامل ہیں۔ جب اغیار کے علماء نے یہ محسوس کیا کہ احادیث ناکافی ہیں تو انہوں نے اپنی طرف سے قیاس و استحسان کے خود ساختہ اصول وضع کئے اور انہیں فقہی مدارک کا درجہ دیا پھر جب قیاس و استحسان کے خود ساختہ اصول فقہ میں داخل ہوئے تو اس کی وجہ سے بہت سی حلال چیزوں پر حرام کا شبہ لگا دیا گیا اور بہت سی حرام اشیاء کو حلال سمجھ لیا گیا۔ یہ چیز

صرف اہلسنت کے فرقوں تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ شیعوں کے بعض منحرف فرقوں میں بھی یہ روش دکھائی دیتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ حرام کو حلال قرار دینے میں راحت طلبی، تن آسانی اور حب ریاست و مال و جاہ کے عناصر شامل ہیں۔ اس کے علاوہ کچھ ایسے فقہاء کا بھی اس میں عمل دخل ہے جو فتویٰ و تضادات کی شرائط سے نابلد تھے۔

بنیاد خواہ کچھ بھی ہو لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ حرام کو حلال قرار دینا اور حلال کو حرام کر دینا ایک بہت بڑا جرم اور گناہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہ کافر، فاسق اور ظالم ہیں۔ حد یہ ہے کہ اللہ نے اپنے مہصوم پیغمبر کے متعلق یہاں تک سخت الفاظ استعمال کئے: **وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضُ الْأَقَاوِيلِ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ۚ لَنْ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ ۚ** اگر وہ اپنی طرف سے ہم پر کچھ گھڑ لے تو ہم اپنے دست قدرت سے اس کا مواخذہ کریں گے اور اس کی رگ حیات کو ہی کاٹ ڈالیں گے۔

(سورہ حاقہ: آیت ۴۳ تا ۴۶)

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب سے فرماتا ہے: **وَأَنْ حُكِّمُ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلْنَا اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ** جو حکم خدا نے نازل فرمایا ہے اسی کے مطابق ان میں فیصلہ کرنا اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا۔ (سورہ مائدہ: آیت ۴۹)

سورہ نجم آیت ۳۳ میں اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم کی زبان کے متعلق فرمایا: **وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۚ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۚ** وہ اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتا وہ تو بس ایک وحی ہے جو اس کی طرف کی جاتی ہے۔

الغرض ان تمام آیات کے باوجود اور آنحضرت کے بیان کردہ احکام و قوانین میں آپ کو کہیں بھی قیاس، رائے اور استحسان جیسے خود ساختہ نظریات دکھائی نہیں دیں گے۔ اگر رائے، قیاس اور استحسان کی دین میں کوئی اہمیت ہوتی تو اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو اس کی اجازت دیتا۔ خدا نے تو انہیں اپنی طرف سے ایک کلمہ کہنے کی اجازت نہیں دی تھی۔ نجانے ان کے بعد اللہ نے مذاہب اربعہ کے بانی ائمہ کو یہ اجازت کیسے دی ہے!!؟

اصل بات یہ ہے کہ احکام الہی اور آفرینش پروردگار میں جو راز پنہاں ہیں ان کو انسان از خود سمجھنے سے قاصر ہے۔ اس لیے انسان کو یہ اختیار ہی نہیں ہے کہ وہ احکام الہی میں دخل اندازی کرے یا کوئی تنقید کرے۔ اس مفہوم کو سمجھانے کے لیے ہم ذیل میں امام جعفر صادق علیہ السلام اور ابوحنیفہ کا ایک مکالمہ تحریر کرتے ہیں جس سے اس حقیقت کو سمجھنے میں مدد مل سکتی ہے۔

کتاب احتجاج میں ابن ابی ایللیٰ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ میں اور ابوحنیفہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس گئے۔ امام نے ہمیں خوش آمدید کہا اور مجھ سے فرمایا کہ تمہارے ساتھ یہ شخص کون ہے؟

میں نے عرض کیا کہ کوفہ کے رہنے والا ہے اور یہ رائے، نظر اور بصیرت رکھنے والا شخص ہے امام نے کہا کہ کیا یہ وہی شخص تو نہیں جو احکام دین میں اپنی رائے سے قیاس کرتا ہے؟

ابوحنیفہ نے کہا کہ نہیں ایسا نہیں ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام اور ابوحنیفہ کی گفتگو کو ہم مکالمے کی صورت میں لکھتے ہیں۔

امام: اچھا اگر تم قیاس کرنا جانتے ہو تو یہ بتاؤ کہ کیا تم اپنے سر کے متعلق بھی قیاس کر سکتے ہو؟
ابوحنیفہ: نہیں۔

امام: نیرا خیال ہے کہ تم کسی چیز کا اچھی طرح سے قیاس نہیں کر سکتے اور جب تک تمہیں کسی اور کی طرف سے رہنمائی نہ ملے اس وقت تک تم خود کسی نتیجے پر نہیں پہنچ پاتے۔

اچھا تم یہ بتاؤ کہ ہماری آنکھوں میں نمکینی، کانوں میں کڑواہٹ، نتھنوں میں ٹھنڈک اور منہ میں مٹھاس کیوں ہے؟
ابوحنیفہ: مجھے نہیں معلوم۔

امام: اچھا یہ بتاؤ وہ کون سا کلمہ ہے جس کی ابتدا کفر اور انتہا ایمان ہے؟
ابوحنیفہ: مجھے نہیں معلوم۔

ابن ابی لیلیٰ: مولا! آپ ہمیں اندھیروں میں بھٹکنے کے لیے نہ چھوڑیں، آپ ہی بتائیں۔
امام: مجھ سے میرے والد نے اپنے آبائے طاہرین کی سند سے نقل کیا ہے کہ حضرت رسول مقبولؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ابن آدم کی آنکھوں کو چربی سے بنایا ہے اور ان میں نمکینی رکھی ہے۔ اگر ان میں نمکینی نہ ہوتی تو آنکھیں پکھل جاتیں اور یہی وجہ ہے کہ جو چیز آنکھوں میں جاتی ہے وہ چیز یا تو تحلیل ہو جاتی ہے یا پھر باہر آ جاتی ہے۔ خدا نے کانوں کے سوراخ میں کڑواہٹ رکھی ہے تاکہ دماغ محفوظ رہے۔ اگر کوئی کیزا کانوں میں چلا بھی جائے تو سیدھا دماغ تک نہ جائے بلکہ کڑواہٹ کی وجہ سے باہر آجائے یا پھر مر جائے۔ اگر خدا یہ اہتمام نہ کرتا تو کیزے کوڑے انسانوں کے کانوں میں داخل ہو کر ان کے مغز کو چاٹ لیتے۔ خدا نے ناک میں رطوبت رکھی ہے۔ اگر رطوبت نہ ہوتی تو دماغ اس راہ سے باہر نکل آتا۔ خدا نے منہ میں مٹھاس رکھی ہے تاکہ انسان کھانے پینے کی لذتوں کو محسوس کر سکے۔

وہ کلمہ جس کی ابتدا کفر اور انتہا ایمان ہے وہ کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ہے جو چار حروف پر مشتمل ہے۔ لَا إِلَهَ (کوئی معبود نہیں) کفر ہے اور إِلَّا اللَّهُ (سوائے اللہ کے) ایمان ہے۔
پھر آپ نے ابوحنیفہ کو خطاب کر کے فرمایا:

نعمان! قیاس سے پرہیز کرو۔ میرے والد نے اپنے آبائے طاہرین کی سند سے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ مَنْ قَالَ شَيْئًا مِّنَ الدِّينِ بِرَأْيِهِ فَرَنَهُ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى مَعَ إِبْلِيسَ فِي النَّارِ، فَإِنَّهُ أَوَّلُ مَنْ قَاسَ حَيْثُ قَالَ: "خَلَقْتَنِي مِنْ نَّارٍ وَخَلَقْتَنِي مِنْ طِينٍ" فَدَعَا الرَّأْيَ وَالْقِيَاسَ فَإِنَّ الدِّينَ لِلَّهِ لَمْ يُوضَعْ عَلَى الْقِيَاسِ " جو شخص احکام الہی میں سے کسی حکم کے متعلق قیاس کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے دوزخ میں ابلیس کے پاس جگہ دے گا کیونکہ سب سے پہلے ابلیس نے ہی قیاس کیا تھا جب اللہ تعالیٰ نے اسے سجدہ آدم کا حکم دیا تھا تو اس نے کہا تھا کہ "میں اس سے افضل ہوں کیونکہ تو نے مجھے

آگ سے پیدا کیا اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا ہے اور آگ کو مٹی پر فضیلت حاصل ہے۔“ (سورہ اعراف: آیت ۱۲) لہذا تم لوگ رائے اور قیاس کو خیر باد کہو کیونکہ اللہ کے دین کی بنیاد قیاس پر نہیں رکھی گئی ہے۔ (بخاری الانوار ج ۲)

۲۸۔ ہٹ دھرمی اور بحث و تکرار

ہٹ دھرمی اور بحث و تکرار کسی بھی معاشرے کے لیے زہر قاتل ہے۔ اخلاقی لحاظ سے یہ مذموم ہے۔ اس سے دوستی اور دینی برادری خراب ہوتی ہے اور محبتوں کی بجائے نفرت اور کینہ پیدا ہوتا ہے۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے نہ صرف برادرانہ تعلقات خراب ہوتے ہیں بلکہ دین بھی غارت ہو جاتا ہے اور نیک اعمال حبط ہو جاتے ہیں اور عقائد میں شک پیدا ہوتا ہے۔ اس کی وجہ سے انسان خدا سے غافل ہو جاتا ہے۔ خواہ مخواہ کی ضد سے منافقت جنم لیتی ہے اور اس کی وجہ سے بخشش کے بہت سے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: لَا يُخَاصِمُ إِلَّا زَجَلٌ لَيْسَ لَهُ وَرَعٌ أَوْ زَجَلٌ شَاكٌ. جھگڑا وہی کرتا ہے جس کے پاس خوف خدا نہ ہو یا وہ اہل شک میں سے ہو۔ (میزان الحکمة ج ۱، ص ۷۲۸)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: الْخِصْوْمَةُ تُمَحِقُ الدِّينَ وَ تُحْبِطُ الْعَمَلَ وَ تُؤْرِثُ الشُّكَّ. خصومت و نزاع دین کو ختم کر دیتی ہے اور عبادت کو ضائع کر دیتی ہے اور دین میں شک پیدا کرنے کا سبب بنتی ہے۔ (شیخ صدوق، توحید ص ۳۵۸)

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا: اِيَّاكُمْ وَالْخِصْوْمَةَ فِي الدِّينِ فَإِنَّهَا تُشْبِلُ الْقَلْبَ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَ تُؤْرِثُ الْبِقَاقَ ، وَ تُكْسِبُ الضَّغَائِنَ ، وَ تَسْتَجِيزُ الْكِبْذَ . دین میں جاہلانہ قیل و قال سے پرہیز کرو کیونکہ اس سے دل ذکر خدا سے غافل ہو جاتا ہے اور اس سے نفاق، کینہ اور جھوٹ کو فروغ ملتا ہے۔

(شیخ صدوق، امالی ص ۳۳۰)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اِيَّاكَ وَالْخِصْوْمَةَ ، فَإِنَّهَا تُؤْرِثُ الشُّكَّ ، وَ تُحْبِطُ الْعَمَلَ ، وَ تُؤْرِثُ صَاحِبِهَا ، وَ عَسَى أَنْ يَسْكَتَمَ الرَّجُلُ بِالشَّيْءِ لَا يُغْفَرُ لَهُ . خواہ مخواہ کی جھگڑا بازی سے پرہیز کرو کیونکہ یہ شک، حبط اعمال اور گمراہی کا باعث بنتی ہے۔ بعض اوقات انسان کے منہ سے ایسی بات نکل جاتی ہے جو خدا کی طرف سے ناقابل معافی ہوتی ہے۔ (امالی ص ۳۳۰)

امیر المومنین کا فرمان ہے: مَنْ بَالَعَ فِي الْخِصْوْمَةِ اِثْمَ وَمَنْ قَصَرَ فِيهَا ظَلَمَ ، وَلَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَتَّقِيَ النَّلَّةَ مَنْ خَاصَمَ . جو لڑائی جھگڑے میں بڑھ جائے وہ گنہگار ہوتا ہے اور جو اس میں کمی کرے اس پر ظلم ڈھائے جاتے ہیں اور جو لڑتا جھگڑتا ہے اس کے لیے مشکل ہوتا ہے کہ خوف خدا قائم رکھے۔ (نسخ البلاغ، حکمت ۲۹۸)

امام جعفر صادق کی زندگی کا دستور تھا کہ اگر آپ کا گزر ایسے افراد کے پاس سے ہوتا جو آپس میں جھگڑا کر رہے ہوتے تو آپ وہاں سے گزرتے وقت تین بار بلند آواز سے کہتے تھے اتَّقُوا اللّٰهَ سے ڈرو۔

۲۹۔ رہبانیت اور غیر شرعی ریاضتیں

لفظ رہبانیت ”رہب“ سے بنا ہے جس کے معنی ڈرنے اور خوفزدہ ہونے کے ہیں۔ عیسائیوں نے اس طرز زندگی کا اختراع کیا جیسا کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ... وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ انھوں نے رہبانیت کا اختراع کیا ہے۔ اسے ہم نے ان پر واجب نہیں کیا تھا۔ (سورہ حدید: آیت ۲۷)

جو شخص رہبانیت کی زندگی اختیار کرے اسے ”راہب“ کہا جاتا ہے اور راہب اپنے آپ کو زندگی کے جھمیلوں اور کاروبار اور بیوی بچوں سے آزاد رکھتا ہے اور کسی گوشہ تنہائی میں جا کر خدا کی عبادت کرتا ہے اور وہ اپنے نفس امارہ کو کچلنے کے لیے سخت ریاضتیں کرتا ہے۔ حد یہ ہے کہ بعض افراد اپنے آپ کو خاصی کرا لیتے ہیں اور بعض افراد اپنی گردن میں بھاری طوق و زنجیر ڈال کر اپنے نفس کو اذیت دیتے ہیں اس طرح وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان سخت قسم کی ریاضتوں کی وجہ سے انھیں خدا کا قرب حاصل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے اس طرز عمل کی مذمت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ ایک بدعت ہے جسے انھوں نے از خود گلے میں ڈال رکھا ہے۔ اسلام میں رہبانیت اور راہبانہ ریاضتوں کا کوئی تصور موجود نہیں ہے۔

کافی میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے کہ کچھ مسلمانوں نے نماز شب کو اپنے لیے واجب قرار دیا تھا اور کچھ مسلمانوں نے بیویوں سے جنسی تعلقات منقطع کر دیئے تھے اس طرح وہ یہ سمجھتے تھے کہ ایسا کرنے سے انھیں خدا کا قرب نصیب ہوگا لیکن اسلام نے اس طرز عمل کی حوصلہ شکنی کی اور کسی کو بھی ایسا کرنے کی اجازت نہ دی۔

کافی کی ایک اور روایت میں مرقوم ہے کہ عثمان بن مظعونؓ کی بیوی رسول خداؐ کے پاس آئی اور بولی: یا رسول اللہ! عثمان دن کو روزہ رکھتا ہے اور ساری رات عبادت کرتا ہے (اور میری طرف کوئی توجہ نہیں کرتا) یہ سنا تو آنحضرتؐ ناراض ہوئے اور ننگے پاؤں عثمان بن مظعونؓ کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہا تھا۔ جب اس کی آنحضرتؐ پر نگاہ پڑی تو نماز ختم کر دی۔

آنحضرتؐ نے اس سے فرمایا: عثمان! اللہ نے مجھے رہبانیت کے ساتھ مبعوث نہیں کیا۔ اس نے مجھے ایک آسان دین دے کر بھیجا ہے۔ تم مجھے دیکھو میں روزہ رکھتا ہوں اور نماز پڑھتا ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ اپنی بیویوں کے حقوق بھی پورے کرتا ہوں۔ جو بھی مجھ سے محبت رکھتا ہے اسے میری سنت پر عمل کرنا چاہیے اور میری سنت میں نکاح شامل ہے۔ (کافی ج ۵، ص ۴۹۴)

کتاب مذکور میں مرقوم ہے کہ رسول خداؐ نے ایک شخص سے فرمایا: کیا تو نے آج روزہ رکھا ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔

پھر آپ نے فرمایا: کیا آج تو نے کسی مسکین کو کھانا کھلایا ہے؟

اس نے کہا کہ نہیں۔ پھر آپ نے اس سے فرمایا کہ اپنی بیوی کے پاس جا۔ تیرا اس کے پاس جا کر

بیٹھنا بھی تیری طرف سے صدقہ ہے۔ (کافی ج ۵، ص ۳۹۵)

کافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک دن حضرت رسول خدا جناب ام سلمہ کے گھر تشریف لے گئے۔ وہاں پہنچے تو آپ کو وہاں بھینی بھینی خوشبو محسوس ہوئی۔

آپ نے فرمایا: کیا عطر فروش عورت 'حولہ' تمہارے پاس آئی ہے؟

جناب ام سلمہ نے جواب دیا: ہاں! وہ آئی ہوئی ہے اور اپنے شوہر کی شکایت کرتی ہے۔

اس کے بعد وہ عورت آپ کے پاس آئی اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان!

میرا خاوند میری طرف توجہ نہیں کرتا۔

آپ نے فرمایا: تم زیادہ آرائش کر کے اپنے آپ کو اس کے سامنے پیش کرو۔

اس نے کہا: یا رسول اللہ! میں ہر طرح کے عطر استعمال کر چکی ہوں اور اپنی آرائش میں بھی میں نے

کوئی کمی نہیں کی ہے مگر وہ پھر بھی میری طرف توجہ نہیں کرتا۔

رسول خدا نے فرمایا کہ کاش اسے معلوم ہوتا کہ تیری طرف توجہ دینے سے اسے کیا ثواب ملتا ہے۔

اس عورت نے کہا: یا رسول اللہ! اس کی کیا جزا ہے؟

آپ نے فرمایا کہ جب شوہر بیوی کی طرف توجہ کرتا ہے تو دو فرشتے اسے اپنی آغوش میں لے لیتے

ہیں اسے اس مجاہد کا ثواب دیا جاتا ہے جس نے جہاد کے لیے تلوار ہاتھ میں پکڑ رکھی ہو اور جب شوہر اپنی بیوی

سے حقوق زوجیت ادا کرتا ہے تو اس وقت اس کے گناہ یوں جھڑتے ہیں جیسا کہ موسم خزاں میں درختوں کے پتے

جھڑتے ہیں اور جب شوہر غسل جنابت کرتا ہے تو گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔ (کافی ج ۵، ص ۳۹۶)

۳۰۔ رحمت الہی سے ناامیدی

اللہ کی رحمت سے ناامید ہونا بہت بڑا گناہ ہے۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ شرک کے بعد سب سے

بڑا گناہ اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا ہے۔ رحمت الہی سے انسان اس وقت ناامید ہوتا ہے جب وہ کوئی ایسا ظلم

کرتا ہے جو آیات الہی کی تکذیب و تمسخر کا موجب ہوتا ہے تو اس سے توفیق الہی سلب کر لی جاتی ہے اور وہ

رحمت پروردگار سے مایوس ہو جاتا ہے۔

کافی میں صفوان بن مہران جمال سے منقول ہے کہ میں نے دیکھا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نماز

پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے آپ نے تکبیرۃ الاحرام سے پہلے یہ دعا پڑھی: اَللّٰهُمَّ لَا تُؤَيِّسُنِيْ مِنْ رُّوْحِكَ

وَلَا تَقْضُ طَنِيْ مِنْ رَّحْمَتِكَ وَلَا تُؤَيِّسِنِيْ مَكْرَكَ لِإِنَّهُ لَا يَأْتُنِيْ مَكْرَ اللّٰهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ۔ پروردگار!

مجھے اپنی رحمت سے مایوس نہ ہونے دینا اور اپنی گرفت سے بے خوف نہ ہونے دینا کیونکہ تیری گرفت سے

نقصان اٹھانے والے ہی بے خوف ہوتے ہیں۔

صفوان بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام سے عرض کیا کہ میں نے آپ سے وہ کلمات سنے ہیں جو پہلے کسی سے نہیں سنے۔ آپ نے فرمایا کہ یاد رکھو اللہ کے ہاں اس کی رحمت سے ناامیدی اور اس کی گرفت سے بے خوف ہونا بدترین گناہ ہے۔

قرآن مجید میں حضرت یوسف علیہ السلام کے قصے میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں کو حضرت یوسفؑ کی تلاش میں روانہ کرتے وقت فرمایا تھا: يَا بَنِيَّ اذْهَبُوا فَتَحَسُّوْا مِنْ يُّوسُفَ وَ اٰخِيهِ وَلَا تَاِيْسُوْا مِنْ رُّوْحِ اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا يٰئِيْسُ مِنْ رُّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ میرے بیٹو! جاؤ اور یوسف اور اس کے بھائی کو تلاش کرو اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا کیونکہ کافر ہی اللہ کی رحمت سے مایوس ہوا کرتے ہیں۔ (سورہ یوسف: آیت ۸۷)

معلوم ہوتا ہے کہ گناہوں کی کثرت اور توبہ نہ کرنے کی وجہ سے انسان آہستہ آہستہ رحمت الہی سے مایوس ہوتا چلا جاتا ہے اور قیامت کی جزا و سزا سے غافل ہونے لگتا ہے۔ اس حالت کو انسان کی بدنصیبی کا ہی نام دیا جاسکتا ہے ورنہ اللہ کی رحمت اتنی وسیع ہے کہ وہ کائنات کے ذرے ذرے پر محیط ہے لیکن گناہوں کی کثرت کی وجہ سے انسان اس سے غافل اور مایوس ہو جاتا ہے۔ انسان کو چاہیے کہ گناہوں سے پرہیز کرے اور گناہوں کی تلافی توبہ سے کرے کیونکہ گناہوں کا ثمر رحمت الہی سے مایوسی کی صورت میں نمودار ہوتا ہے اور یہ انتہائی خطرناک چیز ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک بار رسول خداؐ کا گزر بے آب و گیاہ صحرا سے ہوا تو آپ نے صحابہ سے کہا کہ جاؤ ایندھن کے لیے کچھ لکڑیاں لے آؤ۔ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہاں ایندھن ملنا مشکل ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تنکا تنکا جمع کرو۔ صحابہ ادھر ادھر پھرے اور کچھ لکڑیاں لا کر ایک جگہ ڈھیر کر دیں۔ رسول خداؐ نے فرمایا: گناہ بھی اسی طرح تنکا تنکا جمع ہوتے رہتے ہیں اور آخر کار ان کا بڑا ڈھیر لگ جاتا ہے۔ پھر فرمایا: خبردار! کسی گناہ کو حقیر نہ سمجھو کیونکہ ہر چیز کا ایک نہ ایک طالب اور نگہبان موجود ہے جو انسان کے جملہ اعمال اور ان کے اثرات کو لکھوا رہا ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی وَكُلُّ شَيْءٍ اٰخَصَيْنَاهُ فِیْ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ۔ (کافی ج ۲، ص ۲۸۸)

مؤلف کہتا ہے:

مایوسی سے بچنے کے لیے انسان کو قرآن مجید کی آیات مغفرت پڑھتے رہنا چاہیے اور معصومین علیہم السلام کے فرامین پر عمل کرنا چاہیے۔

قنوط، یاس اور خبیہ

قرآن مجید میں جہاں رحمت الہی سے مایوسی کو کافروں سے مخصوص کیا گیا ہے وہاں یہ بھی فرمایا گیا ہے:

لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ إِنَّهُ يَرْحَمُ الْغَافِلِينَ (سورہ زمر: آیت ۵۳)

قنوط (مایوسی) اور خبیثہ (ناکام) کے درمیان کیا فرق ہے۔ اس کے متعلق لغت کی مشہور کتاب مجمع البحرین میں لکھا ہے کہ ”قنوط“ شدید ناامیدی کو کہا جاتا ہے اور خبیثہ (ناکامی) امیدواری کے بعد ناامیدی کو کہا جاتا ہے جبکہ یاس امید کے بعد ناامیدی کو کہا جاتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ اللہ نے یاس و ناامیدی سے منع کیا ہے اور یہ دونوں کیفیات گناہان کبیرہ میں شامل ہیں۔ اللہ نے لوگوں کو اپنی رحمت کی طرف متوجہ کیا ہے لیکن انسان کو ہمیشہ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اس نے قیامت کے دن خدا کے حضور پیش ہونا ہے جہاں اسے ذرے ذرے کا حساب دینا ہوگا۔

کافی میں ہے کہ ایک دن رسول خداؐ نے اپنے صحابہ سے فرمایا: جانتے ہو مفلس کون ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مفلس وہ ہے جس کے پاس درہم و دینار اور مال دنیا نہ ہو۔ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا کہ میری امت میں مفلس شخص وہ ہے جو قیامت کے دن خدا کے حضور نماز، روزہ حج اور زکات جیسی عبادات لے کر آئے لیکن اس نے کسی کو گالیاں دی ہوں گی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو ستایا ہوگا تب وہ سب کے سب اس کے خلاف گواہی دینے کے لیے آجائیں گے۔ اس کی نیکیاں ان کو دے دی جائیں اور جب نیکیاں کم ہو جائیں گی تو ان کی برائیاں اس کے کھاتے میں ڈال دی جائیں گی اور پھر اسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ (اصول کافی ج ۹، ص ۲۳۱)

اللہ کی رحمت و مغفرت

علی بن یونس عالمی نے اپنی کتاب الصراط المستقیم میں الجمع بین الصحیحین کے حوالے سے لکھا ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا: إِنَّ لِلَّهِ مِائَةَ رَحْمَةٍ أَنْزَلَ مِنْهَا وَاحِدَةً إِلَى خَلْقِهِ يَتَرَاخُمُونَ بِهَا وَبِهَا تَغْطِفُ الْوُحُوشُ عَلَى أَوْلَادِهِمْ ، وَ آخِرُ لِنَفْسِهِ تِسْعَةٌ وَ تِسْعِينَ ، يَرْحَمُ بِهَا عِبَادَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ . اللہ کے پاس ایک سو رحمتیں ہیں اس نے ایک رحمت کو دنیا میں بھیجا ہے۔ اسی کی وجہ سے لوگ ایک دوسرے پر رحم کرتے ہیں اور اسی کی وجہ سے جانور اپنی اولاد پر شفقت کرتے ہیں۔ اس نے اپنے پاس ننانوے رحمتیں محفوظ رکھی ہیں۔ قیامت کے دن اپنے بندوں پر ان کے ذریعے سے رحم کرے گا۔ وہ قیامت کے دن اپنے بندے سے کہے گا: ”میں بیمار ہوا تھا لیکن تو نے میری عیادت نہیں کی، میں بھوکا ہوا تھا لیکن تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا تھا۔ میں پیاسا ہوا تھا تو نے مجھے پانی نہیں پلایا تھا۔ بندہ کہے گا کہ رب العالمین! یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

فلاں شخص بیمار ہوا تھا تو نے اس کی عیادت نہیں کی تھی۔

فلاں شخص نے تجھ سے کھانا مانگا تھا تو نے اسے کھانا نہیں کھلایا تھا۔

فلاں شخص نے تجھ سے پانی مانگا تھا تو نے اسے پانی نہیں پلایا تھا۔

اگر تو نے ایسا کیا ہوتا تو مجھے وہاں ضرور پاتا۔“
پھر رسول خداؐ نے فرمایا کہ لوگو! دیکھو اللہ کو اپنے بندے کتنے پیارے ہیں کہ ان پر احسان کرنے والوں کو اپنے اوپر احسان کرنے والا قرار دیا ہے۔

انسان کی توبہ سے خدا کو کتنی خوشی حاصل ہوتی ہے اس کے لیے حسب ذیل روایت ملاحظہ فرمائیں:
حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ اگر ایک شخص کہیں سفر پر تنہا جا رہا ہو اور راستے میں ویران زمین پر اترے اور اپنی سواری اور کھانا پانی اپنے پاس رکھ کر سو جائے اور جب بیدار ہو تو وہاں نہ سواری ہو اور نہ ہی کھانا اور پانی ہو۔ پھر وہ شخص اپنی سواری کو ڈھونڈنے کے لیے ادھر ادھر نکلے اور سخت تلاش کے بعد اسے کچھ نہ ملے۔ پھر مایوس ہو کر موت کے استقبال کے لیے سو جائے۔ چند لمحات بعد دیکھے کہ اس کی سواری اور کھانے پینے کا سامان اس کے پاس موجود ہو تو اسے یہ چیزیں پا کر کتنی مسرت حاصل ہوگی؟ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اسے بے پناہ خوشی حاصل ہوگی اس کی خوشی کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ رسول خداؐ نے فرمایا: جتنی خوشی اس شخص کو ہوتی ہے اس سے کہیں زیادہ خوشی خدا کو اس وقت ہوتی ہے جب کوئی گنہگار خدا کے سامنے توبہ کرتا ہے۔

(الصراط المستقیم ج ۳، ص ۶۹)

محمد بن مسلم بیان کرتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے مجھ سے ارشاد فرمایا:
مومن جب توبہ کر لیتا ہے تو اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اسے توبہ و مغفرت کے بعد اپنے اعمال کی تکہبانی کرنی چاہیے۔ پھر فرمایا: خدا کی قسم! توبہ صرف اہل ایمان کی ہی قبول ہوتی ہے۔
میں نے کہا: مولا! اگر توبہ کے بعد پھر وہ گناہ کرے اور پھر توبہ کرے تو کیا اس کی توبہ قبول ہوگی؟
آپ نے فرمایا: تو کیا سمجھتا ہے کہ مومن اپنے گناہ پر ندامت محسوس کرے اور توبہ و استغفار کرے تو کیا خدا اس کی توبہ قبول نہیں فرمائے گا؟

میں نے کہا: مولا! اگر کوئی توبہ کرے پھر گناہ کرے پھر توبہ کرے پھر گناہ کرے پھر توبہ کرے اور ایسا بار بار کرے تو کیا پھر بھی اس کی توبہ قبول ہو جائے گی؟

آپ نے فرمایا کہ مومن جب بھی توبہ کرے گا تو اللہ اس کی مغفرت کرتا رہے گا۔ یقیناً اللہ غفور رحیم ہے۔ وہ توبہ قبول کرتا ہے اور برائیوں سے درگزر کرتا ہے۔ خبردار! مومنین کو اللہ کی رحمت سے مایوس نہ کرنا۔

(کافی ج ۲، ص ۲۳۳)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ تم میرے بندے دانیال کے پاس جاؤ اور اسے میرا یہ پیغام پہنچاؤ کہ خدا کہہ رہا ہے کہ تو نے میری نافرمانی کی (اور توبہ کی) میں نے تجھے معاف کیا۔ پھر تو نے میری نافرمانی کی میں نے دوبارہ تجھے معاف کیا۔ تو نے تیسری بار میری نافرمانی کی۔ میں نے تجھے تیسری بار بھی معاف کر دیا۔ اب اگر چوتھی بار تو نے میری نافرمانی کی تو میں تجھے

معاف نہیں کروں گا۔

حضرت داؤد علیہ السلام دانیال کے پاس گئے اور انھیں خدا کا پیغام پہنچایا۔

دانیال نے کہا کہ آپ نے مجھ تک خدا کا پیغام پہنچا دیا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام پیغام پہنچا کر واپس چلے آئے۔ جب رات کا پچھلا پہر ہوا تو دانیال اٹھے اور خدا سے محو مناجات ہوئے اور عرض کیا: پروردگار! حضرت داؤد کے ذریعے مجھے تیرا پیغام مل گیا ہے۔ خدایا! میں نے تیری نافرمانی کی تو نے مجھے معاف کیا۔ میں نے پھر نافرمانی کی تو نے پھر مجھے معاف کیا۔ میں نے تیسری بار تیری نافرمانی کی تو نے پھر بھی مجھے معاف کیا۔ اب تو نے کہلا بھیجا ہے کہ اگر تو نے اب چوتھی بار نافرمانی کی تو میں تجھے معاف نہیں کروں گا۔ پروردگار! مجھے تیری عزت کی قسم! اگر تو نے مجھے نہ پچایا تو میں ضرور تیری نافرمانی کروں گا۔ پھر میں ضرور تیری نافرمانی کروں گا۔

پھر میں ضرور تیری نافرمانی کروں گا۔ (کافی ج ۲، ص ۴۳۵)

معاویہ بن دہب راوی ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

جب بندہ خلوص سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے اور اس کی خطاؤں کی پردہ پوشی کرتا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اللہ اس کی پردہ پوشی کیسے کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کراہا کاتبین کو ان کی لکھی ہوئی تحریر فراموش کرا دیتا ہے اور اس کے اعضاء و جوارح کو اس کا عمل فراموش کرا دیتا ہے اور جس زمین پر اس نے گناہ کیا ہوتا ہے اس زمین کو اللہ اس کا عمل فراموش کرا دیتا ہے اور جب وہ خدا کے سامنے پیش ہوگا تو اس کے گناہوں کی گواہی دینے کے لیے کوئی موجود نہ ہوگا۔ (کافی ج ۲، ص ۴۳۱، ۴۳۶)

رحمت الہی کی وسعت

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک غریب نوجوان جس کی زلفیں درویشوں کی طرح الجھی اور بکھری رہتی تھیں حضرت داؤد کے دربار میں آمد و رفت رکھتا تھا۔ ایک دن وہ نوجوان حسب معمول دربار میں موجود تھا کہ اتنے میں فرشتہ اجل آیا اور اس نے گھور گھور کر اس نوجوان کو دیکھا۔

حضرت داؤد نے ملک الموت سے پوچھا کہ تم اسے یوں گھور گھور کر کیوں دیکھ رہے ہو؟

ملک الموت نے کہا کہ اس نوجوان کی زندگی کے دن پورے ہونے کو ہیں اور مجھے حکم مل چکا ہے کہ میں ساتویں دن اس کی روح قبض کروں۔ حضرت داؤد کو جوان پر بڑا رحم آیا۔ آپ نے فرمایا: کیا تو نے شادی کر لی ہے؟ جوان نے نفی میں جواب دیا۔ آپ نے فرمایا: بنی اسرائیل کے فلاں بزرگ کے پاس جاؤ اور اسے میری طرف سے یہ پیغام پہنچاؤ کہ داؤد تمہیں حکم دیتے ہیں کہ تم اپنی بیٹی میرے نکاح میں دیدو اور آج رات اس کی رخصتی کر دو۔ پھر آپ نے کہا: شادی کے تمام اخراجات اور حق مہر کی رقم میں تمہیں فراہم کروں گا۔ اپنی بیوی کو لے کر اپنے گھر چلے جاؤ اور ٹھیک ساتویں دن یہاں آنا۔ جوان حضرت داؤد کا پیغام لے کر گیا اور اسی رات اس

کی شادی ہوگی اور پورا ہفتہ اس نے بیوی کے پاس بسر کیا۔ پھر شادی کے ساتویں دن وہ حضرت داؤد کی خدمت میں آیا۔ آپ نے پوچھا: سناؤ زندگی کے یہ دن کیسے گزرے؟ جوآن نے کہا: ان ایام سے بہتر دن میری زندگی میں کبھی نہیں آئے تھے۔ یہ میری زندگی کے بہترین دن تھے۔ الغرض جوآن بیٹھ گیا اور حضرت داؤد ملک الموت کا انتظار کرنے لگے۔ پورا دن گزر گیا لیکن نہ تو ملک الموت آئے اور نہ ہی جوآن کی موت ہوئی۔ آپ نے فرمایا: اچھا! اب تم اپنے گھر جاؤ۔ ایک ہفتہ بعد پھر یہاں آنا۔ وہ جوآن چلا گیا اور ایک ہفتہ بعد پھر واپس حاضر ہوا۔ حضرت داؤد سارا دن ملک الموت کے منتظر رہے لیکن ملک الموت نہ آئے اور جوآن کی موت واقع نہ ہوئی۔ حضرت داؤد نے جوآن کو رخصت دی اور فرمایا کہ اب تم اگلے ہفتے یہاں آؤ گے۔ جوآن فرمان کے مطابق اگلے ہفتہ پھر حاضر ہوا لیکن اس بار بھی ملک الموت نہ آئے۔ پھر کافی عرصہ بعد ملک الموت حضرت داؤد کے پاس آئے۔ آپ نے اس سے کہا کہ تم نے تو ایک ہفتے کی بات کی تھی اب جوآن کو تو کئی ہفتے گزر چکے ہیں۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ ملک الموت نے جواب دیا کہ جب آپ نے اس پر رحم کیا تو خدا کو بھی اس پر رحم آ گیا۔ اللہ نے اس کی عمر میں تیس برس کا اضافہ کر دیا۔ (بحار الانوار ج ۴، ص ۱۱۱۔ کیفر گناہ ص ۱۹۸)

۳۱۔ اللہ کی پکڑ سے بے خوف ہونا

شرک اور رحمت الہی سے مایوسی کے بعد اللہ کی پکڑ اور عذاب سے بے خوف ہونا بہت بڑا گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ حلیم ہے اور وہ سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا جس سے گنہگار یہ سمجھنے لگ جاتا ہے کہ اس کے لیے کوئی سزا نہیں ہے اور وہ گناہ کرنے میں بے باک ہو جاتا ہے اور اسے توبہ کی توفیق نہیں ملتی۔ پھر اچانک اللہ کی پکڑ شروع ہو جاتی ہے۔ استدراج اور مکو الہی کا یہی مطلب ہے۔ لہذا انسان کو چاہیے کہ اللہ کی نافرمانی سے ڈرتا رہے اور ہر گناہ کے بعد توبہ کے ذریعے اس کا مداوا کرے اور اللہ سے دعا کرے کہ وہ اس پر اپنے فضل و کرم کا سایہ دراز رکھے اور اسے اس کے نفس کے سپرد نہ کرے۔

اگر اللہ ہمیں مرض عصیان سے نہ بچائے تو ہم ابلیس کے جال میں پھنس جائیں گے اور ہمارے لیے نجات کی کوئی صورت نہیں ہوگی۔ اگر کوئی انسان بارگاہ احدیت میں اپنی ناتوانی، نادانی اور ناچاریگی کا اعتراف کرے اور اپنے گناہوں سے خوف محسوس کرتا رہے اور توبہ کرے اور خدا سے رحم و کرم کی دعا کرے تو یقین ہے کہ اللہ اسے اس کے نفس امارہ کے سپرد نہیں کرے گا۔ ایسا شخص نہ تو اللہ کی رحمت سے مایوس ہوگا اور نہ اس کے عذاب سے بے خوف ہوگا۔ اللہ کا فرمان ہے: فَلَوْ لَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَكُنْتُمْ مِنَ الْخَاسِرِينَ ○ اگر تم پر خدا کا فضل اور اس کی مہربانی نہ ہوتی تو تم خسارہ اٹھانے والوں میں سے بن جاتے۔ (سورہ بقرہ: ۶۳)

ہم سابقہ صفحات میں عرض کر چکے ہیں کہ جب خدا کے محبوب بندے سے کوئی گناہ ہو جاتا ہے تو خدا اسے کسی نہ کسی آزمائش میں ڈال دیتا ہے جس سے وہ بندہ توبہ کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور اس کا گناہ بخشا جاتا

ہے اور جب خدا کسی بندے کو ناپسند کرتا ہے تو اس کے لیے دنیاوی نعمتوں کا دروازہ کھول دیتا ہے اور اسے ڈھیل دیتا ہے جس سے وہ توبہ کو بھلا دیتا ہے۔ پھر اچانک اس کی پکڑ کرتا ہے جسے استدراج کہا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: أَقَامِنَ أَهْلَ الْقُرَىٰ أَنْ يَأْتِيَهُمْ بَأْسُنَا بَيِّنَاتًا وَهُمْ نَابِئُونَ ۝ أَوْ آمِنَ أَهْلَ الْقُرَىٰ أَنْ يَأْتِيَهُمْ بَأْسُنَا ضُحًى وَهُمْ يُلْعَبُونَ ۝ أَقَامِنَا مَكْرَ اللَّهِ فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ کیا بستیوں کے رہنے والے اس سے بے خوف ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب رات کو واقع ہو جب وہ (بے خبر) سو رہے ہوں۔ کیا بستیوں کے رہنے والے اس سے بے خوف ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب دن چڑھے نازل ہو اور وہ کھیل رہے ہوں۔ کیا یہ لوگ خدا کی پکڑ سے بے خوف ہو چکے ہیں حالانکہ خدا کی پکڑ سے وہی لوگ بے خوف ہوتے ہیں جو خسارہ اٹھانے والے ہیں۔ (سورہ اعراف: آیت ۹۷ تا ۹۹)

وَلَا يَخْسِرَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا ۖ أَمْ أَنَا نَعْلَمُ لَهُمْ خَيْرًا لَّا نُنْفِسِهِمْ ۖ إِنَّمَا نَعْلَمُ لَهُمْ لَيْزًا ۚ ذَاذُوا إِنَّمَا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۝ اور کافر یہ خیال نہ کریں کہ ہم ان کو مہلت دیئے جاتے ہیں تو وہ ان کے حق میں اچھا ہے (نہیں بلکہ) ہم ان کو اس لیے مہلت دیتے ہیں کہ وہ اور گناہ کر لیں آخر کار ان کو ذلیل کرنے والا عذاب ہوگا۔

(سورہ آل عمران: آیت ۱۷۸)

وَأَمْلِي لَهُمْ إِنْ كَيْدِي مَتِينٌ ۝ اور میں ان کو مہلت دیئے جاتا ہوں یقیناً میری تدبیر مضبوط ہے۔

(سورہ اعراف: آیت ۱۸۳)

ہادیان دین نے اپنی تعلیمات میں عذاب الہی سے بے خوف ہونے کے خطرے کی نشاندہی کی ہے۔ چنانچہ سفینۃ البحار میں ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: وَاللَّهِ مَا عَذَّبَهُمُ اللَّهُ بِشَيْءٍ أَشَدَّ مِنْ الْإِثْمَاءِ. خدا کی قسم! خدا نے ان کو ڈھیل دینے سے بڑھ کر اور کسی چیز سے عذاب نہیں دیا۔ (ج ۲، ص ۵۵۱)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: إِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِعَبْدٍ خَيْرًا فَأَذْنَبَ ذَنْبًا اتَّبَعَهُ بِعِقَابِهِ وَيَذْكُرُهُ الْإِسْتِغْفَارَ وَإِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِعَبْدٍ شَرًّا فَأَذْنَبَ ذَنْبًا اتَّبَعَهُ بِعِقَابِهِ الْإِسْتِغْفَارَ وَبِعَمَادِي بِهِ وَهُوَ قَوْلُهُ تَعَالَى: سَنَسْخَرُ جُحُومًا مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ جب خدا کو کسی شخص کی بھلائی مطلوب ہوتی ہے تو وہ شخص جب کوئی گناہ کرتا ہے تو خدا اسے مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے اور اسے استغفار کی یاد دلاتا ہے اور جب خدا کو کسی بندے کی برائی مطلوب ہوتی ہے تو جب وہ شخص کوئی گناہ کرتا ہے تو خدا اس پر نعتیں فرداں کر دیتا ہے اور اس طرح اسے توبہ بھلا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: سَنَسْخَرُ جُحُومًا مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ ۝ ہم انھیں اس طرح پکڑیں گے کہ انھیں معلوم ہی نہ ہوگا۔ (سورہ اعراف: آیت ۱۸۲)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ استدراج کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا:

جب کوئی شخص گناہ کرنے لگے تو خدا اسے مہلت دے اور اسے گونا گوں نعمتوں سے نوازے تاکہ وہ

توبہ سے غافل رہے۔ پھر اچانک اسے یوں پکڑ لے کہ اسے پتا بھی نہ چلے۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۶، ص ۸۲)

امام علیؑ نے فرمایا کہ خدا جس شخص کو مال و دولت عطا کرے اور وہ اسے اپنے لیے آزمائش نہ سمجھے تو وہ اپنے آپ کو سخت خوف سے امان میں سمجھنے کی غلطی میں مبتلا ہے۔ (بحار الانوار ج ۱۵، ص ۱۶۲)

مؤلف: سعادت کا راستا یہ ہے کہ انسان ہمیشہ خوف و امید کے درمیان رہے۔ اسے خدا کی رحمت سے مایوس اور خدا کی گرفت سے بے خوف نہیں ہونا چاہیے کیونکہ مایوسی اور بے خونی دونوں خطرناک ہیں۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اِنَّهُ لَيْسَ مِنْ عَبْدٍ مُّؤْمِنٍ اِلَّا وَفِي قَلْبِهِ نُورَانِ نُورٌ حَقِيْقَةٌ وَ نُورٌ رَجَاءٍ لَوْ وُزِنَ هَذَا لَمْ يَزِدْ عَلٰى هَذَا وَلَوْ وُزِنَ هَذَا لَمْ يَزِدْ عَلٰى هَذَا. ہر بندہ مومن کے دل میں خدا نے دو نور رکھے ہیں۔ پہلا خوف کا اور دوسرا امید کا۔ اگر ان کا آپس میں وزن کیا جائے تو دونوں برابر ہوں گے۔ ان میں سے کوئی ایک دوسرے سے زیادہ وزنی نہیں ہوگا۔

کافی میں ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

لَا يَكُوْنُ الْمُؤْمِنُ مُؤْمِنًا حَتّٰى يَكُوْنَ خَائِفًا رَاجِيًا وَلَا يَكُوْنُ خَائِفًا رَاجِيًا حَتّٰى يَكُوْنَ غَامِلًا لِمَا يَخَافُ وَيَرْجُوْ. مومن اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس میں خوف و امید کی کیفیات یکساں نہ پائی جائیں۔ اور خوف و امید اس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتے جب تک وہ امید اور خوف کے لیے عمل پیرا نہ ہو۔

خِيفَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ حَيْفَةً لِّوَجْهِهِ لَوِجْتَهُ بِيْرَ الثَّقَلَيْنِ لَعَذَبَكَ وَارْجُ اللّٰهُ رَجَاءً لِّوَجْهِهِ بَدْنُوْبٍ لِّلثَّقَلَيْنِ لَوْ رَجِمْتَ. خدا نے عزوجل سے اتنا ڈرو کہ اگر تم جن و انس کی عبادتیں بھی لے کر جاؤ تو وہ تم کو عذاب دے گا اور امید اتنی رکھو کہ اگر تم جن و انس کے سارے گناہ بھی لے کر جاؤ تو وہ پھر بھی تم پر رحم فرمائے گا۔

اَلْمُؤْمِنُ بَيْنَ مَخَافَتَيْنِ ذَنْبٌ قَدْ مَضٰى لَا يَدْرِي مَا صَنَعَ اللّٰهُ فِيْهِ وَ عُمْرٌ قَدْ بَقِيَ لَا يَدْرِي مَا يَكْتَسِبُ فِيْهِ مِنَ اَلْمَهَالِكِ فَهُوَ لَا يُصْبِحُ اِلَّا خَائِفًا وَلَا يُصَلِّحُهُ اِلَّا اَلْخَوْفُ. مومن ہمیشہ امید اور خوف کے درمیان زندگی بسر کرتا ہے۔ وہ گناہ کے متعلق خوفزدہ رہتا ہے کہ نجانے خدا اس کی کیا سزا دے اور وہ نہیں جانتا کہ اس کی کتنی عمر باقی رہ گئی ہے اور اس باقی عمر میں اس سے کتنے گناہ سرزد ہوں گے اسی لیے ہمیشہ خائف رہتا ہے اور اس کی اصلاح خوف سے ہی ممکن ہے۔ (کافی ج ۲)

بعض روایات میں آیا ہے کہ امام نے اپنے گلے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ جب تک مومن کی جان یہاں تک نہیں آجاتی اسے کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ اس کا ٹھکانا کہاں ہوگا۔

۳۲۔ خداوند عالم کے متعلق بدگمانی

بادیان دین کی متعدد روایات میں کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے قریب ہوتا ہوں۔ اگر بندہ میرے متعلق خیر، رحمت اور مغفرت کا گمان رکھتا ہوگا تو میں اس کے گمان کے مطابق اس سے سلوک کروں گا اور اگر اس کا میرے متعلق اچھا گمان نہیں ہوگا اور رحمت و مغفرت کی اسے امید

نہیں ہوگی تو میں بھی اس کے ساتھ اس کے گمان کے مطابق ہی سلوک کروں گا۔

قرآن مجید میں آیا ہے: **وَذَالِكُمْ طُنُكُمُ الَّذِي ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ أَرَأَيْتُمْ كَيْفَ صَبَّحْتُم مِّنَ الْغَاسِقِينَ** ○
یہ تمہارا وہی گمان ہے جو تم نے اپنے رب کے متعلق کیا تھا اس نے تمہیں ہلاکت میں ڈالا اور تم خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو گئے۔ (سورہ فصلت: آیت ۲۳) اس آیت کے ضمن میں امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ جو بندہ اپنے رب سے بھلائی کا گمان کرے گا تو وہ اس کے گمان کے مطابق اس سے معاملہ کرے گا۔

حضرت داؤد علیہ السلام اپنی مناجات میں کہا کرتے تھے: پروردگار! وہ شخص تجھ پر ایمان ہی نہیں لایا جسے تیری معرفت حاصل ہو مگر وہ تیرے متعلق نیک گمان نہ رکھتا ہو۔

روضۃ الواعظین میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

کوشش کرو کہ مرتے وقت اللہ کے متعلق تمہارا گمان اچھا ہو کیونکہ یہ اچھا گمان ہی جنت کی قیمت ہے۔
امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا کے متعلق حسن ظن رکھو کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي الْمُؤْمِنِ بِي إِنْ خَيْرًا فَخَيْرًا وَإِنْ شَرًّا فَشَرًّا**۔ میں بندۂ مومن کے گمان کا منتظر رہتا ہوں۔ اگر وہ میرے متعلق اچھا گمان کرتا ہے تو میری رحمت اس کے شامل حال ہو جاتی ہے اور اگر اچھا گمان نہیں رکھتا تو میری رحمت اس کے شامل حال نہیں ہوتی۔ (وسائل الشیخہ ج ۱۱، ۱۸۰)

امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہم نے کتاب علیؑ میں پڑھا ہے کہ رسول خداؐ نے برسر منبر فرمایا تھا: ”اس ذات کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے مومن کو دنیا و آخرت کی جو بھی بھلائی ملتی ہے وہ اللہ کے متعلق حسن ظن رکھنے، امید رحمت رکھنے اور مومنین کی غیبت سے بچنے کی وجہ سے ملتی ہے۔“

اس ذات کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے کہ توبہ کے بعد اللہ کسی مومن کو عذاب نہیں دے گا مگر یہ کہ وہ خدا کے متعلق بدگمان ہو، اس کی رحمت سے مایوس ہو، بد اخلاق ہو اور مومنین کی غیبت کرتا ہو۔

اس ذات کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے جب بھی مومن خدا کے متعلق نیک گمان رکھتا ہے تو خدا اس کے گمان کے مطابق اس سے معاملہ کرتا ہے کیونکہ خدا، کریم ہے اور تمام بھلائیاں اس کے دست قدرت میں ہیں۔ اسے اس بات سے حیا آتی ہے کہ بندۂ مومن تو اس کے متعلق نیک گمان کرے اور اس سے امیدیں وابستہ رکھے لیکن وہ اس کے گمان اور امید کے برخلاف اس سے سلوک کرے۔ لہذا اللہ کے متعلق نیک گمان رکھو اور اس کی رحمت کے امیدوار رہو۔“ (بخاری الاوارج ج ۶، ص ۳۹۳)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جب آخری انسان کو دوزخ کی طرف بھیجا جائے گا تو وہ مڑ مڑ کر پیچھے دیکھے گا۔ ندائے قدرت آئے گی کہ اسے واپس عرصہ محشر میں لاؤ۔ فرشتے اسے واپس لائیں گے تو خدا اس سے فرمائے گا کہ بار بار تو مڑ مڑ کر کیا دیکھ رہا ہے؟

وہ کہے گا: پروردگار! تیرے متعلق میرا یہ گمان تو نہیں تھا۔

اللہ فرمائے گا کہ تیرا میرے متعلق کیا گمان تھا؟

وہ کہے گا کہ میرا گمان تو یہ تھا کہ تو میری خطائیں معاف کرے گا اور مجھے اپنی جنت میں داخل کرے گا۔ اس وقت خدا فرشتوں سے فرمائے گا کہ مجھے اپنی عزت و عظمت کی قسم! اس نے زندگی میں میرے متعلق کبھی ایسا گمان نہیں کیا تھا۔ اگر اس نے دنیا میں میرے متعلق ایسا گمان کیا ہوتا تو میں اسے دوزخ سے کبھی نہ ڈراتا بلکہ اپنی رحمت میں داخل کرتا لیکن اب تم اس کے جھوٹ کو قبول کر لو اور اسے جنت میں لے جاؤ۔

پھر آپ نے فرمایا کہ جو کوئی خدا کے متعلق نیک گمان کرتا ہے، خدا اس کے گمان کے مطابق اس سے سلوک کرتا ہے اور جو کوئی خدا کے متعلق بدگمان ہوتا ہے تو خدا اس کے گمان کے مطابق اس سے سلوک کرتا ہے۔ یہی وَذَالِكُمْ طَنُكُمُ الَّذِي ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْذَاكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِنَ الْخَاسِرِينَ (سورہ فصلت: ۲۳) کا مطلب ہے۔
(بخاری الانوار ج ۶۷، ص ۱۸۲۔ تفسیر البرہان ج ۳، ص ۱۰۸۔ تفسیر صافی ج ۴، ص ۳۵۷)

۳۳۔ تقدیر الہی کی شکایت

خدا کی تقدیر پر راضی نہ ہونا ایک طرح کا شرک ہے جبکہ تقدیر پر راضی رہنا ایمان کی علامت ہے اور مومن کے درجات کی بلندی کا باعث ہے۔ سورہ بینہ میں ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۝ جِزَاؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّٰتٌ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ ۝ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے وہ بہترین خلائق ہیں ان کا صلہ ان کے رب کے ہاں ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ خدا ان سے خوش اور وہ اس سے خوش۔ یہ صلہ اس کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈرتا ہے۔
امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: مَنْ رَضِيَ بِالْقَضَاءِ اَتَى عَلَيْهِ الْقَضَاءُ وَ عَظَّمَ اللّٰهُ اَجْرَهُ وَ مَنْ سَخَطَ الْقَضَاءَ مَضَى عَلَيْهِ الْقَضَاءُ وَ اَخْبَطَ اللّٰهُ اَجْرَهُ۔ جو اللہ کی قضا پر راضی ہو تو اس پر اللہ کی قضا جاری ہوگی اور اس کو اللہ بہت بڑا صلہ دے گا اور جو اللہ کی قضا پر راضی نہ ہو تو بھی اللہ کی قضا اس پر جاری ہو کر رہے گی اور اللہ اس کے ثواب کو ضائع کر دے گا۔ (کافی ج ۲، ص ۶۲)

امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: اَلرُّهْدُ عَشْرَةٌ اَجْزَاءُ: اَعْلَى دَرَجَةِ الرُّهْدِ اَذْنَى دَرَجَةِ الْوَرَعِ ، وَ اَعْلَى دَرَجَةِ الْوَرَعِ اَذْنَى دَرَجَةِ الْبِقِيْنِ ، وَ اَعْلَى دَرَجَةِ الْبِقِيْنِ اَذْنَى دَرَجَةِ الرِّضَا۔ زہد کے دس درجے ہیں۔ زہد کا اعلیٰ ترین درجہ ورع کا پست ترین درجہ ہے اور ورع کا بلند ترین درجہ بقیقین کا پست ترین درجہ ہے اور بقیقین کا بلند ترین درجہ رضا بالقضاء کا پست ترین درجہ ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ امام حسن علیہ السلام کی عبداللہ بن جعفر سے ملاقات ہوئی تو آپ نے فرمایا:

عبداللہ! وہ شخص مومن کیسے کہلا سکتا ہے جو اللہ کی تقسیم پر ناراض ہو اور مقام پروردگار کو حقیر جانتا ہو؟ جبکہ اللہ اس کا حاکم ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ جس کے دل میں قضائے الہی پر رضا کا جذبہ ہو تو میں اس کی دعاؤں کی قبولیت کی ضمانت دیتا ہوں۔ (کافی ج ۲، ص ۶۲)

کسی نے امام صادق سے پوچھا کہ ایک شخص کے مومن ہونے کا پتا کیسے چل سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تسلیم اور خدا کی تلخ و شیریں تقدیر پر راضی رہنے سے اس کا پتا چل سکتا ہے۔ تقدیر الہی کے کسی بھی فیصلے کے بعد اللہ کے رسول نے یہ کبھی نہیں کہا کہ کاش! ایسا نہ ہوا ہوتا اس کی بجائے ایسا ہوا ہوتا۔ (کافی ج ۲، ص ۶۲)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو وحی بھیجی: ”تم ہرگز کسی چیز کے ذریعے میرا تقرب حاصل نہیں کر سکو گے جو میرے نزدیک میری قضا پر راضی رہنے سے محبوب تر ہو۔“

(مازندرانی، شرح کافی ج ۱، ص ۲۲۲۔ کافی، باب الرضا بالقضاء)

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

جب کسی مسلمان کے لیے حالات تنگ ہو جائیں تو اسے چاہیے کہ خدا کا شکوہ نہ کرے بلکہ خدا سے حالات کا شکوہ کرے کیونکہ معاملات کی کنجیاں اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ (بحار الانوار ج ۶۹، ص ۳۲۶)

فَاللّٰهُ اَللّٰهُ اَنْ تَشْكُوْا اِلٰى مَنْ لَا يُشْكِيْ شَجُوْكُمْ وَلَا يَنْقُضُ بِرَآئِهِ مَا قَدْ اٰتٰكُمْ اللّٰهُ مِنْ وَّرُوْ
کہ تم اپنی شکایتیں اس شخص کے سامنے لے کر بیٹھ جاؤ جو (تمہاری خواہشوں کے مطابق) تمہارے شکوؤں کے
قلق کو دور نہیں کرے گا۔ (نسخ البلاغ، خطبہ ۱۰۳)

وَمَنْ اَصْبَحَ يَشْكُوْ مَصِيْبَةً نَزَلَتْ بِهٖ فَقَدْ اَصْبَحَ يَشْكُوْ رَبُّهٗ جُوْشَخْصِ اس مصیبت کی جس میں وہ
جتلا ہے شکایت کرے تو وہ اپنے رب کی شکایت کرتا ہے۔ (نسخ البلاغ، حکمت ۲۲۸)

اجْعَلْ شِكْوَاكَ اِلٰى مَنْ يُّسْقِدُ عَلٰى غِنَاكَ اِثْمًا (مصیبتوں کی) شکایت اس سے کرو جو تم کو
بے نیاز بنانے پر قادر ہے۔ (غرر الحکم ص ۲۳۷)

مرحوم آیت اللہ محمد رضا گلپایگانی کے مکتبہ کی فہرست کے صفحہ ۹۸ پر میں نے یہ شعر پڑھا:

اِذَا ضَاقَتْ بِكَ الْاَحْوَالُ يَوْمًا فِشِقْ بِالرَّازِقِ الْفَرْدِ الْعَلِيِّ

جب کبھی مشکل حالات درپیش ہوں تو خدائے واحد و بزرگ و برتر پر بھروسہ کرو۔

اسی بات کو کسی اور شاعر نے یوں بھی کہا ہے:

اِذَا ضَاقَتْ بِكَ الْاَحْوَالُ يَوْمًا فَفَجِّرْ فِي الْمِ نَشْرَحْ

تَجِدُ يُسْرَيْنِ بَعْدَ الْعُسْرِ اِنْ فَكَّرْتَهَا تَفْرَحْ

جب کبھی تمہیں مشکل حالات سے واسطہ پڑے تو سورۃ الم نشرح پر غور کرو۔ تمہیں وہاں مشکل کے

بعد دو آسانیاں نظر آئیں گی۔ ان کے بارے میں سوچو تا کہ خوش ہو جاؤ۔

۱۔ قضا و قدر کا عقیدہ ہماری زندگی میں نہایت اہمیت رکھتا ہے اور اس کا دائرہ بڑا وسیع ہے۔ جبر و اختیار اور بقاء کی بحثیں بھی اس سے جڑی ہوئی ہیں۔ قضا اور قدر عربی زبان کے الفاظ ہیں جس کے لیے انگریزی میں Fate یا Destiny کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ تقدیر اور مقدر کے الفاظ اسی سے مشتق ہیں۔ اردو میں جس طرح تقویٰ، توکل اور قناعت کے وہ معنی لیے جاتے ہیں جو عربی میں ہرگز مراد نہیں ہیں اسی طرح نصیب اور قسمت کے عربی الفاظ بھی اردو میں Luck یا Fortune یعنی انسان کی خوشحالی اور بدحالی یا خوش بختی اور بد بختی کے معنوں میں بولے جاتے ہیں جس سے عام طور پر غلط فہمی پیدا ہوتی ہے مثلاً کہتے ہیں کہ اس کی قسمت ہی خراب ہے یا یہ کہ وہ مقدر کا سکندر ہے وغیرہ۔

قضا و قدر (Predestination) کا عقیدہ اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب میں بھی ملتا ہے۔ یونانی اور رومی نظام عقائد کے مطابق Lachesis، Clotho اور Atropos نامی تین دیویاں انسانی مقدر کو کنٹرول کرتی ہیں۔ مسلمانوں میں بھی یہ تاثر پھیلا یا گیا ہے کہ کاتب تقدیر نے ماں کے پیٹ میں ہی انسان کی تقدیر کو لکھ کر قلم توڑ دیا ہے اور انسان سے عمل کی آزادی اور ارادہ و اختیار کو چھین لیا ہے جیسا کہ معکافہ شریف، کتاب ایمان بالقدر، حدیث نمبر ۷۹ میں ہے کہ رسول اکرم نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ نے زنا میں فرزند آدم کا حصہ لکھ دیا ہے۔ وہ لاجلہ اسے کر کے رہے گا۔ قرآن مجید بتاتا ہے کہ انسان کو نیکی اور بدی دونوں سے حصہ ملا ہے فَالْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا (سورہ شمس: آیت ۸) اور اس کے لیے عمل کی دونوں راہیں کھلی ہوئی ہیں۔ وہ جس راہ کا انتخاب کرے گا قضا اس کو اسی راہ پر لے جائے گی۔ اگر وہ نیک راہ پر چلے گا تو تعریف کا حقدار ہوگا اور اگر بری راہ پر چلے گا تو مذمت کا حقدار ہوگا۔ جنگ صفین سے لوٹتے وقت ایک عراقی سے امیر المومنین امام علی نے فرمایا تھا: شاید تم نے سمجھ لیا ہے کہ قضا و قدر نے حتیٰ فیصلہ کر دیا ہے (جیسا کہ مجبورہ یعنی اشاعرہ سمجھتے ہیں)۔ اگر ایسا ہوتا تو پھر ثواب اور عقاب، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، لعنت ملامت اور وعدہ وعید کا کچھ مطلب نہ ہوتا۔ کوئی بدکار قابل ملامت اور کوئی نیکوکار قابل تعریف نہ ہوتا (اگرچہ انسان کے ہر فعل کی علت خدا سے جڑی ہوئی ہے اور وہ خدا کی دی ہوئی طاقت سے ہی اطاعت یا معصیت کے فعل کو وجود میں لاتا ہے)۔

شیخ صدوق کی کتاب توحید میں ہے کہ ایک دفعہ امیر المومنین امام علی کسی دیوار کے سامنے میں تشریف فرما تھے کہ وہ دیوار گرنے لگی۔ آپ وہاں سے بھاگے تو کسی نے کہا کہ آپ قضائے الہی سے کیوں بھاگے؟ امیر المومنین نے جواب دیا اَلْبُرْءُ مِنْ قَضَاءِ اللّٰهِ اِلٰی قَدْرِ اللّٰهِ یعنی میں قضائے الہی سے قدر الہی کی طرف بھاگا ہوں۔

امیر المومنین کے اس قول کا کہ جب کسی مسلمان کے لیے حالات تنگ ہو جائیں تو اسے چاہیے کہ خدا کا شکوہ نہ کرے بلکہ خدا سے حالات کا شکوہ کرے مطلب یہ ہے کہ جب ایک انسان اپنوں یا دشمنوں کے پیدا کردہ ایسے حالات میں (جیسے امیر المومنین کو حکیم کے موقع پر یا امام حسن کو صلح کے موقع پر پیش آئے تھے یا آج کل فلسطین، کشمیر، عراق اور افغانستان کے عوام کو درپوش ہیں) ”واقع ہو جائے“ تو اسے چاہیے کہ ان حالات سے نکلنے کی کوشش کرے۔ اگر وہ نہ نکل سکے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ خدا نے اس کے لیے ایسا ہی چاہا ہے بلکہ وہ ایسے حالات میں ”واقع“ ہوا ہے جو اس کے لیے تنگی کا سبب ہیں۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں رسول پاک کی حدیث ہے: مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُسْطَلَ لَهُ فِي رِزْقِهِ وَأَنْ يُنْسَأَ لَهُ فِي آثَرِهِ (أَجَلِهِ) فَلْيَجْلِ رِجْمَةً. جسے اپنے رزق کی فراخی اور عمر کی درازی پسند ہو اسے چاہیے کہ (اپنے ماں باپ اور رشتے داروں کے ساتھ) صلہ رحمی کرے۔ پس انسان کو چاہیے کہ قضائے پروردگار کی شکایت نہ کرے بلکہ اپنے اعمال کا جائزہ لے۔ اگر وہ ایک قضا پر عمل نہیں کرے گا تو دوسری قضا پوری ہو کر رہے گی۔ صلہ رحمی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ انسان کے لیے روزی اور عمر کی درازی کے جو فیصلے مقدم

۳۴۔ مصیبت میں بے صبری

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب حضرت رسول خدا نے مکہ فتح کیا تو مکہ کے مرد آئے اور انھوں نے آکر آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ پھر عورتیں بیعت کرنے کے لیے آئیں تو اللہ نے یہ آیت اتاری: **يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يَبَايِعْنَكَ عَلَىٰ أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَتَيْنَنَّ بَهْتَانًا يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيَنَّكَ فِي مَعْرُوفٍ قَبَائِعِهِنَّ....** اے نبی! جب تمہارے پاس مومن عورتیں اس بات پر بیعت کرنے کو آئیں کہ خدا کے ساتھ نہ تو شرک کریں گی و مؤخر کرتا ہے یہ لوح محفوظ میں لکھی ہوئی بہرہ تقدیر نہیں ہوتی بلکہ مطلق تقدیر ہوتی ہے جو لوح محمدیہ میں لکھی ہوئی ہے۔ یہ تقدیر صدقہ، دعا، توبہ اور تدبیر وغیرہ سے بدل جاتی ہے اور گنہگار کو خدا کی رحمت سے مایوس نہیں ہونے دیتی۔ اسی کو بداء کہا جاتا ہے۔

سورہ رعد کی آیت ۳۹ **يَمْحُورُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُنَبِّئُكُمْ وَأَمَّا الْكِتَابُ فَكَانَ مُقْتَضًىٰ مِنْ سَعَادَةِ الَّذِينَ هُمْ أَهْلُهَا لَمَّا قَبِلُوا مَا كَفَرُوا فِيهِ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ** سے روایت ہے کہ **يُقَدَّرُ اللَّهُ أَمْرَ السَّنَةِ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ إِلَّا السَّعَادَةَ وَالشَّقَاةَ اللَّهُ تَعَالَى سَعَادَتِ أَوْ شَقَاةَتِ كَيْ سَوَّاهُ قَدْرٌ** میں پورے سال کے بھلے بڑے سب امور کو مقدر کرتا ہے جبکہ صحیح مسلم بحساب القدر کی پہلی حدیث ہی یہ ہے کہ جب انسان ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے اس وقت خدا اس کی روزی، اس کی موت، اس کے اعمال اور اس کی سعادت یا شقاوت کو لکھ دیتا ہے۔ اس سے یہ غلط فہمی پیدا ہوتی ہے کہ انسان کے ساتھ جو بھلا برا ہوتا ہے، اسے اللہ کا حسی اور لازمی فیصلہ سمجھ کر قبول کر لے۔ یہ باتیں انسان کے ہاتھ باندھ دیتی ہیں اور اسے جدوجہد سے روک دیتی ہیں۔ اسلام کہتا ہے کہ ظالم کے ظلم کو تقدیر کا لکھا سمجھنے کی بجائے ظلم کے خلاف آواز اٹھانی چاہیے اور بیماری میں قسمت کو کوسنے کی بجائے اس کا علاج کرانا چاہیے۔ سورہ رعد کی آیت ۱۱ میں ہے کہ **إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُ مَا بِأَنفُسِهِمْ** خدا کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ قوم خود اپنی حالت کو بدلنے کی جدوجہد نہیں کرتی مثلاً اگر کوئی کام بگڑ جائے تو اسے بہرہ تقدیر نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ اسے ٹھیک کرنے کی تدبیر کرنی چاہیے۔ اگر قحط پڑ جائے یا بیماری پھیل جائے تو اس پر قابو پانے کے لیے اقدامات کرنے چاہئیں کیونکہ جس فعل پر مذمت یا تعریف کی جاسکتی ہے اس کی باز پرس ہوگی۔ جس چیز کی باز پرس نہیں ہوگی اور جو سوال نہیں پوچھا جائے گا وہ یہ ہے کہ تو کالا کیوں تھا؟ گورا کیوں تھا؟ ٹھکانا کیوں تھا؟ وغیرہ

قرآن مجید میں قضا و قدر کے کئی معانی بیان ہوئے ہیں۔ کہیں اس کا مطلب فیصلہ کرنا ہے (سورہ یونس: آیت ۹۳) کہیں خبر دینا ہے (سورہ حجر: آیت ۶۶) کہیں کوئی چیز واجب کرنا ہے (سورہ بنی اسرائیل: آیت ۲۳) کہیں کسی کام کا ارادہ کرنا ہے (سورہ بقرہ: آیت ۱۱۷) اور کہیں اس کا مطلب مقرر کرنا ہے (سورہ انعام: آیت ۲)۔

اسی طرح قدر کے بھی مختلف معنی ذکر ہوئے ہیں۔ کہیں اس کا مطلب قدرت ہے (سورہ یونس: آیت ۸۱) کہیں رزق اور روزی ٹھگ کرنا ہے (سورہ سبا: آیت ۳۶) سورہ انبیاء: آیت ۸۷) کہیں کسی امر کی تدبیر کرنا ہے (سورہ مرسلات: آیت ۳۲) کہیں فیصلہ دینا ہے (سورہ نمل: آیت ۵۷) کہیں ظہر ظہر کر کوئی کام کرنا ہے (سورہ سبا: آیت ۱۱) کہیں مقدر اور کیت ہے (سورہ حجر: آیت ۲۱) کہیں کسی چیز کا زمان و مکان (سورہ مرسلات: آیت ۲۰ تا ۲۲) اور کہیں حقی حکم مراد ہے (سورہ احزاب: آیت ۳۸)۔ مختصر یہ کہ خدا نے نیکی یا بدی کا کوئی کام کرنے پر انسان کو مجبور نہیں کیا ہے۔ وہ چاہے تو بلندی اور ترقی کی راہ پر چلے اور چاہے تو پستی اور تنزلی کی راہ پر چلے۔ پیچک خدا نے فیصلہ کر رکھا ہے کہ آگ کا کام جلانا اور پانی کا کام آگ کو بجھانا ہے۔ اگر پانی سے آگ کو نہ بجھایا جائے تو آگ کی قضا جو لازماً جلانا ہے پوری ہو کر رہے گی۔ (رضوانی)

نہ چوری کریں گی نہ بدکاری کریں گی نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی نہ اپنے ہاتھ پاؤں میں کوئی بہتان باندھ لائیں گی نہ نیک کاموں میں آپ کی نافرمانی کریں گی تو ان سے بیعت لے لو۔ (سورۃ ممتحنہ: آیت ۱۲) اس وقت ام حکیم آگے بڑھی اور اس نے آپ سے پوچھا: یا رسول اللہ! وَلَا يَغْنَبُكَ فِي مَعْرُوفٍ سے کیا مراد ہے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا: اس سے مراد یہ ہے کہ مصیبت کے وقت اپنا چہرہ نہ پیٹو گی، اپنے بال نہ نوچو گی، اپنا گریبان چاک نہ کرو گی اور سیاہ لباس نہ پہنو گی۔

علامہ شیخ محمد حسن نجفی (متوفی ۱۲۶۶ھ) نے جواهر الکلام، باب احکام میت میں لکھا ہے کہ مصیبت کے وقت چہرہ پیٹنا اور چہرے پر خراشیں ڈالنا اور بال نوچنا بالاتفاق حرام ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ عمل قضائے الہی پر ناراض ہونے کا مظہر ہے۔

شیخ طوسی نے بھی مسبوط میں لکھا ہے کہ اس فعل کے حرام ہونے پر اجماع ہے۔

آیت اللہ سید محمد کاظم یزدی (متوفی ۱۳۳۷ھ) نے عروۃ الوثقیٰ میں اور دیگر علماء جنہوں نے اس پر حاشیہ لکھا ہے کہا ہے کہ اگر کوئی عورت مصیبت میں اپنے بال کٹوادے تو یہ حرام ہے اور اس کا کفارہ روزہ توڑنے کے کفارے کے برابر ہے اور اگر کوئی عورت اپنے بال نوچے یا چہرے پر خراشیں ڈالے تو اس پر قسم کا کفارہ واجب ہو جاتا ہے۔ سید کاظم یزدی مزید لکھتے ہیں کہ باپ اور بھائی کے علاوہ کسی کی موت پر گریبان چاک کرنا جائز نہیں ہے اور احتیاط یہ ہے کہ باپ اور بھائی کی موت پر بھی گریبان چاک نہ کیا جائے۔ فقہاء کی اکثریت نے اس مسئلے پر صاحب عروۃ الوثقیٰ کی موافقت کی ہے۔

سید کاظم یزدی مزید لکھتے ہیں کہ چہرے پر مصیبت کے وقت طمانچے مارنا بھی حرام ہے اور آہ و فریاد اگر معمول سے زیادہ ہو تو احتیاط واجب کی بنا پر وہ بھی حرام ہے۔

صاحب جواہر رقطراز ہیں کہ احادیث اور کلام اصحاب سے معلوم ہوتا ہے کہ مصیبت کے وقت عورت کا فریاد کرنا بھی حرام ہے۔

(وسائل الشیعہ ج ۲، ص ۹۱۵۔ تفصیل کے لیے دیکھئے الحدائق ج ۴، ص ۱۶۵ اور تحریر الوسیلہ ج ۱ ص ۹۳)

آیت اللہ ثینی تحریر الوسیلہ میں رقطراز ہیں: مصیبت کے وقت چہرہ پیٹنا اور چہرے پر خراشیں ڈالنا، بال کٹوانا، بال نوچنا ناجائز اور حرام ہے اور چیخنا چلانا بھی حرام ہے (بنا بر احتیاط واجب)۔ بھائی اور باپ کی موت کے علاوہ کسی اور کی موت پر گریبان چاک کرنا جائز نہیں ہے۔

کچھ مذکورہ امور پر کفارہ بھی ہے۔ اگر کوئی عورت مصیبت میں اپنے بال کاٹ دے تو کفارے میں اسے ساٹھ روزے رکھنے چاہئیں یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا چاہیے۔ اگر کوئی عورت بال نوچے تو کفارے کے طور پر دس مسکینوں کو کھانا کھلائے یا لباس مہیا کرے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو پھر تین روزے رکھے۔ اگر کوئی اپنے چہرے پر خراشیں ڈالے یا کوئی آدمی اپنی بیوی یا بیٹے کی موت پر گریبان چاک کرے تو اس کا بھی یہی کفارہ ہے۔

۳۵۔ علم نجوم سے پیشین گوئی کرنا

شیخ مرتضیٰ انصاری مکاسب میں لکھتے ہیں: **السُّنَجِيمُ حَرَامٌ فَعَنِ النَّبِيِّ ﷺ: مَنْ صَدَّقَ مُنْجِمًا أَوْ كَاهِنًا فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أَنْزَلَ عَلَيَّ مُحَمَّدٌ ﷺ.** ستاروں کے ذریعے پیشین گوئی کرنا (یا ستاروں سے سعد و نحس دریافت کرنا) حرام ہے۔ نبی اکرم کی حدیث ہے کہ جو شخص کسی منجم یا کاہن کی تصدیق کرے تو اس نے ان تعلیمات کا انکار کیا ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کی گئی ہیں۔ (وسائل الشیخ ج ۱۲، ص ۱۰۴)

نصر بن قابوس راوی ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: **إِنَّ الْمُنْجِمَ مَلْعُونٌ وَالْكَاهِنَ مَلْعُونٌ وَالشَّاحِرَ مَلْعُونٌ.** منجم (نجمی) ملعون ہے۔ کاہن ملعون ہے اور جادوگر ملعون ہے۔

(وسائل الشیخ ج ۱۲، ص ۱۰۴)

امیر المومنین علیہ السلام نے جب جنگ نہروان کے لیے نکلنے کا ارادہ کیا تو ایک شخص نے کہا کہ یا امیر المومنین اگر آپ اس وقت نکلے تو علم نجوم کی رو سے مجھے اندیشہ ہے کہ آپ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا: ”کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ تم اس گھڑی کا پتا دیتے ہو کہ اگر

۱۔ مفتی جعفر حسین مرحوم نے اس خطبے کے ضمن میں یہ حاشیہ لکھا ہے:

جب امیر المومنین علیہ السلام نے خوارج کی شورشوں کو دبانے کے لیے نہروان کا ارادہ کیا تو عیسیٰ بن قیس نے آپ سے عرض کیا کہ یہ ساعت اچھی نہیں ہے۔ اگر آپ اس ساعت میں روانہ ہوں تو فتح و ظفر مندی کی بجائے شکست و ہزیمت اٹھانا پڑے گی مگر حضرت نے اس کی بات کو درخور اعتنا نہ سمجھا اور اسی وقت لشکر کو کوچ کا حکم دے دیا اور نتیجے میں خوارج کو ایسی شکست فاش ہوئی کہ ان کے چار ہزار جنگجوؤں میں سے نو آدمی بھاگ کر اپنی جان بچا سکے اور باقی کا صفایا ہو گیا۔

امیر المومنین علیہ السلام نے نجوم کے غلط اور نادرست ہونے پر تین طرح سے استدلال کیا۔

پہلے یہ کہ اگر منجم کی باتوں کو درست مان لیا جائے تو قرآن کو جھٹلانا پڑے گا کیونکہ منجم ستاروں کو دیکھ کر غیب میں چھپی ہوئی چیزوں کے جاننے کا ادعا کرتا ہے اور قرآن یہ کہتا ہے: **قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ...**

آسمانوں اور زمین کے بسنے والوں میں سے کوئی بھی غیب نہیں جانتا سوائے اللہ کے۔ (سورہ نمل: آیت ۶۵)

دوسرے یہ کہ وہ اپنے زعم ناقص میں یہ سمجھ لیتا ہے کہ وہ مستقبل کے حالات سے مطلع ہو کر اپنے نفع و نقصان کو جان سکتا ہے تو وہ اللہ کی طرف رجوع ہونے اور اس سے مدد چاہنے میں اپنے آپ کو بے نیاز سمجھے گا اور یہ اللہ سے بے اعتنائی اور اس کے مقابلے میں خود اعتمادی ایک طرح کا زندقہ و الحاد ہے جو اللہ سے اس کے توقعات ختم کر دیتا ہے۔

تیسرے یہ کہ اگر وہ کسی مقصد میں کامیاب ہو گیا تو وہ اس کامیابی کو اپنے علم کا نتیجہ قرار دے گا جس سے وہ اللہ کی بجائے اپنے نفس کو سراہے گا اور اس سلسلے میں جن کی رہنمائی کرے گا ان سے بھی کبھی چاہے گا کہ وہ اللہ کے شکر گزار ہونے کے بجائے اس کے شکر گزار ہوں۔

یہ تمام چیزیں فن نجوم میں اس حد تک مداخلت سے نہیں روکتیں جس حد تک نجوم کی تاثیر کو من جانب اللہ دواؤں کے طبعی اثر کے قبیل سے مانا جائے جس میں قدرت الہی پھر بھی موانع پیدا کر کے سد راہ ہو سکتی ہے۔ ہمارے اکثر علماء اسلام جو علم نجوم حاصل کئے ہوئے تھے وہ اسی بنا پر صحیح ہے کہ وہ اس کے نتائج کو قطعی نہ سمجھتے تھے۔ (مترجم)

کوئی اس میں نکلے تو اس کے لیے کوئی برائی نہ ہوگی اور اس لمحے سے خبردار کرتے ہو کہ اگر کوئی اس میں نکلے تو اسے نقصان ہوگا۔ تو جس نے اسے صحیح سمجھا اس نے قرآن کو جھٹلایا اور مقصد کے پانے اور مصیبت کے دور کرنے میں اللہ کی مدد سے بے نیاز ہو گیا۔ تم اپنی ان باتوں سے چاہتے ہو کہ جو تمہارے کہے پر عمل کرے وہ اللہ کو چھوڑ کر تمہارے گن گائے۔ اس لیے کہ تم نے اپنے خیال میں اس ساعت کا پتا دیا کہ جو اس کے لیے فائدے کا سبب اور نقصان سے بچاؤ کا ذریعہ بنی۔ پھر آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے لوگو! نجوم کے سیکھنے سے پرہیز کرو مگر اتنا کہ جس سے خشکی اور تری میں راستے معلوم کر سکو۔ اس لیے کہ نجوم کا سیکھنا کہانت اور غیب گوئی کی طرف لے جاتا ہے اور منجم حکم میں مثل کاہن کے ہے اور کاہن مثل ساحر کے ہے اور ساحر مثل کافر کے ہے اور کافر کا ٹھکانا جہنم ہے بس اللہ کا نام لے کر چل پڑو۔“ (بیچ البلاغہ، خطبہ ۷۷)

اسی طرح کا دوسرا واقعہ بھی پیش آیا تھا۔ ایک منجم نے آپ کو سفر شروع کرنے سے روکا تھا اور یہ کہا تھا کہ آپ اس ساعت میں سفر نہ کریں۔ ستاروں کی چال آپ کے موافق نہیں ہے لہذا یہ سفر آپ کے لیے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ حضرت نے اس سے فرمایا تھا: اگر تو غیب دان ہے تو پھر یہ بتا کہ کیا تو جانتا ہے کہ اس حاملہ جانور کے شکم میں جو بچہ پرورش پا رہا ہے وہ نر ہے یا مادہ؟ نجومی نے کہا کہ اگر میں حساب کروں تو بتا سکتا ہوں۔

امیرالمومنین نے اس سے فرمایا کہ اس سلسلے میں جو بھی تیری تصدیق کرے تو اس نے قرآن کریم کی تکذیب کی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے: **إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ** (بے شک اللہ ہی کو قیامت کا علم ہے اور وہی بارش برساتا ہے اور وہی (حاملہ کے) پیٹ کی چیزوں کو جانتا ہے (کہ نر یا مادہ) اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ کل اسے کیا حالات پیش آئیں گے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ کس سرزمین پر اسے موت آئے گی۔ چسک اللہ ہی جاننے والا اور خبردار ہے۔ (سورہ لقمان: آیت ۳۳)

پھر آپ نے اس سے فرمایا: جس طرح کا دعویٰ تو کر رہا ہے ایسا دعویٰ تو حضرت محمد مصطفیٰ نے بھی نہیں کیا تھا۔ کیا تو یہ گمان کرتا ہے کہ تو اس ساعت کی رہنمائی کر سکتا ہے کہ جو اس میں سفر کرے اس سے تکلیف دور رہے گی اور تو ایسی ساعت کو جانتا ہے کہ اس میں سفر کرنے والے کو تکلیف کا سامنا کرنا پڑے گا؟ جو تیری ان باتوں کی تصدیق کرتا ہے وہ خدا سے مدد مانگنے سے بے نیاز ہو جاتا ہے اور وہ مشکلات کے حل کے لیے خدا سے زیادہ تیرا محتاج بنتا ہے۔ (وسائل الشیخہ ج ۸، ص ۲۶۹)

عبدالملک بن اعین نے امام جعفر صادق سے عرض کیا کہ میں علم نجوم میں جتلا ہو گیا ہوں۔ جب اپنے لیے ”طالع شر“ دیکھتا ہوں تو کام شروع نہیں کرتا اور اگر ”طالع سعد“ دیکھتا ہوں تو پھر کام کا آغاز کر دیتا ہوں۔ امام نے فرمایا: کیا تو اس پر اعتماد بھی کرتا ہے؟

اس نے کہا: ہاں۔

امام نے فرمایا کہ جاؤ علم نجوم کی کتابوں کو جلا دو۔ (وسائل الشیعہ ج ۸، ص ۲۲۹)

شیخ انصاری نے مذکورہ بالا روایات نقل کرنے کے بعد یہ نتیجہ دیا کہ ”ان روایات کو نقل کرنے کا تقاضا یہ ہے کہ کسی بھی واقعے کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا یا یہ سوچنا کہ یہ واقعہ فلاں فلاں ستاروں کے ملاپ یا فلاں ستاروں کی جدائی کی وجہ سے پیش آیا ہے حرام ہے۔“ ستارہ شناس کے لیے بھی یہ عقیدہ رکھنا حرام ہے اور جو ستارہ شناس ستاروں کی اصالتاً تاثیر کا قائل ہو اس کی تصدیق کرنا بھی حرام ہے۔ البتہ احتمال یا ظن رکھے اور اس کے ساتھ خدا کے محو و اثبات کے اختیارات پر یقین رکھے اور یہ عقیدہ رکھے کہ دعا کے اثر سے منحوس اثرات زائل ہو سکتے ہیں تو پھر حرمت ثابت نہ ہوگی سوائے کچھ اطلاقات کے جو کہ قابل تخصیص ہیں۔

مؤلف عرض کرتا ہے کہ تخصیص و تفہیم کے لیے واضح دلیل ضروری ہے جبکہ ہمیں اس کے لیے واضح دلیل کہیں دکھائی نہیں دیتی۔

شیخ بہائی یہ نظریہ رکھتے تھے کہ جو ستارہ شناس، ستاروں کی مستقل تاثیر کا عقیدہ رکھتا ہو یا تاثیر میں انھیں شریک سمجھتا ہو تو اس کا یہ عقیدہ مسلمانوں کے عقیدے سے متصادم ہے اور جو علم نجوم اس بنیاد پر قائم ہو وہ سراسر کفر ہے۔ (مکاسب ج ۱، ص ۲۱۰)

علامہ مجلسی رقمطراز ہیں کہ جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ ستارے اس جہان کے مدبر ہیں اور خیر و شر کے جتنے بھی واقعات جنم لیتے ہیں ان تمام واقعات کے خالق ستارے ہیں تو ایسا شخص علی الاطلاق کافر ہے اور اس کے کفر پر پوری امت کا اجماع ہے۔ (بحار الانوار ج ۵۸، ص ۲۹۱)

صاحب وسائل رقمطراز ہیں کہ ہمارے علماء نے علم نجوم کی حرمت اور اس پر عمل کرنے کی حرمت کی تصریح کی ہے اور ہمارے علماء یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ جو کواکب کی تاثیر یا تاثیر میں شراکت کا عقیدہ رکھے وہ کافر ہے اور اس کا بطلان ضروریات دین میں سے ہے۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۲، ص ۱۰۱)

- ۱- تقریباً چار ہزار سال پہلے قدیم کلدانی تہذیب کے باشندے Astronomy جانتے تھے۔ وہ لوگ چاند گرہن، سورج گرہن اور موسمی حالات جاننے کے لیے اس سے استفادہ کرتے تھے۔ رنٹ رنٹ Chaldeans جو چاند، سورج اور زہرہ کی پرستش کرتے تھے Astrology یعنی نجوم اور کہانت میں جتلا اور ستاروں کے سعد و نحس اثرات کے قائل ہو گئے۔ اس دور کے کابن اور نجم اپنے بادشاہ کی سلامتی، ملک کی خوشحالی اور قوم کا مستقبل جاننے کے لیے Astrology سے کام لینے لگے۔ ان کے بعد Assyrians نے اس علم کو مزید ترقی دی اور یہ علم مصر و یونان سے ہوتا ہوا ساری دنیا میں پھیل گیا۔ (رضوانی)
- ۲- فرعون دہریہ اور وجود صنایع کا منکر تھا۔ وہ ”ستاروں“ کو اس دنیا کا مدبر مانتا تھا اور خود کو لوگوں کا مدبر اور مربی کہتا تھا۔ علامہ محمد حسین مطاہی، تفسیر المیزان (فارسی) ج ۸، ص ۳۱۷ (رضوانی)

شیخ انصاری علماء کے اقوال نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: روایات سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ نغم کو کھلی طور پر کافر سمجھا جائے۔ دراصل وہ موجبات کفر کی وجہ سے کافر قرار پاتا ہے مثلاً جب وہ خدا کی قدرت یا کسی ضروری عقیدے کا انکار کرتا ہے تو وہ کافر قرار دیا جاتا ہے اور اگر وہ ایسا نہ کرے تو پھر اسے کافر نہیں سمجھنا چاہیے۔

آیت اللہ خمینی تحریر الوسیلہ میں لکھتے ہیں:

جادوگری اور اس کا سیکھنا اور سکھانا اور اس سے کمائی کرنا حرام ہے۔ اسی طرح سے جادو کے کلمات لکھنا، پڑھنا، پھونکنا یا فلیتے جلانا، کسی چیز کی تصویر بنانا اور دل و دماغ کو قابو کرنے کے لیے گرہیں لگانا، روحوں کو حاضر کرنا یا اسے خواب میں لے آنا یا جادو کے زور پر بیہوش کرنا یا محبت اور دشمنی ڈالنا حرام ہے اور یہ سب کام سحر میں شمار کئے جاتے ہیں۔ اسی طرح سے فرشتوں سے خدمت لینا، جنات اور مردہ افراد کی روحوں کو حاضر کرنا حرام ہے۔ شعبدہ بازی جو کہ نظر بندی پر مشتمل ہوتی ہے اور سحر کی ایک قسم ہے وہ بھی حرام ہے۔ اسی طرح سے کہانت بھی حرام ہے۔ جب کاہن یہ دعویٰ کرے کہ وہ آئندہ کے واقعات کی پیشین گوئی کر سکتا ہے اور اسے آنے والے حالات کا علم جنات سے حاصل ہوتا ہے یا اسباب و حالات کی وجہ سے پیشین گوئی کرے تو اسے بھی سحر سمجھا جائے گا۔ شرعی موازین سے ہٹ کر قیافہ شناسی کرنا اور چند علامات کی بنیاد پر یہ کہنا کہ فلاں شخص فلاں کا بیٹا ہے یا وہ اس کا بیٹا نہیں ہے سحر اور جادو ہے۔ اسی طرح ستارہ شناسی کی بنیاد پر پیشین گوئی کرنا اور حوادث کے متعلق بزمِ خویش حتیٰ خبر دینا اور یہ کہنا کہ ملک میں گرانی یا ارزانی کی لہر، خشک سالی اور زرخیزی فلاں ستاروں کے امتزاج کا نتیجہ ہے اور اس کے ساتھ یہ عقیدہ رکھنا کہ ستارے مستقل طور پر حوادث کے لیے موثر نہیں یا یہ کہنا کہ حوادث کے رونما ہونے میں ان کی شراکت موثر ہے تو اس عقیدے کے ساتھ کی جانے والی ستارہ شناسی بھی سحر میں شامل اور حرام ہے۔ البتہ ستارہ شناس کے گہرے مطالعے سے سورج گرہن اور چاند گرہن کی پیشین گوئی کرنا جائز ہے۔

۳۶۔ دشمنان اسلام کو راز دار بنانا

مسلمانوں سے کہا گیا ہے کہ وہ مسلم ملک کے دشمنوں سے رابطے نہ رکھیں اور ملک کے (مثلاً سیاسی اور فوجی نوعیت کے) معاملات میں دشمنان اسلام پر بھروسہ نہ کریں اور ان کو مسلمانوں کے راز نہ بتائیں۔ ایسا کرنا خدا و رسول اور مسلمانوں سے خیانت ہے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ خدا و رسول اور اپنے زمانے کے امام پر بھروسہ کریں اور ان کا ساتھ دیں۔ سورہ توبہ آیت ۱۶ میں فرمایا گیا ہے: **اَمْ يَحْسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ**

۲۔ ابتدا ہندوؤں کی شروع کردہ جنتِ ممتز اور تتر پر مشتمل جنتیوں کو اب ہم اسلام کے رنگ میں رنگ کر چھاپنے لگے ہیں حالانکہ ان جنتیوں کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ (رضوانی)

جَاهِدُوا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَا رَسُولِهِ وَلَا الْمُؤْمِنِينَ وَلِيجَةً وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ○
 کیا تم لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یونہی چھوڑ دیئے جاؤ گے حالانکہ اللہ نے یہ دیکھا ہی نہیں کہ تم میں سے کون وہ لوگ ہیں جنہوں نے اس کی راہ میں جانفشانی کی اور اللہ، رسول اور مومنین کے سوا کسی کو جگری دوست نہ بنایا۔ تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔

سفیان بن محمد ضعیبی کہتے ہیں کہ میں نے امام حسن عسکری علیہ السلام کو خط لکھ کر وَلِيجَةً کے متعلق پوچھا اور دل میں سوچا کہ آیت میں مذکور ”مومنین“ سے کون لوگ مراد ہیں؟ مگر میں نے یہ سوال اپنے دل تک ہی رکھا اور اسے خط میں نہیں لکھا۔ امام نے اس کے جواب میں لکھا کہ وَلِيجَةً سے مراد امام باطل ہے جو خدا کے مقرر کردہ امام کے مقابلے پر ہو۔ تم نے اپنے دل میں سوچا تھا کہ آیت میں موجود لفظ مومنین سے کون لوگ مراد ہیں، تو تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اس سے وہ ائمہ حق مراد ہیں جو کسی کو امان دیں تو خدا ان کی امان کو قبول کرے۔

(کافی ج ۱، ص ۵۰۸)

آیت اور روایت کہتی ہے کہ مسلمان اولیائے خدا کو ہی اپنا مرجع بنائیں، ان ہی کو وسیلہ نجات سمجھیں اور ان ہی کی پیروی کریں۔ جو (مسلمانوں کی جاسوسی کرے یا ان سے غداری کرے یا) ان کے دشمنوں سے ساز باز رکھے اور ان کا ساتھ دے تو وہ خدا کے غضب کا حقدار ہوگا اور اس کی دنیا و آخرت برباد ہو جائے گی۔ قیامت کے دن ہر گروہ کو اس کے امام کے نام سے پکارا جائے گا۔ اگر کسی گروہ نے خدا کے مقرر کردہ امام کی پیروی کی ہوگی تو اس کا ٹھکانا جنت ہوگا اور اگر کسی گروہ نے فرعون اور فرعون نما افراد کو اپنا امام بنایا ہوگا تو اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ (سورہ توبہ: آیت ۱۱۹)

کامل الزیارات میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ رسول خدا نے امام علی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: لوگو! اس کا دامن مضبوطی سے پکڑ لو کیونکہ یہ صدیق اکبر ہے۔ جو اس کی پیروی کرے گا یہ اس کی رہنمائی کرے گا۔ جو اس سے آگے بڑھے گا وہ خدا کے دین سے نکل جائے گا اور جو اس کی مدد نہیں کرے گا خدا اسے ہلاک کرے گا۔ جو اس سے وابستہ رہے گا وہ خدا سے وابستہ رہے گا اور جو اس کی ولایت و امامت کو قبول کرے گا خدا اس کو ہدایت عطا کرے گا اور جو اس کی ولایت کو چھوڑ دے گا خدا اسے گمراہی میں ڈال دے گا۔ پھر فرمایا: لوگو! حسن و حسین جو اس کے فرزند ہیں وہ میرے بھی فرزند ہیں۔ باقی ائمہ اور قائم مہدی اسی کی نسل سے ہوں گے۔ لہذا ان سے دوستی رکھنا اور ان کے دشمنوں سے روابط نہ رکھنا ورنہ تم پر خدا کا غضب نازل ہوگا۔

ہم زیارت جامعہ میں ائمہ طاہرین کو مخاطب کر کے کہتے ہیں: فَسَمِعَكُمْ مَعَكُمْ لَا مَعَ غَيْرِكُمْ... اے ہادیان دین! میں آپ کے ساتھ ہوں، آپ کے غیر کے ساتھ نہیں ہوں۔ میں آپ کے آخری فرد پر بھی

اسی طرح ایمان رکھتا ہوں جس طرح آپ کے پہلے فرد پر ایمان رکھتا ہوں اور آپ کی سربراہی کو قبول کرتا ہوں اور آپ کے غیروں سے محبت نہیں رکھتا۔ میں ان سے بیزاری کا اعلان کرتا ہوں۔ میں جب تک زندہ رہوں خدا مجھے آپ کی دوستی پر ثابت قدم رکھے۔

۳۷۔ کفار و اہل کتاب سے دوستی

جس طرح سے خدا، رسول، انبیاء اور ان کے خلفاء کی محبت مومنین پر واجب ہے اسی طرح سے کافروں اور اہل کتاب بالخصوص یہودیوں سے دوستانہ روابط رکھنا حرام ہے۔ یہ قانون اہل ایمان کی باہمی محبت اور وحدت کے لیے نہایت ضروری ہے۔ قرآن کریم ہمیں بتاتا ہے کہ کفار و مشرکین اور اہل کتاب بالخصوص یہود مسلمانوں کے دشمن ہیں اور ان کی دوستی کچے دھاگے سے بھی زیادہ کمزور ہے۔

(۱) لَا يَخْبِذُ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ إِلَّا أَنْ تَسْقُوا مِنْهُمْ نَفَقًا وَيُحَذِّرْكُمْ اللَّهُ نَفْسَهُ وَإِلَى اللَّهِ الْمَصِيرُ ○ مومنین کو چاہیے کہ مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں اور جو کوئی ایسا کرے گا تو اس کا خدا سے کوئی واسطہ نہیں ہوگا البتہ ان سے بچاؤ کے لیے ایسا کرنا پڑے تو یہ اور بات ہے اور خدا تم کو اپنے (غضب) سے ڈراتا ہے اور تم کو خدا ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ (سورہ آل عمران: آیت ۲۸)

(۲) مَثَلُ الَّذِينَ أَخَذُوا مِنَ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ كَمَثَلِ الْغَنَكُبُوتِ إِتَّخَذَتْ بَيْتًا وَإِنَّ أَوْهَنَ الْبُيُوتِ لَبَيْتُ الْغَنَكُبُوتِ لَوِ كَانُوا يَعْلَمُونَ ○ جن لوگوں نے خدا کے سوا اوروں کو اپنا سرپرست بنا رکھا ہے ان کی مثال مکڑی کی سی ہے کہ وہ بھی ایک طرح کا گھر بناتی ہے۔ بلاشبہ مکڑی کا گھر تمام گھروں سے زیادہ کمزور ہوتا ہے۔ کاش کہ وہ یہ بات جانتے۔ (سورہ عنکبوت: آیت ۴۱)

(۳) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَكُمْ هُزُؤًا وَلَعِبًا مِمَّنِ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكَفَّارِ أَوْلِيَاءَ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ○ اے ایمان والو! جن لوگوں کو تم سے پہلے کتابیں دی گئی تھیں ان کو اور کافروں کو جنھوں نے تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل بنا رکھا ہے دوست نہ بناؤ اور مومن ہو تو خدا سے ڈرتے رہو۔ (سورہ مائدہ: آیت ۵۷)

(۴) لَسَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا (اے رسول!) تم دیکھو گے کہ مومنوں کے ساتھ سب سے زیادہ دشمنی کرنے والے یہودی اور مشرک ہیں۔ (سورہ مائدہ: آیت ۸۲)

(۵) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ○ ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔

وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ تم میں سے جو بھی ان کو دوست بنائے گا وہ ان میں سے ہوگا۔
بیشک اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔ (سورہ مائدہ: آیت ۵۱)

(۶) لَا تَتَّخِذُوا آيَاءَكُمْ وَآخِوَائِكُمْ أَوْلِيَاءَ إِنِ اسْتَحْبَبُوا الْكُفْرَ عَلَى الْإِيمَانِ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَاُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ○ اگر تمہارے باپ داد اور تمہارے بھائی ایمان پر کفر کو ترجیح دیں تو ان کو اپنا دوست نہ بناؤ اور جو تم میں سے ان کو دوست بنائے گا وہ ظالم ہوگا۔ (سورہ توبہ: آیت ۲۳)

(۷) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْفُونَ إِلَيْهِمْ بِالْمُؤَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ يُخْرِجُونَ الرُّسُولَ وَإِيَّاكُمْ أَن تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ رَبِّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ حَرَجْتُمْ جِهَادًا فِي سَبِيلِي وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِي تُسِرُّونَ إِلَيْهِمْ بِالْمُؤَدَّةِ وَأَنَا أَعْلَمُ بِمَا أَخْفَيْتُمْ وَمَا أَعْلَنْتُمْ وَمَنْ يَفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ○ اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بنانا کہ تم ان کی طرف دوستی کی پیشکش کرو جبکہ انھوں نے اس (دین) حق کا انکار کیا ہے جو تمہارے پاس آچکا ہے۔ وہ رسول کو اور تم کو (گھروں سے) صرف اس بات پر نکال رہے ہیں کہ تم اپنے پروردگار اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ اگر تم واقعا ہماری راہ میں جہاد اور ہماری مرضی کی تلاش میں گھر سے نکلے ہو تو ان سے خفیہ دوستی کس طرح کر رہے ہو جبکہ میں تمہارے ظاہر و باطن سے آگاہ ہوں۔ جو بھی تم میں سے ایسا اقدام کرے گا وہ یقیناً سیدھے راستے سے بھٹک گیا ہے۔ (سورہ ممتحنہ: آیت ۱)

(۸) لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ... جو لوگ خدا پر اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہیں تم ان کو خدا اور اس کے رسول کے دشمنوں سے دوستی کرتے ہوئے نہ دیکھو گے خواہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا خاندان ہی کے لوگ ہوں۔ (سورہ مجادلہ: آیت ۲۲)

جب انسان ان آیات کو پڑھتا ہے تو اسے مسلمانوں کی حالت پر سخت افسوس ہوتا ہے کہ وہ اتنی واضح ہدایات کے باوجود کافروں اور یہودیوں کے دوست بنے ہوئے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اس میں عوام کا نہیں بلکہ لیڈروں کا قصور ہے جو اپنی چند روزہ حکومت بچانے کے لیے دینی حمیت کا سودا کرتے ہیں۔

ہادیان دین نے بھی قرآنی آیات کے تحت مسلمانوں کو اس طرح کے منافقانہ طرز عمل سے پرہیز کرنے کی تعلیم دی ہے۔ امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ہماری محبت کا دم بھرنے والے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جن کا فتنہ ہمارے شیعوں کے لیے دجال کے فتنے سے سخت تر ہے۔ راوی نے کہا: مولا! وہ کیسے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ ہمارے دشمنوں سے دوستی اور ہمارے دوستوں سے دشمنی رکھتے ہیں۔ جب ایسا ہوتا ہے تو حق اور باطل خلط ملط ہو جاتے ہیں اور مومن اور منافق کی پہچان نہیں ہوتی۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۱، ص ۳۳۱)

ایک اور موقع پر آپ نے فرمایا: جس طرح اولیاء اللہ کی محبت واجب ہے اسی طرح اللہ کے دشمنوں سے نفرت اور ان کے رہبروں سے بیزاری بھی واجب ہے۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۱، ص ۴۴۳)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جس محفل میں اولیائے خدا کی توہین ہو رہی ہو اس محفل میں بیٹھنا گناہ اور خدا کی نافرمانی ہے۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۱، ص ۵۰۲)

نیز آپ نے فرمایا کہ جو خدا اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ ایسی محفل میں نہ بیٹھے جہاں امامِ معصوم یا کسی مومن کی توہین کی جا رہی ہو۔ آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر ہمارے دشمنوں کی محفل میں تمہیں ناچار شامل ہونا پڑے تو یوں محسوس کرو کہ گویا تم گرم توے پر بیٹھے ہوئے ہو تاوکیہ وہاں سے اٹھ نہ جاؤ کیونکہ خدا ان پر ناراض ہے اور ان پر لعنت بھیجتا ہے اور اگر تم دیکھو کہ وہ ہماری توہین کر رہے ہیں اور تم اٹھ کر وہاں سے جا سکتے ہو تو اٹھ کر چلے جاؤ کیونکہ اس وقت ان پر اللہ کا غضب نازل ہو رہا ہوتا ہے۔ (کافی ج ۲، ص ۳۷۹)

امام علی رضاً نے فرمایا کہ جو ہمارے مخالفین سے روابط قائم کرے یا جو لوگ ہم سے رابطہ رکھتے ہوئے ان سے رابطہ منقطع نہ کریں یا جو شخص ہماری مذمت کرنے والوں کی تعریف کرے یا ہمارے مخالفین کا احترام کرے تو اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں اور ہمارا بھی اس سے کوئی تعلق نہیں۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۱، ص ۵۰۷)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جب رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی مرثد رسولِ خداؐ اس کے جنازے میں شریک ہوئے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ! کیا خدا نے آپ کو اس کی قبر پر جانے سے نہیں روکا؟ رسولِ خداؐ خاموش رہے۔ حضرت عمرؓ نے اپنا سوال پھر دہرایا تو آنحضرتؐ نے فرمایا: عمر! تجھ پر انہوں نے تجھے پتائی نہیں کہ میں نے اس کی قبر پر کیا کہا ہے؟ میں نے وہاں یہ کہا ہے کہ خدایا اس کے پیٹ کو اور اس کی قبر کو آگ سے بھر دے اور اسے آگ میں داخل کر۔

تفسیر قمی میں ہے کہ صحابی رسولؐ حاطب بن ابی بلتعہ جنہوں نے مکہ سے مدینہ ہجرت کی تھی اور جنگِ بدر میں شریک ہوئے تھے ان کے اہل و عیال مکہ میں تھے۔ مشرکین کو ہر وقت یہ دھڑکا لگا رہتا تھا کہ کہیں آنحضرتؐ ان پر حملہ نہ کر دیں۔ چنانچہ انہوں نے حاطب کی بیوی سے کہا کہ تم اپنے شوہر کو خط لکھو اور رسولِ خداؐ کے ارادوں کا پتا چلاؤ۔ حاطب کی بیوی نے اسے خط لکھا اور آنحضرتؐ کے آئندہ کے لاحقہ عمل کے متعلق پوچھا۔ حاطب نے خط کے جواب میں لکھا کہ رسولِ خداؐ مکہ پر حملہ کرنے کا پروگرام بنا رہے ہیں لہذا تم لوگ ہوشیار رہو۔ اس نے وہ خط صفیہ نامی ایک عورت کو دیا۔ وہ حاطب کا خط اپنے بالوں میں چھپا کر مکہ روانہ ہوئی۔ ادھر خدا نے حضرت جبریلؑ کو بھیجا اور انہوں نے آنحضرتؐ کو خبر دی کہ دشمنوں کو آپ کی تیاریوں کا علم ہو گیا ہے۔ ایک عورت اسی مضمون کا خط لے کر مکہ جا رہی ہے۔ آنحضرتؐ نے امام علیؑ اور زبیر کو اس عورت کے تعاقب میں روانہ کیا اور انہوں نے راستے میں اس عورت کو پکڑ کر اس سے وہ خط برآمد کر لیا۔ پھر اس عورت کو آنحضرتؐ کے پاس لائے۔ اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں کہ ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔...

مؤلف کہتا ہے کہ ابولہابہ سے بھی ایسی ہی ایک غلطی سرزد ہوئی تھی۔

تولاً اور تمہرا کے متعلق معصومین کے ارشادات

تفسیر نور الثقلین میں ہے کہ اصغ بن نباتہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین نے ایک شخص سے فرمایا: **إِنَّ كُنْتُمْ لَا تَطِيعُ خَالِقَكُمْ فَلَا تَأْكُلْ رِزْقَهُ ، وَإِنْ كُنْتُمْ وَالَيْتُمْ عَذْوَةَ فَخْرُجٍ مِنْ مَلِكِهِ وَإِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ قَانِعٍ بِرِضَاءٍ وَقَدْرِهِ فَاطْلُبْ رَبَّنَا سِوَاهُ .** اگر تم اپنے خالق کی اطاعت نہیں کرنا چاہتے تو اس کا رزق نہ کھاؤ اور اگر اس کے دشمنوں کے دوست بننا چاہتے ہو تو اس کی سلطنت سے نکل جاؤ اور اگر اس کی قضا و قدر پر راضی نہیں ہو تو اپنے لیے اس کے سوا کوئی اور رب تلاش کر لو۔

اسی تفسیر میں ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ کے لیے محبت رکھنا، اللہ کے لیے بغض رکھنا اور اللہ کے لیے کسی کو عطا کرنا اور اللہ کے لیے کسی سے عطا کو روک لینا ایمان کی مضبوط ترین ری ہے۔ اسی تفسیر میں ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے دوستانہ خدا کی دوستی اور دوستانہ خدا سے دشمنی کے

۱۔ رسول اکرم نے جب بنو قریظہ کے یہودیوں کی سرکوبی کا فیصلہ کیا تو انھوں نے آنحضرت کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ آپ ابولہابہ کو ہمارے پاس بھیج دیں، ہمارا ان کے ساتھ معاہدہ ہے اس لیے ہم ان سے مشورہ کرنا چاہتے ہیں۔ رسول اکرم نے ابولہابہ کو بھیج دیا۔ ابولہابہ نے یہودیوں کے ساتھ خصوصی تعلقات کی بنا پر انھیں مشورے کے دوران ایک ایسا جملہ کہا اور اشارہ دیا جو یہودیوں کے لیے فائدہ مند اور مسلمانوں کے لیے نقصان دہ تھا۔ جب وہ واپس آنے لگے تو انھیں احساس ہوا کہ انھوں نے مسلمانوں کے ساتھ زیادتی کی ہے۔ جب وہ مدینہ واپس آئے تو اپنے بیوی بچوں سے ملنے کے لیے گھر نہیں گئے بلکہ انھوں نے ایک ری اٹھائی اور مسجد نبوی میں پہنچ کر اپنے آپ کو ایک ستون کے ساتھ مضبوطی سے باندھ لیا اور کہا: اے پروردگار! جب تک میری توبہ قبول نہیں ہوتی میں اپنے آپ کو اس ستون سے نہیں کھولوں گا۔

لوگوں نے رسول اکرم سے ابولہابہ کی حالت بیان کی تو آپ نے فرمایا: اگر وہ میرے پاس آتا تو میں اس کے لیے خدا سے مغفرت طلب کرتا لیکن وہ سیدھا خدا کی بارگاہ میں جا پہنچا ہے۔ اب خدا خود اس کے مسئلے کو حل کرے گا۔ اس کے بعد وہی آئی کہ اس شخص کی توبہ قبول ہوگئی ہے۔ رسول اکرم نے فرمایا: ام سلمہ! ابولہابہ کی توبہ قبول ہوگئی ہے۔ جناب ام سلمہ نے کہا: یا رسول اللہ! کیا آپ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ میں یہ خوشخبری ابولہابہ تک پہنچا دوں؟ آنحضرت نے فرمایا: کوئی حرج نہیں۔ رسول اکرم کے گھروں کی کڑکیاں مسجد میں کھلتی تھیں چنانچہ جناب ام سلمہ نے سرکڑکی سے باہر نکالا اور کہا: اے ابولہابہ! میں تمہیں خوشخبری دیتی ہوں کہ خدا نے تمہاری توبہ قبول کر لی ہے۔ یہ خبر مدینہ میں پھیلنے لگی تو مسلمان دوڑے تاکہ ان کی ری کھول دیں لیکن ابولہابہ نے کہا: نہیں کوئی میری ری نہ کھولے۔ میں چاہتا ہوں کہ رسول اکرم جنس نہیں تشریف لا کر اپنے دست مبارک سے میری ری کھولیں۔ لوگوں نے آنحضرت سے عرض کیا: یا رسول اللہ! ابولہابہ کی خواہش ہے کہ آپ اپنے دست مبارک سے اسے آزاد کریں۔ آنحضرت تشریف لائے اور ری کھول دی۔ (رضوانی)

اثرات بیان کرتے ہوئے فرمایا: ایک شخص تم سے محبت کرتا ہے جبکہ اسے تمہارے افکار و نظریات کا علم نہیں ہے تو تم سے محبت کرنے کی وجہ سے اللہ اسے بھی جنت میں بھیج دے گا اور کوئی شخص تم سے بغض رکھتا ہے جبکہ اسے تمہارے افکار و نظریات کا علم نہیں ہے تو تم سے بغض رکھنے کی وجہ سے خدا اسے دوزخ میں ڈال دے گا۔

۳۸۔ گمراہ کن کتابیں پڑھنا

محرّم آیت اللہ شہینی لکھتے ہیں: گمراہ کن کتابوں کی محافظت کرنا، ان کا پڑھنا پڑھانا اور چھاپنا حرام ہے۔ بجز یہ کہ اس کتاب کا مقصد صحیح ہو مثلاً اگر کوئی شخص گمراہی کو اچھی طرح سے جانتا ہو اور ان کتابوں کی تردید کی پوری اہلیت رکھتا ہو تو ان کتابوں کی تردید کی غرض سے ان کا پڑھنا جائز ہے۔ محض ان کتابوں کے مضمون سے آگاہ ہونے کے لیے ان کا پڑھنا جائز نہیں ہے۔ اگر اس سے عوام کے گمراہ ہونے کا خدشہ ہو تو ان پر واجب ہے کہ وہ ایسی کتابوں سے دور رہیں جو مسلمانوں کے عقیدے کے خلاف لکھی گئی ہوں۔ خاص طور پر ایسی کتابوں سے بہر صورت دور رہنا چاہیے جن میں ایسی پیچیدگیاں اور ایسے مقالے ہوں جن کا حل ان کے پاس نہ ہو۔ ایسی کتابوں کی خرید و فروخت بھی جائز نہیں ہے۔ ان کو اپنے پاس رکھنا، ان کی محافظت کرنا اور ان کا مطالعہ کرنا حرام ہے۔ ایسی کتابوں کو تلف کرنا واجب ہے۔ (تحریر الوسیلہ ج ۱، ص ۴۹۸)

محرّم آیت اللہ خوانساری اپنی کتاب جامع المدارک میں لکھتے ہیں: گمراہ کن کتابوں کی طاعت کے حرام ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ از روئے عقل مادہ فساد کو ختم کرنا واجب ہے۔ قرآن کریم کہتا ہے: **وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ... لوگوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو بیہودہ داستانیں خریدتے ہیں تاکہ (لوگوں کو) بے سمجھے اللہ کی راہ سے گمراہ کریں۔ (سورہ لقمان: آیت ۶)** تحف العقول میں ہے کہ معصوم نے فرمایا: **إِنَّمَا حَرَّمَ اللَّهُ الصَّنَاعَةَ الَّتِي يَجِيءُ مِنْهُ الْفَسَادُ مَحْضًا** ایسے پیشے اور ہنر کو اللہ نے حرام کیا ہے جس سے صرف فساد پیدا ہوتا ہے۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ **أَوْ مَا يَقْوَى بِهِ الْكُفْرُ وَالشِّرْكَ فِي جَمِيعِ وُجُوهِ الْمَعَاصِي**۔ ایسا کام حرام ہے جس سے معصیت کو فروغ ملے اور کفر و شرک کو تقویت پہنچے۔

ایک اور روایت میں آیا ہے: **أَوْ بَابٌ يُؤْهِنُ بِهِ الْحَقُّ**۔ جس سے حق کمزور ہوتا ہو۔

آیت اللہ خوانساری لکھتے ہیں:

اگر کوئی شخص گمراہ کن کتابوں کی تردید کرنے کی اہلیت رکھتا ہو تو اس کے لیے ایسی کتابیں پڑھنا جائز ہے بلکہ حفاظت دین کا تقاضا ہے کہ وہ ایسی کتابوں کو پڑھے اور ان کا جواب لکھے۔

اخلاقی محرمات

۳۹۔ بد اخلاقی

بد اخلاقی بھی گناہان کبیرہ میں شامل ہے۔ بری عادتوں سے پرہیز نہ کرنا بھی انتہائی مذموم ہے۔ اسلام کا تقاضا ہے کہ انسان حسد، تکبر، بدگمانی اور بد زبانی جیسی غیر اخلاقی عادات سے چھٹکارا حاصل کرے۔

بری عادات کی مذمت میں ہادیان دین سے بہت سی روایات منقول ہیں جن میں سے کچھ یہ ہیں:

(۱) حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اَبَى اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لِصَاحِبِ الخُلُقِ السَّيِّئِ بِالسُّوْبَةِ. اللہ تعالیٰ بد اخلاق شخص کی توبہ قبول نہیں کرتا۔ جب آپ سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا: لِأَنَّهُ إِذَا تَابَ مِنْ ذَنْبٍ وَقَعَ فِي ذَنْبٍ أَكْثَرَ مِنْهُ. کیونکہ جب وہ ایک گناہ سے توبہ کرتا ہے تو اس سے بڑے گناہ پر عمل شروع کر دیتا ہے۔

(۲) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: إِنَّ سُوءَ الخُلُقِ لَيُفْسِدُ الإِيمَانَ كَمَا يُفْسِدُ الخِطْلُ العَسَلَ. بد اخلاقی ایمان کو یوں برباد کر دیتی ہے جیسے سرکہ شہد کو خراب کر دیتا ہے۔

حسن اخلاق کی قدر و قیمت جاننے کے لیے معصومین علیہم السلام کے حسب ذیل ارشادات پڑھیں:

(۱) حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مَا يُوضَعُ فِي مِيزَانِ امْرِئٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَفْضَلُ مِنْ حُسْنِ الخُلُقِ. قیامت کے دن کسی بھی انسان کے میزان اعمال میں حسن خلق سے افضل کوئی چیز نہیں رکھی جائے گی (یعنی حسن خلق کو تمام عبادتوں پر فضیلت حاصل ہے)۔

(۲) رسول اکرم نے فرمایا: إِنَّ صَاحِبَ الخُلُقِ الحَسَنِ لَهُ مِثْلُ أَجْرِ الصَّائِمِ القَائِمِ حَسَنِ اخْلَاقٍ رَكَعَ وَالْمُحْضِ كَوَدُنٍ بَمُرِّ رُوزَةٍ رَكَعَ اور رات بھر عبادت کرنے والے شخص جیسا اجر دیا جائے گا۔

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: أَكْثَرُ مَا تَلْبِغُ بِهِ أُمَّتِي الْجَنَّةَ، تَقْوَى اللَّهِ وَحُسْنُ الخُلُقِ. میری امت کی اکثریت تقویٰ اور حسن اخلاق کی وجہ سے جنت میں جائے گی۔

(۴) امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا. اہل ایمان میں سے کامل ترین ایمان والا وہ شخص ہے جس کا اخلاق سب سے بہتر ہو۔

(۵) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: مَا يُقْبَدُ الْمُؤْمِنُ عَلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ بِعَمَلٍ بَعْدَ الْفَرَانِضِ أَحَبُّ إِلَيَّ اللَّهُ تَعَالَى مِنْ أَنْ يُسَعَّ النَّاسَ بِخَلْقِهِ. مومن خدا کے حضور واجبات کی ادائیگی کے بعد حسن خلق سے بہتر عمل لے کر پیش نہیں ہوگا (یعنی واجبات کے بعد حسن خلق کی بڑی اہمیت ہے)۔

۴۰۔ جھوٹ اور اس کی اقسام

جھوٹ بولنا، جھوٹ لکھنا، جھوٹ نقل کرنا اور جھوٹے شخص کی باتوں پر کان دھرنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ جھوٹ تمام آسمانی شریعتوں میں حرام ہے۔ اسلام نے اس کی حرمت پر خصوصی زور دیا ہے۔

امام محصوم کا قول ہے کہ اللہ نے تمام برائیوں اور گناہوں کے لیے تالے مقرر کئے ہیں اور ان تمام تالوں کی چابی شراب ہے اور جھوٹ شراب سے بھی بدتر ہے۔ (کافی ج ۲، ص ۳۳۰)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جھوٹ بولنے والے کو ملعون کہا ہے اور فرمایا ہے کہ جھوٹ بولنے والے کو ہدایت نصیب نہیں ہوتی۔ جھوٹ بولنا کافروں کا شیوہ ہے۔ قرآن مجید کہتا ہے:

﴿۱﴾ إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكُذِبَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ... جھوٹ تو وہی لوگ گھڑتے ہیں جو خدا کی آیتوں پر ایمان نہیں رکھتے۔ (سورہ نحل: آیت ۱۰۵) ﴿۲﴾ ... إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ كَاذِبٌ كَفَّارٌ يَقِينًا خدا اس شخص کو جو جھوٹا ناشکرا ہے ہدایت نہیں دیتا۔ (سورہ زمر: آیت ۳) ﴿۳﴾ فَتَجْعَلُ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ پس ہم جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجیں۔ (سورہ آل عمران: آیت ۶۱) ﴿۴﴾ ... أَنْ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَيْهِ إِنْ كَانَ مِنَ الْكَاذِبِينَ اگر وہ جھوٹا ہو تو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ (سورہ نور: آیت ۷) ﴿۵﴾ ... وَمِنَ الَّذِينَ هَادُوا سَمَّاعُونَ لِلْكَذِبِ... یہودیوں میں جھوٹ کے سننے والے موجود ہیں۔ (سورہ مائدہ: آیت ۴۱)

جھوٹ کے خطرناک نتائج

امام محمد باقرؑ نے فرمایا: إِنَّ الْكُذِبَ هُوَ خَرَابُ الْإِيمَانِ. جھوٹ ایمان کی بنیاد کو منہدم کر دیتا ہے۔

(کافی ج ۲، ص ۳۳۹)

امیرالمومنین علیہ السلام کا فرمان ہے:

لَا يَجِدُ عَبْدٌ طَعْمَ الْإِيمَانِ حَتَّى يَتْرُكَ الْكُذِبَ هَزْلَهُ وَجِدَهُ. کوئی شخص اس وقت ایمان کا ذائقہ

نہیں چکھ سکتا جب تک وہ جھوٹ سے پرہیز نہ کرے خواہ سچ بولے یا مذاق میں۔ (کافی ج ۲، ص ۳۳۰)

نیز آپ نے فرمایا کہ مسلمان اس آدمی کی دوستی سے باز رہے جو اکثر جھوٹ بولتا ہو کیونکہ جھوٹا آدمی اپنا

اعتبار کھودیتا ہے۔ اگر کبھی وہ سچ بھی بولے گا تو کوئی اس کا اعتبار نہیں کرے گا۔ (کافی ج ۲، ص ۳۳۱)

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ جب کوئی مومن بلا عذر جھوٹ بولتا ہے تو ستر ہزار

فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں اور اس کے دل سے ایسی بد بو نکلتی ہے جو عرش تک جاتی ہے۔ اللہ اس جھوٹ کی وجہ سے اس کے دفتر عمل میں ستر زنا کا گناہ لکھتا ہے جن میں سے کم ترین ماں کے ساتھ زنا کرنا ہے۔

(کافی ج ۲، ص ۳۴۱)

وہ مقامات جہاں جھوٹ بولنا جائز ہے

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ قیامت کے دن انسان سے ہر جھوٹ کا حساب لیا جائے گا البتہ تین طرح کے جھوٹ اس سے مستثنیٰ ہیں:

- (۱) جنگ میں دشمن کو غافل کرنے کے لیے۔
- (۲) دو آدمیوں کے درمیان صلح صفائی کرانے کے لیے۔
- (۳) بیوی کا دل رکھنے کے لیے کسی چیز کا وعدہ کرنا اگرچہ وہ چیز فراہم کرنے کی نیت نہ ہو۔

(کافی ج ۲، ص ۳۴۲)

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اصلاح کرنے والا جھوٹا شمار نہیں ہوتا۔ یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی کو اپنے پاس روکنے کے لیے اہل قافلہ میں یہ منادی کرائی تھی اَيْتُهَا الْعَبْرُ اِنْكُمْ لَسَا قُؤُنْ یعنی اے قافلے والو! تم چور ہو۔ (سورہ یوسف: آیت ۷۰) خدا کی قسم! اہل قافلہ چور نہ تھے لیکن حضرت یوسف نے بھی جھوٹ نہیں بولا تھا۔ پھر فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بت پرستوں کو شرمندہ کرنے کے لیے کہا تھا: بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هَذَا فَاسْتَلَوْهُمْ اِنْ كَانُوا يَنْظِقُونَ یعنی ان بتوں کو میں نے نہیں خود ان کے بڑے بت نے توڑا ہے۔ تم خود ان ہی سے پوچھ لو اگر یہ بول سکتے ہیں۔ (سورہ انبیاء: آیت ۶۳) خدا کی قسم! بتوں کو بڑے بت نے نہیں توڑا تھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی جھوٹ نہیں بولا تھا۔ (کافی ج ۲، ص ۳۴۳)

علامہ مجلسی لکھتے ہیں کہ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ اللہ اصلاح کے لیے بولے جانے والے جھوٹ کو پسند کرتا ہے اور فساد کے لیے بولے جانے والے سچ کو ناپسند کرتا ہے۔ (بحار الانوار ج ۷۸، ص ۳۵۸)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے: الْمُضْلِحُ لَيْسَ بِكَذَّابٍ. اصلاح کی غرض سے جھوٹ بولنے والا جھوٹا شمار نہیں کیا جاتا۔ (کافی ج ۲، ص ۳۴۲)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ کلام کی تین قسمیں ہیں:

(۱) سچا کلام (۲) جھوٹا کلام (۳) اصلاح بین الناس کلام

آپ کے ایک صحابی نے پوچھا کہ ”اصلاح بین الناس کلام“ کیا ہے؟

آپ نے فرمایا یوں سمجھو کہ ایک آدمی نے دوسرے آدمی کے پیٹھ پیچھے اس کے متعلق کوئی ایسی بات کہی جو دوسرے آدمی کو ناگوار گزری اور ان کے تعلقات خراب ہو گئے۔ جب تم کو اس بات کا علم ہوا تو تم اس کے

سامنے جھوٹ بول کر کہو کہ فلاں صاحب سے ملاقات ہوئی تھی اور وہ آپ کی بڑی تعریف کر رہے تھے۔ اس طرح تم دو آدمیوں میں صلح کرا دو تو اس کو اصلاح بین الناس کہا جاتا ہے۔ (کافی ج ۲، ص ۳۴۱)

۴۱۔ خدا اور اولیائے خدا پر جھوٹ باندھنا

امام محمد باقر علیہ السلام نے ابو نعمان سے فرمایا: ابو نعمان! ہم پر جھوٹ مت باندھنا ورنہ تم سے روح ایمان سلب کر لی جائے گی اور دیکھو عہدہ و منصب کے پیچھے نہ بھاگنا ورنہ ذلیل ہو کر رہ جاؤ گے اور ہمارے نام پر لوگوں سے مال نہ بٹورو ورنہ تنگدست ہو جاؤ گے۔ تم نے ہمارے متعلق جو کچھ کہا ہوگا وہ روز محشر ہمارے سامنے حاضر کیا جائے گا۔ اگر تم نے ہماری نسبت سچ بولا ہوگا تو ہم تمہاری تصدیق کریں گے اور اگر تم نے ہماری نسبت جھوٹ بولا ہوگا تو ہم تمہاری تکذیب کریں گے۔ (کافی ج ۲، ص ۳۳۸)

امام محمد باقر علیہ السلام نے کہا کہ میرے والد ماجد اپنی اولاد سے فرمایا کرتے تھے کہ جھوٹ سے پرہیز کرو خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا۔ سچ بولا جائے یا مذاق میں۔ جب کوئی شخص چھوٹا جھوٹ بولتا ہے تو آہستہ آہستہ وہ بڑے جھوٹ بولنے لگتا ہے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ رسول خدا فرمایا کرتے تھے کہ انسان سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ اس کا نام ”صدیق“ رکھ دیتا ہے اور انسان جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ اس کا نام ”کذاب“ رکھ دیتا ہے۔ (کافی ج ۲، ص ۳۳۹)

۴۲۔ اللہ کی جھوٹی قسم کھانا

اللہ کی جھوٹی قسم کھانا کبیرہ گناہ ہے مثلاً کوئی شخص کہے: واللہ! یا یوں کہے کہ اللہ کی قسم یہ واقعہ اس طرح پیش آیا تھا یا کہے کہ اللہ کی قسم میں نے یوں کہا تھا یا کہے کہ اللہ کی قسم میں ایسا کروں گا یا کہے کہ اللہ کی قسم یہ مال میرا ہے یا کہے کہ اللہ کی قسم یہ مال میں نے اتنے میں خریدا ہے وغیرہ۔ اگر یہ باتیں خلاف واقعہ ہوں تو یہ انتہائی خطرناک ہے اور احادیث میں اس طرح کی جھوٹی قسم کو یمین کاذبہ، یمین حالفہ اور یمین غموس کہا گیا ہے۔ حالفہ اور غموس جیسے نام سے ہی اس طرح کی قسم کے خطرے کو واضح کیا گیا ہے۔ اس طرح کی قسم دین اور ایمان کو ختم کر دیتی ہے اور انسان کو عذاب الہی میں مبتلا کر دیتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

إِنَّ الدِّينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ بے شک وہ لوگ جو خدا سے کئے ہوئے عہد اور اپنی قسموں کو قلیل رقم کے عوض فروخت کرتے ہیں ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا اللہ ان سے کلام نہیں کرے گا اور ان کی طرف ناکہ رحمت نہیں کرے گا اور انہیں گناہوں سے پاک نہیں کرے گا ان کے لیے دردناک

عذاب ہے۔ (سورہ آل عمران: آیت ۷۷)

وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاِيْمَانِكُمْ اَنْ تَبْرُوْا وَتَقُوْا وَتَضَلُّوْا بَيْنَ النَّاسِ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝
اللہ کے نام کو ایسی قسمیں کھانے کے لیے استعمال نہ کرو جن سے مقصود نیکی، تقویٰ اور بندگان خدا کے درمیان اصلاح کے کاموں سے باز رہنا ہو اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ (سورہ بقرہ: آیت ۲۲۲)

امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے:

- (۱) جو کوئی جانتے بوجھے اللہ کی جھوٹی قسم کھائے تو گویا اس نے خدا سے جنگ کی (کافی ج ۷، ص ۲۳۵)
- (۲) اللہ کے نام کی نہ تو سچی اور نہ ہی جھوٹی قسم کھاؤ کیونکہ اللہ کا فرمان ہے: وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِاِيْمَانِكُمْ اللہ کے نام کو اپنی قسمیں کھانے کے لیے استعمال نہ کرو۔ (کافی ج ۷، ص ۲۳۷)
- (۳) جو شخص کسی مسلمان کو اس کے جائز حق سے محروم رکھنے کے لیے جھوٹی قسم کھائے تو ایسی قسم اسے دوزخ میں لے جاتی ہے۔ (کافی ج ۷، ص ۲۳۶)

اللہ کے نام کا احترام

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خدا نے ایک ایسا فرشتہ بنایا ہے جس کے قدم ساتویں زمین سے بھی پانچ سو سال کی مسافت پر نیچے واقع ہیں اور اس کا سر آسمانوں کی بلندی سے بھی پانچ سو سال کی دوری پر ہے۔ وہ ہر وقت سُبْحَانَكَ سُبْحَانَكَ حَيْثُ كُنْتُ لَمَّا اَعْظَمَكَ (تو پاک ہے تو پاک ہے تو کتنا ہی عظیم ہے) کی تسبیح پڑھتا رہتا ہے۔ خدا اس کی طرف وحی نازل کرتا ہے کہ میرے نام کی جھوٹی قسم کھانے والا میری عظمت سے آگاہ نہیں ہے۔ (کافی ج ۷، ص ۲۳۶)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تیرے خلاف کچھ مال کا جھوٹا دعویٰ کیا جائے اور دعویٰ کرنے والا تجھ سے قسم کا مطالبہ کرے اور وہ ہو بھی جھوٹا۔ اگر اس کا دعویٰ تیس درہم تک کا ہے تو اپنی جیب سے وہ رقم ادا کر دے اور قسم نہ کھانا اور اگر تیس درہم سے زیادہ رقم کا غلط دعویٰ ہے تو پھر قسم کھا لینا اور اسے رقم نہ دینا۔ (کافی ج ۷، ص ۲۳۶)

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگو! جھوٹی قسمیں کھانے سے پرہیز کرو جھوٹی قسموں سے ہنستے بستے شہر تباہ ہو جاتے ہیں۔ (کافی ج ۷، ص ۲۳۶)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جب کوئی شخص جھوٹ بولنے کے بعد کہتا ہے کہ خدا گواہ ہے بات ایسی ہی ہے جیسی میں نے کہی ہے اس وقت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جھوٹی گواہی کے لیے میرے علاوہ تجھے اور کوئی بھی نہیں ملا تھا؟ (کافی ج ۷، ص ۲۳۷)

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے نام کی قسم نہ کھاؤ اور اگر کوئی اللہ کے نام کی قسم

کھائے تو پھر اس کی بات کو مان لینا چاہیے اور جو اللہ کے نام کی قسم پر بھی اعتبار نہ کرے تو اس کا اللہ سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ (کافی ج ۷، ص ۲۳۸)

۳۳۔ جھوٹی گواہی دینا

جھوٹی گواہی یا ایسی چیز کی گواہی دینا جس کی حقیقت معلوم نہ ہو حرام اور کبیرہ گناہ ہے۔
 عیون اخبار الرضا میں ہے کہ امام علی رضا علیہ السلام نے اسے گناہان کبیرہ میں شمار کیا اور استدلال میں یہ آیات تلاوت فرمائیں:

(۱) ... فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ ۝ بتوں کی ناپاکی سے بچو اور جھوٹی گواہی سے بچو۔ (سورہ حج: آیت ۳۰)

(۲) وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ رَحْمَانُ كَالْبَدِيعِ أُولَٰئِكَ هُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَهُمْ فِي اللَّهِ عَذَابٌ مُّهِينٌ (سورہ فرقان: آیت ۷۲)
 سچی گواہی دینا ضروری ہے اور جو سچی گواہی کو چھپائے اللہ نے اسے اَظْلَمَ یعنی سب سے بڑا ظالم قرار دیا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے: وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهُ مِنَ اللَّهِ... بھلا اس سے بڑھ کر اور ظالم کون ہو سکتا ہے جو خدا کے ہاں گواہی کو چھپائے۔ (سورہ بقرہ: آیت ۱۴۰)

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو تاکید کی ہے: وَأَقْسِمُوا بِاللَّهِ... گواہی کو صرف اللہ کے لیے قائم کرو۔ (سورہ طلاق: آیت ۲)

ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اللہ کی خوشنودی کے لیے بغیر کسی اجرت کے گواہی دے۔ البتہ گواہی کے لیے یہ ضروری ہے کہ صرف اسی چیز کی گواہی دے جسے وہ اچھی طرح سے جانتا ہو اور اس نے وہ واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو۔ جب بھی کسی مؤمن کے حق کے اثبات کے لیے اسے بلایا جائے تو وہ جائے اور حق سچ کی گواہی دے۔ جھوٹی گواہی دینا حرام ہے اور جس چیز کے متعلق پورا علم نہ ہو اس کی گواہی نہیں دینی چاہیے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: لَا تَشْهَدُنْ بِشَهَادَةٍ حَتَّى تَعْرِفَهَا كَمَا تَعْرِفُ كَفْكِكَ كَمَا تَعْرِفُ كَفْكِكَ كَمَا تَعْرِفُ كَفْكِكَ كَمَا تَعْرِفُ كَفْكِكَ (کافی ج ۷، ص ۲۸۳)
 کافی میں رسول اکرم اور امام محمد باقر سے منقول ہے کہ جو بھی شخص کسی حقدار کا حق مارنے کے لیے اس کے خلاف جھوٹی گواہی دیتا ہے تو خدا اس کے لیے دوزخ کا پروانہ جاری کر دیتا ہے اور یہی سزا سچی گواہی چھپانے والے کے لیے ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ جھوٹی گواہی دینے والے کی توبہ کی کیا شرط ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ اس نے اپنی جھوٹی گواہی سے جسے مالی نقصان پہنچایا ہے اتنا مال اس کے حوالے کرے۔

حضرت رسول خدا نے فرمایا: مَنْ كَتَمَ شَهَادَةً أَوْ شَهِدَ بِهَا لِيُهْدَرَ بِهَا دَمٌ أَوْ يُسَلِمَ أَوْ يُزَوَّي

مَا لَ اِمْرِيءَ مُسْلِمٍ اَتَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَوْ جِهَةٌ ظَلَمَتْهُ مَدَّ الْبَصَرَ وَفِي وَجْهِهِ كَلْبُوحٌ تَعْرِفُهُ لَخَلَّاقٌ بِاسْمِهِ وَ نَسَبِهِ ، وَمَنْ شَهِدَ شَهَادَةً حَقًّا لِيُخْبِي بِهَا حَقَّ اِمْرِيءَ مُسْلِمٍ اَتَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَوْ جِهَةٌ نُوِّرَ مَدَّ الْبَصَرَ تَعْرِفُهُ الْخَلَّاقُ بِاسْمِهِ وَ نَسَبِهِ . جو شخص گواہی کو چھپائے یا کسی مسلمان کا خون رائیگاں کرنے یا کسی مسلمان کا مال ضائع کرنے کے لیے گواہی دے تو قیامت کے دن وہ اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرے سے تاریکی نکل رہی ہوگی اور جہاں تک نگاہ جائے گی اس کی تاریکی وہاں تک پھیلی ہوئی ہوگی اور اس کے چہرے پر نشانی ہوگی لوگ اس کا نام و نسب پہچان لیں گے اور جو شخص حق کی گواہی دے تاکہ اس سے کسی مسلمان کا حق ثابت ہو سکے تو قیامت کے دن وہ اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرے سے روشنی پھوٹ رہی ہوگی اور تاحد نظر اس کے چہرے کی روشنی پھیلی ہوئی ہوگی۔ لوگ اس کا نام و نسب پہچان لیں گے۔ یہ حدیث رسول بیان کرنے کے بعد امام محمد باقرؑ نے فرمایا کیا تو نہیں دیکھتا کہ اللہ کا فرمان ہے وَأَقِيمُوا الشَّهَادَةَ لِلَّهِ... (کافی ج ۷، ص ۳۷۳)

ایمن بن خریم بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرمؐ نے ایک خطبے میں ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے جھوٹی گواہی کو بت پرستی کے ہم پلہ بتایا ہے اور فرمایا ہے فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّوْرِ (بخار الانوار ج ۶، ص ۳۳۹)

ساحہ بن مہران راوی ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جھوٹے گواہوں کی سزا حاکم کی صوابدید پر موقوف ہے۔ وہ جتنے چاہے انہیں شدت سے کوڑے مروائے۔ پھر انہیں لوگوں میں پھرایا جائے اور اعلان کیا جائے کہ یہ جھوٹی گواہی دینے والے لوگ ہیں پھر آپ نے قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی: ...وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا وَاُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا... پھر ان کی کبھی بھی گواہی قبول نہ کرو۔ وہ فاسق ہیں سوائے ان کے جو توبہ کر لیں۔ (سورہ نور: آیت ۴-۵)

ساحہ نے عرض کیا کہ اس کی توبہ کا پتا کیسے چلے گا؟

آپ نے فرمایا کہ سرعام وہ اپنے آپ کو جھٹلائے اور استغفار کرے اور اپنی جھوٹی گواہی کی اپنی زبان سے تردید کرے تو اس کی توبہ قبول کر لی جائے گی۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۸، ص ۲۴۴)

۴۴۔ گواہی کا چھپانا

خدا کی خوشنودی کے لیے حق و انصاف قائم کرنا اسلام کا بنیادی تقاضا ہے اور حق و انصاف کے قیام کے لیے ضروری ہے کہ گواہ سچی گواہی دیں اور گواہی کو نہ چھپائیں اور حق کی گواہی واضح الفاظ میں دیں۔ اپنی گواہی میں ابہام پیدا نہ کریں تاکہ حق کو سر بلندی نصیب ہو ایک اچھے مسلمان کا وطیرہ یہ ہونا چاہیے کہ وہ ہمیشہ حق و صداقت کا ساتھ دے اور اپنے ذاتی اور مالی فوائد اور رشتے داروں کو خاطر میں نہ لائے اور تمام مفادات سے بالاتر ہو کر حق کی نگہبانی کا فرض ابرا کرے۔ سچی گواہی اگر والدین اور بہن بھائیوں اور رشتے داروں کے

خلاف بھی دینا پڑے تو بھی اس سے گریز نہ کرے۔

ہمیں چاہیے کہ ابلیسی دوسوں اور حب دنیا سے خدا کی پناہ طلب کریں کیونکہ جب تک خدا کا فضل و کرم شامل حال نہ ہو تو انسان اپنے تئیں نجات حاصل نہیں کر سکتا۔ خدا کے فضل و کرم کی افادیت کے لیے حسب ذیل آیات دیکھیں:

- (۱) ... فَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَكُنْتُمْ مِنَ الْخَاسِرِينَ ○ پس اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو یقیناً تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوتے۔ (سورہ بقرہ: آیت ۶۳)
 - (۲) ... وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَابْتِغْتُمُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا... اگر تم پر خدا کا فضل اور اس کی مہربانی نہ ہوتی تو چند لوگوں کے سوا تم سب شیطان کے پیرو ہو جاتے۔ (سورہ نساء: آیت ۸۳)
 - (۳) ... وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ مَا زَكَايَ مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ أَبَدًا... اگر تم پر خدا کا فضل اور اس کی مہربانی نہ ہوتی تو تم سے ایک شخص بھی کبھی پاک نہ ہو سکتا۔ (سورہ نور: آیت ۲۱)
- آئیے گواہی کے متعلق قرآن کریم کی تعلیمات کا جائزہ لیں اور پھر خدا سے ان نورانی احکام پر عمل پیرا ہونے کی توفیق طلب کریں:

سورہ نساء آیت ۱۳۵ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدِينَ وَالْأَقْرَبِينَ إِنْ يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَاللَّهُ أَوْلَىٰ بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَىٰ أَنْ تَعْدِلُوا وَإِنْ تَلَوُّا أَوْ تَعْرِضُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ○ ایمان والو! مضبوطی کے ساتھ انصاف پر قائم رہو اور خدا واسطے کے گواہ بنو اگرچہ تمہاری گواہی کی زد خود تمہاری اپنی ذات پر یا تمہارے والدین اور رشتے داروں پر ہی کیوں نہ پڑتی ہو۔ فریق معاملہ مالدار ہو یا غریب، اللہ تم سے زیادہ اُن کا خیر خواہ ہے لہذا اپنے خواہش نفس کی پیروی میں عدل سے باز نہ رہو اگر تم نے لگی پٹی کبھی یا تم نے سچائی سے پہلو بچایا تو جان رکھو کہ تم جو کچھ کر رہے ہو اللہ کو اس کی پوری خبر ہے۔

سورہ مائدہ کی آٹھویں آیت ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَايُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا إِعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ... اے ایمان والو! خدا کے لیے انصاف کی گواہی دینے کے لیے کھڑے ہو جایا کرو اور کسی قوم کی دشمنی تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ عدل کرنا چھوڑ دو۔ عدل سے کام لو کیونکہ یہی بات پرہیزگاری سے قریب ترین ہے۔

سورہ بقرہ آیت ۲۸۳ میں احکام قرض کے ضمن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اور شہادت ہرگز نہ چھپاؤ اور جو شہادت چھپاتا ہے اس کا دل گناہ میں آلودہ ہے اور اللہ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں ہے۔

سورہ بقرہ آیت ۲۸۲ میں ہے کہ... وَلَا يَأْتِ الشَّهَادَةَ إِذَا مَا دَعُوا... جب گواہوں کو گواہی کے لیے طلب کیا جائے تو وہ گواہی دینے سے انکار نہ کریں۔

سورہ نساء آیت ۵۸ میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: **إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا...**
بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو ان کے اہل کے سپرد کرو۔

جو کسی بات کا گواہ ہے تو وہ گواہی اس کے پاس خدا کی امانت ہے، اسے مناسب موقع پر یہ امانت لوٹانی چاہیے۔

۴۵۔ علم کے بغیر مناظرہ اور مباحثہ کرنا

قرآن مجید میں علم کے بغیر مباحثہ کرنے کی مذمت وارد ہوئی ہے اور اسے جدال غیر احسن کہا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کے پاس کسی موضوع کے متعلق پوری معلومات نہ ہوں اور برہان شرعی و منطقی سے وہ نااہل ہو اسے مناظرہ اور مباحثہ نہیں کرنا چاہیے۔ سورہ حج آیت ۸ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: **وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا هُدًى وَلَا كِتَابٍ مُبِينٍ** ○ اور کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ کے علم اور ہدایت اور روشن کتاب کے بغیر خدا کے بارے میں بحث کرتے ہیں۔ نیز سورہ حج آیت ۳ میں ہے کہ **وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطَانٍ مُرِيدٍ** ○ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو علم کے بغیر اللہ کے بارے میں بحثیں کرتے ہیں اور ہر سرکش شیطان کی پیروی کرنے لگتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے دعوت و مجادلہ کے اصول بیان کرتے ہوئے سورہ مبارکہ محل کی آیت ۱۲۵ میں فرمایا ہے: **أذْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ...** آپ اپنے رب کے راستے کی دعوت دیں حکمت اور موعظہ حسنہ کے ساتھ اور ان سے احسن انداز سے مباحثہ کریں۔

اہل علم و دانش کا فرض ہے کہ جب دیکھیں کہ انحرافات اور بدعات کو فروغ مل رہا ہے تو اس کا ڈٹ کر مقابلہ کریں اور حق اور دین خدا کی حفاظت کریں اور اہل باطل سے سرعام مباحثہ کر کے انہیں لوگوں میں لاجواب اور رسوا کریں تاکہ عوام پر ان کی قلعی کھل جائے۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: **إِذَا ظَهَرَتِ الْبِدْعُ فَعَلَى الْعَالِمِ أَنْ يُظْهِرَ عِلْمَهُ وَالْأَفْعَلِيَّةَ لَعْنَةُ اللَّهِ**۔ جب میری امت میں بدعات نمودار ہوں تو عالم پر فرض ہے کہ وہ اپنے علم کا اظہار کرے ورنہ اس پر خدا کی لعنت ہوگی۔ (کافی ج ۱، ص ۵۴)

اسلام کا دفاع کرنے والے علماء کو چاہیے کہ وہ اس حقیقت کو پیش نظر رکھیں کہ اسلام عقل اور منطق کا دین ہے۔ لہذا علماء کو بھی چاہیے کہ وہ عقل و منطق سے بھرپور استفادہ کریں اور طالبان حقیقت کی رہنمائی کریں۔

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان سے فرمایا ہے: **وَلَا تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ...**
اہل کتاب سے احسن انداز میں مباحثہ کرو۔ (سورہ علقبوت: آیت ۳۶)

مقصد یہ ہے کہ جب اہل کتاب سے مباحثہ کرو تو صحیح استدلال اور منطق و برہان سے انہیں لاجواب

کرو۔ اگر تمہارے مباحثے کی اساس صحیح استدلال پر نہ ہوگی تو تم یا تو حق کا انکار کرو گے یا باطل کی تائید کر بیٹھو گے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ عقائدِ حقہ میں شکوک و شبہات پیدا ہو جائیں گے۔ لہذا جو مسلمان اسلامی عقائد کا بھرپور انداز سے دفاع نہ کر سکتا ہو وہ اہل کتاب سے مناظرہ نہ کرے اور یہی شرط گمراہ مسلمانوں کے ساتھ مباحثہ کی ہے۔ مباحثہ کرنے والے کو بدعت پرست گروہ کی بدعات کا مکمل علم ہونا چاہیے ورنہ ان سے مباحثہ نہ کرے۔

غیر احسن مناظرے کا مفہوم

سید عبداللہ جزائری نے اپنی کتاب تحفۃ السنیۃ میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے امام صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہم نے سنا ہے کہ رسول اکرم اور ائمہ ہدیٰ نے مناظرہ سے روکا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہادیان دین نے مناظرے اور مباحثے سے مطلق طور پر منع نہیں کیا البتہ انھوں نے غیر احسن مناظرے سے منع کیا ہے۔ اس شخص نے کہا: فرزند رسول! یہ فرمائیں کہ احسن مباحثہ کیا ہے اور غیر احسن مباحثہ کیا ہے؟

آپ نے فرمایا: غیر احسن مباحثہ یہ ہے کہ کسی اہل باطل سے تمہاری بحث ہو اور تم اس کے باطل نظریات کی تردید میں خدا کی طرف سے بیان کردہ حجت پیش نہ کرو بلکہ اسے شکست دینے اور نیچا دکھانے کی غرض سے خود ساختہ جواب پر قناعت کرو اور اس کے نتیجے میں کسی حق کا انکار کرو۔ ایسا مباحثہ ہمارے شیعوں کے لیے حرام ہے کیونکہ اس سے ہمارے شیعوں کے اعتقاد میں سستی پیدا ہوگی اور ہمارے دشمن اسے اپنے لیے فتح قرار دیں گے اور ایسا مباحثہ ہمارے شیعوں کے دلوں کو مغموم کر دے گا۔

اس کے برعکس احسن مباحثہ یہ ہے کہ جو اہل باطل کے مقابلے میں خدا نے انبیاء کو جو دلائل و براہین عطا کئے تھے ان کے ذریعے باطل کا قلع قمع کرنا اور حق کا اثبات کرنا احسن مباحثہ ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے لوگوں نے معاد جسمانی کا انکار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس حالت کو یوں بیان کیا ہے: وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ قَالَ مَنْ يُحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ ○ اور ہمارے متعلق باتیں بنانے لگا اور اپنی پیدائش کو بھول گیا کہنے لگا کہ جب ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں گی تو ان کو کون زندہ کرے گا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنْشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ ○ (اے رسول!) آپ کہہ دیجئے کہ ان کو وہ زندہ کرے گا جس نے ان کو پہلی بار پیدا کیا تھا اور وہ ہر مخلوق کا علم رکھتا ہے۔ پھر اللہ نے اپنی قدرت کاملہ کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ مِنَ الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ نَارًا فَإِذَا أَنْتُمْ مِنْهُ نُوقِدُونَ ○ وہی جس نے تمہارے لیے ہبز درخت سے آگ پیدا کی پھر تم اس (کی ٹہنیوں کو رگڑ کر ان) سے آگ نکالتے ہو۔ حالانکہ ہبز درخت اور آگ کا بظاہر کوئی جوڑ ہی نہیں اور یہ دونوں ایک دوسرے کے متضاد ہیں لیکن خدا کی قوت یہ ہے کہ اس نے دونوں متضاد اشیاء کو ایک ہی جگہ پر رکھا ہوا ہے۔ پھر فرمایا: أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَنْ يَخْلُقَ مِثْلَهُمْ بَلَىٰ وَهُوَ الْخَلَّاقُ الْعَلِيمُ ○ بھلا جس نے آسمانوں اور

زمین کو پیدا کیا، کیا وہ اس بات پر قادر نہیں کہ ان کو پھر ویسے ہی پیدا کر دے۔ کیوں نہیں اور وہ تو بڑا پیدا کرنے والا اور علم والا ہے۔ (سورۃ یس: آیت ۷۸ تا ۸۱)

اب آپ نے ملاحظہ کیا کہ جب کفار نے یہ کہا کہ بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا تو اس کے جواب میں اللہ نے فرمایا کہ انھیں وہی زندہ کرے گا جس نے انھیں پہلے پیدا کیا تھا۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اسی سوال کے تین جواب دیئے ہیں:

(۱) تمہاری نظر میں تخلیق کی ابتدا اس کے اعادہ سے مشکل ہے۔ جو ذات اسے پیدا کر سکتی ہے وہ اسے واپس بھی پلٹا سکتی ہے۔

(۲) اس کی شان قدرت یہ ہے کہ سبز درختوں میں آگ کو پوشیدہ رکھا ہے۔

(۳) وہ آسمانوں اور زمین کا خالق ہے۔ بھلا جس نے اتنے بڑے آسمان پیدا کئے اور اتنی وسیع زمین بچھائی کیا وہ انھیں دوبارہ زندہ کرنے کی قدرت نہیں رکھتا؟

مذکورہ تینوں دلائل کے بعد خدا نے فرمایا کہ وہ کسی چیز کو وجود میں لانے کے لیے علل و اسباب کا محتاج نہیں ہے اِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ تَكُنْ فَيَكُونُ ○ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے کہتا ہے کہ ہو جا، پس وہ ہو جاتی ہے۔ (سورۃ یس: آیت ۸۲)

اس طرح کے جوابات کو احسن مباحثہ کہا جاتا ہے اور اس سے ہٹ کر اگر کسی اہل باطل کی تردید میں تمہیں کسی حق کا انکار کرنا پڑے تو یہ غیر احسن مباحثہ کہلانے کا اور تم میں اور اہل باطل میں کوئی فرق نہیں رہے گا کیونکہ وہ بھی ایک حق کا منکر ہے اور تم بھی حق کے منکر ہو اس لیے غیر احسن مباحثہ حرام ہے۔ (ص ۱۰، قلمی)

۳۶۔ والدین کی نافرمانی

قرآن کریم کی آیات اور ہادیان دین کی تعلیمات میں اس نکتے پر زور دیا گیا ہے کہ والدین کا احترام اور ان کے ساتھ نیکی کرنا واجب ہے اور انھیں کسی طرح کی اذیت پہنچانا حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ ہادیان دین کی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے کہ والدین کا نافرمان طعون اور رحمت الہی سے دور ہے۔ ایسے شخص کی عبادت قبول نہیں ہوتی۔ جس طرح سے جسمانی والدین کے اولاد پر حقوق ہیں اسی طرح سے روحانی والدین کے بھی روحانی اولاد پر حقوق ہیں۔ ذیل میں ہم اس موضوع کی چند آیات نقل کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں:

(۱) وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا إِمَّا يَبُلُغْنِ عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أَبٌ وَلَا تُنْهَرُهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا ○ وَأَخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذَّلِيلِ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيْتَنِي صَغِيرًا ○ تمہارے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اس کے علاوہ اور کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ اگر تمہارے پاس ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بوڑھے

ہو کر رہیں تو انہیں ”آف“ تک نہ کہو اور نہ ہی انہیں جھڑکو۔ ان کے ساتھ احترام کے ساتھ بات کرو۔ نرمی اور رحم کے ساتھ ان کے سامنے جھک کر ہو اور دعا کیا کرو کہ پروردگار! ان پر رحم فرما جس طرح انہوں نے رحمت و شفقت کے ساتھ مجھے بچپن میں پالا تھا۔ (سورہ بنی اسرائیل: آیت ۲۳-۲۴)

(۲) وَوَضَّيْنَا الْإِنْسَانَ بَوَالِدَيْهِ حُسْنًا وَإِنْ جَاهَدَكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا إِلَىٰ مَرْجِعِكُمْ فَأَنْتُمْ بِنِعْمَتِكُمْ تَعْمَلُونَ ○ ہم نے انسان کو ہدایت کی کہ اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرے لیکن اگر وہ تجھ پر زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ کسی ایسے معبود کو شریک ٹھہرائے جسے تو نہیں جانتا تو ان کی اطاعت نہ کر۔ میری طرف ہی سب کو پلٹ کر آتا ہے پھر میں تم کو بتا دوں گا کہ تم کیا کرتے رہے ہو۔

(سورہ عنکبوت: آیت ۸)

(۳) وَوَضَّيْنَا الْإِنْسَانَ بَوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِضَالَةٌ فِي عَمَلَيْنِ أَنْ اشْكُرْ لِي وَالْوَالِدَيْنِ إِلَىٰ الْمَعْبُورِ ○ وَإِنْ جَاهَدَكَ عَلَىٰ أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبَهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا ○ ہم نے انسان کو جسے اس کی ماں تکلیف پر تکلیف نہ کر پیٹ میں اٹھائے رکھتی ہے (پھر اس کو دودھ پلاتی ہے) اور (آخر کار) دو برس میں اس کا دودھ چھڑانا ہوتا ہے (اپنے نیز) اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید کی ہے کہ میرا بھی شکر کرتا رہ اور اپنے ماں باپ کا بھی کہ تم کو میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ اور اگر وہ تیرے در پے ہوں کہ تو میرے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک کرے جس کا تجھے کچھ بھی علم نہیں تو ان کا کہا نہ ماننا۔ ہاں دنیا کے معاملات میں ان کے ساتھ نیک برتاؤ کرتے رہنا۔ (سورہ لقمان: آیت ۱۳-۱۵)

(۴) وَوَضَّيْنَا الْإِنْسَانَ بَوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمَلُهُ وَفِضَالَةٌ فَلَتَلُونُ شَهْرًا... ○ ہم نے انسان کو ہدایت کی کہ اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرے۔ اس کی ماں نے مشقت اٹھا کر اسے پیٹ میں رکھا اور مشقت اٹھا کر ہی اس کو جنا۔ اس کے حمل اور دودھ چھڑانے کا عرصہ تیس ماہ کا ہے۔

(سورہ احقاف: آیت ۱۵)

حقوق والدین

اس موضوع پر اصول کافی جلد ۲ سے یہ آٹھ روایات ملاحظہ فرمائیں:

(۱) منصور بن حازم کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ بہترین اعمال کون سے ہیں؟

آپ نے فرمایا: الصَّلَاةُ لِوَالِدَيْهَا وَبِرُّ الْوَالِدَيْنِ وَالْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ. وقت پر نماز پڑھنا، والدین کے ساتھ نیکی کرنا اور خدا کی راہ میں جہاد کرنا۔

(۲) امام موسیٰ کاظمؑ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اکرمؐ سے پوچھا کہ بیٹے پر باپ کا کیا حق ہے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ باپ کو نام لے کر اسے مخاطب نہ کرے، اس کے آگے نہ چلے، اس سے پہلے

نہ بیٹھے اور ایسا کوئی کام نہ کرے کہ لوگ اس کے باپ کو برا کہیں۔

(۳) محمد بن مردان راوی ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: تم لوگوں کو مردہ یا زندہ والدین سے بھلائی کرنے میں کیا چیز مانع ہے جبکہ تمہارا فرض ہے کہ ان کی طرف سے نماز پڑھو، صدقہ دو اور ان کی نیابت میں حج کرو اور روزے رکھو۔ اس سے والدین کو بھی ثواب ملے گا اور اولاد کو بھی ثواب ملے گا۔

(۴) معمر بن خلف نے امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا کہ میرے والدین آپ کے حق کو نہیں پہچانتے تو کیا اس کے باوجود میں ان کے حق میں دعا مانگوں؟ آپ نے فرمایا کہ ان کے لیے دعا مانگو اور صدقہ دو اور اگر وہ حق کے عارف نہ بھی ہوں تب بھی ان کے ساتھ مدارات کا سلوک کرتے رہو۔ حضرت رسول اکرم نے فرمایا ہے کہ اللہ نے مجھے رحمت کے لیے مبعوث کیا ہے نہ کہ عقوبت اور اذیت کے لیے۔

(۵) کافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک شخص نے حضرت رسول خدا سے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں کس سے نیکی کروں؟ آپ نے فرمایا اپنی ماں سے۔ اس نے کہا: یا رسول اللہ! اس کے بعد کس سے نیکی کروں؟ آپ نے فرمایا اپنی ماں سے۔ اس نے کہا: یا رسول اللہ! اس کے بعد کس سے نیکی کروں؟ آپ نے فرمایا اپنی ماں سے۔ اس نے چوتھی بار عرض کیا: یا رسول اللہ! اس کے بعد کس سے نیکی کروں؟ آپ نے فرمایا اپنے باپ سے۔

(۶) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک جوان حضرت رسول اکرم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے جہاد فی سبیل اللہ میں شامل ہونے کا بڑا شوق ہے۔ نبی اکرم نے فرمایا اگر ایسا ہے تو پھر راہ خدا میں جہاد کے لیے شامل ہو جاؤ۔ اگر جہاد میں تم مارے گئے تو اللہ کے ہاں زندگی اور رزق پاؤ گے اور اگر طبعی موت مرے تو تمہارا اجر خدا کے ذمے ہوگا اور اگر خیر و عافیت سے گھر واپس آئے تو گناہوں سے یوں پاک ہو گے جیسا کہ پیدائش کے دن گناہوں سے پاک تھے۔ جوان نے عرض کیا کہ میرے بڑے ماں باپ گھر میں موجود ہیں جو مجھ سے محبت کا اظہار کرتے ہیں اور انھیں میرا جہاد میں جانا پسند نہیں ہے۔ رسول خدا نے فرمایا: تم اپنے والدین کے پاس رہو۔ مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تمہارا ان سے ایک روز و شب کا انس ایک سال کے جہاد سے افضل ہے۔

(۷) زکریا بن ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ میں پہلے نصرانی تھا۔ اللہ نے ہدایت بخشی اور میں مسلمان ہو گیا۔ میں حج پر گیا تو امام جعفر صادق علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ میں نے ان سے کہا کہ فرزند رسول! میں پہلے نصرانی تھا اور اب مسلمان ہو گیا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ تم اسلام کے کس پیغام سے متاثر ہو کر مسلمان ہوئے ہو؟ میں نے کہا کہ میں قرآن کریم کی آیت مَا كُنْتُ فَذَرِي مَا الْكِتَابَ وَلَا الْإِيمَانَ وَلَكِنْ جَعَلَنِي نُورًا نُهْدِي بِهِ مَنْ نَشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا تم نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے لیکن ہم نے اس کو نور بنایا ہے کہ اس سے ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں۔ (سورہ شوریٰ: ۵۲) سے متاثر ہوا ہوں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ بے شک خدا نے تمہیں ہدایت بخشی ہے۔ پھر آپ نے تین بار یہ جملہ دہرایا: اَللّٰهُمَّ اَهْدِهٖ یعنی خدایا اس کی ہدایت میں اضافہ فرما۔ پھر آپ نے فرمایا: بیٹا! کچھ پوچھنا ہو تو پوچھ لو۔ میں نے عرض کیا: فرزند رسول! میرے ماں باپ اور میرا خاندان ابھی تک نصرانی ہے۔ میری ماں تاپنا ہے۔ کیا میں ان کے ساتھ رہ سکتا ہوں؟ اور ان کے برتنوں میں کھانا کھا سکتا ہوں؟ آپ نے پوچھا کیا تمہارا خاندان سور کا گوشت کھاتا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں۔ وہ سور نہیں کھاتا بلکہ اسے ہاتھ تک نہیں لگاتا۔ آپ نے فرمایا: تم ان کے ساتھ رہو۔ اپنی ماں پر خصوصی شفقت کرتے رہو۔ جب وہ مر جائے تو اس کی لاش کسی دوسرے کے سپرد نہ کرنا۔ اس کے تمام معاملات کی خبر گیری کرنا اور کسی کو ہماری اس ملاقات کے بارے میں نہ بتانا اور مجھ سے منیٰ میں ملاقات کرنا۔ میں منیٰ پہنچا تو دیکھا کہ آپ کے گرد لوگوں کا جھوم ہے۔ یوں لگتا تھا جیسے آپ بچوں کے استاد ہوں۔ لوگ باری باری آپ سے مسائل پوچھ رہے تھے۔ مناسک حج کی ادائیگی کے بعد میں اپنے شہر کو نہ پہنچا۔ وہاں پہنچ کر میں نے اپنی ماں کی خدمت شروع کر دی۔ میں اسے اپنے ہاتھوں سے کھانا کھلاتا، اس کے سر سے جوئیں نکالتا اور دوسری خدمات انجام دیتا۔ جب میری ماں نے میرا حسن سلوک دیکھا تو بولی کہ جب تک تو نصرانی تھا اس وقت تو میری اتنی خدمت نہیں کرتا تھا۔ جب سے تو مسلمان ہوا ہے بڑی خدمت کر رہا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ میں نے کہا کہ امی جان! جعفر صادقؑ نے مجھے حکم دیا ہے کہ اپنی ماں کی خدمت کرو۔ میری ماں نے کہا کیا وہ نبی ہے؟ میں نے کہا کہ نہیں۔ وہ نبی زادہ ہے۔ میری ماں نے کہا کہ اسے تو نبی ہونا چاہیے کیونکہ ایسی تعلیم انبیاء کی ہی ہوتی ہے۔ میں نے کہا: امی جان! ہمارے نبی آخری نبی تھے۔ ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ یہ بزرگوار اس نبی کے وحی ہیں۔ میری ماں نے کہا: بیٹا! جس دین کی تعلیم اتنی عظیم ہے وہ یقیناً بہترین دین ہے۔ مجھے بھی اپنا دین سکھا۔ میں نے دین اسلام کے بنیادی عقائد اور اعمال ماں کو بتائے تو اس نے اسلام قبول کر لیا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد اس نے ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں پڑھیں۔ پھر رات کے وقت اسے تکلیف ہوئی۔ اس نے کہا کہ بیٹا اسلام کے عقائد پھر سے دہراؤ۔ میں نے انہیں دہرایا اور اس نے دوبارہ ان کا اقرار کیا اور ان کی وفات ہو گئی۔ صبح ہوئی تو میں نے مسلمانوں کو اطلاع دی۔ چنانچہ ہم نے ان کو غسل دیا اور اسلامی طریقے کے مطابق دفن کیا۔ میں نے ان کی نماز پڑھائی اور ان کو قبر میں اتارا۔

(۸) عمار بن حیان کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ میرا بیٹا اسماعیل باقی اولاد کی بہ نسبت میرا زیادہ احترام کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا: میں پہلے بھی اس سے محبت کرتا تھا لیکن اس کی یہ سعادت مندی سن کر میری محبت مزید بڑھ گئی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ رسول خدا کی ایک رضاعی بہن تھیں۔ ایک مرتبہ وہ آپ سے ملنے آئیں تو آنحضرتؐ اس سے بڑے تپاک سے ملے۔ اس کے لیے اپنی چادر بچھا دی اور اس سے مسکرا کر باتیں کیں۔ اس کے جانے کے کچھ دن بعد آپ کا رضاعی بھائی آپ کے پاس آیا۔ آپ نے اس پر وہ شفقت نہ فرمائی جو اس کی بہن کے ساتھ فرما چکے تھے۔ صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ نے

رضاعی بہن سے تو بڑا محبت کا رویہ اپنایا لیکن رضاعی بھائی پر وہ شفقت نہیں کی جبکہ وہ مرد تھا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ وہ لڑکی اپنے بھائی کی بہ نسبت اپنے والدین کی زیادہ خدمت گزار تھی۔

والدین کی نافرمانی کا مطلب و مفہوم

- (۱) حضرت رسول مقبولؐ نے اپنے ایک صحابی سے فرمایا: والدین کے ساتھ بھلائی کر کے جنت میں جاؤ گے اور اگر دوزخ جانا چاہتے ہو تو والدین کو اذیت پہنچاؤ۔
- (۲) امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے والد نے ایک شخص کو دیکھا جو اپنے والد کے ساتھ چل رہا تھا اور اپنے والد کے شانے پر تکیہ کئے ہوئے تھا۔ میرے والد اس کی اس حرکت کو دیکھ کر اتنے ناراض ہوئے کہ آپ نے پوری زندگی اس سے کلام نہیں کیا۔
- (۳) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے: والدین کی نافرمانی کے لیے سب سے ہلکا لفظ انھیں اف کہنا ہے۔ اگر اف سے کوئی اور لفظ ہلکا ہوتا تو اللہ اس سے بھی منع کر دیتا۔
- (۴) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جب قیامت قائم ہوگی تو جنت کا ایک پردہ اٹھایا جائے گا۔ اس سے اتنی خوشبو آئے گی جسے پانچ سو سال کی مسافت تک بھی محسوس کیا جاسکے گا لیکن ایک طبقہ ایسا بھی ہوگا جو اس سے محروم رہے گا۔ آپ سے پوچھا گیا کہ وہ کون سا طبقہ ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ طبقہ والدین کے نافرمانوں کا ہے۔
- (۵) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر والدین نے کسی بیٹے پر ظلم کیا اور اس کی وجہ سے بیٹا غصے کی نگاہ سے انھیں دیکھے تو اللہ اس کی نماز قبول نہیں کرے گا۔
مذکورہ بالا پانچوں حدیث کافی جلد ۲، صفحہ ۳۳۸-۳۳۹ پر مرقوم ہیں۔
- (۶) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ والدین کی نافرمانی کبیرہ گناہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں والدین کے نافرمان کو جَبَّارًا شَقِيًّا یعنی سرکش و بد بخت قرار دیا ہے۔ (مستدرک ج ۱۵، ص ۱۸۹)
- (۷) امام علی علیہ السلام راوی ہیں کہ رسول خداؐ نے فرمایا: تین گناہ ایسے ہیں کہ آخرت سے قبل ان کی سزا شروع ہو جاتی ہے۔ والدین کی نافرمانی، لوگوں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنا اور خدا کے احسانات اور انسانوں کے احسانات کو فراموش کرنا۔ (مستدرک الوسائل ج ۱۵، ص ۱۸۹)

والدین کی نافرمانی کے اثرات

مستدرک الوسائل میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت رسول خداؐ کو ایک جوان کے متعلق علم ہوا کہ وہ سخت بیمار ہے۔ آپ اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ نے دیکھا کہ اس پر

نزع کا عالم طاری تھا اور اس کی زبانی بند تھی۔ آپ نے اس سے کہا کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہو مگر جو ان کی زبان نے ساتھ نہ دیا اور وہ کلمہ نہ پڑھ سکا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: لوگو! کیا اس کی ماں زندہ ہے؟ لوگوں نے کہا: جی ہاں۔ یہ بڑھیا اسی جو ان کی ماں ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عورت سے کہا کہ معلوم ہوتا ہے تو اس سے ناراض ہے اور اسی وجہ سے اس کی زبان پر کلمہ جاری نہیں ہو رہا؟ عورت نے کہا: جی ہاں۔ یا رسول اللہ! میں اس سے ناراض ہوں اور چھ سال سے اس کی اور میری بات چیت بند ہے۔ رسول خداؐ نے فرمایا کہ میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ اسے معاف کر دے اور اس سے راضی ہو جا۔ عورت نے عرض کیا کہ آپ حکم دیتے ہیں تو میں نے اس کو معاف کیا۔ اس وقت جو ان کی زبان کھل گئی اور اس نے کلمہ پڑھا۔ آنحضرتؐ نے اس سے فرمایا: جو ان! سناؤ کیا دیکھ رہے ہو؟ جو ان نے عرض کیا کہ ایک بھیا تک چہرے والا سیاہ فام دکھائی دیتا ہے جس کے وجود سے سخت بدبو آتی ہے۔ وہ میرے ساتھ کھڑا ہے اور میرا گلا دبوچ رہا ہے۔ رسول خداؐ نے فرمایا: تو کہہ

يَا مَنْ يُقْبَلُ الْيَسِيرُ وَيَعْفُو عَنِ الْكَبِيرِ اِقْبَلْ مِنِّي الْيَسِيرَ وَاعْفُ عَنِّي الْكَبِيرَ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ.

اے وہ جو کم ترین اطاعت کو قبول کرتا ہے اور زیادہ گناہوں کو معاف کرتا ہے میرے کم ترین عمل کو قبول فرما اور میرے زیادہ گناہوں سے درگزر فرما بیشک تو بخشے والا مہربان ہے۔

جو ان نے یہ کلمات کہے۔ رسول خداؐ نے اس سے فرمایا کہ اب کیا دیکھ رہے ہو؟ جو ان نے کہا: یا رسول اللہ! اب سفید چہرے اور خوبصورت لباس والا شخص میرے پاس پہنچ چکا ہے۔ اس کے وجود سے عمدہ خوشبو محسوس ہوتی ہے اور وہ کالا شخص پشت کر کے کھڑا ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ان کلمات کو دہراؤ۔ جو ان نے کئی بار ان کلمات کو دہرایا تو کہا یا رسول اللہ! اب وہ سیاہ فام دکھائی نہیں دیتا۔ اس کی بجائے مہربان اور حسین و جمیل پیکر میرے پاس کھڑا ہے۔ یہ کہا اور جان، جان آفریں کے سپرد کر دی۔ (مستدرک الوسائل ج ۱۵، ص ۱۸۹)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تین دعاؤں کو ضرور قبول کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور ان دعاؤں کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوتا۔

- (۱) جب کوئی بیٹا باپ سے بھلائی کرے اور باپ بیٹے کے حق میں دعا کرے۔
- (۲) جب کوئی بیٹا باپ کی نافرمانی کرے اور باپ اس کے لیے بددعا کرے۔
- (۳) جب کوئی مظلوم ظالم کے لیے بددعا کرے یا اپنے مددگار کے حق میں دعا کرے۔

(مستدرک الوسائل ج ۱۵، ص ۱۸۹)

امام جعفر صادق علیہ السلام کے شاگرد ابن مہوم بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں رات گئے امام کی مجلس سے اٹھا اور گھر گیا۔ گھر میں میری ماں سے میرا جھگڑا ہو گیا۔ میں نے کچھ سخت کلامی کی۔ صبح ہوئی تو میں نماز فجر پڑھ کر امام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ امام نے مجھ سے پوچھا کہ رات کو تم نے اپنی ماں کے ساتھ تند کلامی کیوں کی تھی؟ کیا تم کو نہیں معلوم کہ تم اس کے پیٹ میں رہے ہو، اس کی گود تمہارا گہوارہ رہی ہے اور تم

نے اس کا دودھ پیا ہے؟ میں نے عرض کیا: فرزند رسول! یہ سچ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ آئندہ اس سے سخت کلامی نہ کرنا۔ (مستدرک الوسائل ج ۱۵، ص ۱۹۰)

جناب انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول خدا منبر پر تشریف لے جانے لگے تو آپ نے منبر کی پہلی سیڑھی پر آئین کہا۔ پھر دوسری اور تیسری سیڑھی پر قدم رکھا تو آئین کہا۔ اس کے بعد منبر پر تشریف فرما ہوئے تو صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! آئین کہنے کی کیا وجہ تھی؟ آپ نے فرمایا: جو نبی میں منبر کے قریب آیا تو جبریل آئے اور کہا کہ وہ ذلیل و رسوا ہوا جس کے سامنے آپ کا نام لیا جائے اور وہ آپ پر درود نہ بھیجے۔ یہ سن کر میں نے آئین کہا۔ جب میں دوسری سیڑھی پر قدم رکھنے لگا تو جبریل نے کہا کہ ذلیل و رسوا ہوا وہ شخص جس کے گھر میں بوڑھے والدین ہوں اور وہ ان کی خدمت نہ کر کے جنت سے محروم رہے۔ اس پر میں نے آئین کہا۔ جب میں نے تیسری سیڑھی پر قدم رکھنے لگا تو جبریل نے کہا کہ ذلیل و رسوا ہوا وہ شخص جس نے ماہ رمضان کو پایا اور اپنے گناہ معاف نہ کرا سکا۔ اس پر میں نے آئین کہا۔ (مستدرک الوسائل ج ۱۵، ص ۱۹۲)

مؤلف عرض کرتا ہے کہ ایک اور روایت میں مرقوم ہے کہ جبریل نے ہر بات پر آپ سے یہ کہا تھا کہ ”اس شخص پر اللہ کی لعنت ہو“ اور آپ نے تنیوں بار آئین کہا تھا۔

والدین سے بھلائی گناہوں کی مغفرت کا ذریعہ ہے

دعوات راوندی میں امام زین العابدین علیہ السلام سے نقل کیا گیا ہے کہ ایک شخص رسول اکرم کی خدمت میں حاضر ہوا اور بولا: یا رسول اللہ! دنیا میں کوئی برائی ایسی نہیں جو میں نے نہ کی ہو۔ اب یہ فرمائیں کہ کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ کیا تیرے ماں باپ زندہ ہیں؟ اس شخص نے کہا کہ میرا باپ زندہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جاؤ! اس سے بھلائی کرو۔ ممکن ہے خدا تمہارے جرائم معاف کر دے۔ وہ شخص روانہ ہوا تو آپ نے فرمایا کہ کاش اس کی ماں زندہ ہوتی۔ (دعوات ص ۱۲۶۔ بحار الانوار ج ۷۳، ص ۷۲)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ کچھ لوگ والدین کی زندگی میں نافرمان ہوتے ہیں لیکن ان کی موت کے بعد وہ ان کے روزے رکھتے ہیں، ان کی (قضا) نمازیں پڑھتے ہیں اور ان کے قرضے ادا کرتے ہیں ایسے شخص کو خدا ماں باپ کا فرمانبردار قرار دیتا ہے اور کچھ لوگ والدین کی زندگی میں ان کے فرمانبردار ہوتے ہیں لیکن ان کی موت کے بعد ان کا قرض ادا نہیں کرتے، ان کے ایصال ثواب کے لیے کوئی نیکی نہیں کرتے اور اس روش کی وجہ سے خدا ان کو والدین کا نافرمان قرار دیدیتا ہے۔ (بحار الانوار ج ۷۳، ص ۸۳)

حضرت رسول اکرمؐ کی مشہور حدیث ہے: مَنْ سَرَّهٗ أَنْ يُمَدَّ لَهُ فِي عُمْرِهِ وَيَسْتَطِيعَ فِي رِزْقِهِ فَلْيَصِلْ أَبَوَيْهِ، فَإِنَّ صَلَاتَهُمَا طَاعَةَ اللَّهِ، وَلْيَصِلْ ذَا رِحْمَتِهِ. جو چاہتا ہے کہ اس کی عمر لمبی ہو اور اس کا رزق زیادہ ہو تو اسے چاہیے کہ اپنے والدین اور رشتے داروں کے ساتھ بھلائی کرے کیونکہ ان سے بھلائی خدا کی اطاعت میں

شامل ہے۔ (بحار الانوار ج ۷۴، ص ۸۴)

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: ماں کا حق تمام لوگوں کے حقوق سے لازم تر اور واجب تر ہے کیونکہ ماں اپنے بچے کو اس وقت شکم میں اٹھاتی ہے جب کوئی نہیں اٹھاتا اور اپنے جسم کے تمام اعضاء کے ساتھ بچے کو خوش رکھنے کی کوشش کرتی ہے۔ ماں ایثار کا مجسمہ ہوتی ہے۔ وہ بھوک پیاسی رہ کر بچے کو سیر و سیراب کرتی ہے۔ اپنے سایہ رحمت میں بچے کی نگہبانی کرتی ہے۔ خود پھٹا پرانا اور ناکافی لباس پہن لیتی ہے مگر بچے کو مکمل لباس پہناتی ہے۔ خود دھوپ برداشت کر لیتی ہے مگر بچے کے سر پر دھوپ کو برداشت نہیں کرتی۔ ہر شخص کا فرض ہے کہ ماں کی شفقتوں اور احسانوں کا شکر یہ ادا کرے اور جب تک خدا کی مدد شامل حال نہ ہو اس وقت تک تم اس کی کم ترین خدمت کی قدر دانی کی بھی قوت نہیں رکھتے۔ (مستدرک الوسائل ج ۱۵، ص ۱۸۰)

ایک شخص رسول اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ! میری ماں بوڑھی ہے۔ وہ چل پھر نہیں سکتی۔ میں اسے اپنی پشت پر سوار کرتا ہوں اور اپنے رزق میں سے اسے کھلاتا ہوں اور اس کی غلاطت اپنے ہاتھوں سے صاف کرتا ہوں اور اس وقت حیا کی وجہ سے دوسری طرف منہ پھیرے رہتا ہوں۔ کیا میں نے اس کا حق ادا کر دیا ہے؟ نبی اکرمؐ نے فرمایا: نہیں۔ کیونکہ اس کا شکم تیری منزل رہا اور وہ اپنے پستانوں سے تجھے سیراب کرتی رہی۔ اس کے قدم تیرے لیے جوتا رہے اور اس کے ہاتھ تیری خدمت میں ہمیشہ مصروف رہے اور اس کی آغوش تیرے لیے آرام گاہ رہی۔ وہ تیری خدمت کرتی تھی اور خدا سے تیری زندگی کی دعائیں مانگتی رہتی تھی اور اگر آج تو اس کی کچھ خدمت کر رہا ہے تو اس کے ساتھ خدا سے اس کی موت کی دعائیں مانگ رہا ہے۔

(مستدرک الوسائل ج ۱۵، ص ۱۸۰)

آنحضرتؐ کی مشہور حدیث ہے: **الْجَنَّةُ تَحْتَ أَقْدَامِ الْأُمَّهَاتِ مَاؤُنَ** کے قدموں تلے جنت ہے۔

آنحضرتؐ کا یہ بھی فرمان ہے: اگر تو مستحب نماز پڑھ رہا ہو اور تیرا باپ تجھے پکارے تو اپنی نماز نہ توڑ اور اگر تیری ماں تجھے آواز دے تو نماز توڑ دے۔ (مستدرک الوسائل ج ۱۵، ص ۱۸۱)

ایک شخص نے حضرت رسول خداؐ سے عرض کیا کہ باپ کا کیا حق ہے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جب تک وہ زندہ رہے اس کی اطاعت کرتے رہو۔ پھر اس نے پوچھا کہ ماں کا کیا حق ہے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا: اگر کسی شخص کی عمر صحرائے عالج کی ریت کے ذروں اور بارش کے قطرہوں کے برابر ہو اور اتنے عرصے تک ماں کی خدمت کرتا رہے تو بھی ایامِ حمل کے ایک دن کی زحمت کے برابر نہیں ہے۔ (مستدرک الوسائل ج ۱۵، ص ۱۸۲)

کافی میں ہے کہ ایک شخص نبی کریمؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور اپنی سنگ دلی کی داستان بیان کرتے ہوئے کہنے لگا: یا رسول اللہ! مجھے خدا نے بیٹی دی۔ میں نے اسے پالا جب وہ سن رشد کو پہنچی تو میں نے اس سے کہا کہ اچھا لباس پہنو (ایک دوست کے گھر دعوت پر جانا ہے) میری بیٹی نے اچھا لباس پہنا۔ میں اسے ساتھ لے کر صحرا میں آیا جہاں ایک گہرا کنواں تھا۔ میں نے اپنی بیٹی کو اپنے ہاتھوں سے اس میں دھکا دے دیا۔

جب وہ گر رہی تھی تو کہہ رہی تھی۔ ابا جان! تو اس گناہ کا کیا کفارہ ادا کرے گا؟ یا رسول اللہ! اب میں مسلمان ہو گیا ہوں اور چاہتا ہوں کہ آپ مجھے اس جرم کی معافی کے لیے کفارہ بتائیں۔ نبی کریم نے فرمایا: کیا تیری ماں زندہ ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ پھر آپ نے پوچھا: کیا تیری خالہ زندہ ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ جا اس کی خدمت کر کیونکہ خالہ بھی ماں کی جگہ ہے۔ اگر تو نے دل کھول کر اس کی خدمت کی تو حیرانہ عمل سابقہ عمل کا کفارہ قرار پائے گا۔ (ج ۲، ص ۱۶۳)

نوح البلاغہ میں کہ ایک حق فرزند کا باپ پر ہوتا ہے اور ایک حق باپ کا فرزند پر ہوتا ہے باپ کا فرزند پر یہ حق ہے کہ وہ سوائے اللہ کی معصیت کے ہر بات میں اس کی اطاعت کرے اور فرزند کا باپ پر یہ حق ہے کہ اس کا پیام اچھا تجویز کرے، اسے اخلاق و آداب سے آراستہ کرے اور قرآن کی اسے تعلیم دے۔ (کلمات قصار ۳۹۸)

امام علی رضاً نے فرمایا کہ باپ کا احترام بہت ضروری ہے۔ تمہارا فرض ہے کہ باپ کے ساتھ نرم لہجے میں گفتگو کرو کیونکہ باپ بمنزلہ اصل کے ہے اور بیٹا بمنزلہ فرع کے ہے۔ اگر باپ نہ ہوتا تو بیٹے کا وجود نہ ہوتا۔ لہذا تم اللہ سے مدد چاہو اور اپنی جان و مال کو ماں باپ کے تصرف میں دیدو۔ (نقہ الرضا، ص ۳۳۳)

ابو داؤد و حاکم بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق سے پوچھا کہ **وَبِأَلْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا** کی آیت میں جس احسان کا حکم دیا گیا ہے اس سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ماں باپ سے اچھی معاشرت رکھو اور انھیں اس بات پر مجبور نہ کرو کہ وہ تم سے کچھ طلب کریں۔ ان کے مانگنے سے پہلے ان کی ضرورتوں کو پورا کرو اگرچہ مالی لحاظ سے وہ بے نیاز ہی کیوں نہ ہوں۔ پھر آپ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لَنْ تَسْأَلُوا أَبَئِنتُمْ حَتَّىٰ تَنْفَقُوا مِمَّا نُحِبُّونَ... تم نیکی کا مقام ہرگز حاصل نہیں کر سکتے جب تک تم ان چیزوں میں سے جو تمہیں عزیز ہیں اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو۔ (سورۃ آل عمران: آیت ۹۲) پھر آپ نے سورۃ بنی اسرائیل کی آیت ۲۳ پر بھی **إِنَّمَا يُسَلِّغُنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَخَذُهُمْ أَوْ بِبَالِهِمْ فَلَا تَقُلْ لَهُمْ أُقْبُ وَلَا تَنْهَرُهُمْ** اگر ان میں سے ایک یا دونوں تمہارے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو آف تک نہ کہنا اور نہ انہیں جھڑکنا۔ لہذا اگر زندگی کے کسی بھی مرحلے پر وہ تمہیں جھڑکیں تو تم ان کو آف تک نہیں کہہ سکتے اور اگر وہ تمہیں پیش تو انہیں جھڑک نہیں سکتے۔ **وَقُلْ لَهُمْ قَوْلًا كَرِيمًا** یعنی ان سے احترام کے ساتھ بات کرو۔ لہذا وہ تمہیں جھڑکیں یا پیش تو تم انہیں کہو کہ ”خدا تمہیں معاف کرے“ تمہارا یہ کلام **قَوْلًا كَرِيمًا** قرار پائے گا۔ **وَإِخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ** اور بجز و نیاز سے ان کے آگے جھکے رہو۔ اپنے والدین کے چہرے پر جب بھی نظر کرو تو رحمت و شفقت کی نظر کرو۔ ان کی آوازوں پر اپنی آواز بلند نہ کرو اور ان کے ہاتھوں پر اپنے ہاتھ بلند نہ کرو اور ان کے آگے مت چلو۔ (کافی ج ۲، ص ۱۵۷)

۱۔ کتاب علی میں ہے کہ **إِنَّ الْعَمَّةَ بِمَنْزِلَةِ الْأَبِ** یعنی بھوپہی بمنزلہ باپ کے ہے۔ نیز امام علی رضاعیہ السلام نے فرمایا ہے:

بڑا بھائی باپ کی جگہ ہوتا ہے۔ تم پر لازم ہے کہ اس کا احترام کرو۔ (رضوائی)

محمد بن مروان راوی ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ ایک شخص رسول اکرم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے کچھ نصیحت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اگرچہ تمہیں آگ میں جلایا جائے اور اذیت دی جائے البتہ اگر مجبوری کی حالت میں تقیہ کرنا پڑے اور دل ایمان پر مطمئن ہو تو پھر الگ بات ہے۔ زندگی میں اپنے والدین کی اطاعت کرنا اور موت کے بعد ان سے بھلائی کرتے رہنا اور اگر وہ تمہیں یہ حکم دیں کہ تم اپنے مال اور بیوی کو چھوڑ دو تو ان کی اطاعت کرنا کیونکہ ان کی اطاعت ایمان کا ایک حصہ ہے۔ (کافی ج ۲، ص ۱۵۸)

روحانی والدین کی نافرمانی

ہر انسان کو خدا نے جہاں جسمانی والدین عطا کئے ہیں وہاں اسے روحانی والدین بھی عطا کئے ہیں۔ روحانی والدین کو جسمانی والدین پر ایسی ہی فضیلت ہے جیسی روح کو جسم پر حاصل ہے۔ جسمانی والدین کی نافرمانی سے روحانی والدین کی نافرمانی زیادہ تباہ کن ہے۔ رسول اکرم نے روحانی آباء کا یہ کہہ کر تعارف کرایا ہے: اَنَا وَ عَلِيٌّ اَبَوَا هَذِهِ الْاُمَّةِ فِيں اور علیؑ اس امت کے (روحانی) باپ ہیں۔ ان کے بعد ائمہ معصومین علیہم السلام اس وقت کے روحانی باپ ہیں جو انہیں کتب اہل بیت اور صراط مستقیم کی رہنمائی کرتے ہیں۔

بنیادی طور پر رسالت اور امامت اللہ کی عظیم ترین نعمات ہیں۔ اگر یہ نعمتیں نہ ہوتیں تو پھر کوئی نعمت، نعمت نہ کہلاتی۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعثت پیغمبر کو اپنی نعمت قرار دیا اور اہل ایمان پر اس کا احسان جتلاتے ہوئے فرمایا: لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ اِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَ يُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ ۝ (سورہ آل عمران: آیت ۱۶۳)

سچ تو یہ ہے کہ رسالت اور امامت کی نعمت کا موازنہ کسی بھی نعمت سے نہیں کیا جاسکتا۔ دنیاوی نعمات دنیا کے برائیوں کے برسر کرنے کا وسیلہ ہیں جبکہ رسالت اور امامت کی نعمت دنیا کی پاکیزگی اور آخرت کی سعادت کا ذریعہ ہیں۔ اسی لیے یہ کہنا صحیح ہے کہ جسمانی والدین کی نافرمانی اتنی نقصان دہ نہیں جتنی کہ روحانی والدین کی نافرمانی نقصان دہ ہے۔ اسی لیے پیغمبر اسلام نے امیر المؤمنین سے فرمایا: اَنَا وَ اَنْتَ اَبَوَا هَذِهِ الْاُمَّةِ. جو ہمارے حق کا خیال نہ کرے اور ہمیں اذیت دے وہ ملعون اور رحمت خدا سے دور ہے۔

یونس بن یعقوب نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: مولا! آپ مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ عزیز ہیں۔ یہ سن کر امام کے چہرے پر ناراضگی کے آثار نمودار ہوئے اور آپ نے فرمایا: یونس! تو نے ہماری محبت کا دنیا سے موازنہ کیا ہے۔ دنیا کی حیثیت اس کے سوا کیا ہے کہ وہ بھوکے کو روٹی کھلاتی ہے اور ننگے کو کپڑے پہناتی ہے جبکہ ہماری محبت ابدی زندگی ہے۔ (تحف العقول ص ۳۷۹۔ بحار الانوار ج ۷۵، ص ۲۶۶)

رسول اکرم نے امام علی سے فرمایا: میں اور تم اس امت کے باپ ہیں۔ جو ہماری نافرمانی کرے اس پر اللہ کی لعنت ہے۔ میں اور تم اس امت کے آقا ہیں۔ جو غلام آقا کے در کو چھوڑ کر بھاگ جائے اس پر اللہ کی لعنت ہے۔ میں اور تم اس امت کے اجیر ہیں جو ہماری اجرت نہ دے اس پر اللہ کی لعنت ہے۔

(بحار الانوار ج ۴۰، ص ۴۵۔ وسائل الشیعہ ج ۱۹، ص ۳۳۲)

علامہ علی نے اپنی کتاب قواعد کے آخر میں اپنے بیٹے فخر المحققین کے نام اپنی وصیت میں لکھا تھا: تمہیں چاہیے کہ اولاد علی کے ساتھ احسان و احترام میں کمی نہ آنے دو۔ خدا نے ان کے متعلق تاکید کی ہے اور ان کی محبت کو اجر رسالت قرار دیا ہے اور فرمایا ہے **قُلْ لَا أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ الَّتِي الْقُرْبَىٰ**۔ کافی میں ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن میں چار قسم کے آدمیوں کی شفاعت کروں گا اگرچہ ان کے ذمے اللہ دنیا کے گناہوں کے برابر بھی گناہ کیوں نہ ہوں۔

(۱) وہ آدمی جس نے میری اولاد کی مدد کی ہوگی۔^۱

(۲) وہ آدمی جس نے تنگی میں میری اولاد کی مالی مدد کی ہوگی۔^۲

(۳) وہ آدمی جس نے دل و زبان سے میری اولاد کو عزیز رکھا ہوگا۔

(۴) وہ آدمی جس نے میری اولاد کی اس وقت حاجت پوری کی ہوگی جب وہ بے گھر اور بے سہارا ہو۔

۱۔ جب منصور دو اہم بغداد شہر تعمیر کر رہا تھا تو وہ اولاد علی کو دیواروں میں زندہ چنوا دیتا تھا۔ ایک دن اس نے امام حسن کی اولاد میں سے ایک جوان کو پکڑ لیا اور راج کو کھم دیا کہ اسے دیوار میں چن دے۔ جب راج نے جوان کو دیوار میں ڈالا تو اسے رقم آگیا اور اُس نے دیوار میں ایک سوراخ چھوڑ دیا جس میں سے ہوا گزر سکتی تھی اور جوان سے کہا کہ میں رات کو آکر تمہیں نکال لوں گا۔ رات کی تاریکی میں راج نے جوان کو دیوار میں سے نکال لیا اور کہا: اب تم کچھ ایسا کرو کہ میرا اور میرے مزدوروں کا خون نہ بہے۔ میں نے تمہاری مدد اس لیے کی ہے کہ قیامت میں مجھے تمہارے ناناکے سامنے جوابدہ نہ ہونا پڑے۔ تم فوراً چھپ جاؤ۔ جوان بولا کہ میں ایسا ہی کروں گا۔ (ابوالفرج اصفہانی، مقاتل الطالبین)

۲۔ مالک بن دینار بیان کرتے ہیں کہ میں نے مستحب حج پر جانے کے لیے پائی پائی جوڑی تھی لیکن ایک دن جب میں نے ایک عورت کو دیکھا جو خرابے سے مردہ مرئی اٹھا کر جا رہی تھی تو میں اس کے گھر گیا اور اس سے پوچھا کہ تم مردہ مرئی کیوں کھا رہی ہو؟ اس عورت نے کہا کہ میرے گھر میں کئی روز سے فاقہ ہے۔ میں مردہ مرئی اس لیے اٹھا لائی ہوں کہ اپنے بچوں کی جان بچا سکوں۔ مالک نے اس عورت سے اس کا خاندان پوچھا تو وہ بولی کہ میں خاندان رسول سے ہوں۔ مالک نے حج کے لیے جو دس ہزار درہم جوڑے تھے وہ اس کو دیدیے اور حج ملتوی کر دیا۔ امام حج کے بعد ایک حاجی مالک سے آکر ملا اور بولا: جناب! اپنی یہ امانت سنبھالیں۔ مالک نے کہا: کون سی امانت؟ اس نے کہا: ایک دن ہم منی میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک آدمی ہمارے پاس آیا اور کہا کہ یہ قبیلہ مالک بن دینار کو دے دینا۔ مالک نے کہا: میں نے کسی کے پاس کوئی امانت نہیں رکھوائی تھی۔ اس شخص نے کہا کہ جس نے ہمیں یہ قبیلہ دی تھی، اس نے تمہارا ہی نام لیا تھا۔ بالآخر مالک بن دینار نے وہ قبیلہ لی لی اور اسے کھول کر دیکھا تو اس میں دس ہزار درہم تھے۔ رات کو مالک نے خواب دیکھا تو اسے یہ آواز آئی: ”یہ تیری دنیا کا حصہ ہے اور تیری آخرت کا حصہ بھی محفوظ ہے۔“ (کتاب فضائل السادات) رضوانی

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اس وقت ایک منادی ندا دے گا: اے اہل محشر! خاموش ہو جاؤ۔ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم سے کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ پورے عرصہ محشر پر خاموشی چھا جائے گی۔ اس وقت نبی اکرم کھڑے ہو کر فرمائیں گے: اے گروہ خلائق! جس نے بھی مجھ پر کبھی کوئی احسان کیا ہو وہ کھڑا ہو جائے تاکہ میں اسے اس کی نیکی کا بدلہ دے سکوں۔ اس وقت مخلوق کہے گی: یا رسول اللہ! کسی کی کیا مجال کہ آپ پر احسان کرے۔ ساری دنیا آپ کے احسانات تلے دبی ہوئی ہے۔ اس وقت سرکار رسالت آپ فرمائیں گے کہ جس نے میرے اہلیت میں سے کسی کو پناہ دی ہو یا ان سے بھلائی کی ہو یا انھیں لباس پہنایا ہو یا کسی بھوکے کو سیر کیا ہو وہ کھڑا ہو جائے تاکہ میں اس کے احسان کا بدلہ چکاؤں۔ اس وقت بہت سے لوگ کھڑے ہوں گے جنھوں نے یہ کام کئے ہوں گے۔ رب العالمین کی طرف سے ندا آئے گی: میرے حبیب محمد! میں نے ان کا بدلہ آپ کے ذمے لگا دیا ہے آپ جنت میں جہاں چاہیں انھیں رہائش فراہم کریں۔ اس وقت رسول خدا انھیں مقام ”دیلمہ“ میں رہائش فراہم کریں گے جہاں انھیں محمد و آل محمد کا دیدار نصیب ہوتا رہے گا۔ (قواعد الاحکام ج ۱، ص ۱۵۳۔ من لا یحضرہ الفقیہ ج ۲، ص ۶۹)

۴۷۔ قطع رحمی اور رشتے داروں سے بدسلوکی

قطع رحمی گناہ کبیرہ ہے۔ یہ ایک ایسا گناہ ہے جس کا برا نتیجہ آخرت سے قبل دنیا میں ہی ظاہر ہونے لگتا ہے جبکہ رشتے داروں کے ساتھ حسن سلوک ایسی نیکی ہے جو بخشش اور خدا کی خوشنودی کا سبب ہے۔ صلہ رحمی سے عمر اور رزق دونوں بڑھتے ہیں اور دنیا و آخرت کی مشکلات آسان ہوتی ہیں۔

قرآن کریم نے قطع رحمی کرنے والوں پر لعنت کی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

(۱) وَالَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ أُولَئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ ۝ وہ لوگ جو خدا سے پختہ عہد کے بعد اس کے عہد کو توڑتے ہیں اور جن رشتوں کو جوڑنے کا خدا نے حکم دیا ہے انھیں کاٹتے ہیں اور زمین میں فساد کرتے ہیں ان کے لیے لعنت ہے اور بدترین گھر ہے۔ (سورہ رعد: آیت ۲۵)

(۲) فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتَقَطَّعُوا أَرْحَامَكُمْ ۝ أُولَئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعَمَّى أَبْصَارَهُمْ ۝ تم سے عجب نہیں کہ اگر تم حاکم ہو جاؤ تو ملک میں خرابی کرنے لگو اور اپنے رشتوں کو توڑ ڈالو یہی لوگ ہیں جن پر خدا نے لعنت کی ہے اور ان کے کانوں کو بہرا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا ہے۔ (سورہ محمد: آیت ۲۲-۲۳)

(۳) ... وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ ۝ خدا سے جس کے نام کو تم اپنی حاجت براری کا ذریعہ بناتے ہو ڈرو اور قطع رحمی سے بچو۔ (سورہ نساء: آیت ۱)

قطع رحم کے متعلق معصومین کے ارشادات

(۱) حذیفہ بن منصور بیان کرتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اِتَّقُوا الْخَالِقَةَ فَإِنَّهَا تُمِيتُ الرِّجَالَ ، فَلَنْتَ : وَمَا الْخَالِقَةُ ؟ قَالَ : قَطِيعَةُ الرِّجَمِ حَالِقَةٌ مِنْ دُرْتِ رَهْمٍ . حَالِقَةٌ مَرْدُونَ كَوْ قَبْلِ از وقت موت کے منہ میں دکھیل دیتی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ حلالہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اس کا مطلب قطع رحمی ہے۔

(۲) عثمان بن عیسیٰ بیان کرتے ہیں کہ امام جعفر صادق کے ایک صحابی نے امام سے عرض کیا: مولانا! میرے بھائیوں اور چچا زاد بھائیوں نے مجھ پر ظلم کیا ہے۔ انہوں نے پورے مکان پر جو میری اور ان کی مشترکہ ملکیت ہے قبضہ کر لیا ہے اور مجھے (بمع اہل خانہ) ایک کمرے میں رہنے پر مجبور کر دیا ہے۔ اگر میں ان کی شکایت کروں تو اپنا حق لے سکتا ہوں (آپ فرمائیں کہ میں کیا کروں؟) امام نے فرمایا: تم صبر کرو۔ اللہ تعالیٰ عنقریب تمہارے لیے آسانیاں پیدا کر دے گا۔ اس نے امام کا فرمان سنا اور چلا گیا۔ پھر اسی سال یعنی ۱۳ھ میں طاعون پھیلنا اور میرے سب رشتے دار اس میں ہلاک ہو گئے۔ میں دوبارہ جب امام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے پوچھا کہ تمہارے رشتے داروں کا کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا: وہ سب کے سب طاعون میں مر گئے۔ امام نے فرمایا: انہوں نے قطع رحمی کی تھی اور تمہارا حق غصب کیا تھا اس لیے وہ ہلاک ہو گئے۔ کیا تم چاہتے تھے کہ وہ ظلم کر کے بھی زندہ رہیں؟ میں نے عرض کیا: مولانا! مگر میں ان کی موت کا خواہشمند نہیں تھا۔

(۳) امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ کتاب علیؑ میں لکھا ہے کہ تین عادتیں ایسی ہیں جن کا وبال آدمی آخرت سے پہلے اسی دنیا میں دیکھ لیتا ہے۔ (۱) لوگوں کا حق مارنا (۲) قطع رحمی کرنا (۳) جھوٹی قسم کھانا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ کوئی بھی نیک عمل صلہ رحمی سے بڑھ کر انسان کو فائدہ نہیں پہنچاتا۔ بعض اوقات بدکار افراد صلہ رحمی کرتے ہیں تو خدا ان کے اموال میں اضافہ کر دیتا ہے اور انہیں مالا مال کر دیتا ہے۔ جھوٹی قسم کھانا اور قطع رحمی کرنا شہروں کو ویران کر دیتا ہے اور قطع رحمی کرنا نسلوں کو منقطع کر دیتا ہے۔

(۴) عنہ۔ بن عابد بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور اس نے اپنے رشتے داروں کے ظلم کی شکایت کی۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ صبر کرو اور اپنے کام میں مصروف رہو۔ اس نے کہا: مولانا! کیسے صبر کروں۔ انہوں نے مجھ پر یہ ظلم کیا وہ ظلم کیا؟ آپ نے فرمایا: کیا تم بھی اُن جیسے بننا چاہتے ہو۔ اگر تم بھی ان جیسے بن گئے تو خدا تم میں سے کسی کی طرف بھی نگاہ کرم نہیں کرے گا۔

(۵) ابو حزرہ ثمالی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ امیر المومنینؑ نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: میں ایسے گناہوں سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں جو فوری بربادی کا موجب بنتے ہیں۔ خارجیوں کا ایک سردار عبداللہ بن کواء کھڑا ہوا اور بولا: امیر المومنینؑ! کیا کوئی گناہ ایسا بھی ہے جو فوری بربادی لاتا ہے؟ آپ نے فرمایا: قطع رحمی۔ یاد رکھو! کچھ لوگ گنہگار ہوتے ہیں مگر آپس کے تعلقات کو بڑی اہمیت دیتے ہیں۔ اس صلہ رحمی کے نتیجے میں خدا انہیں وسیع رزق دیتا ہے اور کچھ لوگ پرہیزگار ہوتے ہیں مگر آپس میں میل ملاپ نہیں رکھتے اور ایک دوسرے

سے تعلقات توڑ لیتے ہیں۔ خدا اس قطع رحمی کی وجہ سے ان کو وسعت رزق سے محروم کر دیتا ہے۔

ذکورہ تمام روایات کافی جلد ۲، صفحہ ۳۳۸-۳۳۹ پر مرقوم ہیں۔

(۶) محان برقی میں مرقوم ہے کہ قبیلۂ خثعم کا ایک شخص رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے پوچھا: یا رسول اللہ! اللہ کو سب سے زیادہ کون سا عمل ناپسند ہے؟ آنحضرت نے فرمایا کہ اللہ کو شرک سب سے زیادہ ناپسند ہے۔ اس نے پوچھا کہ اس کے بعد کون سا عمل ہے؟ آپ نے فرمایا: شرک کے بعد اللہ کو قطع رحمی ناپسند ہے۔ اس نے کہا کہ قطع رحمی کے بعد خدا کو کون سا عمل ناپسند ہے؟ آپ نے فرمایا: برائی کا حکم دینا اور نیکی سے منع کرنا۔ (ج ۱، ص ۲۹۵)

(۷) امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ مجھ سے میرے والد ماجد نے فرمایا: پانچ قسم کے لوگوں سے دوستی نہ کرنا، بات نہ کرنا اور ان کو اپنا ہم سفر نہ بنانا۔ میں نے عرض کیا: بابا جان! وہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ جھوٹے سے دوستی نہ کرنا۔ وہ سراب کی مانند ہوتا ہے۔ وہ جھوٹ بول کر قریبی چیز کو بعید بتائے گا اور دور کی چیز کو نزدیک بتائے گا۔ فاسق سے دوستی نہ کرنا۔ وہ تجھے ایک لقمہ یا اس سے بھی کم قیمت میں بیچ دے گا۔ کنجوس سے دوستی نہ کرنا۔ وہ مشکل وقت میں تمہاری مدد نہیں کرے گا۔ احمق سے دوستی نہ کرنا۔ وہ اپنی طرف سے تمہاری بھلائی چاہے گا لیکن حماقت کی وجہ سے تم کو نقصان پہنچائے گا۔ قاطع رحم سے دوستی نہ کرنا کیونکہ میں نے اسے قرآن کریم کی تین آیات میں ملعون پڑھا ہے۔ (کافی ج ۲، ص ۳۷۶)

حضرت رسول خدا نے فرمایا کہ مجھے جبریل نے خبر دی ہے کہ جنت کی خوشبو ایک ہزار سال کی مسافت سے بھی محسوس کی جاسکتی ہے لیکن والدین کا نافرمان، قاطع رحم اور بوزہازانی اس کی خوشبو نہیں سونگھ سکے گا۔

(بخار الانوار ج ۶، ص ۲۳ بحوالہ معانی الاخبار ص ۳۰۰)

ایسے گناہ جن سے عمر گھٹ جاتی ہے

(۱) امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا ہے: وَالذَّنُوبُ الَّتِي تُعَجِّلُ الْفَنَاءَ: فَطِيعَةُ الرَّجِيمِ، وَالْيَمِينُ الْفَاجِرَةُ، وَالْأَقْوَالُ الْكَاذِبَةُ، وَالزَّيْنُ، وَسَدُّ طُرُقِ الْمُسْلِمِينَ، وَإِدْعَاءُ الْإِمَامَةِ بِغَيْرِ حَقِّ. قطعی رحمی کرنا، جھوٹی قسم کھانا، جھوٹی بات کرنا، زنا کرنا، مسلمانوں کے راستے بند کرنا اور امامت کا جھوٹا دعویٰ کرنا وہ گناہ ہیں جن سے عمر گھٹ جاتی ہے۔ (معانی الاخبار، ص ۲۷۱)

(۲) امام جعفر صادق نے منصور دوانیقی سے فرمایا کہ حدیث رسول ہے کہ جب کوئی شخص صلہ رحمی کرتا ہے اور اگر اس کی عمر تین سال باقی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اسے تیس سال میں بدل دیتا ہے اور اگر کوئی شخص قطع رحمی کرتا ہے اور اس کی عمر تیس سال ہو تو اللہ تعالیٰ اسے تین سال میں بدل دیتا ہے۔ جب امام نے یہ حدیث بیان کی تو اس نے کہا کہ یہ نہایت عمدہ حدیث ہے لیکن میں اس موضوع کی اور حدیث سننا چاہتا تھا۔ امام نے فرمایا:

رسول خدا نے فرمایا ہے: صَلَّةُ الرَّجْمِ تُغْفِرُ الذَّنْبَ، وَتُرِيدُ فِي الْأَعْمَارِ، وَإِنْ كَانَ أَهْلُهَا غَيْرَ أَخْيَارٍ۔ صلہ رجمی سے شہر آباد ہوتے ہیں اور عمر بڑھتی ہے۔ اگرچہ صلہ رجمی کرنے والے نیکو کار نہ بھی ہوں۔ منصور نے کہا کہ یہ حدیث بھی نہایت عمدہ ہے لیکن میں اس موضوع کی دوسری حدیث سننا چاہتا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ حدیث رسول ہے: صَلَّةُ الرَّجْمِ تَهْوِنُ الْحِسَابَ وَتَقْبِي مِئْتَةَ السُّوءِ۔ صلہ رجمی حسابِ آخرت کو آسان بناتی ہے اور بری موت سے بچاتی ہے۔ منصور نے کہا کہ میں یہی حدیث سننا چاہتا تھا۔ (سفینۃ البحار ج ۱، ص ۵۱۳)

(۵) امام محمد باقرؑ نے فرمایا ہے کہ صلہ رجمی سے عبادات میں پاکیزگی پیدا ہوتی ہے۔ اموال کی نشوونما ہوتی ہے، بلائیں دور ہوتی ہیں، حسابِ آخرت میں آسانی پیدا ہوتی ہے اور عمر بڑھتی ہے۔ (ترجمہ کافی ج ۳، ص ۲۲۱)

(۶) امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول اللہؐ کی حدیث ہے: أَوْصَى الشَّاهِدَ مِنْ أُمَّتِي وَالْغَائِبَ وَمَنْ فِي أَصْلَابِ الرِّجَالِ وَأَرْحَامِ النِّسَاءِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ أَنْ يُصَلَّ الرَّجْمَ وَإِنْ كَانَتْ مِنْهُ عَلَى مَسِيرَةٍ سَنَةً فَإِنَّ ذَلِكَ مِنَ الدُّنْيَا فِي سَفَرٍ أَوْ فِي مَسِيرَةٍ أَوْ فِي مَسِيرَةٍ أَوْ فِي مَسِيرَةٍ۔ میں اپنی امت کے موجود اور غائب بلکہ جو قیامت تک باپوں کے صلب اور ماؤں کے رحم میں ہیں، ان سب کو صلہ رجمی کی سفارش کرتا ہوں اگرچہ رشتے دار ایک سال کی مسافت پر بھی کیوں نہ رہتا ہو۔ صلہ رجمی مسلمانوں کے دین کا حصہ ہے۔

امام وقت سے قطعی رجمی کا نتیجہ

ہارون نے جعفر بن محمد بن احمد کو اپنے بیٹے امین کا اتالیق مقرر کیا تو ہارون کے وزیر یحییٰ بن خالد برکی کو حسد ہوا کہ اگر ہارون کے بعد خلافت امین کو ملی تو مجھے لازماً وزارت سے برطرف کر کے جعفر کو وزیر بنا دیا جائے گا۔ چنانچہ یحییٰ بن خالد نے جعفر سے راہ و رسم بڑھائی تاکہ اس کے راز جان کر ہارون کے پاس لگائی جھٹائی کرے اور ہارون کو اس سے بدگمان کرے۔ جب اسے یہ راز معلوم ہوا کہ جعفر امام موسیٰ کاظمؑ کا شیعہ ہے اور ان کی امامت کا قائل ہے تو اس نے یہ بات جا کر ہارون کو بتا دی۔ امام موسیٰ کاظمؑ کے حالات کا پتا چلانے کے لیے یحییٰ نے اپنے بھروسے کے آدمی سے کہا کہ کیا تم آل ابی طالب کے کسی ایسے فرد کو جانتے ہو جو تنگدست ہو اور مجھے وہ اطلاعات فراہم کرے جو میں چاہتا ہوں۔ اس آدمی نے یحییٰ سے کہا کہ علی بن اسماعیل سے رابطہ کرو جو امام موسیٰ کاظمؑ کا بھتیجا ہے۔ چنانچہ یحییٰ نے اسے کچھ رقم بھیجی حالانکہ امام کاظمؑ بھی علی بن اسماعیل پر شفقت فرمایا کرتے تھے اور بعض اوقات اس کو اپنا ہم راز بھی بنایا کرتے تھے۔

یحییٰ بن خالد برکی نے اپنے آدمی سے کہا کہ علی بن اسماعیل کو بغداد بھیج دو۔ اس وقت امام موسیٰ کاظمؑ نے محسوس کیا کہ ان کے خلاف سازش ہو رہی ہے۔ انھوں نے اپنے بھتیجے کو بلا کر پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو؟ اس نے کہا کہ بغداد جا رہا ہوں۔ آپ نے کہا کہ وہاں کیا کام ہے؟ اس نے کہا کہ میں مقروض اور تنگدست ہوں۔ شاید وہاں اللہ فضل کر دے اور میرا قرض ادا ہو جائے۔ آپ نے فرمایا کہ میں تمہارا قرض ادا کروں گا۔ اس کے

علاوہ بھی جو کچھ ہوسکا وہ کروں گا لیکن علی بن اسماعیل اپنے ارادے پر قائم رہا اور آمادہ سفر ہوا۔ امام نے دوبارہ اس سے پوچھا کہ کیا تم جا رہے ہو؟ اس نے کہا اس کے سوا میرے پاس اور کوئی راستا نہیں۔ تب امام نے فرمایا: بھتیجے! خیال رکھنا بغداد جا کر میری اولاد کو یتیم نہ کرنا۔ یہ تمہارے لیے انتہائی خطرناک ثابت ہوگا۔ یہ فرما کر آپ نے اسے تین سو دینار اور چار ہزار درہم دیے۔ جب وہ رخصت ہو گیا تو آپ نے حاضرین مجلس سے کہا: بخدا! یہ میرا خون بہانے کی کوشش میں کامیاب ہو جائے گا اور میرے بچے یتیم ہو جائیں گے۔ لوگوں نے کہا کہ جب آپ کو یہ بات معلوم ہے تو آپ نے اس پر نوازش کیوں فرمائی؟ آپ نے کہا کہ ہمارے آباء کرام نے رسول خدا سے یہ حدیث بیان کی ہے: رشتے داری جب ایک طرف سے کاٹ دی جاتی ہے تو دوسری طرف سے اسے جوڑا جائے پھر بھی اس کو کاٹ دیا جائے تو کاٹنے والا برباد ہو جاتا ہے۔

الغرض علی بن اسماعیل وہاں سے نکل کر سیدھا یحییٰ بن خالد کے پاس آیا۔ یحییٰ نے اس سے امام کاظم کے متعلق معلومات حاصل کیں اور ان کو بڑھا چڑھا کر ہارون کے کان بھرے۔ پھر علی بن اسماعیل کو لے کر ہارون کے پاس آیا۔ ہارون نے علی سے استفسار کیا تو اس نے کہا کہ (امام) موسیٰ بن جعفر کے پاس ملک کے طول و عرض سے اموال آتے ہیں۔ حال ہی میں انھوں نے مدینہ میں تیس ہزار دینار میں ایک کھیت خریدا ہے۔ اداہنگی کے وقت کھیت کے مالک نے ان سے کہا کہ میں ان سکوں میں قیمت نہیں لوں گا، مجھے فلاں سکوں میں اداہنگی کریں تو انھوں نے وہ سکے منگوائے اور اداہنگی کی۔

یہ سن کر ہارون نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو قید کرنے کا حکم دیا اور بعد میں شہید کر دیا۔ اس نے علی بن اسماعیل کو دو لاکھ درہم انعام دیا تاکہ وہ بغداد میں اپنے لیے گھر خرید سکے۔ علی بن اسماعیل نے بغداد کے مشرق میں ایک گھر کو پسند کیا اور اس کے آدی دو لاکھ درہم لینے ہارون کے دربار میں گئے۔ علی ان کی واپسی کے انتظار میں دن گنتا رہا۔ ایک دن اسے پیٹ میں بچپش کا مروڑ اٹھا۔ وہ بیت الخلاء میں گیا اور زور لگایا تو اس کی ساری آنتیں باہر نکل آئیں۔ وہ گر پڑا۔ لوگوں نے ہر چند کوشش کی کہ آنتیں اندر واپس چلی جائیں مگر ممکن نہ ہوسکا۔ وہ نزع کے عالم میں تھا کہ اس کے آدی دو لاکھ درہم لے کر آئے۔ اس نے کہا اب اس رقم کو لے کر کیا کروں گا۔ میں تو مر رہا ہوں۔ یہ کہا اور مر گیا۔ (ارشاد مفید۔ بحار الانوار)

۴۸۔ غرور اور تکبر

غرور اور تکبر گناہ کبیرہ ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

(۱) ... اَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِينَ ۝ کیا تکبر کرنے والوں کا ٹھکانا دوزخ نہیں ہے۔

(سورۃ زمر: آیت ۶۰)

(۲) قِيلَ ادْخُلُوا ابْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا فِئْسَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِينَ کہا جائے گا کہ دوزخ کے دروازوں

(۳) ... كَذَلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَى كُلِّ قَلْبٍ مُّتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ۝ اس طرح سے اللہ ہر سرکش متکبر کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔ (سورہ مومن: آیت ۳۵)

(۴) اَبْنَىٰ وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ ۝ ابلیس نے سجدہ آدم سے انکار کیا اور تکبر کیا اور کافروں میں سے ہو گیا۔ (سورہ بقرہ: آیت ۳۴)

معصومین نے اپنے ارشادات میں تکبر کی بہت زیادہ مذمت کی ہے۔

(۱) امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے: اَلْعَزُّ رِذَاءُ اللّٰهِ وَالْكِبْرُ اِزَارَةٌ فَمَنْ تَنَاوَلَ شَيْئًا مِنْهُ اَكْبَهُ اللّٰهُ فِى جَهَنَّمَ عِزَّتْ وَكِبْرِيَاىِٕ اللّٰهِ كَالْبَاسِ هُوَ۔ جو اس میں سے کسی کو بھی حاصل کرنے کی کوشش کرے گا خدا اسے منہ کے بل دوزخ میں پھینک دے گا۔

(۲) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے: اِنَّ فِى جَهَنَّمَ لَوَادِيًا لِلْمُتَكَبِّرِيْنَ يُقَالُ لَهَا سَقَرٌ شَكِي اِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ شِدَّةَ حَرِّهَا وَ سَأَلَهُ اَنْ يُّاْذَنَ لَهَا اَنْ يَّتَنَفَّسَ فَتَنَفَّسَ فَاَحْرَقَ جَهَنَّمَ۔ اللہ نے دوزخ میں تکبر کرنے والوں کے لیے ایک وادی مخصوص کی ہے جس کا نام سقر ہے۔ اس نے اللہ سے اپنی تپش کی شدت کی شکایت کی اور خدا سے ایک سانس لینے کی اجازت طلب کی۔ خدا نے اسے سانس لینے کی اجازت دی تو اس نے سانس لیا اس سے اتنی حرارت نکلی کہ ساری دوزخ ہی جل گئی۔

(۳) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے: اِنَّ الْمُتَكَبِّرِيْنَ يُجْعَلُوْنَ فِى صُوْرِ الذَّرِّ يَطَّاهُمُ النَّاسُ حَتّٰى يَفْرَغَ اللّٰهُ مِنَ الْحِسَابِ۔ قیامت کے دن متکبرین کو چیونٹیوں کی شکل میں محسوس کیا جائے گا۔ لوگ انھیں روندتے رہیں گے یہاں تک کہ اللہ حساب سے فارغ ہو جائے۔^۱
یہ تینوں احادیث کافی جلد ۲، صفحہ ۳۰۹ پر مذکور ہیں۔

۴۹۔ خود پسندی اور خود شنائی

خود پسندی اور خود شنائی انتہائی ناپسندیدہ فعل ہے۔ مومن ہمیشہ ڈرتا رہتا ہے کہ نجانے اس کے اعمال قبول بھی ہوں گے یا نہیں۔ وہ اپنے متعلق کبھی بھی مطمئن نہیں ہوتا۔ وہ اپنے اندرونی اور بیرونی اعمال کے محاسبہ سے ہمیشہ خوفزدہ رہتا ہے۔ وہ دوسروں کو اپنے سے بہتر اور اپنے آپ کو دوسروں سے حقیر سمجھتا ہے۔ اس کی پوری زندگی امید و خوف کے درمیان گزرتی ہے اور مرتے دم تک سوچتا رہتا ہے کہ نجانے اس سے کیا سلوک کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے خود شنائی سے منع فرمایا ہے۔ ارشاد الہی ہے: ... فَلا تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ

۱۔ شیخ صدوق کی ثواب الاعمال صفحہ ۵۰۲ پر یہ حدیث یوں ہے: اِنَّ الْمُتَكَبِّرِيْنَ يُجْعَلُوْنَ فِى صُوْرِ الذَّرِّ يَطَّاهُمُ النَّاسُ حَتّٰى يَفْرَغَ اللّٰهُ مِنَ الْحِسَابِ۔ لفظ الذَّرِّ کی واحد ذرّة یعنی چیونٹی ہے۔ (رضوانی)

انفقی ○ خود ستائی نہ کرو کیونکہ خدا بہتر جانتا ہے کہ اہل تقویٰ کون ہیں۔ (سورہ نحم: آیت ۳۲)

اس آیت کے متعلق امام جعفر صادقؑ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ خود ستائی ہے کہ ایک شخص کہے کہ میں نے کل رات نماز پڑھی تھی اور پرسوں مستحب روزہ رکھا تھا۔ پھر فرمایا کہ امیر المؤمنینؑ کے سامنے کچھ لوگوں نے اپنے نیک اعمال یونہی بیان کئے تو آپ نے فرمایا: میں رات کو سویا تھا اور دن میں بھی سویا ہوں۔ اگر مجھے مزید فرصت مل جائے تو کچھ دیر اور سو جاؤں گا۔ (سید ہاشم بحرینی، تفسیر برہان ج ۴، ص ۲۵۴)

اسی لیے روایت میں بیان ہوا ہے کہ امام موسیٰ کاظمؑ نے ہشام سے فرمایا تھا: يَا هَشَامُ! مَا قَسِمَ بَيْنَ الْعِبَادِ أَفْضَلُ مِنَ الْعَقْلِ، نَوْمُ الْعَاقِلِ أَفْضَلُ مِنْ سَهْرِ الْجَاهِلِ... اے ہشام! بندوں میں عقل سے افضل چیز تقسیم نہیں کی گئی ہے۔ عقل مند کا سونا جاہل کے جاگنے سے بہتر ہے۔ (بحار الانوار ج ۷۵، ص ۳۱۲)

اس جملے سے حضرت کی مراد یہ ہے کہ جاہل جب کبھی شب بیداری کرتا ہے تو وہ اپنی عبادت کی وجہ سے مغرور ہو جاتا ہے اور خود ستائی کرنے لگ جاتا ہے لیکن اگر عاقل شب بیداری نہ بھی کرے تو وہ اپنے رب سے شرمندگی محسوس کرتا ہے اور اگر وہ عبادت بھی کرتا ہے تو اس پر مغرور نہیں ہوتا۔

بنیادی طور پر خود پسندی اور خود ستائی ایک خطرناک روحانی مرض ہے۔ یہ انسانی اقدار سے تہی دامن ہونے کی تمہید ہے۔ اس بیماری کا علاج تواضع اور انکساری ہے۔

امام علی رضا علیہ السلام فرماتے ہیں: التَّوَاضُّعُ ذَرَجَاتُ مِنْهَا أَنْ يُعْرِفَ الْمَرْءُ قَدْرَ نَفْسِهِ فَيُنْزِلُهَا مِنْ مَنَازِلِهَا بِقَلْبٍ سَلِيمٍ... تواضع کے کئی مدارج ہیں۔ اس کا پست ترین درجہ یہ ہے کہ انسان قلب سلیم کے ساتھ اپنی قدر و قیمت کو پہچانے اور خود کو اصلی مقام پر رکھے اور اس پر راضی رہے۔ (کافی ج ۲، ص ۱۲۴)

تواضع تمام انسانی خوبیوں کی اساس ہے کیونکہ تواضع ہر چیز کو اس کے صحیح مقام پر رکھنے میں مددگار ہوتی ہے۔ تواضع ہر صاحب حق کے حق کو ادا کرنے اور عدل و انصاف کو برقرار رکھنے کی ترغیب دیتی ہے۔ علم اخلاق کے ماہرین تواضع کو ام المصنعات اور ہر بھلائی کی بنیاد قرار دیتے ہیں۔ اگر انسان کے اندر یہ خوبی پیدا ہو جائے تو اس کی تمام اخلاقی مشکلات حل ہو جاتی ہیں اور اگر کسی میں یہ خوبی پیدا نہ ہو تو وہ باقی اعلیٰ اخلاقی صفات سے محروم رہتا ہے۔

امام محمد باقرؑ یا امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ دو افراد مسجد میں داخل ہوئے۔ ایک عابد اور ایک گنہگار لیکن جب وہ دونوں مسجد سے نکلے تو عابد فاسق اور فاسق صدیق بن چکا تھا۔ اس تبدیلی کا سبب یہ ہوا کہ عابد خود پسندی کے ساتھ مسجد میں داخل ہوا تھا اور اپنی عبادت پر مغرور تھا جبکہ فاسق نادم ہو کر مسجد میں داخل ہوا تھا اور اپنے گناہوں پر صدق دل سے توبہ کر رہا تھا۔ (کافی ج ۲، ص ۳۱۴)

رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ ایک دن اہلبیت حضرت موسیٰ کے پاس آیا۔ حضرت موسیٰ نے اس سے پوچھا: ملعون! یہ بتا کہ وہ کون سا گناہ ہے کہ جب وہ فرزند آدم سے سرزد ہو جائے تو اس پر مسلط ہو جاتا ہے؟ اہلبیت

نے جواب دیا کہ جب کوئی شخص اپنے آپ پر اترائے اور خود پسندی میں ڈوب جائے اور اپنے عمل کو بڑا سمجھے لگے اور اپنے گناہ کو حقیر تصور کرنے لگے تو میں اس پر قابو پالیتا ہوں۔ (کافی ج ۲، ص ۳۱۴)

۵۰۔ اقتدارِ طبعی اور قیامت سے غفلت

قرآن مجید میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصے میں بتایا گیا ہے کہ انھوں نے اللہ تبارک و تعالیٰ سے بے مثال سلطنت کی درخواست کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں جو حکومت عطا کی تھی وہ صرف انسانوں تک محدود نہیں تھی بلکہ جنات، چرند اور پرند بھی ان کے اطاعت گزار تھے۔ وہ پرندوں کی بولی بھی جانتے تھے۔ ایک مرتبہ ہد نے انھیں قوم سبا اور ان کی ملکہ کا قصہ سنایا تو انھوں نے اس سے خط و کتابت کی اور ملکہ سبا مصالحت کے لیے آپ کے پاس آئیں۔ اس وقت آپ نے دربار میں اعلان کیا تھا کہ کوئی ہے جو ان کے آنے سے پہلے ان کا تخت یہاں لا دے۔ ایک قوی ہیکل جن نے کہا کہ آپ کی محفل برخواست ہونے سے پہلے میں ملکہ کا تخت یہاں لے آؤں گا لیکن حضرت سلیمان اس سے زیادہ جلدی چاہتے تھے۔ چنانچہ آپ کے وزیر آصف بن برخیا نے جن کے پاس کتاب الہی کا کچھ علم تھا کہا کہ میں پلک جھپکنے سے پہلے ملکہ کا تخت یہاں لے آؤں گا۔ چنانچہ انھوں نے ایک اسم الہی پڑھا اور ملکہ کا تخت یمن سے چشم زدن میں حضرت سلیمان کے پاس پہنچ گیا۔ حضرت سلیمان نے کہا کہ یہ میرے رب کا مجھ پر فضل ہے کہ وہ اتنی بڑی سلطنت اور حکومت سے مجھے آزمانا چاہتا ہے کہ میں اس کا شکر ادا کرتا ہوں یا کفرانِ نعمت کرتا ہوں۔

مؤلف عرض کرتا ہے کہ قرآن حکیم کے تمام قصوں میں تربیتی اور اعتقادی پہلو پایا جاتا ہے۔ قرآن حکیم جناب سلیمان اور جناب ذوالقرنین کے متعلق بتاتا ہے کہ وہ حکومت پا کر مغرور نہیں ہوئے تھے۔ انھوں نے حکومت کو انسانی خدمت کا ایک ذریعہ سمجھا تھا۔ ان قصوں سے اہل اقتدار کو یہ سبق دیا گیا ہے کہ اگر وہ چاہیں تو حکومت و سلطنت کے ذریعے عوام کی خدمت کر سکتے ہیں لیکن اس کے لیے انسان کو ہوائے نفس اور حب دنیا کو دل سے نکالنا پڑتا ہے اور اقتدار و حکومت کو خدا کی ذین سمجھ کر بندگانِ خدا کی خدمت کا ذریعہ بنایا جاسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُؤْتُوْا السُّلٰتَ الْاَخْرٰى تَجْعَلَهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ عُلُوْا فِى الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا**
وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ ہم آخرت کا گھران لوگوں کے لیے مخصوص کریں گے جو زمین میں تکبر و سرکشی اور فساد کے خواہشمند نہ ہوں گے اور نیک انجام پر پیر گاروں کے لیے ہے۔ (سورہ قصص: آیت ۸۳)

حضرت امیر المومنین نے حکمرانوں کو حکومت کے حقیقی مقصد کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرمایا تھا:
اَمَّا وَالَّذِى لَسَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَأَ النَّسْمَةَ لَوْلَا حُضُوْرُ الْحَاضِرِ وَقِيَامُ الْحُجَّةِ بِوُجُوْدِ النَّاصِرِ وَمَا اَخَذَ اللّٰهُ
عَلٰى الْعُلَمَآءِ اَلَا يَفَارُوْا عَلٰى كِبٰىةِ ظٰلِمٍ وَلَا سَغْبِ مَظْلُوْمٍ لَا لَقِيْتُ حَبْلَهَا عَلٰى غَارِبِهَا وَلَسَقِيْتُ اٰخِرَهَا
بِكَاسِ اَوَّلِهَا ، وَلَا لَقِيْتُمْ دُنْيَاكُمْ هٰذِهِ اَرْهَدُ عِنْدِيْ مِنْ عَقَطَةِ عَنَزِ . اس ذات کی قسم! جس نے دانے کو شکافتہ

کیا اور ذی روح چیزیں پیدا کیں اگر بیعت کرنے والوں کی موجودگی اور مدد کرنے والوں کے وجود سے مجھ پر حجت تمام نہ ہوگئی ہوتی اور وہ عہد نہ ہوتا جو اللہ نے علماء سے لے رکھا ہے کہ وہ ظالم کی شکم پری اور مظلوم کی بھوک پر سکون و قرار سے نہ بیٹھیں گے تو میں خلافت کی باگ ڈور اسی کے کندھے پر ڈال دیتا اور اس کے آخر کو اس پیالے سے سیراب کرتا جس پیالے سے اس کو اول سیراب کیا تھا اور تم اپنی دنیا کو میری نظر میں بکری کی چھینک سے بھی زیادہ ناقابل اعتنا پاتے۔ (نوح البلاغہ، خطبہ ۳، حُطْبَةُ بَيْفُشَقِيَّةِ)

نوح البلاغہ کے خطبہ ۱۲۹ میں رب العزت سے راز و نیاز کرتے ہوئے امیر المؤمنین نے اپنی حکومت کا مقصد ان الفاظ میں بیان فرمایا تھا: اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَعَلَّمْتَ اَنَّهُ لَمْ يَكُنِ الَّذِي كَانَ مِنَّا مُنَافَسَةً فِي سُلْطَانٍ وَلَا اَلِيَمَاسٍ شَيْءٍ وَمِنَ فَضُولِ الْخُطَامِ، وَلَكِنْ لِيَرِدَ الْمَعَالِمَ مِنْ دِينِكَ وَنُظَاهِرَ الْاِصْلَاحَ فِي بِلَادِكَ فَيَأْمَنَ الْمَظْلُومُونَ مِنْ عِبَادِكَ وَتَقَامَ الْمُعْتَظَلَةُ مِنْ خُدُودِكَ. بارالہا تو خوب جانتا ہے کہ یہ جو کچھ بھی ہم سے ظاہر ہوا اس لیے نہیں تھا کہ ہمیں تسلط و اقتدار کی خواہش تھی یا مال دنیا کی طلب تھی بلکہ اس لیے تھا کہ ہم دین کے نشانات کو پھران کی اصلی جگہ پر پلٹائیں اور تیرے شہروں میں امن و بہبودی کی صورت پیدا کریں تاکہ تیرے ستم رسیدہ بندوں کو کوئی کھٹکا نہ رہے اور تیرے وہ احکام پھر۔، جاری ہو جائیں جنہیں بیکار بنا دیا گیا ہے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے مدینہ سے نکلنے وقت اپنے بھائی محمد بن حنفیہ کے نام ایک وصیت نامہ تحریر کیا تھا جس میں آپ نے اپنے قیام کے مقاصد کو بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا: اِنِّى لَمْ اَخْرُجْ اَشْرًا وَلَا بَطْرًا وَلَا مُفْسِدًا وَلَا ظَالِمًا وَاِنَّمَا خَرَجْتُ لِطَلْبِ الْاِصْلَاحِ فِي اُمَّةِ جَدِّى اُرِيْدُ اَنْ اَمُرَ بِالْمَعْرُوفِ وَاَنْهَى عَنِ الْمُنْكَرِ وَاَسْبِغُ بِسَيْرَةِ جَدِّى وَاَبِى عَلِيٍّ بِنِ اَبِى طَالِبٍ... میرا مقصد شر انگیزی پھیلانا یا عیش کی زندگی گزارنا یا فساد پھیلانا یا ظلم کرنا نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اپنے نانا کی امت کی اصلاح کروں۔ میرا مقصد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے اور میں تو اپنے نانا اور بابا علی ابن ابی طالب کی سیرت کی پیروی کر رہا ہوں۔

(بحار الانوار ج ۲۲، ص ۳۳۰)

اقتدار طلبی خطرناک ہے؟

معمتر بن خلاد بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے سامنے ایک شخص کے متعلق کہا کہ وہ اقتدار کا طلبگار ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: دین مسلم کے لیے جب ریاست اس سے زیادہ خطرناک ہے کہ بکریوں کے ریوڑ پر دو بھیڑیے حملہ آور ہوں اور اس کا کوئی نگہبان نہ ہو۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۱، ص ۲۷۹)

عبداللہ بن مسکان بیان کرتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: تم ریاست طلب لوگوں سے دور رہو۔ خدا کی قسم! جو شخص یہ تمنا کرتا ہو کہ لوگوں کا رہنما اور سربراہ ہو وہ خود بھی ہلاک ہوگا اور اپنے ساتھیوں کو بھی ہلاکت میں ڈالے گا۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۱، ص ۲۷۹)

محمد بن مسلم کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا کہ کیا تم سمجھتے ہو کہ میں تمہارے اختیار اور اشرار کو نہیں پہچانتا؟ ہاں۔ بخدا! تم میں سے اشرار وہ ہیں جو چاہتے ہیں کہ لوگ ان کے پیچھے چلیں۔ ایسے لوگ یا تو لازماً جھوٹے ہیں یا پھر کوتاہ فکر ہیں۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۱، ص ۲۸۰)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: مَنْ طَلَبَ الرِّيَاسَةَ هَلَكَ. جو اقتدار طلب ہو اوہ ہلاک ہو۔
(کافی ج ۲، ص ۲۹۷)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: مَلْعُونٌ مَنْ تَرَأَسَ ، مَلْعُونٌ مَنْ هَمَّ بِهَا ، مَلْعُونٌ كُلُّ مَنْ حَدَّثَ بِهَا نَفْسَهُ. لعنت ہے اس شخص پر جو رئیس اور پیشوا بننا چاہتا ہو، لعنت ریاست حاصل کرنے کے منصوبے بناتا ہو اور اپنے لیے حمایت کی باتیں کرتا ہو۔ (کافی ج ۲، ص ۲۹۷)

رسول اکرم نے فرمایا کہ خدا کی نافرمانی کی ابتدا چھ چیزوں سے ہوئی: (۱) دنیا کی محبت (۲) ریاست کی محبت (۳) غذا کی محبت (۴) عورت کی محبت (۵) نیند کی محبت (۶) عیش و آرام کی محبت۔

(خصال ج ۱، ص ۱۰۶۔ بحار الانوار ج ۷۰، ص ۱۵۳)

۵۱۔ غیبت

اللہ تعالیٰ ستار العیوب ہے۔ جو بندہ گناہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو جلدی رسوا نہیں کرتا۔ وہ اپنے فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ سات گھنٹے تک بندے کے گناہوں کو نہ لکھیں کہ شاید وہ توبہ کر لے۔ سات گھنٹے کے بعد فرشتے گناہ کو اس کے نامہ اعمال میں لکھ دیتے ہیں مگر آخری عمر تک اس کے لیے توبہ کا دروازہ کھلا رہتا ہے۔ خدا نے توبہ کے لیے صرف ندامت کی شرط رکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ جس طرح دنیا میں اپنے گنہگار بندے کو رسوا نہیں کرتا اسی طرح وہ آخرت میں بھی اس کو رسوا نہیں کرے گا۔ قیامت میں وہ جس گنہگار کے گناہوں سے درگزر کرنے کا ارادہ فرمائے گا اس کے گناہوں سے مخلوق کو آگاہ نہیں کرے گا بلکہ براہ راست گنہگار سے کہے گا کہ تو نے فلاں فلاں گناہ کیا تھا۔ بندہ اپنے گناہوں کا اقرار کرے گا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دے گا کہ اس کے نامہ اعمال میں جو گناہ لکھے ہیں ان کو مٹا دو اور ان کی جگہ نیکیاں لکھ دو اور اس کا نامہ اعمال لوگوں کے سامنے پیش کرو۔ جب لوگ اس کا اعمال نامہ دیکھیں گے تو ایک دوسرے سے کہیں گے کہ یہ کیسا شخص ہے جس نے

۱۔ اس حدیث کے وسیع تر تناظر میں انجمن، ادارہ، مدرسہ، حوزہ، پارٹی اور ملک وغیرہ سب کی سربراہی آتی ہے۔

آیت اللہ محسن العظیم مستمسک العروة میں اجتہاد و تقلید مسئلہ ۲۲ کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں:

جب کسی اعلیٰ عہدیدار میں عدل کی قوت نہ رہے، وہ احتیاط کا دامن اور اپنا احتساب کرنا چھوڑ دے تو اس کی عدالت جلد ہی کالعدم ہو جاتی ہے۔ اس اعتبار سے مرہیت ایک خطرناک مقام ہے جو بڑے بڑوں کے قدم ڈگمگا دیتی ہے۔

علامہ محمد جواد مغنیہ اپنی کتاب شیعہ اور جابر حکمران مطبوعہ مجمع علمی اسلامی میں تحریر فرماتے ہیں:

اس میں کوئی شک نہیں کہ دینی سربراہی میں دلچسپی زیادہ خطرناک اور زیادہ نقصان دہ ہے۔ صرف اہل بیت عصمت اور خاندان عصمت کے پیرو جو انگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں اس خطرے سے محفوظ ہیں۔ (رضوانی)

زندگی میں ایک بھی گناہ نہیں کیا۔

انسان کو بھی خدائی صفات کا مظہر ہونا چاہیے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ ستار العیوب ہے اسی طرح انسان کو بھی چاہیے کہ وہ دوسروں کی خطاؤں پر پردہ ڈالے، ان سے بدگمان نہ ہو، ان کے عیب تلاش نہ کرتا پھرے اور گناہوں کو بنیاد بنا کر ان کی غیبت نہ کرے اور ان کو سرعام رسوا نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبِ بَعْضُكُم بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ ○
اے ایمان والو! بہت گمان کرنے سے احتراز کرو کہ بعض گمان گناہ ہیں اور ایک دوسرے کے حال کا تجسس نہ کیا کرو اور نہ ایک دوسرے کی غیبت کرو۔ کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے؟ اس سے تم ضرور نفرت کرو گے (تو غیبت نہ کرو) اور خدا سے ڈرتے رہو۔ بے شک خدا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ (سورہ حجرات: آیت ۱۲)

إِنَّ الَّذِينَ يُجِبُونَ أَنْ تَشِيَعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ... بے شک وہ لوگ جو یہ چاہتے ہیں کہ اہل ایمان میں برائی کو فروغ ملے ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ (سورہ نور: آیت ۱۹)

وَنَلَّ لِكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٌ ○ الَّذِي جَمَعَ مَالًا وَعَدَّدَهُ ○ يَحْسَبُ أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ ○ كَلَّا لَيُنْبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ○ وَمَا أَذْرَاكَ مَا الْحُطَمَةُ ○ نَارُ اللَّهِ الْمُوقَدَةُ ○ الَّتِي تَطَّلِعُ عَلَى الْآفَنَةِ ○ إِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّوَصَّاةٌ ○ فِي عَمَدٍ مُمَدَّدَةٍ ○ خرابی ہے ہر طعنہ زن اور عیب جو کے لیے جو مال جمع کرتا ہے اور اس کو گن گن کر رکھتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ اس کا مال اسے ہمیشہ باقی رکھے گا۔ ہرگز نہیں وہ ضرور حُطَمَةَ میں ڈالا جائے گا اور تم کیا جانو کہ حُطَمَةُ کیا ہے؟ وہ خدا کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے جو دونوں تک چڑھ جائے گی وہ آگ ان کے اوپر گھیر دی جائے گی۔ لمبے لمبے ستونوں کے ساتھ۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص مومن کے متعلق ہر دیکھی اور سنی ہوئی بات بیان کرے وہ

إِنَّ الَّذِينَ يُجِبُونَ أَنْ تَشِيَعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ... (کافی ج ۲، ص ۳۵۷)

امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا ہے: جان لو کہ اپنے مومن بھائی کی غیبت کرنا جو آل محمد کا شیعہ ہو مردار کھانے سے بڑا حرام ہے۔ (مستدرک الوسائل ج ۹، ص ۱۱۳)

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ غیبت کرنا زنا کرنے سے بھی بڑا گناہ ہے کیونکہ زانی توبہ کرتا ہے تو اللہ اس کی توبہ قبول کرتا ہے جبکہ غیبت کرنے والے کی اس وقت تک بخشش نہیں ہوگی جب تک دوسرا فریق اسے معاف نہیں کرے گا۔ (الکاسب ج ۱، ص ۳۱۵۔ مستدرک السفینة ج ۸، ص ۸۹)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی مومن کی غیبت کرے اور اس کا وہ عیب بیان کرے جو اس میں موجود ہو تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کو جنت میں جمع نہیں کرے گا۔ اگر کوئی کسی مومن کی غیبت

کرے اور ایسا عیب بیان کرے جو اس میں موجود نہ ہو تو اس کا رابطہ اس مومن سے ٹوٹ جاتا ہے اور غیبت کرنے والا دوزخی بن جاتا ہے۔ وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا جو کہ برائے کھانا ہے۔ (وسائل الشیعہ ج ۸، ص ۶۰۲) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص جھوٹا ہے جو اپنے آپ کو حلال زادہ سمجھتا ہے اور غیبت کے ذریعے لوگوں کا گوشت کھاتا ہے۔ غیبت سے پرہیز کرو کیونکہ وہ دوزخ کے کتوں کی غذا ہے۔

(بخاری الانوار ج ۲، ص ۲۳۸)

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے ایمانی بھائی کی غیبت کرے اور اس کی بے عزتی کے لیے اقدام کرے تو اس کا پہلا قدم ہی دوزخ میں ہوتا ہے۔

(وسائل الشیعہ ج ۸، ص ۶۰۲۔ مکاسب ج ۱، ص ۳۲۶)

نبی اکرم فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ کو وحی ہوئی کہ غیبت کرنے والا اگر توبہ کر لے تو وہ سب سے آخر میں جنت میں جائے گا اور اگر توبہ نہ کرے تو سب سے پہلے جہنم میں جائے گا۔ (بخاری الانوار ج ۶۲، ص ۲۲۲) امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ نبی کریم نے فرمایا: اہل ایمان کی لغزشوں کو آشکار نہ کرو جو ایسا کرے گا اللہ اس کا پردہ فاش کر دے گا اور وہ رسوا ہو جائے گا اگرچہ وہ اپنے گھر کے اندر ہی بیٹھا ہوا ہو۔

(کافی ج ۲، ص ۳۵۷)

غیبت سے روکنا واجب ہے

ایک مومن پر دوسرے مومن کی خیر خواہی فرض ہے۔ اس خیر خواہی کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ انسان اپنے مومن بھائی کا دفاع کرے اور جب کبھی دیکھے کہ کوئی اس کی بدگویی کر رہا ہے اور اس کی خامیوں کو منظر عام پر لا رہا ہے تو اس کا دفاع کرے اور غیبت کرنے والے کو غیبت سے روکے۔

شیخ اعظم، شیخ مرتضیٰ انصاری المکاسب میں لکھتے ہیں کہ بہت سی احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ برادر مومن کی غیبت کی تردید ضروری ہے جیسا کہ المجالس میں حضرت ابوذر سے منقول ہے کہ نبی اکرم نے فرمایا: جس کے سامنے اس کے مومن بھائی کی غیبت ہو رہی ہو اور وہ اپنے مومن بھائی کی مدد کر سکتا ہو اور وہ مدد کرے تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی مدد کرے گا۔ اور اگر مدد کی قوت رکھنے کے باوجود وہ اس مومن کی مدد نہ کرے تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کو بے بار و مددگار چھوڑ دے گا۔ (بحوالہ امالی، شیخ طوسی ج ۲، ص ۱۵۰)

شیخ صدوق کی عقاب الاعمال میں ہے کہ رسول اکرم نے فرمایا: جہاں کسی مومن کی غیبت ہو رہی ہو وہاں موجود کوئی مومن اپنے بھائی کی غیبت کرنے سے روکے اور اس کا دفاع کرے تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں خطرات کے ایک ہزار دروازے اس کے لیے بند کر دے گا۔ اور اگر کسی مومن بھائی کی غیبت سن کر اس کا دفاع نہ کرے اور غیبت کی توثیق کرے تو وہ غیبت کرنے والے کے ساتھ برابر کا شریک ہوگا۔ (ص ۳۳۵)

مکاسب کی حدیث کے الفاظ ہیں: اس پر غیبت کرنے والے سے ستر گنا زیادہ گناہ ہوگا۔

غیبت کا علاج

شہید ثانی نے مسائل العشر میں لکھا ہے کہ غیبت گناہ کبیرہ ہے۔ غیبت کی وجہ سے معاشرتی برائیاں جنم لیتی ہیں جس کے نتائج بڑے خطرناک ہوتے ہیں۔ غیبت اللہ تعالیٰ کے مقصد کے خلاف ہے (کیونکہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ لوگوں کے دلوں میں الفت اور وحدت ہو) اور معاشرے کی تقسیم کا سبب بنتی ہے۔ بہت سے کبیرہ گناہوں کا نقصان جزئی اور شخصی ہے مگر غیبت کا نقصان پورے معاشرے کو ہوتا ہے۔ شارع اسلام کا ہدف یہ ہے کہ امت کے دلوں میں یکجائی ہو اور پوری امت اللہ کے راستے پر گامزن ہو۔ پورا اسلامی معاشرہ واجبات کو ادا کرے اور محرمات سے اجتناب کرے۔ اور یہ مقصد اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا جب تک دلوں میں محبت و یگانگت نہ ہو اور افراد امت ایک دوسرے سے تعاون نہ کریں۔ اسلام یہ تقاضا کرتا ہے کہ پوری امت کے افراد عبد واحد کی حیثیت سے خدا کی فرمانبرداری کریں اور اس کے لیے ضروری ہے کہ دل ایک دوسرے کے لیے بغض و حسد سے پاک ہوں۔ غیبت دلوں میں بغض و عناد پیدا کرتی ہے اور اسلامی وحدت کے لیے سخت نقصان دہ ثابت ہوتی ہے۔ (رسائل الشہید ص ۲۸۹)

وَنَبَلْ لِكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ کی تفسیر میں آیا ہے کہ هُمَزَةٌ سے مراد وہ شخص ہے جو دوسرے کو طعنہ دیتا ہو اور لُّمَزَةٌ سے مراد وہ شخص ہے جو غیبت کے ذریعے مردہ لوگوں کا گوشت کھاتا ہو۔ نبی اکرم کا فرمان ہے کہ خدا کی قسم! غیبت کی تاثیر مومن کے دین کے لیے ماس خورہ کی بیماری سے زیادہ خطرناک ہے۔

(کافی ج ۲، ص ۳۵۶)

یہی وجہ ہے کہ ہمارے بعض علمائے سلف صرف نماز روزے کو ہی عبادت نہیں سمجھتے تھے، وہ فرماتے تھے کہ اصل عبادت یہ ہے کہ لوگوں کی عزت میں بنا نہ لگایا جائے۔ (رسائل الشہید ص ۲۸۹)

جہاں غیبت جائز ہے

شیخ انصاری المکاسب میں لکھتے ہیں: اخبار معصومین سے مستفاد ہوتا ہے کہ غیبت اس لیے حرام ہے کہ اس سے مومن کی عزت کو بنا لگتا ہے اور اسے اذیت پہنچتی ہے۔ اگر اس کے مقابلے میں غیبت کرنے والے یا سننے والے یا جس کی غیبت کی جارہی ہو یعنی اس تیسرے شخص کے نقصان کی نسبت فائدہ زیادہ ہو جسے شریعت مومن کی عزت کے تحفظ سے زیادہ اہمیت دیتی ہو تو غیبت حرام نہیں رہے گی۔ یہاں بھی حقوق اللہ اور حقوق العباد کے درمیان اہم فلاحیہ کی طرح کا قانون لاگو ہوتا ہے۔

شہید ثانی اپنی کتاب کشف السریۃ میں لکھتے ہیں کہ مومن کا عیب بیان کرنا تب جائز ہے جب اس سے صحیح اور شرعی ہدف مقصود ہو اور اس ہدف کو غیبت کے بغیر حاصل کرنا ممکن نہ ہو۔ جن لوگوں کے لیے غیبت کی حرمت ختم ہو جاتی ہے ان میں سے چند یہ ہیں:

(۱) ہادیان دین کے ارشادات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جو شخص علانیہ برائی کرتا ہو اس کی غیبت جائز ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

إِذَا جَاهَرَ الْفَاسِقُ بِفِسْقِهِ فَلَا حُرْمَةَ لَهُ وَلَا غَيْبَةَ. جب فاسق کھل کر فسق کا اظہار کرے تو نہ اس کے لیے احترام ہے اور نہ اس کی غیبت حرام ہے۔ (وسائل الشیخہ ج ۸، ص ۶۰۴)

مَنْ أَلْفَى جَلْبَابَ الْحَيَاءِ فَلَا غَيْبَةَ لَهُ. جو حیاء کی چادر اتار پھینکے اس کی غیبت حرام نہیں۔

(متدرک الوسائل ج ۹، ص ۱۲۹)

ثَلَاثَةٌ لَيْسَ لَهُمْ حُرْمَةٌ: صَاحِبُ هَوَى مُبْتَدِعٍ، وَالْإِمَامُ الْجَائِرُ، وَالْفَاسِقُ الْمُغْلَبُ بِفِسْقِهِ. تین طرح کے لوگ احترام کے قابل نہیں ہیں۔ (۱) بدعتی (۲) ظالم حکمران (۳) علانیہ گناہ کرنے والا

(وسائل الشیخہ ج ۸، ص ۶۰۵)

ان اخبار اور روایات کا اطلاق اس امر کا متقاضی ہے کہ علانیہ فسق و فجور کرنے والے کی غیبت جائز ہے اگرچہ غیبت کرنے والے کے پیش نظر کوئی صحیح غرض نہ بھی ہو۔

(۲) سورہ شوریٰ آیت ۴۱-۴۲ میں ہے: وَلَمَنْ اَنْتَضَرَ بَعْدَ ظُلْمِهِ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيلٍ ۝ اِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَظْلِمُونَ النَّاسَ وَيَبْغُونَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيمٌ ۝ اور جس پر ظلم ہو وہ اس ظلم کے بعد انتقام لے تو ایسے لوگوں پر کوئی الزام نہیں۔ الزام تو ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم اور زمین پر ناحق زیادتیاں کرتے ہیں انہی لوگوں کے لیے دردناک عذاب ہے۔ نیز سورہ نساء آیت ۱۲۸ میں ہے: لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَن ظَلِمَ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا ۝ خدا اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ کوئی کسی کو علانیہ برا کہے مگر وہ جو مظلوم ہو اور خدا سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔

بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ مظلوم کو اس شخص کے سامنے شکایت کرنے کا حق ہے جو ظلم کو دور کر سکتا ہو۔ ایک شخص نے امام جعفر صادق سے ان کے ایک صحابی کی شکایت کی۔ تھوڑی دیر بعد وہ صحابی بھی آگیا۔ امام نے اس سے فرمایا: کیا بات ہے فلاں شخص تمہاری شکایت کر رہا ہے؟ اس نے کہا: میں نے اس کا کوئی قصور نہیں کیا البتہ میں نے قرض کی وصولی کے لیے اس پر سختی کی ہے۔ امام علیہ السلام غصے کی وجہ سے اٹھ بیٹھے اور فرمایا: کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ قرض ادا کرنے کی سکت نہ رکھنے والے سے قرض کا مطالبہ کر کے تو نے اس کے حق میں کوئی ظلم نہیں کیا؟ کیا تو نے سورہ رعد کی آیت ۲۱ وَيَخَافُونَ سُوءَ الْحِسَابِ نہیں پڑھی؟ کیا تو سمجھتا ہے کہ اہل ایمان کو یہ خدشہ تھا کہ خدا ان پر ظلم کرے گا؟ بخدا نہیں! انہیں خطرہ یہ تھا کہ خدا کہیں حساب میں سختی نہ کرے۔ لہذا جو شخص دنیا میں اپنے بھائی پر قرض وصول کرنے میں سختی کرتا ہے (جبکہ وہ قرض ادا کرنے کے قابل نہ ہو) تو وہ گناہ کرتا ہے اور خدا آخرت میں اس سے حساب میں سختی کرے گا۔ (کافی ج ۵، ص ۱۰۰)

(۳) مشورہ طلب کرنے والے کی خیر خواہی واجب ہے اور اس سے خیانت کرنا حرام ہے۔ اس کا گناہ

غیبت سے کہیں زیادہ ہے۔ حد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص خطرات میں گھر رہا ہو اگرچہ وہ مشورہ نہ بھی کرے تب بھی اس کی خیر خواہی کرنا واجب ہے۔ لہذا غیبت کی حرمت اپنی جگہ لیکن دینی بھائی کی خیر خواہی اس سے کہیں زیادہ ضروری ہے۔

اس مسئلے کی وضاحت کے لیے یہ مثال دیکھئے۔ اگر ایک شخص اپنی بیٹی کی شادی کے سلسلے میں کسی سے مشورہ کرے مثلاً یہ کہے کہ فلاں شخص نے میری بیٹی کا رشتہ مانگا ہے۔ آپ بتائیں کہ وہ کیسا آدمی ہے؟ اس صورت میں مشورہ مانگنے والے کو اس شخص کی حقیقت بتانا ضروری ہے تاکہ وہ اندھیرے میں نہ رہے۔ (مترجم)

(۴) روایت صحیح میں عبداللہ بن سنان سے مروی ہے کہ ایک شخص رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی ماں کی بدکرداری کا شکوہ کرتے ہوئے کہا کہ یا رسول اللہ! میری ماں کسی بھی ہاتھ بڑھانے والے کے ہاتھ کو پیچھے نہیں ہٹاتی (اب میں اس سے کیا سلوک کروں؟)۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ دروازہ بند کر دو تاکہ کوئی اس کے پاس نہ آسکے۔ اس نے کہا کہ یا رسول اللہ! میں نے یہ بھی کر کے دیکھ لیا ہے لیکن کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: اسے گھر میں قید کر دو تاکہ وہ باہر نہ جاسکے۔ اسے محرمات سے بچانا اس کے ساتھ تمہاری سب سے بڑی نیکی ہے۔

(۵) اگر کوئی شخص گناہوں کا عادی بن رہا ہو تو اس کی پردہ پوشی کرنے کے بجائے اس کے گناہوں کو بیان کرنا چاہیے۔ یہ عمل غیبت نہیں ہے بلکہ اس شخص پر احسان ہے اور نبی عن المنکر کے دلائل سے بھی یہ بات ثابت ہوئی ہے جیسا کہ رسول اکرمؐ کا فرمان ہے کہ تم میں سے جو برائی ہوتے ہوئے دیکھے اور طاقت رکھتا ہو تو اسے ہاتھ سے روکے اور جو ہاتھ سے روکنے کی طاقت نہ رکھتا وہ زبان سے روکے اور جو زبان سے بھی مذمت نہ کر سکتا ہو وہ دل میں برائی سے نفرت کرے۔ (وسائل الشیخہ ج ۱۱، ص ۴۰۷)

(۶) جو شخص اپنے شبہات کی وجہ سے لوگوں کو گمراہ کرنے میں مصروف ہو اس کی غیبت کرنا جائز ہے مثلاً ایک بدعتی کے متعلق اندیشہ ہو کہ یہ سادہ لوح عوام کو گمراہ کرے گا تو اس صورت میں اس کی غیبت کرنا جائز ہے کیونکہ بدعتی کی عزت کا تحفظ اتنا اہم نہیں ہے جتنا خلق خدا کو اس کی گمراہی سے بچانا ضروری ہے۔

(۷) اگر کسی شخص کے جسمانی اعضاء میں نقص ہو اور وہ لوگوں میں اپنے عیب کی وجہ سے پچھانا جاتا ہو مثلاً کوئی شخص کاننا، بھینکا، ننگڑا یا کن کٹا ہو اور اسی نام سے مشہور ہو تو اسے اس نام سے یاد کرنا غیبت نہیں ہے۔

(۸) اگر کوئی خود کو جھوٹ موٹ سید کہلوائے تو اس جھوٹے مدعی نسب کی حقیقت بتانا غیبت نہیں ہے جیسا کہ زینب کذابہ کا واقعہ مشہور ہے۔ اس نے دعویٰ کیا تھا کہ میں علیؑ و فاطمہؑ کی بیٹی زینب ہوں اور رسول اکرمؐ نے مجھے دعا دی تھی کہ میں ہمیشہ جوان رہوں گی۔ امام علیؑ رضا علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ اس کی آزمائش کرو اور اسے درندوں کے سامنے ڈال دو۔ اگر یہ سچی ہوگی تو درندے اسے نقصان نہیں پہنچائیں گے ورنہ اسے کھا جائیں گے۔ یہ سن کر وہ عورت ڈر گئی اور بولی کہ اگر اولاد رسولؐ ہونے کا یہی معیار ہے تو آپ درندوں کی کچھار میں جائیں۔

الغرض امام درندوں کی کچھار میں گئے اور درندوں نے آپ کو کچھ نہیں کیا۔ بعض روایات کے مطابق زنب کذابہ کو اس کچھار میں ڈالا گیا تو درندے اسے کھا گئے۔

(۹) مظلوم کا حق ثابت کرنے کے لیے غیبت جائز ہے کیونکہ مظلوم کا حق ثابت کرنا کسی کی عزت قائم رکھنے سے زیادہ اہم ہے۔

(۱۰) اسلامی احکام کی تفصیل احادیث سے ثابت ہوتی ہے اور حدیث کا صحیح ہونا نہایت ضروری ہے۔ اسی لیے روایان حدیث پر جرح کرنا غیبت میں شامل نہیں ہے کیونکہ احکام و معارف الہی کا اثبات کسی کی آبرو کے تحفظ سے زیادہ اہم ہے۔

(۱۱) اگر کوئی کسی مسلمان کی غیبت ایسے شخص کے سامنے کرے جو پہلے سے ہی اس کے عیب جانتا ہو تو ایسی غیبت حرام نہیں ہے کیونکہ اس سے غیبت شدہ فرد کی نئی ہتک عزت لازم نہیں آتی۔

مؤلف عرض کرتا ہے کہ فقہاء نے ان گیارہ موارد کو حرمت غیبت سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ ہمارے نزدیک ان میں سے بعض موارد ایسے بھی ہیں جن میں حرام کا شبہ پایا جاتا ہے۔ لہذا احتیاط ضروری ہے۔

(واللہ اعلم بالصواب)

یہاں پر ہم یہ بھی واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ غیبت کرنے کی طرح سے غیبت کا سنتا بھی حرام ہے۔ حضرت رسول اکرم سے منقول ہے کہ غیبت سننے والا غیبت کرنے والے کے برابر ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے: **الْغَيْبَةُ كُفْرٌ وَالْمُسْتَجْعُ لَهَا وَالرَّاضِيُ بِهَا مُشْرِكٌ** دینی بھائی کی غیبت کرنا کفر ہے۔ غیبت سننے والا اور اس پر راضی ہونے والا مشرک ہے۔

(متدرک الوسائل، کتاب الحج، باب ۱۲۶)

غیبت کا کفارہ

شہید ثانی اپنی کتاب مسائل العشر میں غیبت کی حرمت کے بیان کے بعد لکھتے ہیں: **تخصیص معلوم ہونا چاہیے کہ غیبت کرنے والے کو اپنے فعل پر نادم ہونا چاہیے اور توبہ کرنی چاہیے اور اپنے غیر مشروع فعل پر انوسوں کرنا چاہیے تاکہ خدا سے معاف کر دے۔** اس کا دوسرا مرحلہ یہ ہے کہ اس نے جس کی غیبت کی ہو اس کے پاس جائے اور اپنی کوتاہی کی معافی مانگے۔ یہ معذرت خواہی صرف زبان کی حد تک نہیں ہونی چاہیے بلکہ دل کی گہرائیوں سے اس سے معذرت کرے تاکہ کہیں ظاہر و باطن کے تضاد کا مجرم نہ بنے۔

غیبت کے کفارہ کے متعلق دو قسم کی احادیث ملتی ہیں:

(۱) روایات میں ہے کہ اس نے جس کی غیبت کی ہو اس کے لیے استغفار کرے۔

(۲) احادیث میں ہے کہ غیبت کرنے والے کو متاثرہ فریق سے معافی مانگنی چاہیے۔ چنانچہ رسول مقبول نے فرمایا ہے: ”جس نے اپنے دینی بھائی کی آبرو یا مال کو پامال کیا ہو اسے دنیا میں اس سے معافی مانگ لینی

چاہیے کیونکہ آخرت میں درہم و دینار کی صورت میں کفارہ نہیں ہوگا۔ وہاں زیادتی کرنے والے کی نیکیاں متاثرہ فریق کو دیدی جائیں گی اور اگر زیادتی کرنے والے کے نامہ اعمال میں نیکیاں نہ ہوں گی تو متاثرہ فریق کے گناہ اس کے نامہ اعمال میں درج کر کے حساب برابر کر دیا جائے گا۔“

شہید ثانی لکھتے ہیں: ممکن ہے کہ استغفار کا حکم اس غیبت کے لیے دیا گیا ہو جو متاثرہ فریق کے کانوں تک نہ پہنچی ہو اور غیبت کرنے والے کو اندیشہ ہو کہ وہ اگر متاثرہ فریق کے پاس معافی مانگنے کے لیے جائے گا تو اس سے فساد پیدا ہوگا یا غیبت کرنے والے کو یقین ہو کہ متاثرہ فریق سے ملاقات ممکن نہیں ہے تو اس صورت میں اسے استغفار کرنا چاہیے۔ جن روایات میں غیبت کرنے والے کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ متاثرہ فریق سے معافی مانگے اس کا تعلق اس غیبت سے ہے جس کا متاثرہ فریق کو علم ہو چکا ہو اور اس تک رسائی بھی ممکن ہو۔

اس کے بعد شہید ثانی فرماتے ہیں کہ متاثرہ فریق کے لیے مستحب ہے کہ جب غیبت کرنے والا اس سے معافی مانگے تو اسے فراخ دلی سے معاف کر دینا چاہیے۔ قرآن میں ہے: خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ عفو اختیار کرو اور نیک کام کرنے کا حکم دو اور جاہلوں سے کنارہ کر لو۔ (سورہ اعراف: آیت ۱۹۹) جب یہ آیت اتری تو رسول خداؐ نے جبریل امینؑ سے پوچھا کہ عفو سے کیا مراد ہے؟ جبریلؑ نے عرض کیا کہ اللہ آپ کو یہ حکم دیتا ہے کہ اگر کوئی آپ پر ظلم کرے تو آپ اسے معاف کر دیں اور اگر آپ کے رشتے دار آپ سے قطع تعلق کریں تو آپ ان سے تعلقات قائم کریں اور جو آپ کو محروم رکھے آپ اسے عطا کریں۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ جب لوگ حساب کے لیے پیش ہوں گے تو آواز قدرت آئے گی جس کا اجر خدا کے ذمے ہو وہ کھڑا ہو جائے۔ اس کے جواب میں بس وہی لوگ کھڑے ہوں گے جو دنیا میں لوگوں کو معاف کر دیا کرتے تھے۔

شیخ انصاری مکاسب میں تحریر فرماتے ہیں کہ غیبت کا تعلق حقوق العباد سے ہے لہذا اس کا تقاضا ہے کہ جس کی غیبت کی گئی ہو اس سے غیبت کو معاف کرائے جیسا کہ شہید ثانی نے بھی بیان کیا ہے۔ علاوہ ازیں ایک حدیث میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ غیبت کو اس وقت تک معاف نہیں کیا جائے گا جب تک متاثرہ فریق اسے معاف نہیں کرے گا۔

امیر المؤمنین علیہ السلام کا بیان ہے کہ میں نے رسول خداؐ سے سنا: ”تم میں سے بہت سے افراد اپنے ایمانی بھائیوں کے حقوق ضائع کرتے ہیں اور جب قیامت کے دن متاثرہ افراد دعویٰ کریں گے تو ان کے حق میں فیصلہ کیا جائے گا۔“

آنحضرتؐ کی ایک حدیث ہے: جو کسی مسلمان مرد یا عورت کی غیبت کرے تو چالیس دن تک خدا اس کی نماز اور روزہ کو قبول نہیں کرتا البتہ متاثرہ فریق معاف کر دے تو یہ نلیحہ بات ہے۔ بعض روایات میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ استغفار، غیبت کا کفارہ ہے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ غیبت کا کفارہ یہ ہے کہ جب بھی تمہیں متاثرہ فریق یاد آئے تو خدا سے اس کے لیے استغفار کرو۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر غیبت کے متاثرہ فریق کو اپنی غیبت کا علم ہو چکا ہو تو پھر غیبت کرنے والے کو اس سے معافی مانگنی چاہیے۔ ورنہ اس کے لیے استغفار کرنی چاہیے۔

رسول خداؐ نے فرمایا اگر کسی نے کسی پر ظلم کیا ہو اور اسے نہ پائے تو خدا سے اس کے لیے استغفار کرے۔ یہ اس کے گناہ کا کفارہ ہے۔

شیخ انصاری فرماتے ہیں کہ انصاف کی بات یہ ہے کہ اس بحث کی تمام روایات ضعیف ہیں۔ ادھر اصالة البرائة کے قانون کا تقاضا یہ ہے کہ متاثرہ فریق سے غیبت کو حلال کرانے کا مطالبہ واجب نہیں ہے اور دوسری طرف بقائے حق محتاب کا تقاضا یہ ہے کہ معاف کرائے بغیر غیبت معاف نہیں ہو سکتی اگرچہ معافی مانگنا از روئے احتیاط واجب ہے اور قوت سے خالی نہیں ہے کیونکہ بہت سی احادیث جو معافی مانگنے کے وجوب پر دلالت کرتی ہیں ان میں سے بعض کی سند معتبر ہے۔ لہذا احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ متاثرہ فریق سے معافی مانگنی چاہیے اور اگر فتنے کا اندیشہ ہو یا متاثرہ فریق تک رسائی ممکن نہ ہو تو پھر متاثرہ فریق کے لیے استغفار کرے۔

ہم نے آج تک جتنے افراد کی غیبت کی ہے اللہ تعالیٰ ہمیں معاف فرمائے اور جن لوگوں نے ہماری غیبت کی ہے اللہ تعالیٰ انہیں بھی جتن محمدؐ و آل محمدؐ معاف فرمائے۔

۵۲۔ مومنین سے بدگمان ہونا

مومنین سے بدگمان ہونا انتہائی قابلِ مذمت فعل ہے۔ اس کا سرچشمہ انسان کی روح کی خباثت ہے۔ وہ لوگ جنہیں خدا نے پاک دل عطا کیا ہے وہ ہمیشہ بدگمانی سے پرہیز کرتے ہیں۔ بدگمانی اگر اللہ تعالیٰ کے متعلق ہو تو وہ انتہائی خطرناک اور موجبِ ہلاکت ہے کیونکہ وہ عقیدے میں بگاڑ کا سبب ہوتی ہے۔ دینی رہبروں نے اہل ایمان کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ لوگوں کے قول و فعل کی اچھی توجیہ کریں اور اسے بدگمانی کا ذریعہ نہ بنائیں۔

سورہ حجرات کی آیت ۱۲ میں ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ . سورہ بنی اسرائیل کی آیت ۳۶ میں ہے: وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَئِكَ كَانَ عَنَّا مَسْئُولًا . جس چیز کے متعلق علم نہ ہو اس کے متعلق کوئی فیصلہ نہ کرو۔ بیچک کان، آنکھ اور دل سے قیامت کے دن سوال کیا جائے گا۔

شہید ثانی نے کشف الریبة میں امام علیؑ سے نقل فرمایا ہے کہ اپنے دینی بھائی کے عمل کی اچھی توجیہ کیا کرو۔ ہاں اگر اس کے خلاف کوئی حتمی ثبوت آجائے تو پھر علیحدہ بات ہے۔ اگر تم اپنے دینی بھائی سے کوئی بات سنو تو اس کی اچھی توجیہ کرو اور بدگمان مت ہو (کیونکہ بہت سے گمان حقیقت سے کوسوں دور ہوتے ہیں)۔

۵۳۔ اہل ایمان کے رازوں کی جستجو کرنا

لوگوں کے رازوں اور نجی زندگی کے متعلق تجسس کرنا حرام ہے۔ سورہ حجرات کی آیت ۱۲ میں ہے:

اے ایمان والو! بہت گمان کرنے سے احتراز کرو کہ بعض گمان گناہ ہیں اور ایک دوسرے کے حال کا تجسس نہ کیا کرو اور نہ ایک دوسرے کی غیبت کرو۔

ایک مومن کو چاہیے کہ وہ کسی کے نجی معاملات کو منظر عام پر لانے کے لیے تجسس نہ کرے۔ اگر کسی مومن میں کوئی جسمانی عیب ہو تو اس کا اعلان نہیں کرنا چاہیے اور اگر اس کے کردار میں کوئی کمزوری ہو تو اسے افشا نہیں کرنا چاہیے۔ اس کی بجائے اسے تنہائی میں نصیحت کرنی چاہیے۔ اسے رسوا کرنے سے بہر صورت اجتناب کرنا چاہیے کیونکہ اس کی آبرو آپ کے پاس امانت ہے لہذا امانت میں خیانت نہ کریں۔ جہاں تک ممکن ہو اس کے عمل کی اچھی توجیہ کریں کیونکہ کانوں نے جو کچھ سنا ہوگا اور آنکھوں نے جو کچھ دیکھا ہوگا اور دل نے جو گمان کیا ہوگا اس کے متعلق قیامت کے دن پوچھا جائے گا۔

شہید ثانی لکھتے ہیں: تجسس کا مطلب یہ ہے کہ تمہیں لوگوں کی پردہ پوشی پسند نہ ہو اور ستار العیوب خدا کی روش کے مقابلے میں تم لوگوں کے چھپے ہوئے راز افشا کرو جبکہ لوگوں کے رازوں کا مخفی رہنا تمہارے دین اور قلب کی سلامتی کے لیے مفید ہو۔ اس سلسلے میں اس سکتے پر توجہ دینی چاہیے کہ جو شخص اپنے عیوب کی اصلاح میں کوشاں ہو اس کے پاس دوسروں کے عیوب تلاش کرنے کا وقت ہی نہیں ہوتا۔ ایسا شخص تجسس، بدگمانی اور غیبت جیسے روحانی امراض سے دور ہوتا ہے۔ رسول پاکؐ کی حدیث ہے: طَوْنِي لِمَنْ شَغَلَهُ عَيْبُهُ عَنْ عَيْبِ النَّاسِ. اس شخص کے لیے خوشخبری ہے جس کی توجہ اپنے عیوب پر ہو اور اپنے عیوب کی اصلاح میں مصروف ہو اور دوسروں کے عیوب سے غافل ہو۔ (رسائل الشہید ص ۲۹۴)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: بھلائی اور احسان کی جزا اور ظلم کی سزا بہت جلد ملتی ہے۔ انسان کے لیے یہی ایک عیب کافی ہے کہ اسے لوگوں میں وہ عیوب تو دکھائی دیں جو خود اس میں ہوں مگر وہ اپنے عیوب پر نگاہ نہ کرے اور لوگوں کو ایسے افعال پر ملامت کرے جنہیں وہ خود اپنائے ہوئے ہو۔ (کافی ج ۲، ص ۴۶۰)

حضرت رسول خداؐ نے فرمایا: اے وہ گروہ جو اپنی زبان سے اسلام لایا ہے اور دل سے اسلام نہیں لایا! مسلمانوں کی لغزشوں کو تلاش نہ کرو۔ جو لوگوں کے عیوب اور لغزشوں کو تلاش کرے گا خدا اس کی لغزشوں کو آشکار کرے گا اور اسے رسوا کرے گا (اگرچہ وہ گھر کے اندر ہی بیٹھا ہوا ہو)۔ (کافی، ج ۲، ص ۳۵۵)

مؤلف عرض کرتا ہے:

مومنین کا فرض ہے کہ ایک دوسرے کی خیر خواہی کریں اور ایک دوسرے کی عزت کی حفاظت کریں اور ایک دوسرے کے متعلق نیک گمان رکھیں جبکہ تجسس سے خیر خواہی کے جذبات ختم ہو جاتے ہیں۔ جو لوگ دوسروں کے عیوب کی تلاش میں رہتے ہیں خدا ان کے عیوب کو ظاہر کر دیتا ہے اور انہیں رسوا کر دیتا ہے۔

۵۴۔ تفرقہ ڈالنا اور دشمنی پیدا کرنا

مسلمانوں کے درمیان جدائی ڈالنا اور دشمنی پیدا کرنا حرام ہے۔ لطف یہ ہے کہ یہ فعل حرام غیبت، چغل خوری اور سب و شتم کے نتیجے کے طور پر سرزد ہوتا ہے۔ امیر المؤمنینؑ نے اپنے ساتھیوں کو جو نصیحتیں کی تھیں ان میں آپ نے یہ بھی فرمایا تھا: اچھی گفتگو کرو یہاں تک کہ اچھی گفتگو میں مشہور ہو جاؤ اور نیک اعمال بجالاؤ تاکہ تمہارا شمار اہل خیر میں ہو سکے۔ جلد بازی سے پرہیز کرو اور لوگوں کے راز افشا نہ کرو۔ یاد رکھو! تم میں بہترین لوگ وہ ہیں کہ جب ان پر نظر پڑے تو خدا یاد آجائے اور بدترین لوگ وہ ہیں جو چغل خوری کرتے ہوں، دوستوں میں جدائی ڈالتے ہوں اور بیگناہ افراد میں عیب تلاش کرتے ہوں۔ (کافی ج ۲، ص ۲۲۵)

حضرت رسول اکرمؐ نے ایک مرتبہ صحابہ سے فرمایا: کیا میں تمہارے بدترین افراد کی نشاندہی نہ کروں؟ صحابہ نے عرض کیا: کیوں نہیں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا: تم میں بدترین افراد وہ ہیں جو لگائی بجھائی کرتے ہیں، دوستوں میں جدائی ڈالتے ہیں اور بیگناہ افراد میں عیب تلاش کرتے ہیں۔ (کافی ج ۲، ص ۳۶۹)

امیر المؤمنینؑ نے حضرت رسول خداؐ سے نقل فرمایا ہے: بدترین لوگ وہ ہیں جو اہل ایمان سے بغض رکھیں اور اپنی اس عادت کی وجہ سے لوگوں کے دلوں سے اپنی محبت کھودیں۔ جو لوگ چغلی کھاتے ہیں اور لگائی بجھائی کر کے دوستوں میں جدائی ڈالتے ہیں اور لوگوں کے عیب تلاش کرتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ نگاہ کرم نہیں کرے گا اور قیامت کے دن انہیں گناہوں سے پاک نہیں کرے گا۔ پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی:

...هُوَ الَّذِي آتَاكَ بِنَضْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ ۝ (سورۃ انفال: آیت ۶۲)

مؤلف عرض کرتا ہے کہ جہاں عمومی طور پر تفرقہ ڈالنا حرام ہے وہیں امت اسلامیہ کو حبل اللہ المتین یعنی امام علیؑ کی ولایت سے جدا کرنا بدرجہ اولیٰ حرام ہے جبکہ آپ کی ولایت و امامت اسلام کا حاصل ہے اور اگر لوگ آپ کی امامت و ولایت پر جمع ہو جائے تو دنیا و آخرت کی سعادت ان کا مقدر بن جاتی۔ فرمان الہی ہے:

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا تَمَّ سَبَلُكَ اللَّهُ كِي رِي كُو مَضْبُو طِي سِي كِي لُو اُو تَفَرَّقِي مِي نِي پَرُو۔

(سورۃ آل عمران: آیت ۱۰۳)

۵۵۔ برے نام رکھنا اور لوگوں کا مذاق اڑانا

قرآن کریم میں ہے: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ اِخْوَةٌ تَمَّ اَمَلِ اِيْمَانِ بِيْمَانِي بِيْمَانِي هِي (سورۃ حجرات: آیت ۱۰) جیسا کہ اس سے قبل ہم بدگمانی اور تجسس کے باب میں عرض کر چکے ہیں کہ خدا ستار العیوب ہے اور وہ چاہتا ہے کہ بندگان خدا کی توہین نہ ہو اسی لیے خدا نے ایمانداروں کو ہدایت کی ہے کہ وہ ایک دوسرے کے لیے برے القاب تجویز نہ کریں اور ایک دوسرے کا مذاق نہ اڑائیں کیونکہ لوگوں کا مذاق اڑانا گناہ کبیرہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرُوْا قَوْمًا مِّنْ قَوْمٍ عَسَىٰ اَنْ يُّكُوْنُوْا خَيْرًا مِنْهُمْ وَلَا

نِسَاءً مِّنْ نِّسَاءِ عَسَىٰ أَنْ يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الْأِسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ○ اے ایمان والو! کوئی گروہ دوسرے گروہ کا مذاق نہ اڑائے ممکن ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور اپنے نفوس پر عیب نہ لگاؤ اور برے القاب سے ایک دوسرے کو یاد نہ کر د ایمان کے بعد فاسقانہ نام انتہائی برے ہیں جو کوئی توبہ نہ کرے وہ ظالم ہیں۔ (سورہ حجرات: آیت ۱۱)

قیامت کے دن کافروں سے کہا جائے گا: فَاتَّخَذُوا مَوَدَّةَ مَن سَخَّرَ بِآيَاتِنَا حَتَّىٰ آنَسُواكُمْ ذِكْرِي وَكُنتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُونَ ○ اِنْسَىٰ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوا اِنَّهُمْ هُمُ الْفَٰكِرُونَ ○ تم ان کا مذاق اڑایا کرتے تھے یہاں تک کہ تمہیں ہماری یاد تک بھول گئی تھی اور تم ان پر ہنسا کرتے تھے۔ آج میں نے انہیں ان کے صبر کا پھل عطا کیا ہے وہ کامیاب و کامران ہیں۔ (سورہ مومنون: آیت ۱۱۰-۱۱۱)

بحار الانوار میں امالی طوسی کے حوالے سے مرقوم ہے کہ حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا: اللہ نے مومن کو اپنی عظمت اور قدرت سے پیدا کیا۔ اس لیے جو اس کی توہین کرے، اس پر تہمت لگائے یا اس کی بات کی تردید کرے تو درحقیقت اس نے خدا کی تردید کی ہے۔ (ج ۷۵، ص ۱۴۲)

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: مَنْ اَذَلَّ مُؤْمِنًا اَذَلَّهُ اللهُ. جس نے کسی مومن کو ذلیل کیا تو خدا اس کو ذلیل کرے گا۔ (بحار الانوار ج ۷۵، ص ۱۴۲)

امام علی رضاً نے رسول خداؐ سے نقل کیا ہے کہ جو کسی مومن کو ذلیل کرے گا یا افلاس کی وجہ سے اسے حقیر سمجھے گا تو خدا اسے قیامت میں لوگوں کے سامنے ذلیل کرے گا۔ (عیون اخبار الرضا ج ۲، ص ۳۳)

تفسیر قمی میں ہے کہ رسول خداؐ کی دو بیویاں ام المومنین صفیہ بنت حی بن اخطب کو یہودیہ یہودیہ کہہ کر اذیت دیتی تھیں۔ انہوں نے رسول اکرمؐ سے ان کے رویے کی شکایت کی تو آنحضرتؐ نے فرمایا: آپ نے انہیں جواب کیوں نہیں دیا؟ صفیہ نے عرض کیا کہ میں انہیں کیا جواب دے سکتی ہوں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تم ان سے کہو کہ حضرت ہارونؑ میرے باپ ہیں اور حضرت موسیٰؑ میرے چچا ہیں اور محمد رسول اللہؐ میرے شوہر ہیں۔ تم میرے رشتوں کا کیسے انکار کر سکتی ہو؟ حضرت صفیہ نے یہ جملے ان سوکوں سے کہے تو انہوں نے کہا کہ یہ سبق رسول خداؐ نے آپ کو پڑھایا ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی لَا يَسْخَرُونَ مِنْ قَوْمٍ۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: اللہ نے اپنی رضا کو اطاعت اور اعمال خیر میں، اپنے غضب کو گناہوں میں اور اپنے ولی کو مخلوق میں پوشیدہ رکھا ہے۔ خبردار! کبھی کسی اطاعت کو حقیر نہ سمجھنا۔ ہو سکتا ہے کہ اس میں اللہ کی رضا مضمر ہو۔ کسی گناہ کو ہلکا نہ سمجھنا۔ ہو سکتا ہے کہ اس میں اس کا غضب پنہاں ہو۔ کبھی کسی انسان کو حقیر نہ سمجھنا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ اللہ کا ولی ہو۔ (بحار الانوار ج ۷۵، ص ۱۴۷)

۵۶۔ چغل خوری

قرآن اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ چغل خوری اور لگائی بھائی بدترین گناہ ہے۔ جس طرح غیبت کرنے والے شخص کی حوصلہ شکنی واجب ہے اسی طرح چغل خور کی حوصلہ شکنی بھی ضروری ہے۔ یہ ایک عظیم عبادت اور اسباب نجات میں سے ایک سبب ہے۔ خدا نے اہل ایمان کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا ہے جبکہ چغل خوری اسلامی بھائی چارے کے لیے زہر قاتل ہے کیونکہ اس سے نفرتیں جنم لیتی ہیں۔ بہت سی احادیث میں اصلاح بین الناس کا حکم دیا گیا ہے۔ امیر المؤمنین نے اپنی آخری وصیت میں امام حسنؑ اور امام حسینؑ سے فرمایا تھا میں تم کو، اپنی تمام اولاد کو، اپنے کنبہ کو اور جن جن تک میرا یہ نوشتہ پہنچے سب کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرتے رہنا، اپنے معاملات درست اور آپس کے تعلقات سلجھائے رکھنا، کیونکہ میں نے تمہارے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے: صَلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ أَفْضَلُ مِنْ عَامَةِ الصَّلَاةِ وَالصِّيَامِ۔ لوگوں کے درمیان صلح صفائی کرنا عام نماز روزے سے افضل ہے۔ (نوح البلاغ، مکتوب ۴۷)

روایات اہلبیتؑ میں آیا ہے کہ مَنْ يُشْفَعُ شَفَاعَةَ حَسَنَةَ (سورہ نساء: آیت ۸۵) میں شَفَاعَةَ حَسَنَةَ سے لوگوں کے درمیان صلح صفائی کرنا مراد ہے۔

چغل خوری قتل کو جنم دیتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ فَتْنَةٌ وَفَسَادٌ قَتْلٌ مِنْهَا بَرٌّ كَبِيرٌ (سورہ بقرہ: آیت ۱۹۱)

وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ فَتْنَةٌ وَفَسَادٌ قَتْلٌ مِنْهَا بَرٌّ كَبِيرٌ (سورہ بقرہ: آیت ۲۱۷)

(۱) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اَرْبَعَةٌ لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ: الْكَاھِنُ، وَالْمُنَافِقُ، وَ الْمُتَمَيِّنُ الْخَمْرَ، وَالْفَتَاثُ وَهُوَ النَّمَامُ۔ چار قسم کے افراد جنت میں داخل نہیں ہوں گے: کابن، منافق، شرابی اور چغل خور۔

(امالی صدوق ص ۲۳۳۔ بحار الانوار ج ۷۵، ص ۲۶۳)

(۲) کچھ لوگوں نے منصور دوامقی سے امام جعفر صادق کی چغلی کھائی تھی۔ اس نے امام کو دربار میں بلا کر اپنی ناراضگی کا اظہار کیا۔ امام نے اس سے فرمایا: تم کو چاہیے کہ اپنے اہل قرابت کے لیے اس شخص کی بات پر اعتماد نہ کرو جس پر اللہ نے جنت کو حرام کیا ہے اور جس کا ٹھکانا جہنم ہے۔ چغل خور جھوٹ کا گواہ اور اہلیس کی طرح لوگوں میں دشمنی پیدا کرتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصِيبُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ ۗ اے ایمان والو! جب کبھی کوئی فاسق تمہارے پاس خبر لے کر آئے تو اس کی خوب تحقیق کر لیا کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم لاعلمی کی وجہ سے کسی جماعت کو نقصان پہنچاؤ اور بعد میں تمہیں پچھتانا پڑے۔ (سورہ حجرات: آیت ۶) (بحار الانوار ج ۷۵، ص ۲۶۳)

(۳) امام علیؑ راوی ہیں کہ رسول مقبولؐ نے فرمایا: أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِشِرَارِكُمْ؟ قَالُوا: بَلَىٰ يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ: الْمَشَاوُونَ بِالنَّجْمَةِ الْمُفْرَقُونَ بَيْنَ الْأَحْبَةِ، الْبَاهُونَ لِلْبِرَاءِ الْعَيْبِ۔ کیا میں تمہیں تمہارے بدترین افراد

کے متعلق نہ بتاؤں؟ صحابہ نے عرض کیا: ضرور یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: وہ لوگ انتہائی برے ہیں جو لگائی بجھائی کر کے دوستوں میں جدائی ڈالتے ہیں اور بیگانا ہوں پر الزام تراشی کرتے ہیں۔ (خصال ج ۳، ص ۸۶)

(۴) امیر المؤمنین نے فرمایا ہے: لگائی بجھائی کرنا، پیشاب کے چھینٹوں سے احتیاط نہ کرنا اور زیادہ عرصے تک بیوی بچوں سے دور رہنا عذاب قبر کا موجب بنتے ہیں۔ (علل الشرائع ج ۱، ص ۲۹۱۔ بحار ج ۷۵، ۷۶)

(۵) ایک شخص نے امیر المؤمنین علیہ السلام کی خدمت میں ایک چٹھی لکھی جس میں کسی کی چٹلی کھائی تو آپ نے فرمایا: اگر تو نے اس چٹھی میں سچ لکھا ہے تو تو نے ہمیں ناراض کیا ہے اور اگر جھوٹ لکھا ہے تو ہم تجھ پر تعزیر جاری کریں گے اور اگر تو اپنی چٹھی واپس لے لے تو ہم تجھے معاف کر دیں گے۔ اس شخص نے عرض کیا کہ میں اپنی چٹھی واپس لیتا ہوں۔ آپ مجھے معاف کر دیں۔ امیر المؤمنین نے اسے معاف کر دیا۔

(بحار الانوار ج ۷۵، ص ۲۶۶۔ الاختصاص، ص ۲۲۸)

۵۷۔ لوگوں کے راز فاش کرنا

سورہ تحریم کی ابتدائی آیات میں ہے کہ رسول اللہ نے اپنی ایک زوجہ سے کوئی ”راز“ لے لیا تو اس

۱۔ کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے اپنی بیوی ام المؤمنین حضرت زینبؓ کے پاس شہد لیا لیا۔ جب آپ حضرت عائشہؓ اور حفصہؓ کے پاس آئے تو ان دونوں نے جیسا کہ پہلے صلاح کر رکھی تھی آپ سے کہا کہ آپ کے منہ سے بو آتی ہے۔ آپ کو بو سے سخت نفرت تھی تو آپ نے فرمایا کہ میں آئندہ کبھی شہد نہیں ہوں گا۔ بعض کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے حضرت حفصہؓ کو خوش کرنے کیلئے ماریہ قبطیہ کو جو آپ کی حرم اور آپ کے صاحبزادے ابراہیم کی والدہ تھیں اپنے اوپر حرام کر لیا تھا تب یہ آیت اتری۔ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماریہ کو جو اپنے اوپر حرام کر لیا تو حضرت حفصہؓ سے فرمایا کہ یہ حال کسی سے بیان نہ کرنا۔ حفصہؓ اور عائشہؓ میں بہت موافقت تھی۔ انھوں اس کو حضرت عائشہؓ پر ظاہر کر دیا۔ خدا نے اس حال سے آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلق فرمایا۔

(ترجمہ قرآن مجید از مولانا فتح محمد جالندھری، حاشیہ نمبر ۲۹۷-۲۹۹)

علامہ سید مرتضیٰ عسکری اپنی کتاب احیائے دین میں ائمہ اہلبیتؑ کا کردار، جلد دوم، مطبوعہ مجمع علمی اسلامی میں رقمطراز ہیں:

ان آیات کی شان نزول یہ ہے کہ ایک دن رسول اکرمؐ نے بی بی حفصہؓ کو بتایا کہ میرے بعد عائشہؓ کے والد تمہارے والد کی مدد سے حکومت حاصل کرنے کی کوشش کریں گے (اور اس کے بعد تمہارے والد حکومت حاصل کریں گے) پھر آنحضرتؐ نے بی بی حفصہؓ سے فرمایا کہ یہ راز ہے اس کا کسی سے ذکر نہ کرنا مگر بی بی حفصہؓ نے اس راز کو فاش کر دیا اور جا کر بی بی عائشہؓ کو یہ بات بتادی اور بی بی عائشہؓ نے یہی بات اپنے والد سے جا کر کہی اور انہوں نے حضرت عمرؓ کو بتادی۔ پھر حضرت عمرؓ نے اپنی صاحبزادی بی بی حفصہؓ سے کہا کہ ہمیں بھی وہ راز بتاؤ تاکہ ہم ابھی سے حصول حکومت کی کوشش شروع کر دیں۔ بی بی حفصہؓ نے سارا ماہر اپنے والد کے گوش گزار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاکؐ کو وحی کے ذریعے بتا دیا کہ آپ کا راز اب راز نہیں رہا کیونکہ آپ کی بیویوں نے اسے افشا کر دیا ہے۔ رسول اکرمؐ نے بی بی حفصہؓ سے راز افشا کرنے کی شکایت کی۔ بی بی حفصہؓ نے کہا کہ آپ سے کس نے کہا ہے کہ میں نے آپ کا راز فاش کر دیا ہے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مجھے خداوند عظیم و جبار نے خبر دی ہے۔ آپ نے جو حصہ نہیں بتایا تھا وہ یقیناً یہی تھا کہ تم دونوں کے والد نے ابھی سے اپنی کوششوں کا آغاز کر دیا ہے۔ (رضوانی)

نے وہ راز افشا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات سے اپنے رسولؐ کو مطلع فرما دیا۔ رسول اللہؐ نے اپنی زوجہ کو وہ بات کچھ بتائی اور کچھ نہ بتائی۔ جب رسول اللہؐ نے وہ بات بتائی تو پوچھنے لگیں کہ آپ کو یہ کس نے بتایا؟ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ مجھے خداوند عظیم و خبیر نے بتایا ہے۔ ان آیات کی تفسیر میں امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں کہ جب رسول خداؐ نے حرہ سے متعہ کیا تو آپ نے اپنی زوجہ سے فرمایا: اس بات کو راز رکھنا اور کسی سے نہ کہنا لیکن اس نے یہ راز افشا کر دیا۔ ازواج رسولؐ نے اس وجہ سے آنحضرتؐ کے خلاف محاذ بنالیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ وہ میرے لیے حلال تھی اور میں نے اس سے متعہ کیا ہے۔ (شیخ مفید، خلاصۃ الایجاز ص ۲۵)

سورہ نساء آیت ۸۳ وَ إِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوْ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ... ”جب ان کے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر پہنچتی ہے تو وہ اسے مشہور کر دیتے ہیں“ کے ضمن میں امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: **الْمُذْبِئِعُ عَلَيْنَا مِرْنَا كَالشَّاهِرِ بِسَيْفِهِ عَلَيْنَا، وَرَحِمَ اللَّهُ عَبْدًا سَمِعَ بِمَكْنُونِ عَلِمْنَا فَذَقْنَاهُ تَحْتَ قَدَمَيْهِ.** جو ہمارے راز کو دشمنوں کے سامنے فاش کرے وہ اس شخص کی طرح ہے جو ہمارے مقابلے پر تلوار سونت لے۔ اللہ ایسے شخص پر رحم کرے جو ہمارے پوشیدہ علم کو سنے تو اسے اپنے قدموں تلے دفن کر دے اور دشمنوں سے بیان نہ کرے۔ (مستدرک الوسائل ج ۱۲، ص ۲۹۵)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: **مَنْ سَتَرَ عَلَيَّ مُؤْمِنٍ عَوْرَةً يَخَافُهَا سَتَرَ اللَّهُ عَلَيْهِ سَبْعِينَ عَوْرَةً مِنْ عَوْرَاتِهِ الَّتِي يَخَافُهَا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ.** جو کسی مومن کے راز اور آبرو کی حفاظت کرے اور اس کے عیب کو چھپائے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے ستر عیبوں اور رازوں کی پردہ پوشی کرے گا۔ اللہ اس وقت تک مومن کی مدد کرتا ہے جب تک وہ اپنے مومن بھائی کی مدد کرتا ہے۔ لوگو! نصیحت سے فائدہ اٹھاؤ اور نیک کاموں کی طرف رغبت کرو۔ (ثواب الاعمال ص ۱۳۵)

مؤلف کہتا ہے: ائمہ نے اموی دور میں تقیہ پر خصوصی زور دیا تھا۔ جابر روایت کرتے ہیں کہ میں ایام جوانی میں امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے پوچھا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ میں کوفہ کا رہنے والا ہوں۔ آپ نے پوچھا: یہاں کیوں آئے ہو؟ میں نے عرض کیا: آپ سے علم حاصل کرنے آیا ہوں۔ امام نے ایک کتاب میرے حوالے کی اور فرمایا: جاؤ! اس کتاب کو پڑھو۔ جب تک بنی امیہ برسر اقتدار ہیں اس کے مطالب کسی سے بیان نہ کرنا۔ اگر تم نے بنی امیہ کی حکومت کے دوران کسی سے یہ مطالب بیان کئے تو تم پر میری اور میرے آباء کی لعنت ہوگی اور بنی امیہ کے سقوط کے بعد اگر تم نے اس کے مطالب کو چھپایا تو تم پر میری اور میرے آباء کی لعنت ہوگی۔ (مستدرک الوسائل ج ۱۲، ص ۲۹۹)

رازوں کی حفاظت کے لیے ہادیان دین کی سفارشات

امام علی رضاؑ فرماتے ہیں: کوئی مومن اس وقت تک ایمان کے کمال تک نہیں پہنچ سکتا جب تک اس

میں اللہ کی ایک خصلت، اللہ کے رسولؐ کی ایک خصلت اور اللہ کے ولی کی ایک خصلت جمع نہ ہو جائے۔
 اللہ کی خصلت راز کا چھپانا ہے جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے: عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا
 وہ غیب کی بات جاننے والا ہے اور کسی پر اپنے غیب کو ظاہر نہیں کرتا۔ (سورہ جن: آیت ۲۶)
 رسولؐ کی خصلت درگزر کرنا، نیکی کا حکم دینا اور جاہلوں سے کنارہ کشی کرنا ہے جیسا کہ اللہ نے آپ کو
 حکم دیا تھا: خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ ○ درگزر کی عادت اپنائیں، نیکی کا حکم دیں اور
 جاہلوں سے کنارہ کشی کریں۔ (سورہ اعراف: آیت ۱۹۹)

اللہ کے ولی کی خصلت مصیبتوں پر صبر کرنا ہے۔ قرآن مجید فرماتا ہے وَالصَّابِرِينَ لِيُبْأَنِّ الْبَسَاءِ وَالصَّرَآءِ
 وہ سختی اور تکلیف میں صبر کرنے والے ہیں۔ (سورہ بقرہ: آیت ۱۷۷)

امام علیؑ علیہ السلام نے فرمایا ہے: مَنْ كَتَمَ سِرَّهُ كَتَمَتْ السُّخْرَةَ فِي يَدِهِ. جو اپنا راز چھپائے گا تو
 انتخاب کا حق اس کے ہاتھ میں ہوگا۔ (ابن ابی الحدید معتزلی، شرح نہج البلاغہ ج ۱۸، ص ۳۸۳)
 الظُّفْرُ بِالسُّخْرَمِ، وَالْحَزْمُ بِاجَالَةِ الرَّأْيِ، وَالرَّأْيُ بِتَخْصِيصِ الْأَسْرَارِ. کامیابی کے لیے احتیاط
 ضروری ہے اور احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ اپنی رائے کا جلد اظہار نہیں کرنا چاہیے اور رائے کی مضبوطی کا دار و مدار
 رازوں کی حفاظت میں ہے۔ (ابن ابی الحدید معتزلی، شرح نہج البلاغہ ج ۱۸، ص ۱۷۷)

آمدی کی غرارہم میں ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:
 أَلْقِ السُّبْحَانَ إِذَا صَاعَتُ السَّيْرِ. راز فاش کرنا بدترین خیانت ہے۔ (رقم ۱۸۶۳)
 سِرُّكَ أَسِيرُكَ فَإِنْ أَفْسَيْتَهُ صِرْتَ أَسِيرَهُ. تمہارا راز تمہارا قیدی ہے۔ جب تم اسے افشا کرتے
 ہو تو تم اس کے قیدی بن جاتے ہو۔ (رقم ۵۶۳۰)

سِرُّكَ سَرُودُكَ إِنْ كَتَمْتَهُ، وَإِنْ أَدْعَيْتَهُ كَانَ نُبُودُكَ جب تک تم اپنا راز چھپاتے ہو تب تک وہ
 تمہاری خوشی کا ذریعہ ہے اور جب تم اسے فاش کر دیتے ہو تو وہ تمہاری ہلاکت کا سبب بن جاتا ہے (رقم ۵۶۱۶)
 امام جعفر صادق علیہ السلام کا ایک فرمودہ جسے بعض علماء نے موتیوں کا ہار کہا ہے یہ ہے:

أَلِيمُ قَضَاءِ فِرْقَةٍ، أَلِيمٌ عَادَاةٌ، قَلَّةُ الصَّبْرِ فَصِيحَةٌ، إِفْسَاءُ السَّرِّ سَقُوطٌ، السُّخْرَاءُ فِطْنَةٌ،
 أَلِيمٌ تَفَافُلٌ. عیب پکڑنا جدائی ڈال دیتا ہے۔ نکتہ چینی کرنا دشمنی پیدا کرتا ہے۔ بے صبری دکھانا شرمندگی لاتا
 ہے۔ رازوں کو فاش کرنا نظروں سے گرا دیتا ہے۔ سخاوت کرنا، عقل مندی کی دلیل ہے اور دوسروں کو بہت زیادہ
 ملامت کرنا غفلت کے وقت کا انتظار کرنا ہے۔ (تحف العقول ص ۳۱۵)

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور چنگل خور

امام جعفر صادق نے فرمایا کہ خدا نے حضرت موسیٰ کو وحی فرمائی کہ آپ کے اصحاب میں ایک شخص چنگل

خور ہے۔ حضرت موسیٰ نے عرض کیا: پروردگار! مجھے بتا وہ کون ہے تاکہ میں اسے اپنی صفوں سے نکال دوں۔ خدا نے فرمایا: موسیٰ! مجھے چغل خوری ناپسند ہے اور تم مجھ سے اس کی خواہش کرتے ہو؟ حضرت موسیٰ نے عرض کیا: خدایا! جب تک تو اس کا تعارف نہیں کرائے گا تو میں اسے کیسے پہچانوں گا؟ خدا نے فرمایا کہ تم اپنی قوم کو دس دس کی ٹولیوں میں تقسیم کرو اور قرعہ اندازی کرو۔ جس جماعت میں وہ شامل ہوگا قرعہ اسی جماعت کا نکلے گا۔ پھر ان دس افراد کی قرعہ اندازی کرو۔ قرعہ اس کے نام کا نکلے گا۔ حضرت موسیٰ نے اعلان کیا کہ مجھے چغل خور معلوم کرنا ہے لہذا پوری قوم جمع ہو جائے اور دس دس کی صف بنائے۔ جب چغل خور نے یہ سنا تو اسے یقین ہو گیا کہ میں ضرور پکڑا جاؤں گا۔ وہ حضرت موسیٰ کی خدمت میں آیا اور بولا کہ وہ گنہگار میں ہی ہوں۔ اب میں توبہ کرتا ہوں اور خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آئندہ یہ حرکت نہیں کروں گا۔ (تحف العقول ص ۲۶۶)

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص لوگوں سے دھوکا دفریب کرے گا خدا اس کی فریب کاری اور مکاری کو اسی پر پلٹا دے گا۔ (غرر الحکم، رقم ۸۸۳۲)

رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ بدترین افراد وہ ہیں جو دل میں لوگوں سے بغض و عداوت رکھیں اور لوگ بھی ان سے عداوت رکھیں اور جو لگائی بھائی کر کے دوستوں میں جدائی ڈالیں اور بے قصور لوگوں پر الزام لگائیں۔ قیامت کے دن خدا نہ ان پر نگاہ کرم کرے گا اور نہ ان کو پاک کرے گا۔ پھر آنحضرتؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: **هُوَ الَّذِي آتَاكَ بِنُصْرِهِ وَإِلَىٰ الْمُؤْمِنِينَ ۝ وَالْفِ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ...** (سورۃ انفال: آیت ۶۲-۶۳)

(بخار الانوار ج ۴۵، ص ۲۶۵۔ امالی ج ۲، ص ۷۷)

۵۸۔ چھپ چھپ کر باتیں سننا

علم نجوم سے پیشین گوئی کرنے کے عنوان سے کہانت کی بحث گزر چکی ہے۔ شیخ انصاری کی مکاسب میں ہے کہ بعثت پیغمبرؐ سے قبل آسمانوں کے دروازے جنوں اور شیطانوں کے لیے کھلے ہوئے تھے۔ وہ وہاں جا کر فرشتوں کی گفتگو سنا کرتے تھے اور پھر کانہوں کو بتا دیا کرتے تھے۔ پھر کاہن اس میں اپنی طرف سے اضافہ کر کے پیشین گوئیاں کرتے تھے لیکن جب رسول اکرمؐ مبعوث ہوئے تو آسمانوں میں شیاطین کا داخلہ ممنوع کر دیا گیا۔ اس وقت کاہن جو پیشین گوئیاں کرتے ہیں یا کسی قاتل اور چور کی نشاندہی کرتے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہیں اور شیاطین ان کی باتیں سن کر کانہوں تک پہنچا دیتے ہیں اور یوں وہ بہت سی باتوں سے آگاہ ہو جاتے ہیں۔ (ج ۲، ص ۳۵)

مؤلف عرض کرتا ہے کہ جادو کی بحث میں ہم یہ عرض کر چکے ہیں کہ کہانت دراصل جادو کی ہی ایک شاخ ہے اور جادوگر بالاتفاق کافر ہے اور چھپ چھپ کر باتیں سننا بھی جسے اصطلاحی طور پر استراق سمع کہا جاتا ہے جحس اور چغل خوری کی طرح حرام ہے۔ اس سلسلے کی چند روایات پیش خدمت ہیں:

(۱) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگوں میں سے بدترین شخص ”ثلث“ ہے۔ صحابہ نے پوچھا:

یا رسول اللہ! مثلت کیا ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ مثلت وہ شخص ہوتا ہے جو کسی ظالم بادشاہ کے پاس اپنے مومن بھائی کی چغلی کھائے اور یوں نہ صرف اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالے بلکہ اپنے مومن بھائی اور بادشاہ کو بھی ہلاکت میں ڈالے۔ (سفینة البحار ج ۱، ص ۶۲۵)

رسول اکرمؐ نے امام علیؑ سے فرمایا: اس امت کے دس افراد خداوند عظیم کے منکر ہیں:

(۱) چغلی کھانے اور لنگائی بھجائی کرنے والا (۲) بیوی کو بدکاری سے نہ روکنے والا (۳) عورت سے وطی فی الدبر کے لیے نکاح کرنے والا (۴) جادو ٹونا کرنے والا (۵) جانور کے ساتھ بد فعلی کرنے والا (۶) محرم سے نکاح کرنے والا (۷) فتنہ بھڑکانے والا (۸) اسلام دشمنوں کو ہتھیار پہنچنے والا (۹) زکات نہ دینے والا اور (۱۰) مستطیع ہونے کے باوجود حج نہ کرنے والا۔ (خصال ج ۲، ص ۶۔ بحار الانوار ج ۶۲، ص ۱۲۱)

امیر المؤمنین علیہ السلام نے جناب مالک اشترؓ کو لکھا تھا: خبردار! چغل خور کی بات کی تصدیق کے لیے کبھی جلدی نہ کرنا کیونکہ چغل خور خیر خواہی کا لبادہ اوڑھ کر دشمنی کرتا ہے۔ (نہج البلاغہ، مکتوب ۵۳)

۵۹۔ مکر و حیلہ، ملاوٹ اور خیانت

یہ ایک حقیقت ہے کہ دین اسلام خدا و رسولؐ، اماموں اور دیگر بندگان خدا کی خیر خواہی کا نام ہے۔ امام زین العابدینؑ نے جملہ حقوق کو رسالۃ الحقوق میں جمع کیا ہے۔ ہر صاحب ایمان کا فرض ہے کہ وہ اپنے امام کی تعلیمات سے آگاہی حاصل کرے اور اس پر دل و جان سے عمل کرے۔ اسلام میں جہاں مسلمانوں کی خیر خواہی کو افضل عبادت کا درجہ حاصل ہے وہاں مسلمانوں سے مکر و حیلہ کو بدترین جرم قرار دیا گیا ہے۔

قرآن مکر و فریب کرنے والوں کے بارے میں کہتا ہے:

... وَالَّذِينَ يَمْكُرُونَ السَّيِّئَاتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَمَكْرُ أُولَٰئِكَ هُوَ يَبُورُ ۝
جو لوگ برے برے مکر کرتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے اور ان کا مکر نابود ہو جائے گا۔ (سورۃ فاطر: آیت ۱۰)

فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكْرِهِمْ ۗ اَنَا دَمَرْنَا هُمْ وَ قَوْمُهُمْ اَجْمَعِينَ ۝ فَلَئِكَ بَيُّوتُهُمْ خَاوِيَةً بِمَا ظَلَمُوا ۗ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰةَ لِّقَوْمٍ يَعْلَمُوْنَ ۝
دیکھ لو کہ ان کے مکر کا انجام کیا ہوا۔ ہم نے ان کو اور ان کی قوم سب کو تباہ کر ڈالا۔ اب یہ ان کے گمراہی کے ظلم کے سبب خالی پڑے ہیں۔ جو لوگ دانش رکھتے ہیں ان کے لیے اس میں نشانی ہے۔ (سورۃ نمل: آیت ۵۲)

مکر و فریب کی مذمت کے لیے حسب ذیل روایات ملاحظہ فرمائیں:

(۱) حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا: مَنْ كَانَ مُسْلِمًا فَلَا يَمْكُرُ وَلَا يَخْدَعُ ، فَلَا يَسْمَعُ جِبْرَائِيلَ يَقُولُ: اِنَّ الْمَكْرَ وَالْخَدِيْعَةَ فِي النَّارِ . ثُمَّ قَالَ ﷺ: لَيْسَ مِنْ اُمَّةٍ غَشَّ مُسْلِمًا ، وَ لَيْسَ مِنْ اُمَّةٍ خَانَ مُسْلِمًا
مسلمان مکر اور فریب نہیں کرتا۔ میں نے جبریل امینؑ سے سنا وہ کہتے تھے کہ مکر اور فریب کرنے والا شخص دوزخ

میں جائے گا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ وہ شخص ہم میں سے نہیں جو مسلمان کو دھوکا دے اور وہ ہم میں سے نہیں جو مسلمان سے خیانت کرے۔ (بخاری الانوار ج ۵۷، ص ۲۸۴)

(۲) نبی کریم نے فرمایا: مَنْ غَشَّ مُسْلِمًا فِي شَرَاءٍ أَوْ بَيْعٍ فَلَيْسَ مِنَّا ، وَيُحْشَرُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ الْيَهُودِ ، لِأَنَّهُ أَغَشَّ الْخَلْقَ لِلْمُسْلِمِينَ . جو شخص کسی مسلمان کو خرید و فروخت میں دھوکا دے تو وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ ایسا شخص قیامت کے دن یہودیوں کے ساتھ محشور ہوگا کیونکہ وہ تمام مخلوق کی بہ نسبت مسلمانوں سے زیادہ دھوکا بازی کیا کرتے تھے۔ (شیخ صدوق، امالی ص ۱۵۵)

(۳) آنحضرتؐ نے فرمایا: جو شخص کسی مسلمان کے لیے دھوکے کا ارادہ کرے رات بسر کرے تو ساری رات اللہ کی ناراضگی میں بسر ہوگی اور جب صبح کرے گا تو اللہ کی ناراضگی میں گرفتار ہوگا اور جب تک اپنے ارادے سے توبہ نہ کرے گا اس وقت تک خدا کی ناراضگی میں مبتلا رہے گا۔ (امالی صدوق ص ۲۵۷)

خصال صدوق میں حضرت امیر المومنینؑ کی جو چار سو نصیحتیں مرقوم ہیں ان میں ایک نصیحت یہ بھی ہے: مومن اپنے ایمانی بھائی کو دھوکا نہیں دیتا، اس سے خیانت نہیں کرتا، اسے ذلیل نہیں کرتا اور اس پر تہمت نہیں لگاتا اور اس سے یہ نہیں کہتا کہ میں تجھ سے بیزار ہوں۔ (ج ۲، ص ۱۶۱)

(۴) اصح بن نباتہ راوی ہیں کہ ایک دن امیر المومنینؑ نے مسجد کوفہ کے منبر پر ارشاد فرمایا: لوگو! حیلہ و مکر قابل ملامت نہ ہوتے تو میں سب سے بڑا چالاک ہوتا لیکن یاد رکھو کہ حیلہ و خیانت، فجور ہے اور فجور کفر ہے اور غدر، فجور اور خیانت کا مرکب دوزخ میں جائے گا۔ (بخاری الانوار ج ۷۵، ص ۲۹۰۔ کافی ج ۲، ص ۳۳۸)

مرحوم آیت اللہ ثینی اپنی کتاب تحریر الوسیلہ میں فرماتے ہیں: خرید و فروخت میں ملاوٹ کرنا حرام ہے مثلاً دودھ میں پانی ملانا، عمدہ گندم میں گھٹیا گندم ملانا، گھی میں چربی ملانا اور اصلی گھی میں بنا سیتی گھی ملانا حرام ہے اور اس کی خرید و فروخت حرام ہے۔ البتہ دکاندار گاہک کو بتا دے کہ اس میں فلاں چیز کی اتنی آمیزش موجود ہے۔ اس کے باوجود گاہک خرید کرنا چاہے تو پھر حلال ہے۔ اگر دکاندار گاہک کو ملاوٹ سے آگاہ نہ کرے تو گاہک کو سودا منسوخ کرنے کا حق حاصل ہے لیکن یہ معاملہ اصلاً باطل نہیں ہوگا۔ البتہ اگر ایک جنس کے نام پر دوسری جنس فروخت کی جائے تو یہ معاملہ اصلاً باطل ہے مثلاً اگر کوئی شخص کسی عام دھات کی طمع کاری کر کے اسے سونا یا چاندی کہہ کر بیچے تو اس صورت میں معاملہ اصلاً باطل ہے۔ (ج ۱، ص ۳۹۷)

ملاوٹ اور دھوکا دہی کے لیے عربی زبان میں غبن، خدعہ، خیانت، غل، غدر اور مکر کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ یہ تمام الفاظ ایک دوسرے کے قریب المعنی ہیں لیکن ان میں سے لفظ غبن زیادہ تر کم تولنے کے معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ اگر کوئی دکاندار روزمرہ کی قیمت سے زیادہ قیمت وصول کرے تو اس کو غبن فی المعاملہ کہا جاتا ہے اور اس صورت میں خریدار سودا منسوخ کر سکتا ہے۔

کافی جلد ۵ میں ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

غَبْنُ الْمُؤْمِنِ حَرَامٌ. مؤمن کو (معاملہ میں) دھوکا دینا حرام ہے۔

غَبْنُ الْمُسْتُرْمِلِ سُحْتٌ. دھوکے کے ساتھ گاہک سے لی جانے والی رقم حرام ہے۔

غَبْنُ الْمُسْتُرْمِلِ رِبَاٌ. دھوکے کے ساتھ گاہک سے لی جانے والی رقم سود ہے۔

مولف عرض کرتا ہے کہ قرآن کریم میں ایک سورہ کا نام تباہن ہے جس میں کہا گیا ہے کہ قیامت کا دن تباہن کا دن ہوگا اور اسے روز تباہن کہنے کی وجہ غالباً یہ ہے کہ اس دن لوگوں کو ایک دوسرے سے خیانت کا بدلہ دیا جائے گا۔

لفظ خیانت تمام معانی و موارد میں یکساں استعمال ہوتا ہے البتہ لفظ امانت کے متضاد کے طور پر یہ لفظ زیادہ استعمال ہوتا ہے مثلاً امانت میں خیانت یا مجالس امانت ہیں اور ان کا راز فاش کرنا خیانت ہے جیسے الفاظ ہم اپنی روزمرہ گفتگو میں استعمال کرتے ہیں۔

لفظ غدر خیانت کی بدترین قسم کے لیے بولا جاتا ہے۔

غرر الحکم میں ہے کہ امام علی علیہ السلام نے فرمایا:

الْغَدْرُ أَقْبَحُ الْخِيَانَتَيْنِ. غدر بدترین خیانت ہے۔ (رقم ۱۶۹۰)

مِنَ الْفَحِشِ الْخِيَانَةُ الْوَدَائِعُ اَلْاَمَانَتِ فِي خِيَانَتِ بَدْرَتَيْنِ خِيَانَتِ هِيَ۔ (رقم ۹۳۱۰)

اِذَا ظَهَرَتِ الْخِيَانَاتُ اِزْتَفَعَتِ الْمُبْرَكَاتُ. جب خیانتیں بڑھ جاتی ہیں تو برکتیں اٹھ جاتی ہیں۔

امام صادق کا ارشاد ہے: شَرُّ الرِّجَالِ الشُّجَارُ النُّحُونَةُ لَوْ كُنَّ مِنْ سِوَةِ بَدْرَتَيْنِ خِيَانَتِ كَارِتَا جِرْ هِي۔

ہر خیانت بری ہے لیکن علم میں خیانت زیادہ بری ہے اور اسرار و علوم کو نااہلوں اور دشمنوں تک پہنچانا یا واقعات و حالات کو توڑ مروڑ کے پیش کرنا اور علوم کو پڑھانے میں کجروی کرنا علی خیانت ہے۔ حدیث رسول ہے: تَنَاصَحُوا فِي الْعِلْمِ فَإِنَّ خِيَانَةَ أَحَدِكُمْ فِي عِلْمِهِ أَشَدُّ مِنْ خِيَانَتِهِ فِي مَالِهِ. علم کے پہنچانے میں خیر خرابی سے کام لو کیونکہ علم میں خیانت مالی خیانت سے کہیں بدتر ہے۔ (بحار الانوار ج ۲، ص ۶۸)

غش کا لفظ خرید و فروخت کے معاملات میں استعمال ہوتا ہے اور اس سے یہ مقصود ہے کہ انسان اپنے مال کو خلاف واقع کہہ کر بیچے یا اس کے عیب کو چھپائے۔ ہادیان دین کی زبانی اس طرز عمل کی شدید مذمت وارد ہوئی ہے۔ امام علی نے فرمایا: اَلْفَشُّ شَرُّ الْمَكْرِ. ملاوت کرنا بدترین حیلہ ہے۔ (غرر الحکم)

امیر المومنین کا فرمان ہے: اَلْفَشُّ مِنْ اَخْلَاقِ الْبَلَاءِ. ملاوت پست اور ذلیل افراد کا حربہ ہے۔

رسول اکرم کا فرمان ہے: مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے۔ اگر کسی چیز میں عیب ہو تو مسلمان کو بتائے

بغیر وہ چیز فروخت نہ کرے۔ (کنز العمال، حدیث ۹۵۰۲)

ایک شخص غلطی سے گزرے تو فرمایا: کیا اس غلطی کے اوپر اور نیچے کا

حصہ یکساں ہے؟ جو مسلمانوں کو دھوکا دے: وہ ان سے نہیں ہے۔ (کنز العمال، حدیث ۹۵۱۲)

۶۰۔ ناواقف شخص کو دھوکا دینا

لوگوں کو دھوکا دینا انتہائی قابل مذمت ہے اور خاص کر کسی ناواقف شخص کو دھوکا دینا اور بھی زیادہ بری بات ہے۔ ایک ایسا شخص جسے مال کے اچھے یا برے ہونے کا کوئی علم نہ ہو، وہ دکاندار کے ایمان پر سودا خریدنے آیا ہو اور دکاندار اس سے دھوکا کرے تو یہ نہایت بری بات ہے۔

معصومین نے اپنے ارشادات عالیہ میں لوگوں کو اس طرف متوجہ کیا ہے مثلاً امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ناواقف افراد جو دکاندار پر بھروسہ کر کے معاملہ دکاندار کے سپرد کر دیں ان سے دھوکا کرنا حرام ہے اور دھوکا دہی سے جو اضافی رقم لی گئی ہو وہ نجس ہے۔ مومن کو دھوکا دینا حرام ہے اور ناواقف افراد کو دھوکا دے کر اضافی رقم وصول کرنا سود کی طرح سے حرام ہے۔ (من لا یحضرہ الفقیہ ج ۲، ص ۲۷۲۔ کانی ج ۵، ص ۱۵۳) بعض روایات میں ہے کہ اگر کوئی دکاندار کسی سے کہے کہ میری دکان پر آؤ میں تم سے بھلائی کروں گا تو اس صورت میں دکاندار کے لیے گاہک سے منافع کمانا حرام ہے۔

۶۱۔ خوشامد اور چالپوسی

خوشامد ایک روحانی بیماری ہے۔ خوشامد کرنے والا شخص ظاہری طور پر کسی سے محبت جتاتا ہے جبکہ قلبی طور پر وہ اس سے محبت نہیں رکھتا۔ خوشامد دراصل منافقت اور دوغلو پن ہے۔

رسول پاکؐ کی حدیث ہے: اُخْشُوا لِهِي وَخُذُوا الْمَدَائِحِينَ النَّزَابَ. تعریف کرنے والوں کے منہ میں خاک ڈالو۔ (مکارم الاخلاق ص ۴۲۸) اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ ان کی حوصلہ شکنی کرو۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: جو کسی ظالم سلطان کی تعریف کرے، اس کے سامنے اظہار خضوع کرے اور دنیاوی فائدے کے لیے اس کے گرد چکر لگائے وہ جہنم میں اس ظالم سلطان کا ہم نشین ہوگا۔ (ایضاً)

امیرالمومنینؑ نے فرمایا: استحقاق سے زیادہ تعریف کرنا خوشامد ہے اور استحقاق سے کم تعریف کرنا یا تو عاجزی ہے یا حسد ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ بہت سے انسان خوشامد سننے کی وجہ سے ہلاک ہوئے ہیں۔ آپ نے اپنے ایک ساتھی سے فرمایا کہ خوشامد سے پرہیز کرو کیونکہ یہ ایمانی صفت نہیں ہے۔

(مستدرک السفینۃ البحار ج ۹، ص ۳۳۳)

امام علیؑ نے اپنے صحابی ہمام سے فرمایا تھا کہ جب کسی مومن کو سراہا جاتا ہے تو وہ اپنے حق میں کمی ہوئی باتوں سے لرز اٹھتا ہے اور کہتا ہے: خدایا! میں دوسروں سے زیادہ اپنے آپ کو جانتا ہوں اور میرا پروردگار مجھ سے بھی زیادہ مجھ کو جانتا ہے۔ خدایا! ان کی باتوں پر میری گرفت نہ کرنا اور میرے متعلق جو یہ حسن ظن رکھتے ہیں مجھے اس سے بہتر قرار دینا اور میرے ان گناہوں کو بخش دینا جو ان کے علم میں نہیں ہیں۔ (نہج البلاغہ، ۱۹۱) امام علیؑ فرماتے ہیں کہ مومن حسد اور خوشامد نہیں کرتا مگر طلب علم کے لیے۔ (مستدرک الوسائل ج ۸)

۶۲۔ حسد

حسد ایک روحانی بیماری ہے۔ قرآن کریم اور ارشادات معصومین میں اس کی شدید مذمت آئی ہے۔ سورہ لفق میں خدا نے چار قسم کی برائیوں سے بچنے کے لیے اپنی پناہ میں آنے کا حکم دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ ۝ وَمِنْ شَرِّ النَّفَّاثَاتِ فِي الْعُقَدِ ۝
وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ ۝

(۱) ہر مخلوق کی برائی سے (۲) شب تیرہ و تاریک کی برائی سے
(۳) گندوں پر پھونکنے والیوں کی برائی سے اور (۴) حسد کرنے والوں کی برائی سے
جب تک انسان اپنے آپ کو خدا کی پناہ میں نہ دیدے اس وقت تک ان شرروں سے بچنا ناممکن ہے۔
امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: کبھی مومن غصے میں ایک ایسی بات کہہ دیتا ہے جس سے وہ کافر ہو جاتا ہے اور حسد ایمان کو ایسے کھا جاتا ہے جیسے آگ خشک لکڑی کو کھا جاتی ہے۔ (کافی ج ۲، ص ۳۰۶)
امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ حسد اور گھمنڈ دین کے لیے آفت ہیں۔ نیز یہ کہ مومن رشک کرتا ہے حسد نہیں کرتا جبکہ منافق حسد کرتا ہے رشک نہیں کرتا۔ (کافی ج ۲، ص ۳۰۷)
مرحوم محقق نے شرائع میں گواہ کی عدالت کے ضمن میں لکھا ہے کہ حسد معصیت ہے۔ اسی طرح مومن کا بغض بھی معصیت ہے اور اس کا اظہار عدالت کے منافی ہے۔ صاحب جواہر الکلام علامہ شیخ محمد حسن نجفی نے اس کی شرح میں یوں لکھا ہے: احادیث میں مومن کی محبت کو واجب قرار دیا گیا ہے اور اس کی دشمنی سے منع کیا گیا ہے۔ اور اس مضمون کی روایات بہت زیادہ ہیں۔

صاحب کشف اللسام اور دیگر فقہاء کا قول ہے کہ ”مومن سے حسد اور دشمنی کا اظہار عدالت کے منافی ہے۔“ اس جملے کی تحقق کو ضرورت یوں محسوس ہوئی کہ حسد اور عداوت کا تعلق افعال قلب سے ہے لہذا جب تک ان کا اظہار نہ ہو اس وقت تک عدالت باقی رہتی ہے اور جب ان کا اظہار ہو تو پھر عدالت ساقط ہو جاتی ہے اور اگر یہ صفات دل میں موجود ہوں لیکن عملی طور پر ان کا اظہار نہ ہو تو اس کے متعلق شہید ثانی نے مسالک میں فرمایا ہے: دشمنی اور حسد کا اگرچہ عمل سے اظہار نہ بھی ہو پھر بھی یہ حرام ہیں۔

شیخ طوسی اپنی کتاب مبسوط میں لکھتے ہیں کہ اگر گواہ گالیاں دے یا فحش بات منہ سے نکالے تو وہ فاسق قرار پائے گا اور مومن کی دشمنی کی وجہ سے اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔ اگر وہ کسی کو گالیاں نہ دے اور فحش نہ کہے تو وہ فاسق نہیں ہوگا بلکہ اس کی گواہی قابل قبول ہوگی۔

شہید ثانی کی مسالک میں ہے کہ مومن کی مصیبت پر خوش ہونا اور مسرت پر ناخوش ہونا گناہ ہے۔

۶۳۔ غرور اور تکبر

غرور اور اکڑنوں ایک ناپسندیدہ عادت ہے۔ خدا کو تکبر سخت ناپسند ہے۔ ابلیس اسی تکبر کی وجہ سے رائدہ بارگاہ الہی قرار پایا تھا۔ سورہ ص آیت ۷۳-۷۴ میں حضرت آدم اور ابلیس کے قصے میں خدا نے فرمایا ہے:

فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ ۝ إِلَّا ابْنِيسَ اسْتَكْبَرُوا ۝ كَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ تمام فرشتوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس اکر بیٹھا اور کافروں میں سے ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں نفس اور شیاطین کے دوسوں اور حاسدین کے حسد سے اپنی پناہ میں رکھے۔ جب تک خدا کا فضل و کرم شامل حال نہ ہو اس وقت تک کوئی بھی خسارے اور شیاطین کے شر سے نہیں بچ سکتا اور پاکیزگی حاصل نہیں کر سکتا اس لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے آپ کو خداوند تبارک و تعالیٰ کی پناہ میں دیں۔ ہم خدا تعالیٰ سے نبی معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ طاہرین علیہم السلام کا واسطہ دے کر التجا کرتے ہیں کہ جس طرح اس نے اپنے فضل و کرم سے ہمیں پیدا کیا اور اپنی نعمتوں سے بہرہ مند فرمایا ہے اسی طرح اپنے فضل و کرم سے بھی نوازے اور ہمارا انجام بخیر فرمائے۔

یاد رکھئے کہ اچھی عادتیں ترقی کا زینہ ہیں اور بری عادتیں بدبختی کا پیش خیمہ ہیں۔ نعمت یا نعمت کا دار و مدار عادتوں پر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ احادیث میں تکبر اور حرص کی بہت مذمت کی گئی ہے۔

انسان کو دنیا کی چند نعمتیں پا کر مغرور نہیں ہونا چاہیے۔ امیر خن امام علیؑ نے کیا کمال کی بات کہی ہے:

اَلْاَفْتَحَارُ مِنْ صَغْرِ الْاَقْيَادِ۔ دوسروں پر فخر و مباہات کرنا انسان کے ناچیز اور ناتواں ہونے کی دلیل ہے۔

(غرور الحکم، رقم ۲۲۰۱)

آپ نے یہ بھی فرمایا ہے: ضَعْفُ فَعْوَكٍ وَاخْطَطُ كِبْرِكٍ وَاذْكُرْ قَبْرَكَ۔ فخر و مباہات چھوڑ دو، تکبر سے دوری اختیار کرو اور اپنی قبر کو یاد کرو۔ (بج البلاغہ، حکمت ۳۹۷)

مَنْ صَنَعَ شَيْئًا لِّلْمَفَاخِرَةِ حَشَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَسْوَدًا۔ جو شخص دوسروں پر برتری جتانے کے لیے کوئی کام کرے گا تو قیامت کے دن خدا اسے سیاہ صورت میں اٹھائے گا۔ (بخاری الانوار ج ۳، ص ۲۹۲)

فتح مکہ کے دن پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا:

لوگو! اللہ نے اسلام کے ذریعے زمانہ جاہلیت کی نخوتوں کا خاتمہ کر دیا ہے اور آباء و اجداد اور قبائل پر فخر کرنے کو حرام قرار دیا ہے۔ تم سب اولاد آدم ہو اور آدم مٹی سے بنے تھے۔ خدا کے ہاں تم میں سے عزت والا وہی ہے جو پرہیزگار اور خدا کا فرمانبردار ہے۔ (کتاب الزہد، ص ۵۶)

غرور کا علاج

غرور کی روحانی بیماری کا بہترین علاج انکساری اور خاکساری ہے جو تمام نیک عادات کا منبع ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے کہ خدا نے حضرت داؤد علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ منکسر اور خاکسار لوگ تمام لوگوں کی نسبت مجھ سے زیادہ قریب ہیں اور مغرور افراد میری رحمت سے بہت دور ہیں۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ انکساری کے کئی درجے ہیں :

(۱) انسان اپنی حیثیت کو پہچانے اور اپنی خوشی سے اپنے آپ کو اسی دائرے میں رکھے۔

(۲) دوسروں کے لیے وہی کچھ پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرے۔

(۳) دوسروں کی برائی کو اپنی بھلائی سے دور کرے۔

(۴) غصے پر قابو رکھے۔

(۵) دوسروں کا قصور معاف کرے کیونکہ اللہ نیکی کرنے والے کو پسند کرتا ہے۔ (کافی ج ۲، ص ۱۲۳)

حضرت رسول اکرم کا فرمان ہے: خدا نے میری طرف وحی فرمائی کہ لوگوں سے کہہ دو کہ وہ انکساری

اختیار کریں، کوئی کسی پر فخر نہ کرے اور کوئی کسی پر زیادتی نہ کرے۔ (الترغیب ج ۲، ص ۵۵۸)

امیرالمؤمنین کا ارشاد ہے: مَا لِابْنِ آدَمَ وَالْفَخْرِ: أَوْلَاهُ نُطْفَةٌ، وَآخِرُهُ جِنْفَةٌ، وَلَا يَرْزُقُ نَفْسَهُ،

وَلَا يَنْدَفِعُ حَتْفَهُ. فرزند آدم اور تکبر کا آپس میں کیا جوڑ ہے؟ اس کا آغاز نجس نطفے سے ہے اس کا انجام مردار کی

صورت میں ہے۔ وہ اپنے آپ کو رزق نہیں دے سکتا اور اپنی موت کو ہٹا نہیں سکتا۔ (نج البلاغہ، حکمت ۳۵۳)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے: مجھے متکبر انسان پر تعجب ہوتا ہے کیونکہ اس کی تخلیق نجس نطفے سے

ہوئی ہے۔ پھر مر کر وہ مردار بن جاتا ہے اور زندگی کے مرحلے میں وہ نجاست اٹھا کر پھرتا ہے۔ اسے معلوم نہیں

ہے کہ اس کا انجام کیا ہونے والا ہے۔

۶۲۔ ناحق غصہ کرنا

شیخ صدوق فقہ الرضا میں لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے امام علی رضا سے عرض کیا کہ آپ مجھے ایسی مختصر

ترین نصیحت کریں جس سے مجھے دنیا و آخرت کی بھلائی نصیب ہو۔ امام نے فرمایا: لَا تَغْضَبْ. غصہ نہ کرو۔

اسحاق بن عمار بیان کرتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ تورات میں یہ لکھا ہے:

فرزند آدم! جب تجھے غصہ آئے تو مجھے یاد کر لینا۔ جب میں غضبناک ہوں گا تو تجھے اپنی رحمت سے یاد کروں گا

اور تجھے ہلاکت سے بچاؤں گا اور جب کوئی تجھ پر ظلم کرے تو اپنا بدلہ خود لینے کی بجائے میرے سپرد کر دے۔

میں خود تیرا دفاع کروں گا اور میرا دفاع تیرے دفاع سے بہتر ہوگا۔ (وسائل الشیخہ ج ۱۲، ص ۴۷۹، باب ۵)

ایک بدو رسول اکرم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرا گھر یہاں سے

بہت دور ہے۔ میں روزانہ آپ کی خدمت میں حاضر نہیں ہو سکتا۔ آپ مجھے جامع قسم کی نصیحت فرمائیں۔

آنحضرت نے فرمایا کہ میں تجھے علم دیتا ہوں کہ غصہ نہ کرنا۔ بدو نے تین بار یہی سوال کیا اور آنحضرت نے ہر بار

یہی جواب دیا۔ اس کے بعد بدو نے کہا کہ اب میں رسول خدا سے اور کچھ نہیں پوچھوں گا۔ آپ نے مجھے جو حکم دیا ہے اسی میں ساری بھلائی ہے۔ (کافی ج ۲، ص ۲۰۳)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے آباء سے آنحضرتؐ کا یہ قول نقل کیا ہے: **الْفَضْبُ يُفْسِدُ الْإِيْمَانَ كَمَا يُفْسِدُ الْخَلُّ الْعَسْلَ**۔ غضب ایمان کو ایسے ہی تباہ کرتا ہے جیسا کہ سرکہ شہد کو فاسد کرتا ہے۔

(وسائل الشیخہ ج ۱۱، ص ۲۸۷)

مؤلف عرض کرتا ہے کہ مومن کو شایاں نہیں کہ وہ اپنی ذات کے لیے کسی پر غصہ کرے کیونکہ اسے غصہ آتا ہے تو دشمنان خدا پر آتا ہے اور اگر وہ کسی سے محبت کرتا ہے تو خدا کے محبوب کو ہی اپنی محبت کا مرکز بناتا ہے۔

۶۵۔ کینہ پروری اور بدخواہی

اسلام مسلمانوں سے کہتا ہے کہ وہ ایک دوسرے سے محبت کریں اور کافروں سے سختی سے پیش آئیں۔ ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن! اہل ایمان کو چاہیے کہ ایک دوسرے کے حق میں دعائے خیر کرتے رہا کریں۔ قرآن مجید میں ہے کہ اہل ایمان کہتے ہیں **وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ** ○ مومنوں کی طرف سے ہمارے دلوں میں کینہ نہ پیدا ہونے دے۔ اے ہمارے پروردگار تو بڑا شفقت کرنے والا مہربان ہے۔

(سورہ حشر: آیت ۱۰)

سورہ حمد پر نگاہ ڈالیے۔ آپ دیکھیں گے کہ ایک مسلمان جب سورہ حمد پڑھتا ہے تو وہ صرف اپنی ذات کے لیے دعا نہیں مانگتا بلکہ تمام برادران ایمانی کے لیے دعا مانگ کر یہ کہتا ہے **اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ** ہم سب کو صراط مستقیم کی ہدایت فرما۔ اور نماز کے آخر میں تمام نیک بندوں کے لیے سلامتی طلب کر کے کہتا ہے **الْسَّلَامُ عَلَيْنَا وَ عَلَىٰ عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ** ہم پر اور خدا کے تمام نیک بندوں پر سلامتی ہو۔ اسی طرح نماز جماعت میں شریک مسلمان ایک دوسرے کو سلامتی کی دعائیں دے کر یہ کہتے ہیں **الْسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهُ** تم پر سلامتی ہو اور اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں۔

کینہ پروری سے پاکیزگی

مسلمان کا سینہ اہل اسلام کے لیے محبت کا مرکز ہے لہذا اس سینے میں کینہ رکھ کر اسے آلودہ نہیں کرنا چاہیے۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد خیف میں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا: تین چیزیں ایسی ہیں جن کی وجہ سے دلوں سے کینہ دور ہوتا ہے: (۱) اللہ کے لیے اخلاص عمل (۲) مسلمان رہنماؤں کے لیے خیر خواہی (۳) مسلمانوں کی جماعت سے وابستگی۔ (کافی ج ۱، ص ۴۰۳)

کافی میں ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: مومن، مومن کا بھائی ہے۔ ایک مومن دوسرے کے لیے بمنزلہ آنکھ اور رہنما کے ہے۔ وہ نہ اس سے خیانت کرتا ہے، نہ اس پر ظلم کرتا ہے، نہ اسے دھوکا دیتا ہے اور نہ اس سے وعدہ خلافی کرتا ہے۔ نیز یہ کہ مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے۔ وہ نہ اس پر ظلم کرتا ہے، نہ اسے فریب دیتا ہے، نہ اسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے، نہ اس کی غیبت کرتا ہے، نہ اس سے خیانت کرتا ہے اور نہ اسے محروم رکھتا ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جبریلؑ نے ہر بار مجھے نصیحت کی کہ اے محمد (ص)! دل میں لوگوں کے بارے میں کینہ اور دشمنی نہ رکھو۔ (کافی ج ۲، ص ۳۰۱)

۶۶۔ اہل ایمان سے دشمنی رکھنا

اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ مومن ایک دوسرے سے محبت رکھیں اور آپس کی دشمنی سے دور رہیں۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوا بَيْنَ اَخْوَانِكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ
تمام مومن ایک دوسرے کے بھائی ہیں (لڑائی کی صورت میں) اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کراؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم ہو سکے۔ (سورہ حجرات: آیت ۱۰)

اللہ تعالیٰ نے ایسے اسباب کو حرام قرار دیا جو لوگوں میں دشمنی کا سبب بنتے ہیں۔ قرآن مجید کہتا ہے:
اِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ اَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمْ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْمِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُنْتَهُونَ
شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے سبب تمہارے آپس میں دشمنی اور رنجش دلوادے اور تمہیں خدا کی یاد سے اور نماز سے روک دے تو کیا تم رک جاؤ گے؟ (سورہ مائدہ: ۹۱)

ہر وہ قوم جس کے افراد میں ایک دوسرے کے لیے عداوت کے جذبات پرورش پا رہے ہوں وہ قوم منغسوب و مقہور ہوتی ہے۔ قرآن کہتا ہے: وَالْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ اِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ كُلَّمَا اَوْ قَلَدُوا نَارًا لَسَّ حَرِّبٍ اَطْفَاها اللّٰهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ اور ہم نے ان کے باہم عداوت اور بغض قیامت تک کے لیے ڈال دیا ہے۔ یہ جب جنگ کی آگ بھڑکاتے ہیں تو خدا اس کو بجھا دیتا ہے اور یہ ملک میں فساد کے لیے ڈورتے پھرتے ہیں۔ اور خدا فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (سورہ مائدہ: آیت ۶۴)

مذکورہ آیات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اللہ کو محبت و اخوت پسند ہے اور عداوت ناپسند ہے۔

اس مفہوم کی وضاحت کے لیے ارشادات معصومینؑ ملاحظہ فرمائیں کیونکہ معصومین قرآن کے حقیقی مفسر ہیں

حضرت رسول خداؐ نے فرمایا: آگاہ رہو کہ دشمنی اور کینہ تمہارے دین کو تباہ کرنے والی چیز ہیں۔

اس مقام پر یہ نکتہ ذہن نشین رہنا چاہیے کہ دشمنان دین سے دشمنی رکھنی چاہیے اور دینداروں سے دوستی

رکھنی چاہیے جیسا کہ امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا ہے: ہماری مودت کے دعویداروں میں کچھ ایسے بھی ہیں

جن کا فتنہ ہمارے شیعوں کے لیے دجال کے فتنے سے بھی زیادہ سخت ہے۔

راوی نے پوچھا: وہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ لوگ جو ہمارے دشمنوں سے دوستی اور دوستوں سے دشمنی رکھتے ہیں۔ ان کی اس روش سے حق اور باطل مخلوط ہو جاتا ہے اور معاملات مشتبہ ہو جاتے ہیں اور مومن اور منافق کی پہچان باقی نہیں رہتی۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۱، ص ۴۴۱)

بندگان خدا سے دوستی اور دشمنی کا مسئلہ اتنا حساس اور مؤثر ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے کچھ شیعوں سے فرمایا تھا: ایک شخص تم سے محبت کرتا ہے لیکن وہ تمہارے اصول و عقائد نہیں جانتا تو تم سے محبت رکھنے کی وجہ سے اللہ سے جنت میں داخل کر دے گا اور ایک شخص تم سے دشمنی رکھتا ہے اور اسے تمہارے عقائد کا علم نہیں ہے تو تم سے دشمنی کی وجہ سے اللہ اسے دوزخ میں ڈال دے گا۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۱، ص ۴۳۹)

ابو نجران بیان کرتے ہیں کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا: جس نے ہمارے شیعوں سے عداوت رکھی اس نے ہم سے عداوت رکھی اور جس نے ان سے محبت رکھی اس نے ہم سے محبت رکھی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ہمارا ہی ایک حصہ ہیں۔ انہیں ہماری طینت سے پیدا کیا گیا ہے۔ جو ان سے محبت رکھے وہ ہم میں سے ہے اور جو ان سے بغض رکھے اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں۔ جو ان کی سچی بات کو ٹھکرائے تو اس نے خدا کے فرمان کو ٹھکرایا ہے اور جو ان پر تہمت لگاتا ہے وہ دراصل خدا پر تہمت لگاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے شیعہ خدا کے حقیقی بندے ہیں اور خدا کے سچے دوست ہیں۔ ہمارے ہر شیعہ کو قبیلہ ربیعہ و مضر کے افراد کے برابر حق شفاعت دیا جائے گا اور خدا ان کی شفاعت کو قبول کرے گا۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۱، ص ۴۴۱)

(دعا ہے کہ خدا ہمیں لفظی شیعہ بننے کی بجائے امام علیہ السلام کا معنوی شیعہ بنائے)۔

۶۷۔ مومن پر تہمت لگانا

اسلام مسلمانوں کو مسلمان بھائیوں کے متعلق بدگمانی سے پرہیز کرنے کی تعلیم دیتا ہے اور سکھاتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے خفیہ معاملات کی ٹوہ میں نہ رہیں اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کریں اور ایک دوسرے کے عیب لوگوں کے سامنے بیان نہ کریں۔ غیبت مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے برابر ہے۔ مومنین کے افعال کی اچھی توجیہ کرنی چاہیے۔ مومن پر تہمت لگانا بدترین جرم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے سختی سے منع فرمایا ہے:

وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بَغْيٍ مَا كُفِّرُوا فَقَدْ اٰخْتَلَفُوا بَهْتَانًا وَاٰثِمًا مُّبِينًا ۝

مردوں اور مومن عورتوں کو ایسے کام کی تہمت سے جو انہوں نے نہ کیا ہو اذیت پہنچاتے ہیں تو وہ بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ (سورہ احزاب: آیت ۵۸)

ابن مامون حارثی بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ ایک مومن کا دوسرے مومن پر کیا حق ہے؟ آپ نے فرمایا کہ حق مومن کے سلسلے میں چند چیزیں واجب ہیں:

- (۱) مومن سے دل کی گہرائیوں سے محبت رکھے۔
- (۲) مومن اگر محتاج ہو تو اس کی مالی مدد کرے۔
- (۳) مومن اگر سفر پر گیا ہو تو اس کے گھریار کا خیال رکھے۔
- (۴) مومن پر کوئی ظلم کرے تو اس کی مدد کو پہنچے۔
- (۵) مومن اگر غنائم کی تقسیم کے وقت موجود نہ ہو تو اس کا حصہ لے کر محفوظ رکھے۔
- (۶) مومن کی وفات کے بعد اس کی قبر کی زیارت کو جائے۔
- (۷) مومن پر ظلم نہ کرے اور اس سے خیانت نہ کرے۔
- (۸) مومن کو تنگ دستی اور بیچارگی میں تنہا نہ چھوڑے۔
- (۹) مومن کی بات کی تکذیب نہ کرے اور اس سے جھوٹ نہ بولے۔
- (۱۰) مومن کو آف تک نہ کہے۔

پھر آپ نے فرمایا کہ جب کوئی مومن دوسرے مومن کو آف کہتا ہے تو ان کا باہمی رشتہ ٹوٹ جاتا ہے اور اگر ان میں سے ایک دوسرے سے یہ کہے کہ تو میرا دشمن ہے تو ان دو میں سے ایک کافر ہو جاتا ہے اور اگر کوئی مومن دوسرے مومن پر ناحق تہمت لگائے تو تہمت لگانے والے کا ایمان یوں زائل ہو جاتا ہے جیسے نمک پانی میں حل ہو جاتا ہے۔ (کافی ج ۲، ص ۱۷۱)

ابی یحضور راوی ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص کسی مومن مرد یا عورت پر ایسے کام کی تہمت لگائے جو اس نے نہ کیا ہو تو وہ اس تہمت کی سزا کے لیے دوزخ کی وادی طینت خیال میں رہے گا۔ میں نے عرض کیا کہ طینت خیال کیا ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ ایک وادی ہے جہاں زنا کاروں کی شرمگاہ سے نکلنے والی پیپ جمع ہوگی۔ (کافی ج ۲، ص ۳۵۷)

مفضل بیان کرتے ہیں کہ امام جعفر صادق نے مجھ سے فرمایا: جو کوئی اپنے مومن بھائی کے لیے ایسی روایت بیان کرے جس سے اس کا مقصد اسے لوگوں کی نظروں میں گرانا ہو تو اللہ تعالیٰ اسے اپنی ولایت سے نکال کر شیطان کی ولایت میں داخل کر دیتا ہے لیکن شیطان بھی اسے قبول نہیں کرتا۔ (کافی ج ۲، ص ۳۵۸)

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کی چوری ہوئی ہو اور وہ اس کا الزام بیگناہ افراد پر لگائے تو اس کا گناہ چور کے گناہ سے بھی بڑا ہے۔ (بخاری الانوار ج ۷، ص ۱۳۹)

۶۸۔ مومن کو گالی دینا

مومن کی توہین کرنا مطلقاً حرام ہے خواہ وہ گالیوں کی صورت میں ہو یا لعنت اور تہمت یا کسی اور صورت میں ہو۔ روایات میں ہے کہ مومن کی توہین کرنے والا خدا، رسول اور ائمہ معصومین کی توہین کرنے والے

کے مساوی ہے جبکہ مومن کا احترام کرنے والا خدا، رسول اور ائمہ معصومین کا احترام کرنے والے کے برابر ہے۔ اسلام میں گالی دینے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اسلام تو کافروں کو بھی گالی دینے کا روادار نہیں ہے حکم باری ہے: وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ... مشرکین کے خود ساختہ معبودوں کو گالیاں نہ دو مبادا وہ نادانستگی میں تمہارے خدا کو گالی دیں۔ (سورۃ انعام: آیت ۱۰۹)

جنگ صفین کے دوران معاویہ بن ابی سفیان اور اس کے ساتھیوں نے امیر المومنین علی ابن ابی طالبؓ پر سب و دشتم کا سلسلہ شروع کیا تھا۔ آپ کے پیروکاروں کو اس بات کا شدید دکھ ہوا تو انھوں نے جواب میں معاویہ اور اس کے خاندان پر سب و دشتم شروع کر دیا۔ جب امیر المومنین کو اس حرکت کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا: مجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ تم بھی دیسے ہی بن جاؤ۔ اس کی بجائے تمہیں محکم دلائل سے انھیں لاجواب کرنا چاہیے۔ خبردار! گالیاں دینے والے مت بنو (معاویہ اور اس کے پیروکار بھی گالیاں دیں اور علیؓ کے ماننے والے بھی گالیاں دیں تو پھر معاویہ کی اور علیؓ کی تربیت میں کیا فرق ہوگا؟)۔

امام محمد باقر علیہ السلام کا فرمان ہے:

سَبَابُ الْمُؤْمِنِ فَسُوقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ وَ أَكْلُ لَحْمِهِ مِنْ مَعْصِيَةِ اللَّهِ مُؤْمِنٌ كُوَالِيَا دِينًا گناہ ہے اور اس سے جنگ کرنا کفر ہے۔ اور غیبت کے ذریعے اس کا گوشت کھانا خدا کی نافرمانی ہے۔ (بخاری ج ۵، ص ۱۳۸) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

مومن کو گالیاں دینا ہلاکت و بدبختی کا پیش خیمہ ہے۔ (ایضاً)

خبردار! لوگوں کو گالیاں نہ دو اس سے دشمنی جنم لیتی ہے۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۲، ص ۲۹۸) امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا:

جس نے گالی کی ابتدا کی ہے وہ بڑا ظالم ہے۔ اس کی گالیوں اور جواب میں ملنے والی گالیوں کا گناہ

اس کے ذمے ہے جب تک کہ وہ مظلوم سے معافی نہ مانگ لے۔ (ایضاً)

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خبردار! کسی کو گالیاں مت دو۔ اگر کوئی تمہیں ناحق

گالیاں دے تو تم اسے اس کے اس عیب کی گالی بھی نہ دو جسے تم جانتے ہو۔ اگر تم نے ایسا کیا تو خدا کی طرف سے تمہیں اجر ملے گا اور گالی دینے والے پر گالیوں کا بوجھ ہوگا۔ (ایضاً)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: لوگوں سے وہی بات کرو جسے تم اپنے لیے سنا پسند کرتے ہو۔

اللہ تعالیٰ کو لعنت کرنے والے اور مومنین پر تہمت لگانے والے سخت ناپسند ہیں۔ (ایضاً)

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا: جب بھی دو آدمی ایک دوسرے کو گالیاں دیتے ہیں تو وہ بلندی

سے پستی میں گر جاتے ہیں۔ (ایضاً)

۶۹۔ مومن پر لعنت کرنا

خدا، رسول اور ہادیان دین کے دشمنوں پر لعنت کرنا اور بیزاری کا اظہار کرنا ان ذوات مقدسہ پر ایمان کی شرط ہے۔ قرآن مجید میں ہے: **إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا** جو لوگ خدا اور اس کے رسول کو اذیت دیتے ہیں ان پر خدا دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لیے اس نے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (سورہ احزاب: آیت ۵۷)

امام علی رضا علیہ السلام کہا کرتے تھے: **خدا یا! آل محمد کے دشمنوں اور آل محمد کے قاتلوں پر لعنت فرما اور ان کے لیے دردناک عذاب مہیا فرما۔** (متدرک الوسائل ج ۵، ص ۱۳۹)

آپ آل محمد کے قاتلوں پر یوں لعنت کرتے تھے: **خدا یا! امیرالمؤمنین، حسن اور حسین اور پیغمبر کے اہلبیت کے جملہ قاتلوں پر لعنت فرما اور انہیں ان کے پیروکاروں سمیت دوزخ میں داخل فرما۔** (ایضاً ص ۱۴۰)

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ دشمنان دین پر لعنت بھیجنے کا ثواب درود شریف کے ثواب سے بھی زیادہ ہے۔ زیارت عاشور میں بھی آل محمد کے دشمنوں پر تفصیل سے لعنت کی گئی ہے۔

لعنت کے لیے ابتدائی شرط یہی ہے کہ لعنت اس پر کی جائے جو لعنت کا حقدار ہو اور جو لعنت کا حقدار نہ ہو اس پر لعنت بھیجنے سے لعنت، لعنت کرنے والے کے چہرے پر آکر پلٹ جاتی ہے۔

ابوحزہ ثمالی بیان کرتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: **جب کوئی شخص کسی پر لعنت کرتا ہے اور لعنت اس کے منہ سے نکلتی ہے تو اگر فریق ثانی لعنت کے لائق ہوتا ہے تو اس پر برس جاتی ہے ورنہ خدا سے کہتی ہے کہ جس شخص کی طرف مجھے بھیجا گیا ہے وہ میرے لائق ہی نہیں۔ اب میں کدھر جاؤں؟ خدا فرماتا ہے کہ جس نے تجھے بھیجا ہے اب تو اسی کے چہرے پر جا کر چمٹ جا۔**

دشمنان آل محمد پر لعنت کی خاص تاکید وارد ہے۔ اس سلسلے کی چند روایات ملاحظہ فرمائیں:

علی بن عاصم آنکھ سے ناپیٹا اور آل محمد کے محبت تھے۔ ایک مرتبہ انھوں نے امام حسن عسکری سے کہا: **مولا! میں اپنے ہاتھ سے آپ کی مدد کرنے سے قاصر ہوں۔ میں صرف آپ حضرات سے محبت رکھ سکتا ہوں اور آپ کے دشمنوں سے اظہار برأت کر سکتا ہوں اور تمہائی میں بیٹھ کر آپ کے دشمنوں پر لعنت کر سکتا ہوں۔ کیا اس سے آپ کا حق مودت ادا ہو جائے گا؟** امام نے فرمایا: **میرے والد نے اپنے آبائے طاہرین کی سند سے بیان کیا کہ حضرت رسول اکرم نے فرمایا: جو ہم اہلبیت کی مدد نہ کر سکے اور خلوت میں ہمارے دشمنوں پر لعنت کرے تو اللہ اس کی آواز کو ملائکہ تک پہنچا دیتا ہے۔ جب بھی ہمارا ماننے والا ہمارے دشمنوں پر لعنت کرتا ہے تو ملائکہ اس کی ہمراہی کرتے ہیں اور جن پر اس نے لعنت نہیں کی ہوتی ان پر بھی لعنت کرتے ہیں۔ جب ملائکہ ہمارے شیعوں کی لعنت کی آواز سنتے ہیں تو وہ ان کے لیے استغفار کرتے ہیں اور بارگاہ خداوندی میں عرض کرتے ہیں کہ **خدا یا! اپنے اس بندے کی روح پر رحمت نازل فرما۔ اس نے تیرے اولیاء کی مدد کی ہے۔ اگر یہ پیچھا اس سے زیادہ مدد****

کرنے پر قادر ہوتا تو وہ اس سے بھی دریغ نہ کرتا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ ملائکہ سے فرماتا ہے کہ اے میرے ملائکہ! میں نے اپنے اس بندے کے متعلق تمہاری دعا قبول کر لی ہے اور تمہاری آواز سن لی ہے میں نے اس کی روح پر رحمت نازل کی ہے اور میں نے اسے نیک اور منتخب افراد کا ساتھی بنایا ہے۔ (بخاری الانوار ج ۵، ص ۳۱۶)

امیر المومنین علیہ السلام کا بیان ہے کہ رسول خدا نے مجھ سے فرمایا تھا:

علیٰ! بنی امیہ عنقریب تم پر لعنت بھیجیں گے۔ خدا کا فرشتہ ہر لعنت کے عوض ان پر ہزار لعنتیں کرے گا اور جب ہمارے قائم (عج) کا ظہور ہوگا تو وہ چالیس برس تک ان پر لعنت کریں گے۔ (خصال ص ۵۷۹)

کافی میں حسین بن ثور اور ابو سلمہ سراج سے منقول ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام ہر فرض نماز کے بعد آٹھ دشمنان دین کا نام لے کر لعنت کیا کرتے تھے۔ (کافی ج ۳، ص ۳۴۲)

۷۰۔ لوگوں پر ظلم و ستم کرنا

اسلام کسی بھی شخص کو ظلم و ستم کی ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ اسلام صرف مسلمانوں کا تحفظ ہی نہیں کرتا وہ تمام انسانوں پر ظلم کرنے کو حرام قرار دیتا ہے۔ اسلام مومن بھائی کی خیر خواہی کا حکم دیتا ہے۔ اسلام کی بنیادی شرائط میں مسلمانوں کی خیر خواہی اور امور مسلمین کا اہتمام اور ان کی ضروریات کی تکمیل شامل ہے۔ ظلم کسی بھی معاشرے کے لیے تباہی کا پیغام ہے۔ ظلم سے انسانی حقوق ضائع ہوتے ہیں ظلم ایک اندھیر گرنی ہے اور ویسے بھی لفظ ظلم (ظلمت) سے نکلا ہے جس کے معنی اندھیرے کے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ روایات میں آیا ہے کہ ظلم قیامت کی تاریکی کا سبب ہوگا۔ ظلم کے بہت سے مراتب اور مدارج ہیں۔ بدترین ظلم خدا کے ساتھ شرک کرنا ہے۔ قرآن کریم میں اسے ظلم عظیم قرار دیا گیا ہے۔ لفظ ظلم ایک وسیع المعنی اور جامع لفظ ہے قرآن کریم اور ہادیان دین کے ارشادات میں یہ لفظ بہت زیادہ استعمال ہوا ہے۔ ہم یہاں صرف ان موارد پر بحث کریں گے جن کا تعلق تربیتی پہلو سے ہے۔

بخاری الانوار کی جلد ۷۲ میں ہے کہ امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:

جو اپنے مومن بھائی کی کسی حاجت کے لیے اس کے ساتھ چلے لیکن دلی طور پر اس کی خیر خواہی نہ کرے تو وہ خدا اور اس کے رسول سے جنگ کرنے والے کی مانند ہے۔

جس کو امور مسلمین کی پروا نہ ہو وہ ان میں سے نہیں ہے۔

جس کے دل میں مومن کے لیے برائی چھپی ہو تو اللہ اس کا کوئی عمل قبول نہیں کرتا۔

جو کسی مومن کو دھوکا دے یا اسے ضرر پہنچائے یا اس سے دعا کرے تو وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

ظلم اور ظالموں کا انجام

(۱) سورہ یونس آیت ۱۳ میں ہے: **وَلَقَدْ أَهَلَكْنَا الْقُرُونَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوا... تم سے پہلے ہم کئی امتوں کو جب انھوں نے ظلم کیا ہلاک کر چکے ہیں۔**

(۲) سورہ یونس آیت ۳۹ میں ہے **فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظَّالِمِينَ** ○ دیکھیں ظالموں کا انجام کیا ہوا؟

(۳) سورہ یونس آیت ۵۴ میں ہے: **وَلَوْ أَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي الْأَرْضِ، لَافْتَدَتْ بِهِ وَأَسْرُوا السَّيِّئَةَ لَمَّا رَأَوُا الْعَذَابَ وَقُضِيَ بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ** ○ اگر تم گر روئے زمین کا مالک ہو اور نجات کے لیے ساری جائیداد فدیہ میں دینا چاہے تو بھی اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ ظالم جب عذاب الہی کا مشاہدہ کریں گے تو سخت پشیمان ہوں گے۔ ان کے درمیان حق و عدالت کا فیصلہ کر دیا جائے گا کسی پر زیادتی نہیں کی جائے گی۔

(۴) سورہ شوریٰ آیت ۴۱-۴۲ میں ہے: **وَلَمَنْ اَنْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهِ فَأُولَئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِنْ سَبِيلٍ** ○ اِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَظْلِمُونَ النَّاسَ وَيَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ أُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ اور جس پر ظلم ہوا وہ اس ظلم کے بعد انتقام لے تو ایسے لوگوں پر کوئی الزام نہیں۔ الزام تو ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم اور زمین پر ناحق زیادتیاں کرتے ہیں انہی لوگوں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

(۵) سورہ نساء آیت ۱۲۸ میں ہے: **لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَنْ ظَلَمَ وَكَانَ اللَّهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا** ○ اللہ اس کو پسند نہیں کرتا کہ آدمی بدگوئی پر زبان کھولے سوائے اس کے کہ جو مظلوم ہو اللہ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

(۶) سورہ فجر آیت ۱۳ میں ہے: **إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ** بیشک تمہارا رب (ظالموں کی) گھات میں ہے۔ امام محمد باقر علیہ السلام راوی ہیں کہ جب میرے والد ماجد کی وفات کا وقت قریب ہوا تو انھوں نے مجھے سینے سے لگایا اور فرمایا کہ فرزند! میں تجھے وہی وصیت کرتا ہوں جو میرے والد نے وقت آخر مجھے کی تھی اور انھوں نے یہ کہا تھا کہ یہ وصیت ان کے والد نے بھی انھیں وقت آخر میں کی تھی۔ چنانچہ میرے والد نے فرمایا: بیٹا! اس پر کبھی ظلم نہ کرنا جس کا مددگار خدا کے علاوہ کوئی نہ ہو۔ (بحار الانوار ج ۷۵، ص ۳۰۸۔ امالی ص ۱۱۰)

إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ کی تفسیر میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ **مِرْصَادٍ** صراط کی آخری چوکی ہے۔ جس پر کسی کا حق ہوگا وہ اسے عبور نہیں کر سکے گا۔ (کافی ج ۲، ص ۳۳۱)

کافی میں ہے کہ نضی قبیلے کے ایک سردار نے کہا کہ میں امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں دور حجاج سے لے کر آج تک حکومت کی طرف سے والی حاکم رہا ہوں۔ کیا میرے لیے بھی توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے؟ امام اس کا یہ سوال سن کر خاموش رہے۔ اس نے دوبارہ یہی سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ جب تک تمام حقداروں کو ان کے حقوق واپس نہ کر دو اس وقت تک تمہاری توبہ قبول نہیں ہوگی۔

امیرالمومنین علیہ السلام کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو وحی فرمائی کہ بنی اسرائیل کے سرداروں سے کہو کہ وہ میرے گھروں (مساجد) میں آئیں تو پاکیزہ دل، خاشع نگاہوں، پاکیزہ ہاتھوں کے ساتھ آئیں اور ان سے یہ بھی کہہ دو کہ جس کی گردن پر کسی بندے کا حق ہو تو میں اس کی دعا قبول نہیں کروں گا۔

(بخاری الانوار ج ۵، ص ۳۱۱۔ خصال ج ۱، ص ۱۶۳)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ ایسا ظلم جسے خدا معاف کرے گا خدا اور بندے کے درمیان ہے۔ یعنی انسان حقوق اللہ میں سے کسی حق کو ادا نہ کرے یا اپنے نفس پر ظلم کرے تو اس ظلم کو اللہ معاف کر دے گا۔ ایسا ظلم جسے خدا کبھی معاف نہیں کرے گا شرک ہے اور ایسا ظلم جسے کرنے والے کو خدا کبھی نہیں چھوڑے گا اس کا تعلق حقوق العباد سے ہے۔ جب کوئی انسان دوسرے انسان کا حق مارتا ہے تو جب تک حقدار اسے معاف نہ کرے تب تک اللہ بھی معاف نہیں کرے گا۔ (خصال ج ۱، ص ۱۶۴)

امالی میں ہے کہ امام باقرؑ نے فرمایا: ظالم مظلوم کی اتنی دنیا نہیں لیتا جتنا مظلوم اس کا دین لے لیتا ہے۔ مؤلف عرض کرتا ہے کہ ممکن ہے کہ اس حدیث کا یہ مفہوم ہو کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو مظلوم کو ظالم کی نیکیاں دے دی جائیں گی اور وہ آخرت کے دن مفلس اور تلاش ہو جائے گا۔

حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کا فرمان ہے کہ ظلم کرنے والا، ظلم کرنے میں ظالم کی مدد کرنے والا اور ظلم کے بارے میں سن کر اس پر راضی ہونے والا تینوں ظلم میں شریک ہیں۔ (خصال ج ۱، ص ۵۳)

حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا: اگر کوئی شخص کسی پر ظلم کرے اور بعد میں وہ مظلوم سے معافی مانگنا چاہے اور مظلوم اسے نہ ملے تو پھر خدا کے حضور مظلوم کے لیے استغفار کرے۔ (ثواب الاعمال ص ۲۴۴)

مفضل کہتے ہیں کہ ایک دن امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنی طرف سے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے فرمایا: جو ظلم کرے گا، اللہ اس پر کسی اور ظالم کو مسلط کرے گا یا اس کی اولاد پر یا اولاد کی اولاد پر کسی ظالم کو مسلط کرے گا۔ میں نے دل ہی دل میں کہا کہ عجیب بات ہے کہ ظلم کوئی کرے اور اللہ اس کے بیٹوں پوتوں پر کسی ظالم کو مسلط کرے!! امام نے میری طرف دیکھ کر فرمایا کہ خدا کا فرمان ہے:

وَلْيَخْشَ الَّذِينَ لَوْ تَرَكَوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعْفًا خَافُوا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللَّهَ وَلْيَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ۝ لَوْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ أَنْ تَرْجِعَ اللَّهُ أَرْجَاكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا تَكْفُرْ بِهِ لَأْتِيَ بِبَشِيرٍ لَكُمْ فِي ذَلِكَ وَأَخْبَارًا ۝

وقت انھیں اپنے بچوں کے حق میں کیسے اندیشے ہوتے۔ لہذا انھیں خدا کا خوف کرنا چاہیے اور راسی کی بات کریں۔ (سورہ نساء: آیت ۹)

(بخاری الانوار ج ۵، ص ۳۱۵)

ایک نصیحت آموز حکایت

امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: ایک انصاری کے گھر کے دروازے پر سرہ بن جناب کا کھجور کا

ایک درخت تھا۔ سرہ اپنے درخت کا پھل توڑنے کے لیے آتا تو انصاری کو اس کی اطلاع تک نہ دیتا اور یوں انصاری کے گھر کی بے پردگی ہوتی تھی۔ انصاری نے اس سے کئی بار کہا کہ بھائی جب آپ نے درخت پر چڑھنا ہو تو پہلے آواز دے دیا کریں تاکہ ہمارے گھر کی بے پردگی نہ ہو لیکن سرہ نے اس کی بات نہ سنی اور وہ آواز دیئے بغیر درخت پر چڑھ جاتا تھا۔ انصاری نے تنگ آ کر رسول خداؐ سے اس کی شکایت کی۔ رسول خداؐ نے اسے طلب کیا اور فرمایا کہ آئندہ جب بھی درخت پر چڑھو تو پہلے آواز دے لیا کرو۔ سرہ نے کہا کہ میرا اپنا درخت ہے میں بھلا کسی کو کیوں آوازیں دوں؟ رسول خداؐ نے فرمایا کہ تم یہ درخت بیچ دو اور من مانی قیمت حاصل کر لو۔ سرہ نے کہا کہ میں نہیں بیچنا چاہتا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تم درخت میری ملکیت میں دیدو اس کے بدلے میں خدا تمہیں جنت میں کھجور کا درخت دے گا۔ سرہ نے کہا کہ مجھے یہ بھی منظور نہیں ہے۔ رسول خداؐ نے انصاری سے فرمایا: جاؤ! درخت کو کاٹ ڈالو۔ اسلام میں کسی کو نقصان پہنچانا حرام ہے۔ (کافی ج ۵، ص ۲۹۲)

ایک اور روایت میں ہے کہ آنحضرتؐ نے سرہ بن جندب سے فرمایا تو ایک موذی انسان ہے جبکہ اسلام میں کسی کو اذیت پہنچانا حرام ہے۔ پھر آپ نے انصاری سے فرمایا کہ جاؤ اس درخت کو کاٹ پھینکو اور اس سے کہو کہ اسے اتھا کر دوسری جگہ لے جائے اور جہاں چاہے لگا دے۔ (کافی ج ۵، ص ۲۹۲)

تفسیر ترقی میں بھی ملتا ہے کہ ایک انصاری کے گھر میں دوسرے انصاری کا کھجور کا درخت تھا۔ درخت کا مالک اجازت لیے بغیر اس کے گھر میں چلا جاتا اور کھجوریں توڑتا تھا۔ مالک مکان نے سرکار رسالتؐ سے اس کی شکایت کی۔ سرکارؐ نے درخت کے مالک کو بلا کر فرمایا کہ تم یہ درخت میرے ہاتھ فروخت کر دو۔ اس کے عوض میں تمہیں جنت میں کھجور کا ایک درخت دوں گا۔ اس نے کہا کہ میں اپنا درخت بیچنے پر آمادہ نہیں ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ تم ایک درخت کے عوض جنت کا پورا باغ مجھ سے لے لو۔ اس نے کہا کہ مجھے یہ سودا منظور نہیں ہے۔ ابن الدحداح درخت کے مالک کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ میرا ایک باغ ہے تم مجھ سے وہ باغ لے لو اور کھجور کا درخت مجھے دیدو۔ اس نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ مجھے یہ سودا منظور ہے۔ ابن الدحداح رسول اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ کھجور کا درخت میں نے اپنے باغ کے عوض لے لیا ہے اور وہ درخت میں آپ کی ملکیت میں دیتا ہوں۔ اس کے عوض جنت کا باغ آپ میرے سپرد کر دیں۔ رسول خداؐ نے فرمایا کہ کھجور کے ایک درخت کے عوض میں تمہارے لیے جنت کے کئی باغات کی ضمانت دیتا ہوں۔ اس پر خدا نے سورہ لیل کی یہ آیات فَاَمَّا مَنْ اَعْطَىٰ وَاتَّقَىٰ ۝ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَىٰ ۝ نازل فرمائیں۔ (ج ۲، ص ۳۲۶)

مکافات عمل

جناب مصطفیٰؐ بہشتی نژاد مجھ حقیر کے استاد تھے اور مجھ پر بڑی شفقت فرماتے تھے۔ وہ حضرت آیت اللہ ارباب اصفہانی کی زبانی بیان کرتے تھے کہ دوسرے قحط (جو آج سے قریباً اسی سال قبل پڑا تھا) میں ایک معزز

خاندان نے اپنے گھر کی تمام قیمتی اشیاء اونے پونے داموں بیچ کر گندم خرید لی۔ جب گندم ختم ہو گئی تو شوہر نے بیوی سے کہا کہ دیکھو گھر میں کوئی چیز بچ گئی ہے یا نہیں؟ اگر کچھ بچا ہوا ہے تو اسے بیچ کر بچوں کے لیے گندم کا انتظام کرو۔ بیوی نے کہا کہ گھر کا سارا اثاثہ بک چکا ہے البتہ پرانے وقتوں کی ایک دیگ بڑی ہوئی ہے۔ آپ کہیں تو اسے بیچ دیتے ہیں۔ شوہر نے کہا کہ مجبوری ہے اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔ تم یہ دیگ اٹھاؤ اور گندم فروش کے پاس لے جاؤ۔ بیوی نے دیگ اٹھائی اور گندم فروش کے پاس لے گئی۔ گندم فروش نے کہا کہ بی بی! ہم اس دیگ کو الٹا رکھیں گے اس پر جتنے گندم کے دانے چڑھیں گے وہ آپ کو دیگ کی قیمت کے طور پر دیں گے۔ اگر یہ سودا منظور ہو تو ٹھیک ہے ورنہ اپنی دیگ گھر لے جائیں۔ عورت بیچاری دیگ واپس گھر لے آئی اور شوہر سے کہا کہ گندم فروش ہماری مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھا رہا ہے۔ اس لیے میں دیگ واپس لے آئی ہوں۔ شوہر نے کچھ دیر تک سوچا اور کہا کہ پہلے قحط میں یہ دیگ ایک عورت اٹھا کر میرے دادا کے پاس لائی تھی۔ میرے دادا نے اس سے کہا تھا کہ میں دیگ الٹ دیتا ہوں اس پر گندم کی جتنی مقدار چڑھے گی وہ اس دیگ کی قیمت کے طور پر تجھے دیدوں گا۔ اس عورت کے گھر میں کئی دن سے فائدہ تھا اس لیے وہ مان گئی۔ چنانچہ میرے دادا نے اس دیگ کو تھوڑی سی گندم کی مقدار میں حاصل کیا تھا۔ خدا کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں۔ آج مکافات عمل کے طور پر ہمیں بھی اس دیگ کی وہی قیمت مل رہی ہے جو ہمارے بزرگ نے دی تھی۔ تم دیگ لے جاؤ اور گندم فروش کی بتائی ہوئی قیمت پر اسے بیچ دو۔

عوام کے ساتھ بھلائی کرنا

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

لَا يَزِيدُ فِي الْعُمْرِ إِلَّا الْبِرُّ. نیکی اور احسان سے عمر میں اضافہ ہوتا ہے۔ (بخاری ج ۷، ص ۱۶۶)

إِنْ أَسْرَعَ الْخَيْرِ قَوَانَا الْبِرِّ وَإِنْ أَسْرَعَ الشَّرِّ عَقَابَنَا الْبُغْيُ. لوگوں کے ساتھ بھلائی کا اجر بہت جلد

مل جاتا ہے اور لوگوں پر ظلم کی سزا بھی بہت جلد مل جاتی ہے۔ (خصال ص ۱۱۰)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: الْبِرُّ وَصَدَقَةُ الْبِسْرِ يُنْفِيسَانِ الْفَقْرَ، وَ يَزِيدَانِ فِي الْعُمْرِ

وَيَذَلِّفَانِ سَبْعِينَ مِئْتَةَ سُوٍّ. لوگوں سے بھلائی اور پوشیدہ طرز پر صدقہ دینے سے افلاس دور ہوتا ہے اور عمر میں

اضافہ ہوتا ہے اور اس سے ستر قسم کی بری موتیں دور ہوتی ہیں۔ (میزان الحکمة ج ۱، ص ۲۴۸)

مؤلف عرض کرتا ہے کہ لوگوں سے بھلائی کی بہترین صورت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے اور

لوگوں سے برائی کی بدترین صورت برائی کا حکم دینا ہے اور اس سے بھی زیادہ برائی یہ ہے کہ انسان برائی کو بھلائی

اور بھلائی کو برائی قرار دے۔

صدقہ موت کو ٹال دیتا ہے

شیخ صدوق امالی میں لکھتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گزر ایک مقام سے ہوا جہاں بہت سے افراد جشن منا رہے تھے۔ حضرت عیسیٰ نے پوچھا کہ یہ لوگ کیوں جمع ہیں؟ کسی نے بتایا کہ آج رات فلاں شخص کی بیٹی کی رخصتی ہے۔ حضرت عیسیٰ نے فرمایا کہ آج یہ خوشی منا رہے ہیں اور کل گرہ کرے گا۔ آپ کے حواریوں نے پوچھا کہ حضرت کیا واقعہ پیش آئے گا؟ آپ نے فرمایا کہ دلہن آج رات مر جائے گی۔ یہ کہہ کر آپ وہاں سے رخصت ہو گئے۔ صبح ہوئی تو دلہن خیریت سے تھی۔ کسی نے آپ سے کہا کہ آپ نے تو اس کی موت کی پیشین گوئی کی تھی مگر وہ تو ابھی تک زندہ سلامت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ آؤ دلہن کے پاس چلتے ہیں۔ آپ حواریوں سمیت اس کے گھر آئے اور دستک دی۔ اس کے شوہر نے دروازہ کھولا۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ اپنی بیوی سے میرے لیے اجازت طلب کرو۔ مجھے اس سے بات کرنی ہے۔ الغرض دلہن نے اجازت دی اور گھونگھٹ بنا کر بیٹھ گئی۔ آپ اس کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ کل رات تم نے کون سی نیکی کی تھی؟ دلہن بولی کہ ہمارے دروازے پر ایک سائل آتا ہے۔ ہم اسے ایک ہفتے کی غذا دے دیتے ہیں کل رات ہمارے گھر میں شادی کا جشن تھا۔ سائل حسب دستور آیا اور اس نے صدا دی۔ اس کی صدا کسی نے نہ سنی۔ البتہ میں نے سن لی۔ میں اٹھی اور اسے ایک ہفتے کی غذا خیرات میں دی۔ اس کے علاوہ میں نے کوئی کام نہیں کیا۔ حضرت عیسیٰ نے فرمایا کہ اٹھو بستر چھوڑ دو۔ دلہن اٹھی تو آپ نے اس کا بستر الٹ دیا۔ لوگوں نے دیکھا کہ ایک موٹا سانپ دلہن کے بستر کے نیچے بیٹھا تھا جس کے منہ میں اس کی دم تھی۔ حضرت عیسیٰ نے فرمایا کہ تیری موت کا وقت آچکا تھا لیکن جب تو نے اللہ کے نام پر صدقہ دیا تو اللہ نے تیری موت کو ٹال دیا۔

(امالی صدوق، ص ۶۰۰۔ کیفر گناہ ص ۱۹۹)

بھلائی کرنے سے تقدیر بدل جاتی ہے

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں ایک نیک انسان رہتا تھا۔ اس کی بیوی بھی اسی کی طرح بڑی نیک اور پارسا تھی۔ ان کی زندگی ہنسی خوشی گزر رہی تھی۔ ایک رات شوہر نے خواب میں ہاتف کی ندا سنی کہ تمہاری باقی آدمی زندگی اچھی گزرے گی اور آدمی عسرت میں بسر ہوگی۔ البتہ تمہیں چناؤ کا حق دیا جاتا ہے۔ چاہو تو جوانی تنگدستی میں بسر کرو اور بڑھاپے میں فراخی حاصل کرو اور چاہو تو جوانی فراخی میں بسر کرلو اور بڑھاپا عسرت میں بسر کرو۔ اس شخص نے کہا کہ مجھے اپنی بیوی سے مشورہ کرنے کی مہلت دو۔ اس کا جواب میں کل دوں گا۔ صبح ہوئی تو اس شخص نے اپنی بیوی سے سارا ماجرا بیان کیا۔ بیوی نے کہا کہ آپ یہ جواب دیں کہ ہمیں جوانی میں فراخی کی ضرورت ہے۔ رات ہوئی تو اسے وہی آواز خواب میں پھر سنائی دی۔ اس نے جواب میں کہا کہ میں فراخی کو مقدم رکھنا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد اس پر چاروں طرف سے دولت کی بارش ہونے لگی۔

اس کی بیوی نے کہا کہ ہم اتنی ساری دولت کا کیا کریں گے۔ بہتر ہے کہ اس سے غرباء و مساکین کی مدد کریں۔
الغرض میاں بیوی دل کھول کر غریبوں کی مدد کرنے لگے۔ جب ان کی آدھی زندگی تمام ہوئی تو اسے پھر کسی منادی
کی ندا سنائی دی کہ خدا نے دیکھ لیا ہے کہ تو اس کی مخلوق پر رحم کر رہا ہے اس لیے خدا نے تیری باقی زندگی کا
رزق بھی وسیع کر دیا ہے۔ اب تجھے افلاس کا فکر نہیں کرنا چاہیے۔ (بخاری الانوار ج ۳، ص ۴۹۱)

۱۔ اپنے آپ کو اذیت پہنچانا

جس طرح دوسروں کو اذیت پہنچانا حرام ہے اسی طرح اپنے آپ کو اذیت پہنچانا بھی حرام ہے خواہ
اذیت جسمانی ہو یا روحانی۔ شیخ انصاری رسائل فقہیہ میں رقمطراز ہیں: فقہاء میں ضرر کی حرمت حدیث رسول
لا ضَرَّوْا وَلَا ضَرَّوْا لِي الْاِسْلَام (اسلام میں نقصان پہنچانا اور نقصان اٹھانا جائز نہیں ہے) سے ماخوذ ہے۔
عقلی اور نقلی دلائل سے بھی یہ حرمت ثابت ہے۔ فقہاء اور متکلمین کا مشترکہ فتویٰ ہے کہ احتمالی نقصان سے بچنا
واجب ہے اور جہاں نقصان یقینی ہو وہاں اس سے بچنا بدرجہ اولیٰ واجب ہے۔

امام محمد باقرؑ نے فرمایا: کتاب علیؑ میں لکھا ہے کہ رسول اکرمؐ نے مہاجرین و انصار اور بعد میں اسلام
قبول کرنے والے اہل یترب کو لکھا تھا کہ انسان کا ہمسایہ خود انسان کی جان کی مانند ہے اور اس کی حرمت انسان
کے والدین کی حرمت کے برابر ہے۔ ہمسایہ دوسرے ہمسائے کو کوئی اذیت نہ پہنچائے۔ (کافی ج ۲، ص ۶۶۶)
بعض شارحین نے لکھا ہے کہ جس طرح اپنے آپ کو نقصان پہنچانا حرام ہے اسی طرح ہمسائے کو
نقصان پہنچانا بھی حرام ہے۔ ہمسایوں کے حقوق کے متعلق آنحضرتؐ سے متواتر احادیث منقول ہیں۔

(مکاتیب الرسول ج ۳، ص ۳۶)

مردم آیت اللہ اراکی لکھتے ہیں کہ اَلَا ضَرَّارُ بِالنَّفْسِ حَرَامٌ حُدُونًا وَبِقَاءٍ اپنے آپ کو نقصان
پہنچانا حرام ہے۔ ابتدا ہو یا اس پر باقی رہتا ہو۔ (توضیح المسائل ص ۶۰۱)

آیت اللہ خوئی کتباب الطہارت میں لکھتے ہیں کہ بعض علماء کہتے ہیں: اپنے آپ کو نقصان پہنچانا حرام
نہیں ہے مگر یہ کہ یہ نقصان اس کی ہلاکت کا موجب بنے یا جہاں شریعت نے حرام قرار دیا ہو۔ (ج ۳، ص ۴۲۰)

۲۔ مومن کی توہین کرنا

- مومن خدا کے نزدیک انتہائی محترم اور معزز ہوتا ہے۔ اس کی جان کی طرح اس کا مال بھی محترم ہے۔
- (۱) سورہ منافقون آیت ۸ میں ہے: وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ عِزَّتُ اللّٰهِ اور اس کے رسول اور
مومنین کے لیے ہے۔
- (۲) سورہ بقرہ آیت ۲۵۷ میں ہے: اللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا... اللّٰهُ مومنین کا سرپرست ہے۔

(۳) سورۃ بینہ آیت ۷ میں ہے: **إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ** ○ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے وہ تمام خلقت سے بہتر ہیں۔

(۱) رسول خدا نے فرمایا: **إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ الْمُؤْمِنِينَ مِنْ عَظْمَةٍ جَلَالِهِ وَ قُدْرَتِهِ فَمَنْ طَعَنَ عَلَيْهِ أَوْ رَدَّ عَلَيْهِ قَوْلَهُ فَقَدْ رَدَّ عَلَى اللَّهِ**۔ اللہ نے مومن کو اپنی جلالت اور قدرت کی عظمت سے پیدا کیا ہے۔ جو کوئی اس کی توہین کرے یا اس کی بات کو ٹھکرائے تو اس نے اللہ کی توہین کی ہے اور اللہ کے فرمان کو ٹھکرایا ہے۔

(وسائل الشیعہ ج ۱۲، ص ۳۰۰)

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے متعلق منقول ہے کہ آپ خانہ کعبہ کے قریب رک گئے اور فرمایا: کعبہ تیرا حق بہت عظیم ہے لیکن مومن کا حق تیرے حق سے بھی عظیم تر ہے۔ (سفینۃ البحار ج ۱، ص ۲۹۰)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول اکرم نے فرمایا: مومن ہر لحاظ سے خدا کے ہاں محترم ہے۔ اس کی جان، مال اور عزت سے تعرض کرنا حرام ہے۔ (مستدرک السفینۃ ج ۹، ص ۱۳۶)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب کوئی مومن اپنے مومن بھائی کو آف کہتا ہے تو ان کے درمیان ایمانی رشتہ منقطع ہو جاتا ہے اور اگر کوئی کسی مومن سے کہتا ہے کہ تو میرا دشمن ہے تو ان دونوں میں سے ایک کافر ہو جاتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جو مومن بھائی کی آبرو برباد کرتا ہے اور اس کی توہین میں جلدی کرتا ہے تو خدا اس سے سخت نفرت کرتا ہے اور جو مومن بھائی کے لیے دل میں برائی کا ارادہ چھپائے ہوئے ہو تو اللہ اس کا کوئی عمل قبول نہیں کرتا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اگر حجبات اٹھا دیئے جائیں تو لوگوں کو خدا کے نزدیک مومن کا بہت بڑا مقام دکھائی دے گا جسے دیکھ کر ان کی گردنیں جھک جائیں گی اور لوگ مومن کی اطاعت کرنے لگ جائیں گے اور اگر لوگ مسترد شدہ اعمال کو دیکھ لیں تو یہ کہنے لگ جائیں گے کہ خدا سرے سے کسی کے عمل کو قبول ہی نہیں کرتا۔ (مستدرک الوسائل ج ۹، ص ۱۳۹)

مومن کی ہجو کرنا

شیخ انصاری اپنی کتاب مکاسب میں رقمطراز ہیں:

مومن کی ہجو کرنا ادلہ اربعہ (قرآن، حدیث، اجماع اور عقل) کی رو سے حرام ہے کیونکہ ہجو عیب جوئی، غیبت، سرزنش اور آبروریزی پر مشتمل ہوتی ہے اور یہ تمام چیزیں حرام ہیں۔ مومن کی ہجو خواہ نغم میں کی جائے یا نثر میں، خواہ اس کی موجودگی میں کی جائے یا غیر موجودگی میں بہر صورت حرام ہے۔ اور اگر کوئی مومن پر تہمت لگائے تو اس کا گناہ کہیں زیادہ ہے۔

روضۃ السواعظین صفحہ ۲۹۳ پر مرقوم ہے کہ رسول خدا نے کعبہ سے خطاب کر کے فرمایا: بیت اللہ! مرحبا۔ تو بہت عظیم ہے اور اللہ کے ہاں تیرا بڑا احترام ہے لیکن خدا کی قسم! ایک مومن کا احترام تیرے احترام

سے بڑھ کر ہے کیونکہ تیرے لیے ایک احترام ہے جبکہ مومن کے لیے تین احترام ہیں۔ اس کے مال کا احترام کیا جائے، اس کے خون کا احترام کیا جائے اور اس کی بدگمانی سے پرہیز کیا جائے۔ (بخاری الانوار ج ۶۳، ص ۳۸)

کافی کی دوسری جلد میں ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

جو کسی مسکین یا غیر مسکین مومن کی توہین کرے اور اسے حقیر جانے تو خدا ہمیشہ اس کی توہین کراتا ہے اور جب تک وہ مومن کی توہین کرتا رہے اس وقت تک خدا کے غضب میں مبتلا رہتا ہے۔

جو شخص کسی مومن کی غربت کی وجہ سے اس کی تذلیل و تحقیر کرے تو خدا قیامت کے دن تمام مخلوقات کے سامنے اس کو ذلیل کرے گا۔

اس کے بعد شیخ انصاری لکھتے ہیں: اہل بدعت کی توہین کرنا گناہ نہیں ہے کیونکہ احادیث میں مذکور ہے کہ انھیں رسوا کرو تا کہ وہ تمہیں گراہ کرنے کی ہمت نہ کریں۔ اس روایت سے یہ احتمال پیدا ہوتا ہے کہ اہل بدعت میں جو برائی نہ بھی ہو اسے بھی ان سے منسوب کرنا جائز ہے کیونکہ خلق خدا کو ان سے متنفر کرنا زیادہ اہم ہے جبکہ اس کے مقابلے میں جھوٹ چھوٹی برائی ہے۔

مؤلف تحقیر سمجھتا ہے کہ حدیث میں وارد لفظ باہتوہم کے معنی یہ نہیں ہیں کہ ان پر بہتان باندھو۔ اس کے بجائے اس کا مفہوم یہ ہے کہ مضبوط اور محکم دلائل سے انھیں لاجواب کر دو جیسا کہ قرآن مجید کی آیت فَهَيْتُ الْاَذَى كَفَرًا (سورۃ بقرہ: آیت ۲۵۸) سے مستفاد ہوتا ہے۔ یہ بات اسلام کے مزاج سے کہیں دور ہے کہ وہ کسی بدعتی پر بہتان تراشی کی اجازت دے جیسا کہ کافی میں ابو حمزہ سے منقول ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہمارے دوست اپنے مخالفین پر ہتھتیں لگاتے ہیں اور ان سے غلط باتیں منسوب کرتے ہیں (کیا ایسا کرنا جائز ہے؟)۔ امام نے فرمایا: اس سے بچنا چاہیے۔

جب معاویہ بن ابی سفیان اور اس کے ساتھیوں نے جنگ صفین میں امام علیؑ پر لعن طعن کا سلسلہ شروع کیا تو آپ کے ساتھیوں حجر بن عدی اور عمرو بن الحمق خزاعی نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ امیر المومنین نے ان سے فرمایا کہ مجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ تم لوگ لعنت کرنے والے اور سب و دشمن کرنے والے بن جاؤ۔ اس کے بجائے تم ان کی بد اعمالیوں کو اجاگر کرو تو یہ بات ان کی رسوائی کے لیے زیادہ موثر ہے۔

(متدرک الوسائل ج ۱۲، ص ۳۰۶)

علماء کی توہین کرنا

بلاشبہ مومن کی توہین کرنا اور اس کا مذاق اڑانا گناہ کبیرہ ہے اور اگر مومن عالم و دانشور بھی ہو تو گناہ کی شدت بڑھ جاتی ہے اور اگر توہین کے ساتھ تہمت اور بدگوئی بھی شامل ہو جائے تو گناہ کی شدت بڑھ جاتی ہے۔ ائمہ اہلبیت علیہم السلام نے ارشاد فرمایا ہے: غَيْبُ الْأَخْيَارِ أَعْيَابُ الْمُعْلَمَاءِ۔ نیک لوگوں میں سے بہترین لوگ نیک علماء ہیں (اردو محاورے کے مطابق وہ زمین کا نمک ہیں)۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مَنْ أَكْرَمَ عَالِمًا فَقَدْ أَكْرَمَنِي وَمَنْ أَهَانَ عَالِمًا فَقَدْ أَهَانَنِي جس نے عالم کا احترام کیا اس نے میرا احترام کیا اور جس نے عالم کی توہین کی اس نے میری توہین کی۔
امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے: ہمارے شیعہ علماء اہلبیت اور اس کے چیلوں کی سرحد پر ہماری طرف سے دفاع کرنے والے ہیں۔ وہ اہلبیت اور اس کے چیلوں کو ہمارے کمزور پر حملہ کرنے سے روکتے ہیں نیز اہلبیت، اس کے چیلوں اور ناصیوں کو ہمارے شیعوں پر مسلط ہونے سے روکتے ہیں۔ جان لو کہ ہمارا جو بھی شیعہ ہمارے نظریات کے دفاع کی ذمہ داری سنبھالے وہ ترک اور روم کے کافروں سے جہاد کرنے والے سے دس لاکھ گنا افضل ہے کیونکہ یہ ہمارے محبوبوں کے دین کے محافظ ہیں جبکہ وہ ان کے جسم و جان کے محافظ ہیں۔

(الاحتجاج، ج ۱، ص ۸)

مؤلف عرض کرتا ہے کہ مناظرہ کرنے والے علماء کی فضیلت میں امام حسن عسکری علیہ السلام اور حضرت خاتون جنت بی بی فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہما سے بھی بہت سی احادیث منقول ہیں۔ ہم بغرض اختصار ان سے صرف نظر کر رہے ہیں کیونکہ علماء کی عظمت کے لیے یہی ایک حدیث کافی ہے۔

آخری زمانے میں علماء کی توہین

یہ عرض کیا جا چکا ہے کہ آخری زمانے کے لوگ علماء کی بدگوئی کریں گے اور ان کے ہاں عالم کی کوئی وقعت نہیں ہوگی۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: سَيَأْتِي زَمَانٌ عَلَيَّ أُمَّتِي يَفْرُونَ مِنَ الْعُلَمَاءِ كَمَا يَفِرُّ الْغَنَمُ مِنَ الذَّنْبِ فَإِذَا كَانَ كَذَلِكَ ابْتِلَاهُمُ اللَّهُ بِثَلَاثَةِ أَشْيَاءٍ الْأَوَّلُ يُرْفَعُ الْبَرَكَةُ مِنَ أُمَّةِ الْهَمِّ وَالثَّانِي سَلْطَةُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ سُلْطَانًا جَانِبًا وَالثَّالِثُ يُخْرَجُونَ مِنَ الدُّنْيَا بِلَا إِيمَانٍ عَنْقَرِيْبٍ مِثْرِي امت پر وہ وقت بھی آنے والا ہے جب وہ علماء سے یوں بھاگیں گے جیسے بکری بھیڑیے سے بھاگتی ہے۔ جب ایسا ہونے لگے تو اللہ انہیں تین باتوں میں گرفتار کر دے گا۔

(۱) ان کے اموال سے برکت اٹھ جائے گی۔

(۲) ان پر ظالم حکمران مسلط ہو جائیں گے۔

(۳) وہ بے دین ہو کر دنیا سے رخصت ہوں گے۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک اور حدیث ہے: سَيَأْتِي زَمَانٌ عَلَيَّ أُمَّتِي لَا يَعْرِفُونَ الْعُلَمَاءَ إِلَّا بِتُوبٍ حَسَنٍ وَلَا يَعْرِفُونَ الْقُرْآنَ إِلَّا بِصَوْتِ حَسَنٍ ، وَلَا يَعْبُدُونَ اللَّهَ إِلَّا فِي شَهْرِ رَمَضَانَ. عَنْقَرِيْبٍ مِثْرِي امت پر وہ وقت بھی آنے والا ہے جب لوگ علماء کو اچھے لباس کے ذریعے اور قرآن کو اچھی آواز کے ذریعے پہچانیں گے اور ماہ رمضان کے سوا خدا کی عبادت نہیں کریں گے۔

(بحار الانوار ج ۲۲، ص ۴۵۳، بحوالہ جامع الاخبار ص ۱۲۹)

۷۳۔ فقہاء کی اطاعت نہ کرنا

امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی غیبت کبریٰ میں عادل اور جامع الشرائط علماء کا مقام سب سے بلند ہے کیونکہ وہ امام عالی مقام کے نائب ہیں۔ روایات میں ہے کہ وہ امام علیہ السلام کے عام نائب ہیں اور لوگوں کو ان کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے۔ عمرو ابن حنظلہ کی روایت کا ایک حصہ ملاحظہ فرمائیں:

ابن حنظلہ بیان کرتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: **أَنْظَرُوا إِلَيَّ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ قَدْ رَوَى حَدِيثَنَا وَنَظَرَ فِي حَلَالِنَا وَحَرَامِنَا وَعَرَفَ أَحْكَامَنَا فَارْضُوا بِهِ حَكْمًا فَإِنِّي قَدْ جَعَلْتُهُ عَلَيْكُمْ حَاكِمًا فَإِذَا حَكَمَ بِحُكْمِنَا فَلَمْ يَقْبَلْهُ مِنْهُ فَإِنَّمَا بِحُكْمِ اللَّهِ قَدْ اسْتَخَفَّ وَعَلَيْنَا رَدُّ وَالرَّادُّ عَلَيْنَا الرَّادُّ عَلَى اللَّهِ وَهُوَ عَلَى حَدِّ الشِّرْكِ بِاللَّهِ**۔ دیکھو گروہ علماء میں سے جو عالم ہماری احادیث بیان کرتا ہو اور ہمارے حلال و حرام کو سمجھتا ہو اور ہمارے احکام کو جانتا ہو اسے اپنا حاکم بنا لیتا۔ میں نے اس کو تم پر حاکم مقرر کیا ہے۔ اگر وہ فیصلہ دے اور کوئی اس کے فیصلے کو نہ مانے تو اس نے حکم خدا کی توہین کی ہے اور ہمارے فرمان کو رد کیا ہے اور جس نے ہمارے فرمان کو رد کیا اس نے خدا کے فرمان کو رد کیا اور یہ کام اللہ کے ساتھ شرک کی حد تک جا پہنچتا ہے۔ (کافی ج ۷، ص ۴۱۲)

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا مرجع تقلید اور جامع الشرائط عالم کی توہین امام زمانہ کی توہین ہے یا نہیں؟ اس سوال کا صحیح جواب یہ ہے کہ علمائے کرام و مراجع عظام کی توہین یقیناً امام زمانہ کی توہین ہے کیونکہ کسی جامع الشرائط عالم کی توہین کرنے والا اس بات کی طرف متوجہ ہی نہیں ہے کہ وہ ایک بندہ خدا، ایک مسلمان، ایک مومن، ایک عالم، ایک جامع الشرائط فقیہ اور امام زمانہ کے عمومی نائب کی توہین کا مرتکب ہو رہا ہے۔ اس شخص پر تو عالم دین کی اطاعت ضروری اور اس سے دین سیکھنا واجب ہے مگر وہ ہے کہ اہلس کے جال میں پھنس کر اس عالم کی توہین کر رہا ہے۔

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: جس نے میرے ولی کی توہین کی اس نے دراصل مجھ سے جنگ کا اعلان کیا۔ (کافی ج ۲، ص ۳۵۱)

امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے کہ جو شخص کسی مومن کے افلاس کی وجہ سے اس کی توہین و تحقیر کرے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے تمام مخلوقات کے سامنے رسوا کرے گا۔ (کافی ج ۲، ص ۳۵۳)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ شب معراج خدا نے مجھ سے کہا: اے محمد! جو میرے ولی کو ذلیل کرے اس نے مجھ سے جنگ کی اور جو مجھ سے جنگ کرے میں بھی اس سے جنگ کرتا ہوں۔ میں نے عرض کیا کہ پروردگار! تیرا ولی کون ہے؟ خدا نے فرمایا کہ میرا ولی وہ ہے جس سے میں نے تیری نبوت اور تیرے وصی اور اس کی ذریت کا بیٹاق لیا ہے اور اس نے تمہاری ولایت کو قبول کیا ہے۔

(کافی ج ۲، ص ۳۵۱)

۷۴۔ اہل ایمان کو کافر کہنا

کسی مومن کو کافر کہنا بہت بڑا جرم ہے۔ اگر کوئی کسی مومن کو تو بے دین ہے، تو خدا کو نہیں پہچانتا، تیرا خدا پر ایمان نہیں ہے، تو مسلمان نہیں ہے، تو کافر ہے وغیرہ کہے تو اس طرح کے الفاظ میں جہاں تکفیر پائی جاتی ہے وہاں مومن کی تحقیر بھی پائی جاتی ہے۔ قرآن مجید کہتا ہے: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا ضَرَبْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَتَبَيَّنُوا وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْفَىٰ إِلَيْكُمْ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا تَبَيَّنُوا عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لَعِنَدَ اللَّهِ مَغَانِمٌ كَثِيرَةٌ كَذَلِكَ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلُ لَمَنْ اللَّهُ عَلَيْهِمُ فَتَبَيَّنُوا إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا** ○ اے ایمان والو! جب جہاد کے لیے نکلا کرو تو تحقیق سے کام لیا کرو۔ جو شخص تم سے سلام علیک کرے اس سے یہ نہ کہو کہ تم مومن نہیں ہو اور اس سے تمہاری غرض یہ ہو کہ دنیا کی زندگی کا فائدہ حاصل کرو۔ ہاں خدا کے پاس بہت زیادہ غنائم ہیں۔ تم بھی تو پہلے ایسے ہی تھے۔ پھر خدا نے تم پر احسان کیا تو (آئندہ) تحقیق کر لیا کرو اور جو عمل تم کرتے ہو خدا کو سب کی خبر ہے۔ (سورہ نساء: آیت ۹۴)

محقق اردبیلی لکھتے ہیں: مفسرین میں یہ روایت مشہور ہے کہ یہ آیت اسامہ بن زید اور اس کے ساتھیوں کے متعلق نازل ہوئی تھی۔ آنحضرتؐ نے انہیں جہاد پر بھیجا تھا۔ راستے میں انہیں ایک چرواہا دکھائی دیا۔ اس نے کہا: السلام علیکم لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اس کے باوجود اسامہ نے اسے قتل کر دیا اور اس کی بکریوں پر قبضہ کر لیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اس کے بعد محقق اردبیلی لکھتے ہیں: یہ آیت حکم دیتی ہے کہ جو بھی شخص کلمہ شہادتین پڑھے اسے مسلمان سمجھنا چاہیے اور یہ نہیں کہنا چاہیے کہ یہ آدمی تقیہ کی وجہ سے یا مجبوری کے عالم میں کلمہ پڑھ رہا ہے اور دل سے مسلمان نہیں ہے۔ (زبدۃ البیان ص ۳۱۲)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: **مَلْفُونٌ مَلْفُونٌ مَنْ رَمَىٰ مُؤْمِنًا بِكُفْرٍ وَمَنْ رَمَىٰ مُؤْمِنًا بِكُفْرٍ فَهُوَ كَقَتْلِهِ** وہ شخص ملعون ہے ملعون ہے جو مومن کو کافر کہے اور مومن کو کافر کہنا اس کو قتل کرنے کے برابر ہے۔

(بحار الانوار ج ۶۹، ص ۲۰۲)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اگر کوئی کسی کو کافر کہے تو ان میں سے ایک نہ ایک کافر ضرور ہو جاتا ہے۔ اگر کافر کہنے والا سچا ہو تو مخاطب کافر ہے اور اگر مخاطب مسلمان ہے تو اسے کافر کہنے والا خود کافر ہے۔ خبردار! اہل ایمان کو کافر مت کہو۔ (ثواب الاعمال ص ۲۳۲)

۷۵۔ خدا، رسولؐ اور اولیاء اللہ کو اذیت پہنچانا

اللہ سبحانہ و تعالیٰ جسم و جسمانیت سے پاک ہے لہذا اس کو اس طرح اذیت نہیں دی جاسکتی جس طرح مخلوق ایک دوسرے کو اذیت پہنچاتی ہے۔ اللہ کو اذیت دینے سے مراد اولیاء اللہ کو اذیت دینا اور اللہ کی نافرمانی کرنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ نے اپنی اذیت کو اپنے رسولؐ کی اذیت کے ساتھ ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا (سورہ احزاب: ۵۷)
 جس طرح اللہ نے اپنے رسولؐ کو اذیت پہنچانے کو اپنی اذیت قرار دیا ہے اسی طرح اللہ کے رسولؐ نے جناب فاطمہ، امام علی، امام حسن اور امام حسین علیہم السلام کو اذیت پہنچانے کے بارے میں فرمایا کہ جس نے ان کو اذیت دی اس نے مجھ کو اذیت دی۔ آنحضرتؐ نے اپنے قول میں عمومیت پیدا کرتے ہوئے یہ فرمایا ہے کہ اہل ایمان کو اذیت دینے والا مجھے اذیت دینے والے کی مانند ہے۔

اہلبیت طاہرین علیہم السلام نے فرمایا ہے کہ ہمارے شیعوں کی توہین کرنے والا اور انہیں اذیت پہنچانے والا دراصل ہماری توہین کرنے والا اور ہمیں اذیت پہنچانے والا ہے۔

یہاں اس نکتے کی وضاحت ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو حبیبِ خدا سے متعلق ادب و آداب بتائے ہیں اور ان سے گفتگو کرنے کا سلیقہ سکھایا ہے اور آنحضرتؐ کے احترام کا حکم دیا ہے۔ جو شخص ان آداب کی پابندی نہ کرے وہ دراصل رسولؐ کو اذیت پہنچانے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو احترامِ پیغمبرؐ کی تعلیم دی ہے اور اس احترام کو مسلمانوں پر واجب قرار دیا۔ جب ہم احترامِ پیغمبرؐ کے تقاضوں کو جان لیں گے تب ہمیں معلوم ہوگا کہ انہیں اذیت دینے کا کیا مفہوم ہے۔

اللہ تعالیٰ سورہ نور آیت ۶۳ میں ارشاد فرماتا ہے: إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ عَلَىٰ أَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوا حَتَّىٰ يَسْتَأْذِنُوا مِمَّنْ تَوَاصَلُوا فِيهِ وَهُوَ جِوَاللَّهِ أَوْ اس کے رسولؐ کو دل سے مانیں اور جب کسی اجتماعی کام کے موقع پر رسولؐ کے ساتھ ہوں تو ان سے اجازت لیے بغیر نہ جائیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو مسلمان اجتماعی امور میں رسولؐ کے ساتھ شریک ہوں ان کے لیے آپ سے اجازت لیے بغیر وہاں سے چلے جانا حرام ہے اور جو کوئی ایسا کرے اس نے آپ کو اذیت دی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ادبِ رسولؐ بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الَّذِينَ يَسْتَلْلُونَ مِنْكُمْ لَوْ إِذَا فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ○ مسلمانو! اپنے درمیان رسولؐ کے بلانے کو آپس میں ایک دوسرے کا سا بلانا نہ سمجھو۔ اللہ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو تم میں سے ایک دوسرے کی آڑ لیتے ہوئے چپکے سے کھسک جاتے ہیں۔ رسولؐ کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں کو ڈرنا چاہیے کہ وہ کسی فتنے میں گرفتار نہ ہو جائیں ان پر

دردناک عذاب نہ آجائے۔ (سورہ نور: آیت ۶۳)

یہ آیت بتاتی ہے کہ نبیؐ کی نافرمانی اور ان کی بے احترامی دنیا و آخرت کے فتنے کا باعث ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سورہ احزاب کی آیت ۵۳ میں نبیؐ کے گھر میں داخل ہونے کے آداب بیان فرمائے ہیں يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ... كَانَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمًا ○ اسے ایمان والو! پیغمبرؐ کے گھروں میں نہ جایا کرو مگر یہ کہ تم کو کھانے کے لیے بلایا جائے اور اس کے پکینے کا انتظار بھی نہ کرنا پڑے لیکن جب تمہاری

دعوت کی جائے تو جاؤ اور جب کھانا کھا چکو تو فوراً اٹھ کر چلے جاؤ اور باتوں میں جی لگا کر نہ بیٹھ رہو۔ یہ بات پیغمبرؐ کو ایذا دیتی تھی اور وہ تم سے شرم کی وجہ سے کچھ نہیں کہتے تھے لیکن اللہ سچی بات کے کہنے سے شرم نہیں کرتا اور جب تم پیغمبرؐ کی بیویوں سے کوئی سامان مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو۔ یہ تمہارے اور ان کے دونوں کے دلوں کے لیے پاکیزگی کی بات ہے۔ اور تم کو یہ شایاں نہیں کہ پیغمبرؐ خدا کو اذیت دو اور نہ یہ کہ ان کی بیویوں سے کبھی ان کے بعد نکاح کرو بیشک یہ خدا کے نزدیک بہت بری بات ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سورہ حجرات آیت ۴-۵ میں فرمایا ہے: **إِنَّ الَّذِينَ يُسَادُونَكَ مِنَ وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ۝ وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّى تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝** بے شک جو لوگ آپ کو حجروں کے پیچھے سے پکارتے ہیں ان کی اکثریت عقل نہیں رکھتی اور اگر یہ اتنا صبر کر لیتے کہ آپ نکل کر باہر آجاتے تو یہ ان کے حق میں زیادہ بہتر ہوتا اللہ بہت بخشنے والا مہربان ہے۔

پس ہر مسلمان پر واجب ہے کہ آنحضرتؐ کے ادب کو ملحوظ رکھے اور آپ کے خاندان کا احترام کرے اور آپ کے اس دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد آپ کی بیوگان سے نکاح کا ارادہ نہ کرے۔ ادب رسولؐ کے تقاضوں کو پورا نہ کرنا خدا کی نظر میں بہت بڑا جرم ہے۔

سورہ احزاب آیت ۵۶ میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان مذکور ہے: **إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۝** بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو تم بھی ان پر درود بھیجو اور ان کے فرمان کو اچھی طرح سے تسلیم کرو۔

سورہ حجرات کی پہلی آیت ہے: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْلُبُوا بَيْنَ يَدَيْ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ** ایمان والو! اللہ اور اس کے رسولؐ پر سبقت نہ کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔

اسی سورہ مبارکہ میں آگے فرمایا گیا ہے: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ** اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو پیغمبرؐ کی آواز سے اونچا نہ رکھو اور جس طرح ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو اس طرح رسولؐ کے سامنے زور زور سے نہ بولا کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔ بے شک جو لوگ رسولؐ خدا کے سامنے دبی آواز سے بولتے ہیں اللہ نے ان کے دل تقویٰ کے لیے آزما لیے ہیں۔ ان کے لیے بخشش اور اجر عظیم ہے۔

سورہ احزاب، آیت ۵۸ میں ہے: **وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدْ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَأَلْمَامًا مِّبْنًا ۝** وہ لوگ جو مومن مردوں اور عورتوں کو کچھ کئے دھرے بغیر اذیت دیتے ہیں انہوں نے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھایا ہے۔

اولیاء اللہ کو اذیت دینے کا انجام

مسلمانوں کے معاملات کی اصلاح اور ان کی امداد بہترین اجتماعی عبادت ہے۔ یہ خدا کی طرف سے خصوصی توفیق ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے یہ توفیق عطا فرماتا ہے۔ وہ لوگ جو مسلمانوں کی خدمت کرتے ہیں اور خیر کے کام بڑھ چڑھ کر انجام دیتے ہیں، مصومین نے ان کو ”اہل معروف“ کا نام دیا ہے۔ وہ لوگ جو دنیا میں اہل معروف ہوں گے وہ آخرت میں بھی اہل معروف ہوں گے۔

روایات میں ہے کہ قیامت کے دن جب یہ آواز آئے گی کہ خدا پر جس کا حق واجب ہو وہ اپنا حق وصول کرے جو بہشت کے سوا کچھ نہیں ہے تو وہ لوگ کھڑے ہوں گے جو دنیا میں بھلائی کیا کرتے تھے۔ اہل خیر کی فضیلت میں بہت سی احادیث مروی ہیں۔ جس طرح اہل ایمان کے ساتھ بھلائی کا بڑا ثواب ہے اسی طرح اہل ایمان کو اذیت پہنچانا بھی بڑا گناہ کا کام ہے۔ جب مومنین کی فہرست پر نظر ڈالی جائے تو امیر المومنین اور ان کی نسل پاک سے تعلق رکھنے والے ائمہ بدئی سرفہرست دکھائی دیتے ہیں۔ اسی لیے رسول خدا اور ائمہ بدئی کو اذیت پہنچانا بدترین گناہ ہے۔

وہ پیغمبر جو کائنات کا محسن اعظم تھا اور جس پر خدا درود بھیجتا ہے اور اہل ایمان کو بھی درود بھیجنے کا حکم دیتا ہے اس محسن اعظم کی زندگی کے آخری لمحات میں ان کا دل دکھایا گیا۔ جب آپ نے قلم دوات طلب کی تو کہا گیا کہ آپ ہمیں ہنسی ہنسی ہاتھیں کر رہے ہیں۔

امام علیؑ کو اذیت دینا رسول خداؐ کو اذیت دینے کے مترادف ہے۔

لکھا ہے کہ آنحضرتؐ نے ایک لشکر روانہ کیا اور امام علیؑ کو امیر لشکر مقرر کیا۔ مسلمانوں کو جنگ میں فتح نصیب ہوئی اور کچھ مال غنیمت اور کینیریں بھی ان کے ہاتھ آئیں۔ امام علیؑ نے ایک کینیر کو اپنے لیے خریدنا چاہا لیکن آپ کی فوج میں موجود حاطب اور بریدہ اسلمی نے آپس میں سازبازی اور اس کی قیمت کے لیے زیادہ بولی لگائی۔ جہاں ان کی بولی ختم ہوئی آپ نے اس سے کچھ زیادہ رقم بیت المال میں جمع کرائی اور کینیر حاصل کر لی۔

حاطب اور بریدہ مدینہ آئے اور آپس میں یہ طے کیا کہ وہ رسول خداؐ کے پاس جا کر امام علیؑ کی شکایت کریں گے۔ چنانچہ بریدہ رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے آپ کے سامنے امام علیؑ کی شکایت شروع کی۔ رسول خداؐ نے اس سے منہ پھیر لیا۔ وہ دوسری طرف سے سامنے آیا۔ آنحضرتؐ نے پھر منہ پھیر لیا۔ الغرض وہ چاروں طرف سے آپ کے سامنے آیا اور کہا: یا رسول اللہ! علیؑ نے غنیمت کا حصہ پہلے لے لیا ہے۔ آنحضرتؐ کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا اور آپ نے فرمایا: بریدہ! تو نے مجھے اذیت پہنچائی ہے۔ بریدہ نے کہا کہ میں خدا کی پناہ چاہتا ہوں۔ میرا ارادہ آپ کو اذیت پہنچانے کا نہیں تھا۔ حضرت رسول خداؐ نے فرمایا: بریدہ! کیا تو یہ سمجھتا ہے مجھے اذیت صرف میری ذات کے لیے پہنچتی ہے اور کیا تو نہیں جانتا کہ علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں۔ جس نے علیؑ کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے اللہ کو اذیت

دی اور جو اللہ کو اذیت دے تو اللہ سے دوزخ میں ڈال دے گا۔ (تفسیر منسوب بہ امام حسن عسکری ص ۱۳۹)

۷۶۔ شعائر اسلام کی توہین

اسلام ہمیں شعائر اللہ کی تعظیم کا حکم دیتا ہے۔ سورہ حج میں ہے:

وَمَنْ يُعْظِمِ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ شَعَائِرَ خَدَاوندی کی تعظیم دلوں کے تقویٰ کی دلیل ہے۔
وَمَنْ يُعْظِمِ حُرُمَاتِ اللَّهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ عِنْدَ رَبِّهِ خدائے جن چیزوں کو محترم بنایا ہے جو ان کی تعظیم کرے تو اس کا یہ عمل خدا کے ہاں باقی اعمال سے افضل ہے۔

خدا کے شعائر اور محرمات لا تعداد ہیں البتہ ہم کعبہ، مسجد الحرام، مسجد نبوی، مکہ و مدینہ، مزارات مقدسہ اور مساجد کی حرمت کو بیان کریں گے۔ ان شعائر اسلامی میں سب سے زیادہ اہمیت دین و اسلام، قرآن اور اولیائے الہی کو حاصل ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ کعبہ کا احترام رسول اکرم کے احترام کا ہی ایک حصہ ہے۔ قرآن اور دین کے بعد محمد و آل محمد ہی سب سے زیادہ محترم ہیں۔ ائمہ ہدیٰ سے رسول اکرم کی جو زیارت منقول ہے اس میں ہے کہ

پروردگار! محمد مصطفیٰ پر درود نازل فرما جیسا کہ تو نے ان کے وسیلے سے گناہ معاف کئے اور لوگوں کے عیبوں کی پردہ پوشی کی اور ان کے وسیلے سے تو نے مشکلیں دور فرمائیں۔ محمد مصطفیٰ پر درود بھیج کیونکہ جیسا کہ تو نے ان کے وسیلے سے بد نصیبی کو دور کیا اور ان کے وسیلے سے بڑے بڑے مصائب ہٹائے اور دعاؤں کو شرف قبولیت بخشا اور بلیات سے نجات دلائی۔

پروردگار! محمد مصطفیٰ پر درود بھیج جس طرح سے تو نے ان کے وسیلے سے اپنے بندوں پر رحم کیا اور شہروں کو زندگی عطا کی اور ظلم و ستم کرنے والوں کی کمر توڑ ڈالی اور فرعون مزاج افراد کو ہلاک کیا۔
پروردگار! محمد مصطفیٰ پر درود بھیج جیسا کہ تو نے ان کے وسیلے سے مال میں برکت دی اور ہولناکیوں سے بچالیا اور ان کے وسیلے سے بتوں کو تروایا اور انسانوں پر رحم کیا۔

خدایا! محمد مصطفیٰ پر درود بھیج جیسا کہ تو نے ان کو بہترین دین دے کر مبعوث کیا اور ان کے وسیلے سے ایمان کو قوت بخشی اور بت پرستی سے نجات عطا کی اور بیت اللہ الحرام کو عظمت ملی۔

زیارت جامعہ کبیرہ میں ہمیں شان آل محمد میں یہ الفاظ دکھائی دیتے ہیں:

اے اہلبیت نبوت! ہر عزت دار آپ کی عزت کو دیکھ کر گردن جھکا چکا ہے۔ ہر مخلوق آپ کے سامنے حقیر ہے اور آپ کی ولایت کی وجہ سے نجات حاصل کرنے والے نجات حاصل کرتے ہیں۔ آپ لوگ صالحین کا نور ہیں اور نیک افراد کے ہادی ہیں اور خدائے جبار کی حجت ہیں۔ اللہ نے آپ کو مقررین کے اعلیٰ ترین مقامات عطا کئے ہیں جن تک کسی دوسرے کی رسائی نہیں ہے۔

قرآن کریم کی بے حرمتی کرنا

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی آخری نازل کردہ کتاب ہے اور یہ اللہ کا کلام ہے جسے اس نے حضرت محمد مصطفیٰؐ پر نازل فرمایا۔ قرآن کتاب خدا اور قانون الہی ہے اور یہ رہتی دنیا تک حضرت محمدؐ کا معجزہ ہے اور یہ کتاب دنیا و آخرت کی سعادت کا ذریعہ ہے۔ اسی کتاب نے لوگوں کو انبیاء و مرسلین کے واقعات سے آگاہی عطا کی ہے اور یہی کتاب ائمہ ہدیٰ کے فضائل کی بھی ترجمانی کرتی ہے۔ قرآن کا احترام دین کا احترام ہے اور قرآن کی بے ادبی دین کی بے ادبی ہے۔ قرآن کے احترام کی بہترین شکل و صورت یہ ہے کہ انسان قرآنی احکام پر عمل کرے۔ قرآن کریم کو وضو کے بغیر چھونا اس کی بے حرمتی ہے اور نامناسب مقام پر قرآن رکھنا قرآن کی توہین ہے اور تدبیر کے بغیر قرآن پڑھنا بھی صحیح نہیں ہے لیکن قرآن پر عمل نہ کرنا اس کی سب سے بڑی توہین ہے۔

امام محمد باقرؑ نے جعفر بھی سے فرمایا کہ تم صحیح مومن اس وقت تک نہیں بن سکتے جب تک اپنے متعلق لوگوں کی تعریف سن کر اذیت محسوس نہ کرو۔ خیال رکھنا لوگ تمہاری تعریف کریں تو مغرور نہ ہو جانا۔ اپنی شخصیت کو قرآن کے آئینے میں دیکھنا۔ اگر تم قرآن کے ادا پر اپنے آپ کو عمل کرتے ہوئے پاؤ اور جن کاموں سے قرآن نے منع کیا ہے تم اپنے آپ کو ان ممنوعات سے دور پاؤ تو پھر تمہیں مبارک ہو۔ لوگوں کی باتوں سے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا اور اگر تمہارا عمل قرآن کے خلاف ہے تو پھر تمہیں کس بات کا ناز ہے؟ مومن کی پیدائش کا مقصد جہاد بالنفس ہے اور اسے چاہیے کہ اپنے نفس پر غلبہ حاصل کرے۔ انسان کبھی جہاد بالنفس کے مرحلے پر کامیاب ہو جاتا ہے اور اپنی خواہشات پر غالب آجاتا ہے اور کبھی انسان اس معرکے میں مغلوب ہو جاتا ہے۔ جب بندہ مومن اپنے نفس کے ہاتھوں مغلوب ہو رہا ہوتا ہے تو اس وقت اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرتا ہے اور اسے نفس امارہ کے شر سے بچا لیتا ہے اور اس کی لغزشوں کی تلافی کرتا ہے۔ پھر اسے توفیق الہی میسر آتی ہے اور انسان توبہ کا سہارا لیتا ہے اور اللہ اس کی بصیرت میں اضافہ کر دیتا ہے۔ (بحار الانوار ج ۷۸، ص ۱۶۲)

اسی حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا ہے: **إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُمْ مُبْصِرُونَ** اور جب صاحبان تقویٰ کو شیطان کی طرف سے کوئی خیال چھوٹا چاہتا ہے تو وہ خدا کو یاد کرتے ہیں اور حقائق کو دیکھنے لگ جاتے ہیں۔ (سورہ اعراف: آیت ۲۰۱)

کافی میں ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے ایک شاگرد سعد سے فرمایا:

سعد! قرآن یاد کرو (اور اس میں تدبیر کرو)۔ قرآن قیامت کے دن انتہائی خوبصورت شکل میں مجسم ہو کر آئے گا۔ لوگ اس کی حسین صورت کو دیکھیں گے پھر وہ تمام انسانوں، ملائکہ اور انبیاء کی صفوں سے گزرتا ہوا عرش الہی کے سامنے مجہد ریز ہوگا۔ اس وقت اللہ اس سے فرمائے گا: اے میری حجت، اے میرا کلام حق! اب سرسجدے سے اٹھا اور جو مجھ سے مانگنا ہو مانگ اور جس کی شفاعت کرنی ہو کر۔ میں تیری ہر درخواست قبول کروں گا۔ اس وقت قرآن اپنے سر کو بلند کرے گا۔ اس وقت خدا قرآن سے کہے گا: تو نے میرے بندوں کو کیسا

پایا؟ اس وقت قرآن کہے گا کہ پروردگار! تیرے بندوں میں سے کچھ بندوں نے میری تمہائی کی تھی اور میرے حقوق ادا کئے تھے۔ کچھ بندوں نے مجھے ضائع کیا تھا اور میری توہین و تحقیر کی تھی اور مجھے جھوٹا کلام سمجھتے تھے جبکہ میں تیرے بندوں پر تیری رحمت تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: مجھے اپنی عزت و جلالت کی قسم! جن لوگوں نے تیری پیروی کی تھی آج میں انہیں بہترین بدلہ دوں گا اور جس نے تیری مخالفت کی اسے سخت ترین عذاب دوں گا... اللہ تعالیٰ قرآن سے کہے گا جس نے تیری پیروی کی تھی اسے جنت میں داخل کر اور اسے اس کی رہائشگاہ میں رہائش دے۔ قرآن آگے چلے گا اور قرآن کے پیروکار اس کے پیچھے چلیں گے۔ جتنا کوئی قرآن پڑھتا جائے گا اتنے ہی بلند درجات پر فائز ہوتا جائے گا۔ (کافی ج ۲، ص ۶۰۱) بالا اختصار امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

قیامت کے دن تین طرح کے دفتر ہوں گے۔ ایک دفتر میں نعمتوں کا اندراج ہوگا، ایک دفتر میں برائیوں کا اندراج ہوگا اور ایک دفتر میں نیکیاں درج ہوں گی۔ جب نعمتوں کے دفتر کا نیکیوں کے دفتر سے موازنہ کیا جائے گا تو دونوں مساوی ہوں گے۔ برائیوں کا دفتر رہ جائے گا۔ اس وقت مومن کو حساب کے لیے بلایا جائے گا۔ اس وقت مومن کی مدد کے لیے قرآن مجید اس کے آگے آگے چلے گا اور کہے گا: پروردگار! میں تیرا قرآن ہوں اور یہ تیرا مومن بندہ ہے۔ یہ اندھیری راتوں میں میری تلاوت میں مصروف رہتا تھا اور نماز شب میں اشک بہایا کرتا تھا۔ خدایا! جس طرح سے اس نے مجھے راضی کیا تھا آج تو بھی اسے راضی فرما۔ اس وقت آواز قدرت آئے گی: بندہ مومن! دایاں ہاتھ دراز کر۔ وہ دایاں ہاتھ دراز کرے گا۔ اس ہاتھ میں اللہ اپنی رضا رکھ دے گا۔ پھر کہا جائے گا کہ بائیں ہاتھ دراز کر۔ جب وہ بائیں ہاتھ دراز کرے گا تو اس میں اللہ اپنی رحمت رکھ دے گا۔ پھر اس سے کہا جائے گا کہ یہ جنت تیرے لیے مباح ہے۔ اس میں داخل ہو جا اور آیات پڑھتا جا اور درجات حاصل کرتا جا۔ (کافی ج ۲، ص ۶۰۲)

بیت اللہ کی بے ادبی کرنا

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: **إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ** ○ فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مِّمَّا بُرَّاهِمُ وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حُجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا... پہلا گھر جو لوگوں (کے عبادت کرنے) کے لیے مقرر کیا گیا تھا وہی ہے جو مکہ میں ہے۔ بابرکت اور تمام جہانوں کے لیے موجب ہدایت ہے۔ اس میں کھلی ہوئی نشانیاں ہیں جن میں سے ایک مقام ابراہیم ہے۔ جو شخص اس (مبارک) گھر میں داخل ہو جائے گا وہ امان میں ہوگا اور لوگوں پر اللہ کے اس گھر کا حج واجب ہے کہ جو اس گھر تک جانے کا مقدور رکھے وہ اس کا حج کرے اور جو اس حکم کی تعمیل نہ کرے گا تو خدا تمام جہان والوں سے بے نیاز ہے۔ (سورہ آل عمران: آیت ۹۶-۹۷)

کعبہ سب سے محترم عبادت گاہ ہے۔ یہ لوگوں کے لیے جائے امن اور رحمت، مغفرت، ہدایت اور برکت کا مقام ہے۔ اس کے حرم میں توحید و خدا شناسی کی بہت سی نشانیاں موجود ہیں۔ یہاں مقام ابراہیمؑ، حجر اسماعیلؑ، چاہ زمزم اور کوہ صفا اور کوہ مرہہ ہیں اور یہاں پناہ لینے والے کے ساتھ کوئی زیارتی نہیں کر سکتا۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا کی تین حرمتیں بہت بڑی ہیں جن کی عظمت کا کوئی چیز مقابلہ نہیں کر سکتی۔

(۱) قرآن مجید۔ اللہ نے اپنی کتاب کو لوگوں کے لیے حکمت اور اپنا نور قرار دیا ہے۔

(۲) خانہ کعبہ۔ اللہ نے کعبہ کو قبلہ بنایا ہے اور نماز کے لیے قبلہ رخ ہونا لازمی قرار دیا ہے۔

(۳) اہلبیت نبیؑ۔ اللہ نے ان کو ہادی اور معارف الہی کا بیان گر قرار دیا ہے۔

(بحار الانوار ج ۲۳، ص ۱۸۵۔ خصال ج ۱، ص ۷۱)

ابوسعید خدری بیان کرتے ہیں کہ رسول خداؐ نے فرمایا:

اللہ کی تین حرمتیں ہیں جو ان کی حفاظت کرے گا اللہ دین و دنیا میں اس کی حفاظت کرے گا اور جو ان حرمتوں کی حفاظت نہیں کرے گا اللہ اس کی کسی چیز کی حفاظت نہیں کرے گا۔ اسلام کی حرمت، میری حرمت، میری عمرت کی حرمت۔ (خصال ج ۱، ص ۷۱)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

روئے زمین پر پانچ چیزیں حرمت اور عظمت رکھتی ہیں اور ان کا احترام سب پر واجب ہے:

حرمت رسولؐ، حرمت آل رسولؐ، حرمت قرآن، حرمت کعبہ اور حرمت مومن۔

کعبہ کا احترام ہر مسلمان پر واجب ہے اور کعبہ کی بے حرمتی سخت گناہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ... وَمَنْ يُؤْذِ فِيهِ بِالْعَدَاةِ بِظُلْمٍ نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ أَلِيمٍ ۝ جو بھی اس مسجد میں ظلم کے ساتھ الحاد کا ارادہ کرے تو ہم اسے دردناک عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔ (سورہ حج: آیت ۲۵)

کافی میں ہے کہ امام علی علیہ السلام کے کچھ سیاسی حریف کعبہ میں داخل ہوئے تھے اور انہوں نے آئندہ کے لئے عمل کے لیے ایک دستاویز تیار کی تھی۔ یہ آیت ان کے لیے نازل ہوئی تھی۔ (ج ۱، ص ۳۲۱)

تربت امام حسینؑ کی بے ادبی کرنا

مٹی کھانا حرام ہے خواہ وہ کسی جگہ کی ہو لیکن اللہ نے تربت امام حسینؑ کو خاک شفا کا اعزاز بخشا ہے۔ اس کا احترام ضروری ہے اور اس کی بے ادبی کرنا حرام ہے۔ یہ وہ خاک ہے جس سے کئی لاعلاج مریضوں کو شفا نصیب ہوئی ہے۔ معصومینؑ نے خاک شفا استعمال کرنے کے مخصوص آداب بیان کئے ہیں۔

محمد بن مسلم راوی ہیں کہ میں بیماری کے عالم میں مدینہ پہنچا۔ امام محمد باقر علیہ السلام کو خبر ہوئی تو آپ

نے ایک شربت بھیجا جس پر رومال پڑا ہوا تھا۔ آپ کے غلام نے وہ شربت مجھے دیا اور کہا کہ میرے آقا کا حکم ہے کہ آپ کو یہ شربت پلائے بغیر واپس نہ آؤں۔ اس شربت سے مشک کی خوشبو آرہی تھی اور وہ بہت ٹھنڈا تھا۔ جب میں نے شربت پیا تو غلام نے کہا کہ انھیں آپ کو امام بلاتے ہیں۔ میں سوچنے لگا کہ مولا کے پاس کیسے جاؤں مجھ میں تو چلنے کی بھی سکت نہیں۔ پھر اچانک میں نے محسوس کیا کہ میرے اندر قوت آگئی ہے اور تمام کمزوری دور ہوگئی ہے۔ میں امام کے در دولت پر پہنچا اور اجازت طلب کرنے کا ارادہ کیا کہ اندر سے امام کی آواز آئی۔ تجھے شفا مل چکی ہے۔ اندر آ جاؤ۔

میں نے روتے ہوئے حجرے کے اندر قدم رکھا اور امام کے سر اور ہاتھوں کا بوسہ لیا۔ امام نے پوچھا کہ کیوں روتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ مولا! میں اس لیے روتا ہوں کہ ہمارے اور آپ کے درمیان ایک طویل سفر حائل ہے اور میں آپ کے یہاں مستقل طور پر قیام بھی نہیں کر سکتا۔ اسی جدائی کی وجہ سے رو رہا ہوں۔ امام نے فرمایا کہ تم نے جو یہ کہا ہے کہ تمہارے اور ہمارے درمیان طویل فاصلہ حائل ہے تو بات یہ ہے کہ خدا چاہتا ہے ہمارے دوست ہمیشہ آزمائش میں مبتلا رہیں۔ تم نے کہا ہے کہ تم مسافر ہو تو یاد رکھو! اس دنیا میں ہر مومن مسافر ہے۔ انسان جب تک اس دنیا کو چھوڑ کر اللہ کی رحمت میں نہ چلا جائے اس وقت تک وہ مسافر ہی رہتا ہے۔ تم نے طویل فاصلے کا ذکر کیا ہے۔ تمہیں امام حسینؑ کی ذات اقدس سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔ ان کا مزار بھی تو ہم سے بہت دور فرات کے کنارے پر واقع ہے۔ تم نے جو یہ کہا ہے کہ تمہارا جی چاہتا ہے کہ ہمارے پاس رہو اور ہماری زیارت سے شرف ہوتے رہو لیکن حالات تمہیں اس کی اجازت نہیں دیتے، اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تمہارے دل کی کیفیت جانتا ہے اور وہ تمہیں اس کا اجر دے گا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ کیا تم امام حسینؑ کی زیارت کے لیے کر بلا جاتے ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ انتہائی خوف کے باوجود جاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: جو خوف کے عالم میں بھی زیارت حسینؑ کو جائے تو اللہ قیامت کے خوف سے اس کو بچالے گا اور اس کی مغفرت فرمائے گا۔ ملائکہ اس کو سلام کریں گے۔ رسول خداؐ اس کی زیارت کریں گے۔ وہ خدا کے فضل و انعام کا مستحق قرار پائے گا۔ وہ کوئی معصیت نہ دیکھے گا اور رضائے الہی کا پیر و کار قرار پائے گا۔ پھر آپ نے پوچھا کہ تم کو ہمارا بھیجا ہوا مشروب کیسا لگا؟

میں نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اہلبیت، رحمت ہیں اور آپ اوصیاء کے وصی ہیں۔ جب آپ کا غلام مشروب لایا تھا تو کھڑے ہونے کے قابل نہیں تھا۔ میں نے مشروب پیا۔ وہ ایسا خوشبودار تھا کہ میں نے زندگی میں کبھی ایسا مشروب نہیں پیا اور جیسے ہی میں نے وہ مشروب پیا مجھے لگا کہ میں نے رسیوں سے آزادی حاصل کر لی ہو۔ خدا کا شکر ہے جس نے آپ کو اپنے شیعوں کے لیے رحمت بنایا ہے۔ امام نے فرمایا: تم نے جو شربت پیا ہے اس میں قبر حسینؑ کی مٹی شامل تھی اور وہ بہترین دوا ہے۔ ہم اپنی عورتوں اور بچوں کو یہ شربت پلایا کرتے ہیں۔ یہ ہر درد کے لیے مفید ہے اور ہر بھلائی کا وسیلہ ہے۔

میں نے کہا: تھوڑی سی خاک مجھے بھی عطا فرمائیں تاکہ ہم بھی اس سے استفادہ کریں۔ آپ نے فرمایا: جب کوئی شخص حائر حسینی کی خاک لے کر جاتا ہے تو جنات اور دوسری نادیدہ مخلوق اسے مس کرتی ہے جس سے اس کی برکت زائل ہو جاتی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ہر درو مند کو اس سے شفا ملتی۔ اس کی مثال حجر اسود کی سی ہے۔ جب یہ پتھر آسمان سے آیا تھا تو سرخ رنگ کا تھا۔ گنہگار ہاتھ اس پہ لگتے رہے اور نتیجہ یہ ہوا کہ وہ کالا سیاہ ہو گیا۔ ہاں تم ہمارے پاس رہ کر خاک شفا کا مشروب پی لو اسے اپنے ساتھ مت لے جاؤ کیونکہ خاک کی تم حفاظت نہ کر سکو گے۔ الغرض حضرت نے دو مرتبہ مجھے خاک شفا کا مشروب پلایا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ میری ساری جسمانی تکلیف دور ہو گئی۔ (کامل الزیارات ص ۲۷۵۔ بحارج ۶۰، ص ۱۵۷۔ کافی ج ۱، ص ۴۲۱)

مزارات مقدسہ کی بے ادبی کرنا

انبیاء اور اوصیاء بالخصوص تاجدار کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اوصیاء کی قبریں انتہائی متبرک ہیں۔ ہادیان دین کی طرف سے ان کی زیارت کی بہت تاکید آئی ہے اور اسے حق مودت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ رسول اکرم اور آپ کے برحق اوصیاء، شہداء کی طرح زندہ ہیں۔ انھیں خدا کی طرف سے رزق ملتا ہے اور جب ہم ان کی قبروں پر جاتے ہیں تو وہ ہمیں دیکھتے ہیں، ہماری باتیں سنتے ہیں اور ہمارے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ اللہ نے ہماری آنکھوں اور کانوں پر پردہ ڈال دیا ہے جس کی وجہ سے ہم ان کی آواز نہیں سن پاتے۔ اس کے عوض اللہ لذت مناجات کے لیے ہمارے دلوں کو کھول دیتا ہے اسی لیے ہم بڑی وارفتگی سے ان کی زیارت کرتے ہیں۔

ان بزرگوں کی قبروں کے احترام کے دلائل وہی ہیں جو خود ان کی حین حیات میں ان کے احترام کے دلائل ہیں۔ احترام کے لیے ان کی حیات اور موت دونوں برابر ہے۔ یاد رکھیں کہ ان بزرگوں کی قبور مطہرہ کی بے حرمتی کرنا اور انھیں مٹی کا بے فائدہ ڈھیر کہنا، ان بزرگوں سے خطاب کو حماقت کہنا اور انھیں پکارنے والوں کو مشرک کہنا نہ صرف شوخ چٹھی بلکہ ان بزرگوں سے عداوت کی علامت ہے۔

اس موضوع کی وضاحت کے لیے ہم چند احادیث پیش کرتے ہیں:

رسول اکرم نے امام علیؑ سے فرمایا: ابو الحسن! اللہ نے تمہاری اور تمہاری اولاد کی قبروں کے قطعہ زمین کو جنت کے قطعہ بنا لیا اور میدان قرار دیا ہے۔ اللہ نے اپنے پسندیدہ بندوں کے دلوں میں تمہاری محبت ڈال دی ہے اور ان کے دلوں کو تمہاری قبروں کی زیارت کی طرف مائل کر دیا ہے۔ وہ بار بار تمہاری قبروں کی زیارت کے لیے آئیں گے اور وہ اس عمل کو اللہ کی قربت اور اجرت رسالت کی ادائیگی کا ذریعہ سمجھیں گے۔ یا علیؑ! تمہارے زائر میرے حوض پر آئیں گے اور مجھ سے ملاقات کریں گے۔ یا علیؑ! جو تمہاری قبروں کو آباد رکھے اور خود زیارت

۱۔ روضہ رسولؐ کے ساتھ جو قطعہ زمین ہے وہ بھی ریاض الجنۃ ہے اور وہاں نماز پڑھنے کا بہت ثواب ہے۔ (رضوانی)

کے لیے آتا رہے تو خدا سے اتنا ثواب دے گا کہ گویا اس نے بیت المقدس کی تعمیر میں حضرت سلیمانؑ کا ہاتھ بنایا ہو اور جو تمہاری قبروں کی زیارت کرے تو اللہ اسے ستر نفل حج کا ثواب عطا فرمائے گا اور تمہاری قبروں کے زائر کے گناہ بخشے جائیں گے جیسا کہ وہ ماں کے پیٹ سے نکلا ہو۔ (النهاية ج ۱، ص ۲۳۳، حظل)

کچھ لوگ تمہارے زائرین کو یوں ملامت کریں گے جیسے کسی بدکار عورت کو ملامت کی جاتی ہے۔ تمہارے زائرین کو ملامت کرنے والے میری امت کے بدترین افراد ہوں گے۔ خدا انہیں میری شفاعت سے محروم رکھے گا اور میرے حوض سے کبھی سیراب نہیں کرے گا۔ (فروحة الغری ص ۳۱)

عبدالرحمن بن مسلم کا بیان ہے کہ میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے عرض کیا: مولا! یہ فرمائیں کہ امیرالمؤمنینؑ کی زیارت افضل ہے یا امام حسینؑ کی یا پھر فلاں فلاں امام کی؟ میں نے ائمہ کے نام لیے۔

امام موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا: عبدالرحمن! جس نے ہمارے پہلے فرد کی زیارت کی اس نے گویا ہمارے آخری فرد کی زیارت کی اور جس نے ہمارے آخری فرد کی زیارت کی اس نے گویا ہمارے پہلے فرد کی زیارت کی۔ جس نے ہمارے پہلے فرد سے محبت کی اس نے گویا ہمارے آخری فرد سے محبت کی اور جس نے ہمارے آخری فرد سے محبت کی اس نے گویا ہمارے پہلے فرد سے محبت کی اور جس نے ہمارے دوستوں میں سے کسی ایک کی حاجت پوری کی تو وہ اس شخص کی مانند ہے جس نے ہم سب کی حاجت پوری کی ہو۔

پھر آپ نے فرمایا: عبدالرحمن! ہم سے دوستی رکھو اور ہماری وجہ سے ہمارے دوستوں سے بھی دوستی رکھو اور ہمارے دشمنوں سے دشمنی رکھو۔ جان لو کہ ہماری بات رد کرنے والا ہمارے جد رسول خداؐ کی حدیث رد کرنے والے کی مانند ہے اور رسول خداؐ کے فرمان کو رد کرنے والا خدا کے فرمان کو رد کرنے والے کی مانند ہے۔ جس نے ہم سے بغض رکھا اس نے رسول خداؐ سے بغض رکھا اور جس نے رسول خداؐ سے بغض رکھا اس نے خدا سے بغض رکھا اور خدا کا حق ہے کہ وہ بغض رکھنے والے کو جہنم میں ڈال دے۔ (کمال الزیارات ص ۳۳۵، بحار ج ۹۷)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ تمام مخلوقات سے فرشتوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ روزانہ ستر ہزار فرشتے نازل ہوتے ہیں اور بیت المعمور کا طواف کرتے ہیں۔ بیت المعمور کے طواف سے فارغ ہو کر خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہیں۔ خانہ کعبہ کے طواف سے فارغ ہو کر روضہ رسولؐ پر آتے ہیں اور رسول خداؐ کو سلام کرتے ہیں۔ اس کے بعد امیرالمؤمنینؑ کے مرقد پر جاتے ہیں اور انہیں سلام کرتے ہیں۔ وہاں سے فارغ ہو کر قبر حسینؑ پر جاتے ہیں اور سلام کرتے ہیں۔ پھر آسمان کی طرف چلے جاتے ہیں۔ یہ سلسلہ قیام قیامت تک جاری رہے گا۔^۱

(عماد الدین طبری، بشارۃ المصطفیٰ ص ۱۰۸، طبع دوم، مطبوعہ نجف)

۱- مرحوم آیت اللہ ابو القاسم خوئی نے البیان فی تفسیر القرآن میں زیارت قبور کے جائز ہونے کی متعدد احادیث نقل کی ہیں مثلاً جو شخص میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کرے تو ایسا ہی ہے جیسے اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی ہو۔ اور جو شخص میری قبر کی زیارت کرے گا میں بھی یقیناً اس کی شفاعت کروں گا۔ (سنن بیہقی، فصل شعب الایمان) رضوانی

مساجد کی بے ادبی کرنا

مساجد زمین پر اللہ کا گھر ہیں۔ قرآن مجید میں ہے: وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذَكَّرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسُطِي فِي خَوَابِهَا... بھلا اس سے بڑا ظالم اور کون ہو سکتا ہے جو مساجد میں اللہ کا نام لینے سے کسی کو روکے اور مساجد کو ویران کرنے کی کوشش کرے۔ (سورہ بقرہ: آیت ۱۱۴)

تفسیر صافی میں ہے کہ مکہ میں جن لوگوں نے اسلام قبول کیا تھا انھوں نے اپنے گھروں کے ساتھ چھوٹی چھوٹی مسجدیں بنالی تھیں۔ مشرکین انھیں مسجدوں میں جانے سے روکتے تھے۔ چنانچہ اللہ نے کفار کی مذمت میں درج بالا آیت نازل فرمائی۔

تفسیر مجمع البیان میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب کفار قریش نے رسول خدا کو مکہ میں داخل ہونے اور مسجد الحرام میں آنے سے روکا تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

ایک مرتبہ ابو بصیر نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ مساجد کی تعظیم کی وجہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ مساجد زمین پر اللہ کا گھر ہیں اسی لیے اللہ نے ان کی تعظیم کا حکم دیا ہے۔ (علل الشرائع ج ۲، ص ۳۱۸) امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ تورات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: مساجد زمین پر میرا گھر ہیں۔ وہ شخص خوش نصیب ہے جو اپنے گھر میں وضو کر کے میری مساجد میں میری زیارت کے لیے آئے۔ گھر کے مالک پر ملاقاتی کا احترام ضروری ہے۔ (علل الشرائع ج ۲، ص ۳۱۹)

مساجد کے آداب

علامہ علی القواعد میں لکھتے ہیں کہ مسجد کی تعمیر سنت مؤکدہ ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص تیز کے گھونسلے کے برابر مسجد بنائے تو خدا اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا۔

مساجد میں جانا مستحب ہے۔ ہادیان دین نے اس کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص مسلسل مسجد میں جائے تو اسے آٹھ میں سے ایک چیز ضرور ملے گی۔ دینی بھائی، علم کے موتی، خدا شناسی کی دلیل، رحمت الہی، گمراہی سے بچانے والی بات، ہدایت پر مبنی بات، ایسی نصیحت جو خدا خونیں پیدا کر دے اور ایسی بات جسے سن کر خدا سے حیا آئے۔ (وسائل الشیخہ ج ۳، ص ۴۸۶، باب ۸)

مسجد کے لیے چند باتوں کی سفارش کی گئی ہے:

- (۱) مسجد میں رات کے وقت چراغ جلانا چاہیے۔
- (۲) مسجد میں جوتا اتار کر جانا چاہیے۔
- (۳) مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے دایاں پاؤں رکھنا چاہیے۔
- (۴) مسجد میں وضو کر کے جانا چاہیے۔

(۵) مسجد میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھنی چاہیے: بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَافْتَحْ لَنَا بَابَ رَحْمَتِكَ وَاجْعَلْنَا مِنْ عُمَّارِ مَسَاجِدِكَ جَلَّ ثَنَاءُ وَجْهِكَ وَتَقَدَّسَتْ أَسْمَانُكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ.

(۶) مسجد سے نکلنے کے وقت پہلے ہایاں پاؤں باہر رکھنا چاہیے اور یہ دعا پڑھنی چاہیے: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَافْتَحْ لَنَا بَابَ فَضْلِكَ. (وسائل الشیخ ج ۳، ص ۵۱۵)

واجب نماز گھر کی بجائے مسجد میں پڑھنی چاہیے اور نقلی نماز بالخصوص نماز شب گھر میں پڑھنی چاہیے۔ بیت المقدس کی مسجد میں نماز پڑھنا ہزار نمازوں کے برابر ہے اور جامع مسجد میں نماز پڑھنا سو نمازوں کے برابر ہے۔ محلے کی مسجد میں نماز پڑھنا پچیس نمازوں کے برابر ہے۔ بازار کی مسجد میں نماز پڑھنا بارہ نمازوں کے برابر ہے۔ (علامہ حلی، القواعد ج ۱، ص ۲۶۱)

مؤلف عرض کرتا ہے کہ مسجد الحرام میں نماز پڑھنا ایک لاکھ نماز کے برابر ہے اور مسجد نبوی میں دس ہزار نماز کے برابر ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ مسجد الحرام کی ایک نماز کا ثواب باقی مساجد کے ثواب سے دس لاکھ گنا زیادہ ہے۔

علامہ حلی لکھتے ہیں کہ مساجد کے لیے چند باتیں مکروہ ہیں:

- (۱) مسجد کی عمارت کو بہت اونچا بنانا (۲) مسجد کے اوپر چھت بنانا (۳) مسجد میں بالکونیاں بنانا (۴) مسجد کے درمیان مینار بنانا (۵) مسجد کو گزرگاہ بنانا (۶) مسجد کی دیوار میں محراب بنانا (۷) مسجد کے اندر وضو کے لیے حوض بنانا (۸) مسجد میں نیند کرنا خاص طور پر مسجد الحرام اور مسجد نبوی میں سونا (۹) مسجد سے کنکریاں باہر لے جانا پھر انہیں اندر لے آنا (۱۰) مسجد میں تھوکنا (۱۱) مسجد میں ناک صاف کرنا (۱۲) مسجد میں تلواریں بے نیام کرنا (۱۳) مسجد میں کاروبار اور خرید و فروخت کرنا (۱۴) مسجد میں دیوانوں اور بچوں کو آنے دینا (۱۵) مسجد میں احکام نافذ کرنا اور ان کا اجرا کرنا (۱۶) مسجد میں گشودہ اشیاء کا اعلان کرنا (۱۷) مسجد میں شعر پڑھنا (۱۸) مسجد میں چلانا (۱۹) مسجد میں پیاز اور لہسن کھا کر جانا (۲۰) مسجد میں جوتوں سمیت داخل ہونا (۲۱) مسجد میں ننگا ہونا (۲۲) مسجد میں ریت پھینکنا۔ (القواعد ج ۱، ص ۲۶۲)

مؤلف کہتا ہے کہ مسجد کا کوڑا کرکٹ باہر ڈالنا چاہیے البتہ مسجد کی خاک، پتھر اور دیگر اجزائے مسجد کو مسجد سے باہر پھینکنا گناہ ہے۔ کچھ فقہاء نے درج بالا اشیاء کو مسجد الحرام سے باہر نکالنا حرام قرار دیا ہے اور روایات میں بھی اس سے منع کیا گیا ہے۔

زید شحام کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ بعض اوقات میں مسجد سے باہر نکلتا ہوں تو دیکھتا ہوں کہ مسجد کی ریت میرے کپڑوں کے ساتھ چسبی ہوئی ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس ریت کو اسی مسجد میں یا کسی دوسری مسجد میں جا کر جھاڑ دو۔ (وسائل الشیخ ج ۹، ص ۳۳۳)

۷۔ نماز جماعت سے بے اعتنائی کرنا

محقق حلی (۶۰۲ھ-۶۷۶ھ) لکھتے ہیں: تمام فرض نمازیں باجماعت پڑھنا مستحب ہے۔ جمعہ اور عیدین کی نماز بغیر جماعت نہیں ہو سکتی۔ ہم نے کسی فقیہ کو نہیں دیکھا جس نے تارک جماعت کو فاسق کہا ہو۔ اس سلسلے کی جو روایت بیان کی جاتی ہے اس سے اس کا وجوب ثابت نہیں ہوتا۔ (المعتبر ج ۲، ص ۴۱۳)

محقق نراقی لکھتے ہیں کہ جمعہ اور عیدین میں جماعت کے ساتھ شامل ہونا واجب ہے۔ علاوہ ازیں جو شخص قرأت نہ جانتا ہو اور اس کے پاس صحیح قرأت سیکھنے کا وقت نہ ہو، اس پر بھی جماعت میں شامل ہونا واجب ہے البتہ ہمارے علماء نے کہا ہے کہ تمام فرائض کو باجماعت پڑھنا مستحب ہے۔ (مستند الشیعة ج ۸، ص ۱۳) علامہ حلی لکھتے ہیں کہ جماعت کا ترک کرنا مناسب نہیں ہے البتہ کوئی عمومی یا خصوصی مجبوری ہو تو جماعت میں شرکت ضروری نہیں ہے مثلاً بارش یا بکچڑ ہو اور چل کر مسجد میں جانا مشکل ہو یا انسان کسی بیماری میں مبتلا ہو یا مسجد تک جانا اس کے لیے خطرناک ہو، دشمنوں سے مقابلے کا خطرہ ہو تو جماعت کے لیے استہاب باقی نہیں رہے گا۔ (المنتہی ج ۱)

شیخ صدوق لکھتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص پانچوں نمازیں باجماعت ادا کرے تو ہر نیک کام کے لیے اس کے متعلق نیک گمان کیا کرو۔

امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: مسجد کے ہمسایوں کی نماز بغیر جماعت کے نہیں ہوتی البتہ کوئی بیمار یا مجبور ہو یا بارش نے اسے مسجد میں آنے سے روک دیا ہو تو پھر وہ گھر میں نماز پڑھ سکتا ہے۔ (المنتہی ج ۱، ص ۳۶۳)

مؤلف عرض کرتا ہے: روایات کی کثیر تعداد اور شرح لعمہ (روضۃ البیہ) میں شہید ثانی کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ جماعت سے نماز نہ پڑھنا اور مستقل طور پر جماعت کو ترک کر دینا جائز نہیں ہے۔ بہت سی روایات نماز باجماعت کے وجوب پر دلالت کرتی ہیں۔ قارئین کی خدمت میں ہم چند روایات نقل کر رہے ہیں: زرارہ نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جو شخص بے اعتنائی کی وجہ سے جماعت میں شرکت نہ کرے اور اسے کوئی مجبوری لاحق نہ ہو تو اس کی نماز نہیں ہے۔ (شیخ صدوق، امالی ص ۵۷۳)

امام محمد باقر علیہ السلام کا فرمان ہے کہ امام عادل (یعنی عادل حکمران) کے ساتھ نماز جمعہ واجب ہے۔ جو شخص کسی شرعی عذر کے بغیر تین جمعوں میں شرکت نہ کرے وہ منافق ہے۔ (ایضاً)

امام جعفر صادق سے مروی ہے کہ رسول اکرم نے مسجد کے ہمسایوں سے یہ عہد لیا تھا کہ وہ جماعت میں شرکت کریں گے اور جو مسلسل جماعت سے غیر حاضر رہیں گے ان کے لیے میں اپنے اہلیت کے ایک فرد (امام علیؑ) کو حکم دوں گا کہ وہ ان کے گھروں کو آگ لگا دیں۔ (المحاسن ص ۸۵۔ عقاب الاعمال ص ۲۳۲)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھائی اور نماز کے بعد صحابہ سے چند افراد کے متعلق

پوچھا کہ کیا وہ جماعت میں حاضر ہوئے ہیں؟ صحابہ نے نفی میں جواب دیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ کیا وہ سفر پر گئے ہوئے؟ صحابہ نے کہا: نہیں یا رسول اللہ! وہ گھروں میں ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ نماز فجر اور نماز عشاء منافقین پر بھاری ہے۔ (المحاسن ص ۸۴۔ عقاب الاعمال ص ۲۳۲)

مقدس اردبیلی کی کتاب مجمع الفائدة میں امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا: جو شخص کسی مجبوری کے بغیر مسلمانوں کے ساتھ مسجد میں نماز نہ پڑھے اس کی نماز قبول نہیں ہے اور جو شخص ہماری جماعت سے روگردانی کرتے ہوئے گھر میں نماز پڑھے اس کی غیبت جائز اور عدالت ختم ہو جاتی ہے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اس کا بائیکاٹ کریں۔ اگر مسلمانوں کے حاکم کو اس کی اطلاع ملے تو اسے ڈرائے اور جو شخص جماعت مسلمین سے وابستہ رہے تو مسلمانوں پر اس کی غیبت حرام ہو جاتی ہے اور اس کی عدالت ثابت ہو جاتی ہے۔

(ج ۳، ص ۲۴۰۔ بحار الانوار ج ۸۵، ص ۵)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص ملعون ہے، ملعون ہے، ملعون ہے جو جماعت مسلمین میں شرکت سے روگردانی کرتا ہے۔ (مجمع الفائدة ج ۳، ص ۲۴۰)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب کسی بستی یا صحرا میں تین افراد موجود ہوں اور وہ نماز جماعت قائم نہ کریں تو ان پر شیطان سوار ہو جاتا ہے۔ لوگو! جماعت سے وابستہ رہو کیونکہ جو بکری ریوڑ سے علیحدہ ہو جائے اسے بھیڑیے کھا جاتے ہیں۔ (مجمع الفائدة ج ۳، ص ۲۴۰)

ان روایات سے پتا چلتا ہے کہ نماز جماعت میں شریک ہونا انتہائی ضروری ہے کیونکہ جماعت سے روگردانی کرنے والے کو منافق کہا گیا ہے اور اس کی غیبت کو جائز قرار دیا گیا ہے اور اس کے مقاطعہ کو واجب قرار دیا گیا ہے اور تارک الجماعت کے لیے یہ کہا گیا ہے کہ اس پر ابلیس غلبہ حاصل کر لیتا ہے۔

بلا عذر جماعت ترک کرنا

یہ ایک حقیقت ہے کہ جمعہ اور عیدین کے لیے جماعت واجب ہے اور شرط صحت ہے۔ نماز استسقاء میں جماعت اگرچہ مستحب ہے لیکن اس کے لیے شرط صحت کا درجہ رکھتی ہے۔ ان نمازوں کے علاوہ نماز پنجگانہ کے لیے جماعت واجب نہیں ہے اور شرط صحت بھی نہیں ہے۔ شیعہ فقہاء کا اگرچہ مشہور فتویٰ یہی ہے لیکن ایسی احادیث بھی موجود ہیں جو بتاتی ہیں کہ نماز پنجگانہ کی جماعت میں شرکت نہ کرنا انتہائی خطرناک ہے۔

صاحب حدائق فرماتے ہیں کہ جماعت کا ترک کرنا فسق اور گناہ ہے۔ اگرچہ فقہاء نے اسے گناہوں میں شمار نہیں کیا اور کہا ہے کہ ترک مستحبت عدالت سے مانع نہیں ہیں لیکن روایات و احادیث میں اس کے خلاف بیان ہوا ہے اور تارک جماعت کے لیے یہ وعید دی گئی ہے کہ اس کے گھر کو جلا دیا جائے۔ (ج ۱۸، ص ۱۶۸)

زرارہ راوی ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص جماعت اور اجتماع مسلمین سے

روگردانی کرے اس کی نماز قابل قبول نہیں ہے۔ (ہمدانی، مصباح الفقیہ ج ۲، ص ۶۲۴)

امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ مسجد کے جو ہمسائے جماعت میں شریک نہ ہوں اور فرادئی نماز پڑھیں تو ان کی نماز، نماز نہیں ہے البتہ کوئی مریض ہو یا کسی مشکل میں مبتلا ہو تو وہ مستثنیٰ ہے۔ (روضۃ الواعظین ص ۳۳۵)

امام علی علیہ السلام کا فرمان ہے کہ جو شخص نماز جماعت کی اذان سنے اور اسے کوئی مجبوری نہ ہو اس کے باوجود وہ جماعت میں شرکت نہ کرے تو اس کی نماز، نماز نہیں ہے۔ جو شخص جماعت اور اجتماع مسلمین سے کسی مجبوری کے بغیر روگردانی کرے اس کی نماز نہیں ہے۔ (کافی ج ۲، ص ۳۷۲)

رسول اکرمؐ نے فرمایا: مسجد کے ہمسائے کی نماز مسجد ہی میں جائز ہے۔ (کشف الغطاء ج ۱، ص ۲۱۱)

امام صادقؑ نے فرمایا کہ رسول خداؐ نے ان لوگوں کے گھروں کو جلانے کا ارادہ کیا تھا جو جماعت میں شامل ہونے کی بجائے اپنے گھروں میں نماز پڑھا کرتے تھے۔ اتنے میں ایک شخص آیا اور بولا کہ یا رسول اللہ! میں اذان کی آواز سنتا ہوں مگر ناپینا ہوں اور میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے مسجد میں لانے والا کوئی نہیں ہے (میرے لیے کیا حکم ہے؟)۔ رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ تم اپنے گھر سے مسجد تک ایک رسی باندھ لو اور اسی کے سہارے آیا جایا کرو۔

(شیخ طوسی، تہذیب الاحکام ج ۳، ص ۲۶۶)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اتنی سخت روایات کے باوجود نماز جماعت کو مستحب کیسے کہا جاسکتا ہے؟

مرحوم آیت اللہ ہمدانی مصباح الفقیہ میں لکھتے ہیں کہ ان روایات کی تعبیر جن میں نماز جماعت میں شرکت نہ کرنے والوں کے گھروں کو جلانے کا حکم دیا گیا ہے شاید یہ ہو کہ منافقین متنبہ رہیں اور جماعت مسلمین کو کمزور نہ کر سکیں۔ یہ روایات اذان سن کر جماعت میں شرکت نہ کرنے والوں اور مسجد کے ہمسائے میں رہنے والوں کے لیے ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے اگر نماز جماعت صرف مستحب ہوتی تو ان روایات کا کوئی جواز نہ ہوتا۔ مؤلف عرض کرتا ہے کہ حج، عیدین، جمعہ اور نماز پنجگانہ کے اجتماعات صرف عبادی پہلو کے حامل نہیں ہیں۔ جہاں یہ عبادت ہیں وہاں یہ اجتماعات اسلام کی شوکت اور عظمت کے بھی مظہر ہیں۔ اگر لوگ ان اجتماعات میں شرکت نہ کریں تو اسلامی حکومت کمزور ہو جائے گی اور شوکت اسلام متاثر ہوگی۔ اسی لیے امیر المومنینؑ نے اپنی وصیت (نسخ البلاغ، مکتوب ۴۷) میں حج کے متعلق فرمایا تھا: **اللَّهُ اللَّهُ فِي بَيْتِ رَبِّكُمْ، لَا تَحْلُوهُ مَا يَقْبَلْتُمْ، فَإِنَّهُ إِنْ تَوَكَّك لَمْ تَنْظُرُوا خَاتَمَ كَعْبٍ** سے روگردانی نہ کرنا۔ خبردار! کہیں حج معطل نہ ہونے پائے اس لیے کہ اگر حج کو معطل کر دیا گیا تو پھر تمہیں مہلت نہیں دی جائے گی اور دوسرے تمہیں اپنا لقمہ بنا لیں گے۔

۷۹۔ بلا عذر نماز جمعہ میں شریک نہ ہونا

نماز جمعہ میں شریک ہونے کی بڑی تاکید آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ** ○

اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔ اگر سمجھو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ (سورہ جمعہ: آیت ۹)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص کسی مجبوری کے بغیر تین جمعوں میں شرکت نہ کرے تو اس کے دل پر منافقت کی مہر لگا دی جاتی ہے۔ (وسائل الشیعہ ج ۵، ص ۴)

مؤلف عرض کرتا ہے:

اس آیت سے نیز احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز جمعہ واجب یعنی ہے اور کسی مجبوری کے بغیر اسے چھوڑنا جائز نہیں۔ دیگر روایات سے بھی مستفاد ہوتا ہے کہ قیام جمعہ کے لیے امام معصوم کے شامل ہونے کی بھی کوئی شرط نہیں ہے کیونکہ شیخ مفید زرارہ کی زبانی نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ہم سے نماز جمعہ کے فضائل بیان کئے تو مجھے یہ گمان ہوا کہ گویا آپ چاہتے ہیں کہ نماز جمعہ پڑھائیں۔ میں نے عرض کیا: مولا! کیا ہم جمعہ نماز کے لیے آپ کے پاس آجائیں؟ امام نے فرمایا کہ میرا مقصد یہ تھا کہ تم خود نماز جمعہ قائم کرو۔ (شیخ مفید، المقنعة ص ۱۶۳۔ وسائل الشیعہ ج ۵، ص ۱۲)

شہید ثانی شروح لمعہ میں لکھتے ہیں: اگرچہ روایات کے ظاہری الفاظ سے نماز جمعہ کا وجوب یعنی ثابت ہوتا ہے لیکن فقہاء کا اجماع ہے کہ نماز جمعہ واجب یعنی نہیں ہے اس لیے ہم اسے واجب فسخیری ماننے پر مجبور ہیں۔

مؤلف عرض کرتا ہے کہ غیبت امام (علیہ السلام) میں جمعہ کے متعلق فقہاء میں مختلف آراء ہیں لیکن احتیاط کا یہی تقاضا ہے کہ نماز جمعہ میں ضرور شرکت کی جائے۔

۸۰۔ مستحبات کو ترک کرنا

کچھ فقہاء فرماتے ہیں کہ مستحبات کو مستقل طور پر ترک کرنا حرام ہے اور بعض فقہاء کہتے ہیں کہ مستحبات کو حقیر جان کر چھوڑنا حرام ہے۔

مؤلف عرض کرتا ہے کہ ترک جماعت کی مذمت میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بلا عذر جماعت میں شامل نہ ہونا حرام اور گناہ ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول، خدا کی حیات طیبہ میں کچھ لوگوں نے جماعت میں آنا چھوڑ دیا تھا۔ رسول خدا نے حکم دیا کہ جو جماعت میں شامل نہ ہوں گے ان کے گھر جلا دیئے جائیں گے۔ ان لوگوں نے جب یہ حکم سنا تو جماعت میں شامل ہونے لگے۔ (مستدرک الوسائل، باب ۲)

علامہ مجلسی نے بحار میں اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اس روایت اور اس مفہوم کی حامل دیگر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جماعت میں شامل ہونا واجب ہے لیکن فقہائے کرام اس کے

وجوب کے قائل نہیں ہیں۔ بعض فقہاء نے اسے جماعت واجب (جمعہ و عیدین) پر محمول کیا ہے۔ بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر ترک جماعت کی وجہ جماعت کو حقیر سمجھنا ہو تو پھر ترک جماعت حرام ہے۔ احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ مجبوری کے علاوہ نماز جماعت کو ترک نہیں کرنا چاہیے۔

صاحب حدائق مذکورہ بالا مطالب لکھنے کے بعد تحریر کرتے ہیں کہ اہل اطلاع بخوبی جانتے ہیں کہ ائمہ معصومینؑ نے مستحبات بجالانے کی بڑی تاکید کی ہے۔ اسی طرح انھوں نے مکروہات سے باز رہنے کی بھی بڑی تاکید کی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مستحبات دراصل واجبات کے قریب ہوتی ہیں اور مکروہات اکثر اوقات محرمات کے قریب ہوتی ہیں اور معصومینؑ یہ چاہتے ہیں کہ ان کے ماننے والے مستحبات کو ترک نہ کریں اور مکروہات کے قریب نہ جائیں۔ علاوہ ازیں ایک امکان یہ بھی ہے کہ یہ روایات مستحبات و مکروہات کو حقیر سمجھنے سے روکنے کے لیے وارد ہوئی ہوں۔

۸۱۔ قبور معصومینؑ کی طرف پشت کر کے نماز پڑھنا

کچھ روایتوں اور بعض فقہاء کے فتوؤں کے مطابق امام کی قبر کی طرف نماز میں پشت کرنا جائز نہیں ہے۔ البتہ قبر کے دائیں، بائیں اور قبر کے پیچھے نماز پڑھنے کی ممانعت نہیں ہے۔ اس کے برعکس چند فقہاء یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ اگر قبر امام کی طرف پشت کرنا توہین شمار نہ ہو تو پھر اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

آیت اللہ الحسن الہکیم نے مستمسک العروة میں حمیری سے نقل کیا ہے کہ اس نے کہا: میں نے امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے ایک نائب کے ذریعے امام علیہ السلام کو خط لکھ کر پوچھا کہ اگر کوئی شخص ائمہ کی زیارت کے لیے جائے تو کیا وہ قبر امام کی طرف پشت کر کے نماز پڑھ سکتا ہے؟ امام علیہ السلام کی طرف سے جواب آیا کہ قبر امام کے آگے نماز پڑھنا حرام ہے کیونکہ امام سے مقدم ہونا جائز نہیں ہے۔ نمازی کو چاہیے کہ قبر کے دائیں یا بائیں طرف نماز پڑھے۔ (ج ۳، ص ۳۵۵)

کتاب مذکور میں زرارہ سے باسند صحیح منقول ہے کہ امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ رسول خداؐ کا فرمان ہے: میری قبر کو قبلہ نہ بنانا اور مسجد نہ بنانا۔ اللہ نے ان لوگوں پر لعنت کی ہے جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبور کو مسجد کا درجہ دیا۔ (مستمسک العروة ج ۳، ص ۳۰۳)

صاحب عروة الواقفی ”مکان نماز“ کے ضمن میں لکھتے ہیں: نمازی کو احتیاطاً قبر امام سے مقدم نہیں ہونا چاہیے۔ اگر درمیان میں کوئی رکاوٹ نہ ہو اور پشت کرنے سے توہین امام لازم آتی ہو تو پشت کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔ واضح رہے کہ صندوق قبر، غلاف اور ضریح کو ”حائل“ نہیں سمجھا جاسکتا۔

آیت اللہ خوئی اور آیت اللہ ثمنی نے عروہ کے حاشیے پر لکھا ہے: اگر نماز میں قبر معصوم کے آگے کھڑے ہونے سے ان کی توہین اور بے ادبی لازم نہ آتی ہو تو پھر جائز ہے۔

آیت اللہ ہمدانی نے مصباح الفقیہ میں صاحب حدائق شیخ یوسف بحرینی کا یہ قول نقل کیا ہے: شیخ بہائی اور ان کے بعد کے کچھ علماء جن میں علامہ مجلسی بھی شامل ہیں اس حرمت کے قائل ہیں۔ صاحب حدائق لکھتے ہیں کہ میری نظر میں بھی یہی بات صحیح ہے کیونکہ ہمارے پاس حمیری کی روایت موجود ہے اور اس کے رد میں کوئی روایت موجود نہیں ہے۔ حمیری کی روایت کی تائید میں روایات موجود ہیں مثلاً کمال الزیارات میں لکھا ہے کہ قبر امام کے آگے نہیں بلکہ پیچھے نماز پڑھنا چاہیے۔

۸۲۔ امام زمانہ (عجل اللہ فرجه الشریف) کا نام لینا

بعض روایات میں امام زمانہ کا نام لینے سے منع کیا گیا ہے۔ کچھ روایات میں اس کی وجہ یہ بیان کی گئی کہ اگر آپ کا نام لیا جائے گا تو دشمن آپ کے تعاقب اور آپ کی تلاش میں لگ جائیں گے جبکہ وہ زمانہ انتہائی سخت تقیہ کا زمانہ تھا۔

مؤلف کہتا ہے کہ اگر نام نہ لینے کی اس توجیہ کو مان لیا جائے تو پھر جب اور جہاں آپ کا نام لینا خطرے کا سبب ہو تو وہاں آپ کا نام لینا حرام ہوگا ورنہ نہیں۔

بعض روایات میں مطلقاً آپ کا نام لینا حرام بیان کیا گیا ہے اور اسے کفر کے مساوی قرار دیا گیا ہے۔ کچھ فقہاء کا نظریہ ہے کہ ظہور امام تک نام لینا حرام ہے۔ اب اس مفہوم کی چند روایات ملاحظہ فرمائیں:

صحیح ابن ربیع میں ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: (زمانہ غیبت میں) صاحب الامر کا نام کافر کے سوا اور کوئی نہیں لے گا۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۱، ص ۲۸۷)

صحیح ابن ربیع کی ایک اور روایت میں ہے کہ اس زمانے میں تم ان کے وجود کو نہ دیکھو گے اور ان کا نام لینا بھی تمہارے لیے حلال نہ ہوگا۔ میں نے کہا تو ہم ان کا ذکر کن الفاظ سے کریں؟ آپ نے فرمایا انھیں الحجۃ من آل محمد کے نام سے یاد کرو۔

صحیح حمیری میں مرقوم ہے کہ میں نے امام زمانہ کے (پہلے) نائب جناب عثمان بن سعید العردی سے پوچھا کہ ہمارے امام کا نام کیا ہے؟ انھوں نے کہا: تمہارے لیے ان کا نام پوچھنا حرام ہے اور یہ بات میں اپنی طرف سے نہیں کہتا کیونکہ میں حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار نہیں دے سکتا۔ یہ بات خود ان ہی کی طرف سے بتا رہا ہوں کیونکہ اگر تم نام لو گے تو خلیفہ ان کی تلاش شروع کر دے گا جبکہ اس وقت خلیفہ مطمئن ہے اور وہ یہ سمجھے ہوئے ہے کہ امام حسن عسکری نے کوئی بیٹا نہیں چھوڑا۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۱، ص ۲۸۷)

ابن ابی عمیر نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ان کی ولادت لوگوں سے پوشیدہ رہے گی اور ان کے ظہور تک کسی کو بھی ان کا نام لینے کی اجازت نہ ہوگی۔ جب وہ ظہور فرمائیں گے تو ظلم و جور سے بھری ہوئی زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۱، ص ۲۸۷)

محمد بن عثمان عمدی بیان کرتے ہیں کہ امام زمانہ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریر مجھے موصول ہوئی جس میں انھوں نے لکھا تھا کہ جو کسی محفل میں میرا نام لے گا اس پر اللہ کی لعنت ہوگی۔

۸۳۔ عہد و پیمان توڑنا

عہد و پیمان اور قسم کا توڑنا گناہ ہے اور اس کے لیے کفارہ بھی مقرر کیا گیا ہے لیکن وعدہ و قرار کی حرمت میں اختلاف ہے۔ اگرچہ وعدہ و قرار کی خلاف ورزی اخلاقی طور پر مسلمہ جرم ہے۔ بعض علماء سورہ صف کی پہلی آیت سے وعدہ خلافی کی حرمت کو ثابت کرتے ہیں۔

کافی میں رسول اکرم سے منقول ہے: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَبِ إِذَا وَعَدَ. جو بھی خدا اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ وعدہ وفا کی کرے۔ (کافی ج ۲، ص ۳۶۳)

عہد و پیمان شکنی گناہ کبیرہ ہے۔ قرآن مجید میں عہد شکن افراد کو خسارہ اٹھانے والے اور عذاب و لعنت کے مستحق کہا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام بنی آدم سے ایک پیمان لیا تھا جسے پیمان الٰسٹ کہا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَىٰ شَهِدْنَا أَنْ تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَذَا غَافِلِينَ ۝ اور اس وقت کو یاد کریں جب آپ کے پروردگار نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو نکالا اور انھیں خود ان پر گواہ مقرر کیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انھوں نے کہا کہ کیوں نہیں؟ ہم گواہ ہیں۔ خدا نے فرمایا کہ قیامت کے دن یہ نہ کہنا کہ ہم اس سے غافل تھے۔ (سورہ اعراف: آیت ۱۷۲)

الَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۝ فاسق وہ ہیں جو اللہ سے پختہ عہد باندھنے کے بعد اسے توڑتے ہیں اور جن رشتوں کو خدا نے ملانے کا حکم دیا ہے وہ انھیں کاٹتے ہیں اور زمین پر فساد کرتے ہیں۔ یہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔ (سورہ بقرہ: آیت ۲۷)

تفسیر میں آیا ہے کہ اس آیت کا روئے سخن پیمان شکنی اور قطع رحمی کرنے والوں کی طرف ہے۔

حدیث رسول ہے: لَا دِينَ لَهُ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَهُ. جو اپنے وعدہ کا پاس نہیں رکھتا وہ بے دین ہے۔

(بحار الانوار ج ۷۲، ص ۹۶)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ تین چیزیں ایسی ہیں جن میں کسی کو بھی مستثنیٰ قرار نہیں دیا گیا:

(۱) ہر نیک و بد تک امانت کا پہنچانا (۲) ہر نیک و بد سے کیا ہوا وعدہ پورا کرنا (۳) والدین سے

بھلائی کرنا خواہ وہ نیک ہوں یا برے ہوں۔ (بحار الانوار ج ۷۲، ص ۹۲)

ہشام بن سالم بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادقؑ سے سنا آپ نے فرمایا: جو شخص اپنے ایمانی بھائی سے کوئی وعدہ وقرار کرتا ہے تو وہ اس شخص کے مساوی ہے جس نے خدا کے حضور نذر مانی ہو۔ اگر کوئی اپنے ایمانی بھائی سے کئے ہوئے وعدے کی خلاف ورزی کرتا ہے تو وہ یوں سمجھے کہ اس نے خدا سے کئے ہوئے وعدے کی خلاف ورزی کی ہے اور خدا کو ناراض کیا ہے۔ سورہ صف میں ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ○ كَسِبَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ ○ اے ایمان والو! وہ بات کیوں کرتے ہو جس پر عمل نہیں کرتے۔ خدا کو یہ بات سخت ناپسند ہے کہ تم ایسی بات کرو جس پر عمل نہ کرو۔ (کافی ج ۲، ص ۳۶۳)

امام علیؑ نے فرمایا کہ وعدہ خلافی سے خدا اور انسان ناراض ہوتے ہیں۔ (تفسیر صافی ج ۵، ص ۱۶۸) قرآن کریم میں عہد و پیمان پورا کرنے کا عمومی حکم دیا گیا ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ... اے ایمان والو! وعدوں کو پورا کرو۔ (سورہ مائدہ: آیت ۱) اور وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ ○ وہ لوگ اپنی امانتوں اور اپنے وعدوں کی پابندی کرتے ہیں۔ (سورہ مؤمنون: آیت ۸)

ان آیات میں ہر طرح کے عہد و پیمان کو پورا کرنے کا حکم دیا گیا ہے چاہے وہ عہد کی صورت میں ہو۔ نذر و قسم کی شکل میں ہو یا قسم اور معاملہ کی صورت میں ہو۔ یہ آیات تمام عقود لازمہ پر مشتمل ہیں اور ان کی ادائیگی کو واجب قرار دیتی ہیں۔

نذر اور قسم کو اگر پورا نہ کیا جائے تو کفارہ واجب ہو جاتا ہے۔ نذر پوری نہ کرنے کی وجہ سے انسان اور خدا کے باہمی تعلق میں کمزوری پیدا ہو جاتی ہے اور اس کمزوری کی تلافی کے لیے کفارہ ضروری ہے۔ اسی لیے بعض روایات میں آیا ہے کہ جو چیز خدا نے تم پر واجب نہیں کی اسے اپنے اوپر واجب نہ کرو۔ شیطان یہ چاہتا ہے خدا سے تمہارے رابطے کو کمزور کرے لہذا اگر خدا کے ساتھ کوئی وعدہ کرو تو اسے پورا کرو۔ اگر وعدہ پورا نہ کر سکو تو پھر اس کا کفارہ دو مگر کفارہ دینے سے پہلے استغفار کرو۔ نذر و عہد کا کفارہ ماہ رمضان کے روزہ توڑنے کے کفارے کے برابر ہے جبکہ قسم کا کفارہ دس غریبوں کو پیٹ بھر کر کھانا کھلانا یا دس آدمیوں کو لباس پہنانا یا ایک غلام کو آزاد کرنا ہے۔ اگر مذکورہ تینوں کام نہ ہو سکیں تو پھر تین روزے رکھنا اس کا کفارہ ہے۔

عہد شکنی اور منافقت

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَمِنْهُمْ مَنْ عَاهَدَ اللَّهُ لَئِنْ آتَانَا مِنْ فَضْلِهِ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُونَنَّ مِنَ الصَّالِحِينَ فَلَمَّا آتَاهُمْ مِنْ فَضْلِهِ بَخِلُوا بِهِ وَتَوَلَّوْا وَهُمْ مُعْرِضُونَ ○ فَأَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِي قُلُوبِهِمْ إِلَى يَوْمِ يَلْقَوْنَهُ بِمَا أَخْلَفُوا اللَّهَ مَا وَعَدُوهُ وَبِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ ○ کچھ لوگ ان میں ایسے بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے یہ عہد کیا کہ اگر اللہ نے ہم پر اپنا فضل کیا (یعنی ہمیں وسیع رزق دیا) تو ہم اس کی راہ میں ضرور صدقہ دیں گے اور نیک بن کر رہیں گے پھر جب خدا نے ان پر اپنا فضل کیا تو انہوں نے نکل کیا اور حکم الہی سے منہ موڑ لیا۔

اللہ نے مرتے دم تک ان کے دلوں میں نفاق ڈال دیا اور نفاق اس وجہ سے ڈالا کہ انہوں نے خدا سے وعدہ خلائی کیا ہے اور جھوٹ بولتے ہیں۔ (سورۃ توبہ: آیت ۷۵ تا ۷۷)

عبداللہ بن مسعود راوی ہیں کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا: جس میں یہ چار خصلتیں ہوں وہ پکا منافق ہے اور جس میں ان میں سے ایک خصلت ہو تو اس میں بھی نفاق کی خو ہے یہاں تک کہ وہ اسے چھوڑ دے:

(۱) جب بات کرے تو جھوٹ بولے (۲) جب وعدہ کرے تو وعدہ خلائی کرے (۳) جب کسی سے عہد کرے تو عہد شکنی کرے (۴) جب کسی سے جھگڑا کرے تو ناحق باتیں کہے۔ (خصال ص ۲۵۴)

۸۴۔ امانت میں خیانت کرنا

خیانت جس شکل میں بھی ہو، ممنوع ہے۔ خیانت امانت میں ہو تو اور بھی زیادہ قبیح ہے۔ خیانت کو غلول بھی کہا جاتا ہے۔ خیانت بھی گناہان کبیرہ میں سے ہے۔ قرآن مجید میں خیانت پر دوزخ کا وعدہ کیا گیا ہے اور خدا کے غضب کی وعید سنائی گئی ہے۔ خیانت کے بھی درجے ہیں۔ ادنیٰ ترین خیانت یہ ہے کہ انسان اپنے ایمانی بھائی کی حاجت روائی کے لیے خیر خواہی کے جذبے سے خالی ہو اور ایمانی بھائی کی حاجت کے لیے اتنی محنت نہ کرے جتنا کہ وہ اپنی حاجت کے لیے کرتا ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ایسا شخص خدا و رسولؐ کے ساتھ خیانت کرتا ہے اور خدا و رسولؐ اس کے دشمن ہوں گے۔ (المحاسن ج ۱، ص ۹۸)

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کے دین، اس کے اولیاء اور اس کے بندوں کی خدمت کی توفیق عنایت فرمائے اور محمدؐ و آل محمدؐ کے تصدق میں ہمیں اپنے دین، اولیاء اللہ اور بندگان خدا کی خیر خواہی کا جذبہ نصیب فرمائے۔

آئیے اس سلسلے کی چند آیات و احادیث پر نگاہ ڈالیں تاکہ ان نورانی اقوال کی برکت سے خدا ہم پر نظر کرم فرمائے اور ہمیں روح محبت سے شاد کام فرمائے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے: أَحَادِيثُنَا تَعْطِفُ بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ فَإِنْ أَخَذْتُمْ بِهَا رَسَدْتُمْ وَ نَجَوْتُمْ وَإِنْ تَرَ كُتْمُوهَا ضَلَلْتُمْ وَ هَلَكْتُمْ فَخُذُوا بِهَا وَ أَنَا بِنَجَاتِكُمْ زَعِيمٌ. ہماری گفتگو کو اپنی محافل میں دہراؤ۔ اس سے تمہارے دل ایک دوسرے پر مہربان ہوں گے اور ہماری گفتگو پر عمل کرو۔ اگر تم نے ایسا کیا تو میں تمہاری نجات کی ضمانت دیتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَ تَخُونُوا أَمَانَاتِكُمْ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ○ ایمان والو!

اللہ اور رسولؐ سے خیانت نہ کرو اور اپنی امانتوں میں جان بوجھ کر خیانت نہ کرو۔ (سورۃ انفال: آیت ۲۷)

وَمَنْ يُغْلَبْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ تُوَلَّى كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ○ اَقْمَن

اتَّبِعْ رِضْوَانَ اللَّهِ كَمَنْ بَاءَ بِسَخَطٍ مِنَ اللَّهِ وَمَا وَافَّ جَهَنَّمَ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۝ جو کوئی خیانت کرے تو قیامت کے دن خیانت سمیت پیش ہوگا۔ پھر ہر شخص کو اس کی کمائی کا پورا بدلہ دیا جائے گا، ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ کیا رضائے الہی کی پیروی کرنے والا اس شخص کی مانند ہو سکتا ہے جو خدا کی ناراضگی لے کر پلٹا ہو اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہو جو کہ برا ٹھکانا ہے۔ (سورہ آل عمران: آیت ۱۶۱-۱۶۲)

رسول اکرم نے ان آیات کی تفسیر میں فرمایا ہے: مَنْ خَانَ أَمَانَةَ فِي الدُّنْيَا وَلَمْ يَرُدُّهَا إِلَى أَهْلِهَا ثُمَّ أَدْرَكَهُ الْمَوْتُ مَا عَلَى غَيْرِ مَلِيٍّ وَيَلْقَى اللَّهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضَبَانٌ، وَمَنْ اشْتَرَى خِيَانَةً وَهُوَ يَعْلَمُ فَهُوَ كَالَّذِي خَانَهَا. جو شخص دنیا میں کسی امانت میں خیانت کرے اور حقدار تک نہ پہنچائے اور اس حالت میں اسے موت آجائے تو وہ میرے دین پر نہیں مرے گا۔ اللہ اس پر غضبناک ہوگا اور جو شخص جان بوجھ کر چوری یا خیانت کا مال خریدے وہ بھی خائن کی طرح ہے (وسائل الشیعہ، کتاب الودیعة ص ۶۳۱۔ بحار الانوار ج ۷۲، ص ۱۷۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: أَلْأَمَانَةُ تُجْلِبُ الْعِزَّ وَالْخِيَانَةُ تُجْلِبُ الْفَقْرَ. امانت ثروت کی موجب بنتی ہے جبکہ خیانت غربت کا سبب بنتی ہے۔ (وسائل الشیعہ، کتاب الودیعة ص ۶۳۱)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اتَّقُوا اللَّهَ وَأَذُوا الْأَمَانَةَ إِلَى مَنِ انْتَمَنَكُمْ فَلَوْ أَنَّ قَاتِلَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي تَالِبٍ عَلَى الْأَمَانَةِ لَأَذَيْنَهَا إِلَيْهِ. اللہ سے ڈرتے رہو اور جن لوگوں نے تمہیں امین بنایا ہے ان تک امانت پہنچاؤ۔ اگر امام علی کا قاتل بھی میرے پاس امانت رکھے تو میں اس کی امانت اس کے حوالے کر دوں گا۔

(وسائل الشیعہ، کتاب الودیعة ص ۶۳۱)

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مَنْ كَانَ مُسْلِمًا فَلَا يَمْكُرُ وَلَا يَخْدَعُ فَإِنِّي سَمِعْتُ جِبْرِئِيلَ يَقُولُ: إِنَّ الْمَكْرَ وَالْخَدْيَةَ فِي النَّارِ. مسلمان مکر اور دھوکا نہیں کرتا میں نے جبریل امین سے سنا انھوں نے کہا کہ مکر اور دھوکا دوزخ میں ہوں گے۔ پھر فرمایا: لَيْسَ مِنَّا مَنْ عَشَّ مُسْلِمًا وَلَيْسَ مِنَّا مَنْ خَانَ مُؤْمِنًا جَوْسِي مُسْلِمًا كَوَدَّكَ دَعَا بِهِمْ فِي سَبِيحِ نَارٍ جَوْسِي مُسْلِمًا كَوَدَّكَ دَعَا بِهِمْ فِي سَبِيحِ نَارٍ۔ وہ بھی ہم میں سے نہیں اور جو کسی مومن سے خیانت کرے وہ بھی ہم میں سے نہیں۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۹، ص ۷۷)

۸۵۔ مسلمانوں کی ضروریات سے بے توجہی برتنا

اسلامی مسائل میں برادران ایمانی کی ضروریات کی تکمیل کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اس مسئلے کو اگرچہ مستحبات میں سے سمجھا جاتا ہے لیکن اس کا ترک کرنا انتہائی قابل مذمت اور حرام کے قریب ہے۔ کچھ معصومین نے تو یہاں تک کہا ہے کہ مسلمانوں کی ضروریات کی تکمیل نہ کرنا رحمت الہی سے دوری اور جنت سے محرومی کا سبب ہے۔ نیز اس مسئلے پر توجہ نہ کرنے والے لوگوں کو خدا نے دین کو جھٹلانے والوں میں شمار کیا ہے۔

قرآن کریم کی ایک سورت کا نام سورہ ماعون ہے۔ اس سورہ میں منکرین دین کی مذمت کی گئی ہے اور

ان کی صفات یہ بیان کی گئی ہیں: ”بھلا تم نے اس شخص کو دیکھا جو دین کو جھٹلاتا ہے۔ یہ وہی ہے جو تہمت کو دھکے دیتا ہے اور فقیر کو کھانا کھلانے کے لیے لوگوں کو ترغیب نہیں دیتا۔ خرابی ہے ان نمازیوں کے لیے جو اپنی نماز کو فراموش کئے ہوئے ہیں۔ وہ جو دکھاوا کرتے ہیں اور لوگوں کو کم قیمت ضرورت کی چیزیں بھی عاریت نہیں دیتے۔ اس سورہ میں نماز سے غفلت کرنے والوں، ریاکاروں اور روزمرہ استعمال کی چیزیں دوسروں کو نہ دینے والوں کے متعلق وَوَلَّ کا اعلان کیا گیا ہے۔ ویل کے معنی ہلاکت و بربادی کے ہیں۔ بعض روایات میں ہے کہ ویل دوزخ کی ایک وادی کا بھی نام ہے۔ اس سورہ میں ماعون روکنے والوں کی مذمت کی گئی ہے۔ لغت کی مشہور کتاب النہایہ میں ہے کہ ماعون گھر میں استعمال ہونے والی عام اشیاء کو کہا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر ہانڈی، ہانٹی، لوٹا وغیرہ۔“

شیخ صدوق من لا یحضرہ الفقیہ میں لکھتے ہیں کہ نبی اکرمؐ نے روزمرہ ضروریات کی اشیاء ہمسایوں کو نہ دینے والوں کو متنبہ کیا تھا اور فرمایا تھا کہ جو شخص روزمرہ استعمال کی اشیاء سے ہمسائے کو محروم رکھے گا تو اللہ تعالیٰ اسے روز آخرت کی خیر و برکت سے محروم رکھے گا اور اسے اس کے نفس کے سپرد کر دے گا اور جو اپنے نفس کے حوالے ہو جائے تو پھر اس کا حال انتہائی خراب ہوتا ہے۔

ابن عباسؓ اور دیگر صحابہ کرام کا بیان ہے کہ حضرت رسول اکرمؐ نے اپنی موت سے پہلے جو خطبہ دیا تھا اس میں فرمایا تھا: جو شخص اپنے ہمسائے کو روزمرہ استعمال کی چیزیں نہ دے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس سے اپنا فضل دور رکھے گا اور اسے اس کے نفس کے سپرد کر دے گا اور جسے خدا اس کے نفس کے سپرد کرنے تو اس کی ہلاکت یقینی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی نماز اور دوسری نیکیوں کو اس وقت تک قبول نہیں کرے گا جب تک وہ اپنے ہمسائے کی مدد نہ کرے اور اسے راضی نہ کرے۔ ہمسائے کو ناراض کرنے والا اگرچہ سارا دن روزہ رکھے اور رات کو قیام کرے، غلام آزاد کرے، زکات دے اور اللہ کی راہ میں دولت خرچ کرے پھر بھی اسے کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور ایسا شخص سب سے پہلے دوزخ میں جائے گا۔ (ثواب الاعمال ص ۲۸۴) نیز رسول اکرمؐ نے فرمایا: آگاہ رہو! اللہ پڑوسی کے حق کے متعلق سوال کرے گا۔ جو اپنے پڑوسی کا حق ضائع کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے اور جو روزمرہ استعمال کی اشیاء پڑوسی کو عاریت نہ دے تو اللہ قیامت کے دن اسے اپنے فضل سے محروم رکھے گا اور اسے اس کے نفس کے حوالے کر دے گا اور جسے خدا اس کے نفس کے سپرد کر دے اس کی ہلاکت یقینی ہو جاتی ہے۔ ایسے شخص کے کسی عذر کو اللہ قبول نہیں کرے گا۔ (عقاب الاعمال ص ۳۳۳)

۱۔ اسلام میں پڑوسیوں کے جو حقوق ہیں اس کا اندازہ اس ایک جملے سے ہوتا ہے جو امیر المؤمنین نے اپنی وصیت میں فرمایا تھا: اَللّٰهُ لِيْ جِيْرَانِكُمْ، فَاَنْتُمْ وَصِيَّةُ نَبِيِّكُمْ مَا زَالَ يُوْصِيْ بِهُمْ. حَتّٰى ظَنَنَّا اَنْهُ سَيُوْرِنَهُمْ. اپنے ہمسایوں کے بارے میں خدا سے ڈرتے رہنا کیونکہ ان کے بارے میں تمہارے نبیؐ نے اس قدر شدت سے تاکید فرمائی ہے کہ ہم لوگوں کو یہ گمان ہونے لگا کہ آپ انہیں بھی وراثت میں شریک قرار دیدیں گے۔ (رضوانی)

۸۶۔ مومن بھائیوں کی مدد نہ کرنا

قرآن کریم اور ہادیان دین کی تعلیمات یہ ہیں کہ انسان خدا کی توحید، انبیاء کی نبوت اور امرِ طاہرین کی امامت کا عقیدہ رکھے اور واجبات کو بجالائے اور محرمات سے پرہیز کرے اور جتنا ہو سکے بندگان خدا سے بھلائی کرے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: **إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ**... تمام مومن ایک دوسرے کے بھائی ہیں اگر بھائیوں میں کہیں کدورت آجائے تو پھر ان میں صلح صفائی کراؤ تاکہ کدورتیں زیادہ عرصے تک قائم نہ رہیں۔ (سورہ حجرات: آیت ۱۰)

رسول اکرمؐ نے حجۃ الوداع کے خطبے میں ارشاد فرمایا: تمام مومن ایک دوسرے کے بھائی ہیں اور ان کا مال محترم ہے۔ کسی کو حق نہیں ہے کہ وہ دوسرے کی رضامندی کے بغیر اس کے مال میں تصرف کرے۔ پھر فرمایا: مومن ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ ایک دوسرے کی حاجات پوری کرتے ہیں۔ جب مومن، مومن کی حاجت پوری کرتا ہے تو اللہ بھی اس کی حاجت پوری کرتا ہے۔ (وسائل الشیخہ ج ۳، ص ۲۲۵)

عبدالمومن انصاری بیان کرتے ہیں کہ میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ کے پاس محمد بن عبداللہ بن محمد جعفری بیٹھا ہوا تھا۔ میں اسے دیکھ کر مسکرایا۔ امام نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تو اس سے محبت کرتا ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! میں آپ کی وجہ سے اس سے محبت کرتا ہوں۔ امام نے فرمایا: واقعی یہ تیرا بھائی ہے اور ہر مومن دوسرے مومن کا سگا بھائی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: وہ شخص ملعون ہے وہ شخص ملعون ہے جو اپنے بھائی پر تہمت لگائے۔ وہ شخص ملعون ہے جو اپنے بھائی سے خیانت کرے۔ ملعون ہے وہ شخص جو اپنے بھائی کی خیر خواہی نہ کرے۔ ملعون ہے ملعون ہے وہ شخص جو اپنے آپ کو اپنے بھائی پر مقدم رکھے۔ ملعون ہے ملعون ہے وہ شخص جو اپنے بھائی کی حاجت پوری کرنے کی بجائے گھر میں بیٹھا رہے۔ ملعون ہے ملعون ہے وہ شخص جو اپنے بھائی کی غیبت کرے۔ (وسائل الشیخہ ج ۱۲، ص ۲۳۱)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص اپنے مومن بھائی کے پاس کسی حاجت کے سلسلے میں جائے یا سلام کرنے کے لیے جائے اور دوسرا شخص اس سے ملاقات نہ کرے تو وہ مرتے دم تک خدا کی لعنت میں گرفتار رہے گا۔ (الاختصاص ص ۳۱، ۳۷)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اگر ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی ملاقات کے لیے یا کسی حاجت کے سلسلے میں اس کے پاس جائے اور دوسرا مسلمان اس کی ملاقات کے لیے گھر سے نہ نکلے تو جب تک ان دونوں کی ملاقات نہ ہوگی تو ملاقات نہ کرنے والے پر اللہ کی لعنت برتی رہے گی۔ (کافی ج ۲، ص ۳۶۳)

رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ تمام مومن ایک دوسرے کے بھائی ہیں اور ان میں سے جو اپنے بھائیوں کی حاجات پوری کریں گے اللہ قیامت میں ان کی حاجات پوری کرے گا۔ (متدرک الوسائل ج ۱۲، ص ۴۰۳)

امام علیؑ نے فرمایا کہ جب کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کی حاجت پوری کرتا ہے تو خدا اس سے کہتا

ہے کہ تیرا ثواب میرے ذمے ہے اور میں تیرے لیے جنت کے بغیر اور کسی چیز پر راضی نہیں ہوں گا۔ (ایضاً)
 علی بن یقظین اور ابراہیم جمال کا قصہ بہت مشہور ہے۔ اس میں شیعہ بیان آل محمد کے لیے بڑا سبق
 موجود ہے لیکن اختصار کے پیش نظر ہم اس واقعے کو یہاں نقل نہیں کر رہے۔

مومن کی مدد کرنے کی اہمیت

ایمانی بھائیوں کی مدد کرنا گناہوں کی بخشش کا اور ان کی مدد نہ کرنا ہلاکت کا سبب ہے۔ رسول اکرم
 نے فرمایا ہے: اَنْصُرُ اَخَاكَ ظَالِمًا سَخَانًا اَوْ مَظْلُومًا. اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم ہو۔
 صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مظلوم کی مدد تو سمجھ میں آتی ہے ظالم کی مدد کیسے کریں؟ آنحضرت نے فرمایا:
 ظالم بھائی کی مدد یہ ہے کہ اسے ظلم کرنے سے روکو۔ یہی تمہاری مدد ہے۔ (انوار نعمانیہ ج ۳، ص ۳۴)
 عبداللہ نجاشی امام جعفر صادق علیہ السلام کے دوست تھے۔ اتفاق سے وہ ابواز کے والی مقرر ہوئے۔
 انہوں نے امام کو خط لکھ کر اپنے حاکم بننے کی خبر دی اور امام سے نصیحت طلب کی۔ امام نے ان کو خط میں لکھا:
 تمہارا خط ملا۔ جس میں تم نے اپنے حاکم بننے کی اطلاع دی۔ یہ پڑھ کر مجھے خوشی بھی ہوئی اور دکھ بھی ہوا۔ خوشی تو
 اس بات کی ہوئی کہ اب تم حاکم بن چکے ہو۔ اس سے تم آل محمد کے ماننے والے مظلوموں کی مدد کرو گے اور
 جنہیں آج تک سابقہ حکومتوں نے رسوا کیا ہے انہیں عزت کا مقام دلاؤ گے اور جو ان میں برہنہ تن ہیں انہیں
 لباس فراہم کرو گے اور کمزوروں کو سہارا دو گے اور ان کی مخالفت کی آگ کو ٹھنڈا کرو گے اور ہاں مجھے تمہارے
 متعلق دکھ اس بات کا ہوا کہ اگر کہیں تم سے ہمارے کسی محب کے متعلق لغزش ہوگی تو تم جنت کی خوشبو بھی نہیں
 سونگھ سکو گے۔ (بحار الانوار ج ۷۲، ص ۳۶۱)

علی بن یقظین، امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے صف اول کے شاگرد تھے۔ ہارون نے ان کو اپنا وزیر
 مقرر کیا تھا۔ انہوں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو خط لکھا اور یہ گزارش کی کہ میں ایک ظالم انسان کا مددگار نہیں
 بنا چاہتا۔ اس سلسلے میں مجھے آپ کی رہنمائی کی اشد ضرورت ہے۔ آپ نے علی بن یقظین کو لکھا:
 میں نہیں چاہتا کہ تم حکومت سے علیحدہ ہو جاؤ۔ اللہ جابر حکمرانوں کے دروازوں پر کچھ مومن بندے
 مقرر کرتا ہے اور ان کے ذریعے اپنے پیارے انسانوں کی تکالیف دور کرتا ہے۔ ایسے افراد دوزخ سے آزاد ہوں
 گے۔ تم اپنے دینی بھائیوں کی حمایت اور دلجوئی کرتے رہو۔ (مستدرک الوسائل ج ۱۳، ص ۱۳۱)

مظلوم کی حمایت نہ کرنا

مسلمانوں کا یہ فرض ہے کہ ظالم کے خلاف مظلوم کی حمایت کریں۔ امیر المومنین نے اپنی آخری وصیت
 میں امام حسن اور امام حسینؑ نیز اپنے تمام ماننے والوں سے فرمایا تھا: كُنُونَا لِلظَّالِمِ خَصْمًا وَ لِلْمَظْلُومِ عَوْنًا

ظالم کے دشمن اور مظلوم کے مددگار بنے رہنا۔ (سج البلاغہ، مکتوب ۳۷)

ظالم کی حمایت کرنا اور مظلوم کا دفاع نہ کرنا بہت بڑا جرم ہے۔ اللہ نے مسلمانوں کو ظلم کی حمایت سے منع کیا ہے۔ سورہ مائدہ میں ہے: تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ يٰكُفْرُور تَقْوٰی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور ظلم کے معاملات میں ایک دوسرے کی مدد نہ کیا کرو۔ علی بن جعفر بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے بھائی امام موسیٰ بن جعفر اکاظم سے سنا کہ اگر کوئی مومن کسی مومن کے پاس پناہ لینے اور مدد مانگنے کے لیے جائے اور دوسرا مومن پناہ دینے اور مدد کرنے کے قابل بھی ہو مگر اسے پناہ نہ دے تو اللہ سے اس کا رشتہ ٹوٹ جاتا ہے۔ (کافی ج ۲، ص ۳۶۷)

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام فرماتے ہیں: جس کے پاس کوئی مومن اپنی حاجت لے کر آئے تو اسے یہ سمجھنا چاہیے کہ خدا نے اس کے پاس اپنی رحمت بھیجی ہے۔ اگر وہ اپنے بھائی کی حاجت پوری کرتا ہے تو خدا اسے ہماری ولایت کے ساتھ متصل کر دیتا ہے جبکہ ہماری ولایت، خدا کی ولایت سے متصل ہے اور اگر قدرت کے باوجود وہ اس کی حاجت پوری نہ کرے تو خدا اس کی قبر میں دوزخ کا ایک سانپ اس پر مسلط کر دے گا جو قیامت تک اسے ڈستار رہے گا۔ خواہ آخر میں اس کی بخشش ہو جائے یا اس کے متعلق عذاب کا فیصلہ کیا جائے اور اگر کوئی مومن کے سامنے جھوٹا بہانہ بنائے تو اس کا حال اور بھی زیادہ برا ہوگا۔ (کافی ج ۲، ص ۳۶۸)

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اگر کسی مومن کے پاس اضافی گھر ہو اور اس کا مومن بھائی اس سے اس گھر میں رہائش کا سوال کرے اور وہ اسے رہائش کے لیے گھر نہ دے تو خدا اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے کہ میرے ایک بندے نے میرے دوسرے بندے کو رہائش فراہم نہیں کی۔ مجھے اپنی عزت و جلالت کی قسم! میں بھی اسے ہرگز اپنی جنت میں رہائش نہیں دوں گا۔ (کافی ج ۲، ص ۳۷۶)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جو بھی مومن اپنے مومن بھائی کی ضرورت پوری کرنے کے قابل ہو مگر وہ ضرور تمند مومن کی مدد نہ کرے تو قیامت کے دن خدا اسے محشور کرے گا تو اس کا چہرہ سیاہ ہوگا، آنکھیں اندھی ہوں گی اور اس کے دونوں ہاتھ پس گردن بندھے ہوں گے۔ ملائکہ اس کے متعلق منادی کریں گے کہ لوگو! اسے دیکھو! یہ وہ خائن ہے جس نے اللہ اور اس کے رسول سے خیانت کی تھی۔ پھر اسے دوزخ میں بھیج دیا جائے گا۔ (کافی ج ۲، ص ۳۶۷)

۸۷۔ معارف اسلامی کو سمجھنے کی کوشش نہ کرنا

اللہ تعالیٰ اور ہادیان دین نے معارف اسلام کو نہ سمجھنے کی سخت مذمت کی ہے۔ ہر وہ شخص جو معارف اسلام سے تجاہل برتا ہے اس کی پوری زندگی جاہلیت کے اندھیروں میں گزرتی ہے۔ رسول خدا نے ہجرت مدینہ سے قبل مسلمانوں کو مشرکین کے ظلم سے بچنے کے لیے حبشہ اور یمن چلے جانے کا حکم دیا تھا لیکن ان علاقوں میں

جانے کے بعد مسلمان رسول خدا سے دور ہو گئے اور یوں آپ سے معارف اسلام سیکھنے سے معذور ہو گئے تھے۔ رسول خدا نے جب مکہ سے مدینہ ہجرت فرمائی تو آپ نے اپنے پیروکاروں کو حکم دیا کہ وہ جہاں بھی ہوں اپنا وطن چھوڑ کر مدینہ آجائیں۔ ہجرت کے اس حکم کا مقصد یہ تھا کہ لوگ مدینہ آکر رسول خدا کی حیات بخش تعلیمات کے نور سے اپنے سینوں کو منور کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اعراب کی مذمت میں فرمایا ہے: **الْأَعْرَابُ أَشَدُّ كُفْرًا وَنِفَاقًا وَأَجْدَرُ أَلَّا يَعْلَمُوا حُدُودَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ** ۵ اعراب سخت کافر اور سخت منافق ہیں اور اس قابل ہی نہیں ہیں کہ ان حدود و احکام شریعت کو جان سکیں جو اللہ نے اپنے رسول پر نازل کئے ہیں۔ اللہ جاننے والا، حکمت والا ہے۔ (سورہ توبہ: آیت ۹۷)

یہی وجہ ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ ہم بنی ہاشم اور ہمارے شیعہ عرب ہیں اور باقی لوگ اعراب ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ ہمارے اور ہمارے شیعوں کے علاوہ باقی لوگ معارف اسلام اور معرفت خدا سے دور ہیں۔ امام نے یہ بھی فرمایا تھا کہ تم دین میں سمجھ بوجھ حاصل کرو اور بادیہ نشینوں کی طرح معارف دین اور ولی خدا کی شناخت سے دور نہ رہو کیونکہ گنواروں اور بدتہذیبوں کو اللہ اپنی رحمت میں جگہ نہ دے گا اور ان کے کسی بھی عمل کو قبول نہیں فرمائے گا۔ (تفسیر نور الثقلین ج ۲، ص ۲۵۴)

التحفة السنیة میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ تعرب اور شرک ایک ہی چیز ہے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے تعرب سے مراد اپنے امام کی معرفت نہ رکھنا ہے۔

اسلامی فقہ کا مشہور قاعدہ ہے **التَّعَرُّبُ بَعْدَ الْهَجْرَةِ حَرَامٌ** ہجرت کے بعد تعرب (عربی اخلاق) حرام ہے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی حرمت صرف زمانہ پیغمبر تک محدود نہیں تھی۔ یہ حرمت حضرت حجت علیہ السلام کے ظہور تک قائم رہے گی۔

امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں: ہجرت کا اصول پہلے ہی کی طرح اب بھی برقرار ہے۔ اہل زمین میں کوئی گروہ چپکے سے خدا کا راستا اختیار کر لے یا علانیہ بہر حال اللہ کو اس کی کوئی احتیاج نہیں ہے۔ زمین میں ہجرت خدا کی معرفت کے بغیر کسی ایک کو بھی صحیح معنی میں مہاجر نہیں کہا جاسکتا۔ ہاں جو اسے پہچانے اور اس کا اقرار کرے وہی مہاجر ہے اور جس تک حجت (الہیہ) کی خبر پہنچے کہ اس کے کان سن لیں اور دل محفوظ کر لے تو اسے مستضعفین میں (جو ہجرت سے مستثنیٰ ہیں) داخل نہیں سمجھا جاسکتا۔ (نہج البلاغہ، خطبہ ۱۸۷)

آیت اللہ ثمنی تفسیر الوسیلہ میں فرماتے ہیں کہ عبادت کے ضروری مسائل کا یاد کرنا ہر مکلف پر واجب ہے۔ آپ نے ”کمائی کے حرام ذرائع“ کے باب میں لکھا ہے کہ جو شخص کاروبار کرنا چاہے اس پر واجب ہے کہ کاروبار کے مسائل سیکھے تاکہ وہ ناجائز منافع خوری اور سود سے بچ سکے۔ اگر کسی سودے کے صحیح اور باطل

۱۔ بحار الانوار میں امام محمد باقر علیہ السلام کی ایک حدیث مبارکہ ہے: **تَفَقَّهُوا فِي الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ وَالْأَنْتُمْ أَعْرَابٌ** حلال اور حرام کے فرق کو سمجھو ورنہ تم اعراب (Uncivil) ہو۔ (رضوانی)

ہونے میں شک ہو تو جب تک تاجر کو اس کے حلال ہونے کا یقین نہ ہو اس وقت تک سودا نہ کرے۔
 امام جعفر صادق علیہ السلام نے قُلْ فَلِلَّهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ (سورۃ النعام: آیت ۱۵۰) کی تفسیر میں فرمایا
 کہ قیامت کے دن خدا اپنے گنہگار بندے سے فرمائے گا: میرے بندے! تو نے جو یہ جرم کیا تھا کیا تجھے معلوم
 تھا کہ ایسا کرنا ممنوع ہے؟ اگر بندہ اثبات میں جواب دے گا تو خدا کہے گا جب تجھے معلوم تھا تو پھر تو نے ایسا
 کیوں کیا؟ اور اگر بندہ نفی میں جواب دے گا تو خدا کہے گا کہ تو نے اس کا علم حاصل کیوں نہیں کیا؟ اگر تو علم
 حاصل کر لیتا تو پھر علم کے مطابق عمل بھی کرتا۔ خدا اپنی مضبوط دلیل سے ہر عالم اور جاہل کو لاجواب کر دے گا اور
 ایسی مضبوط دلیل حُجَّةُ الْبَالِغَةُ کہلاتی ہے۔ (شیخ مفید، امالی ص ۲۲۸)

اصح بن نباتہ کہتے ہیں کہ امیرالمومنین نے منبر سے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: گروہ تجار! پہلے حلال
 اور حرام کے مسائل یاد کرو پھر بازار جاؤ۔ آپ نے تین بار یہی جملہ ارشاد فرمایا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ
 خدا کی قسم! سودا اس امت میں ایسا ہی مخفی ہے جیسا کہ ایک چوٹی جو کسی چٹان پر چل رہی ہو تو کسی کو دکھائی نہیں
 دیتی۔ اسی طرح معاملات میں بھی سود دکھائی نہیں دیتا۔ دیکھو! اپنی قسموں میں صداقت کا خصوصی خیال رکھو ورنہ
 تاجر فاجر ہو جاتا ہے اور فاجر کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ وہی تاجر نجات پائے گا جس کا لین دین حق پر مبنی ہوگا۔

(مجمع الفائدہ ج ۸، ص ۱۱۶)

امیرالمومنین نے فرمایا ہے: جو علم کے بغیر تجارت کرے گا وہ سود میں پھنس جائے گا۔ نیز یہ کہ خرید و
 فروخت کے احکام نہ جاننے والے کو دکان نہیں کھولنی چاہیے۔ (ایضاً)

ابان بن تغلب کوئی کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق فرمایا کرتے تھے: میں چاہتا ہوں کہ میرے اصحاب
 کے سروں پر چابک مارے جائیں یہاں تک کہ وہ حلال اور حرام کے مسائل سیکھ لیں۔ (مجمع الفائدہ ج ۱، ص ۵)
 الحق النعین میں ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

اگر میں کسی جوان شیعہ کو دیکھوں جو مسائل نہ جانتا ہو تو میں اسے ضرور تنبیہ کروں گا۔ نیز یہ کہ جھوٹے
 شخص کی نشانی یہ ہے کہ وہ تم کو زمین و آسمان اور مشرق و مغرب کی باتیں بتائے گا لیکن جب تم اس سے حلال اور
 حرام کا مسئلہ پوچھو گے تو وہ کچھ نہیں جانتا ہوگا۔

ترک توبہ اور گناہوں کو ہلکا سمجھنا

یہ ایک حقیقت ہے کہ گناہ کا اثر بڑا بھیانک ہوتا ہے۔ بنیادی طور پر گناہ خدا کی مخالفت اور اس کی
 کبریائی کے ساتھ جسارت ہے جبکہ خدا یہ بتا چکا ہے کہ میرا عذاب سخت اور دردناک ہے۔ اب اگر اس کے
 باوجود بھی کوئی شخص گناہ کرتا ہے تو وہ بہت بڑی جسارت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ صفت درگزر میں اَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ
 ہے اور صفت عذاب میں اَشَدُّ الْمُعَاقِبِينَ ہے۔ انسان کو چاہیے کہ اگر اس سے گناہ ہو جائے تو اپنے اندر احساس

(۲) إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ يَسْئَلُكَ اللَّهُ تَوْبَةً كَرِهَ لَهَا وَلَمْ يَلْمِ يَاقِينَ (سورہ بقرہ: آیت ۲۲۲)

(۳) تَوْبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَن يُكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ... (سورہ تحریم: آیت ۸)

قبولیت توبہ کے متعلق شیعہ سنی کتابوں میں بہت سی احادیث نقل ہوئی ہیں۔ یہ حدیث بڑی مشہور ہے۔ الْقَائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ۔ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہی ہے جیسا کہ اس نے کوئی گناہ نہ کیا ہو۔ کچھ روایات میں بیان کیا گیا ہے کہ جب تک انسان موت کے آثار کا مشاہدہ نہ کر لے اس وقت تک اس کے لیے توبہ کا دروازہ کھلا رہتا ہے۔ (زبدۃ البیان ص ۵۷۴)

مؤلف عرض کرتا ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال نہ ہو اس وقت تک کسی کو توبہ کی توفیق حاصل نہیں ہوتی۔ ہاں! جب خدا کا کرم ہو جائے تو ستر سال گناہوں کی زندگی بسر کرنے کے بعد بھی انسان کو توبہ کی توفیق مل جاتی ہے اور اگر خدا ناراض ہو جائے تو ستر سال کی عبادت کے بعد بھی ایمان سلب ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم پر اپنا فضل و کرم جاری رکھے اور ہمارا خاتمہ بالخیر ہو۔

۸۹۔ گناہوں پر جسارت کرنا

گناہوں پر صرف وہی جسارت کر سکتا ہے جو خدا کے علم اور اس کے قہر سے غافل ہو۔ انسان کو چاہیے کہ جب بھی گناہ کرنے کا ارادہ کرے تو سب سے پہلے یہ ذہن نشین کر لے کہ میرا یہ عمل خدا کے دائرہ علم سے خارج نہیں ہے۔ خدا کا علم ذرے ذرے پر محیط ہے۔ علاوہ ازیں خدا نے بہت سی چیزوں کو انسانی اعمال کا گواہ مقرر کیا ہے۔ سب سے پہلے تو ہر شخص کے اپنے جسم کے اعضاء اس کے گواہ ہیں۔ پھر زمین گواہ ہے۔ انسان کے ارد گرد جتنی چیزیں ہیں وہ سب کی سب اس کے اعمال کی گواہ ہیں۔ کرانا کا تین انسانی اعمال کے گواہ ہیں اور سب سے بڑا گواہ خود خدا ہے۔ وہ انسان کے ظاہر اور باطن سے آگاہ ہے اور انسان کے ہر فعل کو دیکھ رہا ہے۔

أَلَمْ يَعْلَم بِأَنَّ اللَّهَ يَرَىٰ ۚ کیا اسے معلوم نہیں ہے کہ خدا دیکھ رہا ہے؟ (سورہ علق: آیت ۱۳)

کسی گناہ کو معمولی نہیں سمجھنا چاہیے اور گناہ کرتے وقت یہ نہیں سوچنا چاہیے کہ گناہ چھوٹا ہے بلکہ یہ دیکھنا چاہیے کہ یہ اللہ کی نافرمانی ہے۔ قیامت کے دن ہر چھوٹا بڑا عمل پیش کیا جائے گا۔ حضرت لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا تھا: يَا بُنَيَّ إِنَّهَا إِنْ تَكَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِي صَخْرَةٍ أَوْ فِي السَّمَاوَاتِ أَوْ فِي الْأَرْضِ يَأْتِ بِهَا اللَّهُ... بیٹا! اگر کوئی عمل رائی کے دانے کے برابر بھی ہو اور وہ کسی پتھر کے اندر یا آسمانوں میں مخفی ہو یا زمین میں خدا اس کو قیامت کے دن لا موجود کرے گا۔ (سورہ لقمان: آیت ۱۶)

ابو بصیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے سنا کہ ان گناہوں سے بچو جنہیں حقیر سمجھا جاتا ہے کیونکہ ان کا بھی ایک نگہبان اور محاسب ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ گناہ کو حقیر سمجھنے کا مفہوم یہ ہے کہ انسان یہ کہے کہ فی الحال میں گناہ کر رہا ہوں اس کے بعد استغفار کر لوں گا جبکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

...وَنُكْتَبُ مَا قَدَّمُوا وَأَنَارَهُمْ... جو کچھ وہ آگے بھیج چکے ہیں اور جو ان کے نشان پیچھے رہ گئے ہیں ہم ان کو قلمبند کر لیتے ہیں اور ہر چیز کو ہم نے ”امام مبین“ میں لکھ رکھا ہے۔ (سورہ یس: آیت ۱۲)

اسامہ بن زید شام نقل کرتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اِتَّقُوا الْمُحَقَّرَاتِ مِنَ الذُّنُوبِ فَإِنَّهَا لَا تُغْفَرُ حَتَّى تَسْتَجِبَ جَانِے والے گناہوں سے ڈرتے رہو کیونکہ وہ معاف نہیں کئے جائیں گے۔ میں نے عرض کیا کہ حقیر سمجھے جانے والے گناہ سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا: اس سے مراد یہ ہے کہ انسان کوئی گناہ کرے اور دوسرا انسان اسے اس سے منع کرے تو وہ گناہ کو حقیر سمجھتے ہوئے کہے کہ اس گناہ سے میری صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ (کافی ج ۲، ص ۲۸۷)

امام موسیٰ کاظم نے فرمایا: اپنی نیکیوں کو کبھی زیادہ نہ سمجھو اور اپنی برائیوں کو کبھی کم نہ سمجھو۔ بعض اوقات چھوٹے چھوٹے گناہ مل کر بڑا گناہ بن جاتے ہیں۔ اپنے باطن میں اور خلوت میں خدا سے ڈرتے رہو۔ (ایضاً) خدا نے اہل تقویٰ کی ایک علامت یہ بھی بیان کی ہے: وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰی مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ○ وہ جان کر اپنے گناہوں پر اصرار نہیں کرتے۔ (سورہ آل عمران: آیت ۱۳۵) اس آیت کے ضمن میں امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ گناہ پر اصرار کرنے کا ایک مفہوم یہ ہے کہ انسان گناہ پر گناہ کرتا رہے اور توبہ و استغفار سے اس کی تلافی نہ کرے اور اس کے دل میں توبہ کا خیال تک نہ آئے۔ (کافی ج ۲، ص ۲۸۸)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

خدا کسی بھی گناہ پر اصرار کرنے والے شخص کی اطاعت کو قبول نہیں کرتا۔

لَا صَغِيْرَةً مَّعَ الْاِصْرَارِ وَلَا كَبِيْرَةً مَّعَ الْاِسْتِغْفَارِ. جب گناہ صغیرہ پر اصرار کیا جائے تو وہ صغیرہ نہیں رہتا کبیرہ بن جاتا ہے اور جب استغفار کی جائے تو کبیرہ، کبیرہ نہیں رہتا۔ (کافی ج ۲، ص ۲۸۸)

۹۰۔ گناہان صغیرہ پر اصرار

روایات میں ہے کہ جب چھوٹے گناہ پر اصرار کیا جائے تو وہ بڑا بن جاتا ہے۔ امام علی رضا علیہ السلام نے جب گناہان کبیرہ شمار کرائے تو آپ نے فرمایا کہ گناہوں پر اصرار کرنا بھی گناہ کبیرہ ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے کہ چھوٹا گناہ اصرار کی وجہ سے بڑا بن جاتا ہے اور بڑا گناہ استغفار کی وجہ سے معاف ہو جاتا ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ چھوٹے گناہ پر اصرار کرنے والا درحقیقت اپنے آپ کو خدا کے مواخذہ سے بے خوف سمجھتا ہے جبکہ عذاب خدا سے صرف خسارہ اٹھانے والے ہی بے خوف رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

(۱) اِنْ تَجَسَّبَوْا كِبٰرًا مَا تَنْهَوْنَ عَنْهُ تُكْفِرُوْا عَنْكُمْ سَبٰٓئِكُمْ... جن بڑے بڑے گناہوں سے تمہیں روکا

جا رہا ہے اگر تم ان سے بچو گے تو ہم تمہارے چھوٹے چھوٹے گناہ معاف کر دیں گے۔ (سورہ نساء: ۳۱)

(۲) وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا وَالذُّنُوبَ بِهِمْ وَمَنْ يَغْفِرُ اللَّهُ فَمَا لَهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ فِي سَعَةِ الرَّحْمَةِ وَأَنْ يَكُونَ فِي الْوَسْطِ الْمَعْرُوفِ ۝

اپنے اور ظلم کر بیٹھے ہیں تو اللہ کو یاد کر کے اس سے اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں اور اللہ کے سوا گناہ بخش بھی کون سکتا ہے اور جان بوجھ کر اپنے کئے پر اصرار نہیں کرتے۔ (سورہ آل عمران: آیت ۱۳۵)

(۳) الَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبَائِرَ الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ إِلَّا اللَّيْمَ إِنَّ اللَّيْمَ أَسْعَى الْمَغْفِرَةَ.. وہ لوگ گناہان کبیرہ اور فحش باتوں سے پرہیز کرتے ہیں البتہ چھوٹے گناہ ان سے سرزد ہو جاتے ہیں۔ بیشک آپ کا پروردگار بہت وسیع مغفرت والا ہے۔ (سورہ نجم: آیت ۳۲)

جان لیجئے کہ گناہ پر جسارت کرنا انتہائی خطرناک ہے خواہ گناہ کبیرہ کی صورت میں ہو یا گناہ صغیرہ کی صورت میں۔ اہل ایمان کو چاہیے کہ اگر ان سے گناہ ہو جائے تو فوراً توبہ استغفار کریں اور اللہ سے معافی مانگیں۔ ہادیان دین نے اہل ایمان کو یہی تعلیم دی ہے۔

متدرک الوسائل میں ہے کہ امام علی علیہ السلام نے فرمایا: الْمَعَاوِذَةُ لِلذَّنْبِ إِضْرَازٌ. بڑا گناہ وہ ہے جس پر گنہگار اصرار کرے۔ نیز یہ کہ مَنْ أَصْرَأَ عَلَى ذَنْبِهِ اجْتَرَأَ عَلَى سَخَطِ رَبِّهِ. جو اپنے گناہ پر اصرار کرتا ہے وہ خدا کے غضب پر جسارت کرتا ہے۔

امام صادق نے فرمایا کہ گناہ پر اصرار کرنے والے کی عبادت قبول نہیں ہوتی۔ (کانی ج ۲، ص ۲۸۸)

واضح رہے کہ علمائے حدیث و فقہ نے آج تک گناہان صغیرہ کی فہرست پیش نہیں کی ہے۔ اس کے برعکس کچھ محققین کی رائے یہ ہے کہ خدا کی مخالفت گناہ ہے۔ اس میں صغیرہ اور کبیرہ کا کوئی تصور نہیں ہے۔ البتہ جب گناہوں کا ایک دوسرے سے تقابل کیا جاتا ہے تو کچھ گناہ بڑے دکھائی دیتے ہیں اور کچھ ان کے مقابلے پر چھوٹے دکھائی دیتے ہیں۔ مؤلف سمجھتا ہے کہ ہادیان دین نے گناہان کبیرہ کی تفصیل بیان کی ہے اور جو گناہ اس فہرست میں موجود نہیں ہیں وہ گناہان صغیرہ ہیں۔

۹۱۔ وسوسوں اور شیطان کی پیروی

جب ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام کے سجدہ سے انکار کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اسے راندہ درگاہ قرار دیا تھا۔ ابلیس نے کہا تھا کہ تو نے آدم کو مجھ پر فضیلت دی ہے۔ اب میں بھی تیری سیدھی اور مستقیم راہ پر بیٹھ کر اس کی نسل کو گمراہ کروں گا اور تیرے خالص بندوں کے سوا تجھے اپنا کوئی شکر گزار دکھائی نہ دے گا۔

اہل ایمان کو چاہیے کہ وہ ہمیشہ اس بات کی طرف متوجہ رہیں کہ ابلیس ان کا کھلا دشمن ہے اور وہ ان سے دولت ایمان چھین لینا چاہتا ہے۔ اس دشمن سے اس وقت تک نجات ممکن نہیں ہے جب تک انسان اللہ کی

پناہ میں نہ آجائے کیونکہ اگر اللہ ہماری نگہبانی نہ کرے تو ہم شیطان اور اس کے چیلوں سے محفوظ نہیں رہ سکتے۔ اسی لیے اللہ نے فرمایا ہے: ... وَلَوْ لَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَتَبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا اگر تم پر خدا کا فضل اور اس کی مہربانی نہ ہوتی تو چند لوگوں کے سوا تم سب شیطان کے پیرو ہو جاتے۔ (سورہ نساء: آیت ۸۳) فَلَوْ لَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَكُنْتُمْ مِنَ الْخَاسِرِينَ... اگر تم پر خدا کا فضل اور اس کی مہربانی نہ ہوتی تو تم خسارہ اٹھانے والوں میں سے بن جاتے۔ (سورہ بقرہ: آیت ۶۲) ... وَلَوْ لَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ مَا زَكَايَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ أَبَدًا... اگر تم پر خدا کا فضل اور اس کی مہربانی نہ ہوتی تو تم سے ایک شخص بھی کبھی پاک نہ ہو سکتا۔ (سورہ نور: آیت ۲۱)

اس مسئلے کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ خدا نے اپنے حبیب پر سورہ الناس نازل فرمائی جس میں ارشاد فرمایا: بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ○ قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ○ مَلِكِ النَّاسِ ○ إِلَهِ النَّاسِ ○ مِنْ خَضِرِ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ○ الَّذِي يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ ○ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ○ بنام خدائے رحمان و رحیم۔ اے رسول کہہ دیجئے کہ میں لوگوں کے پروردگار کی پناہ مانگتا ہوں۔ جو تمام لوگوں کا مالک اور بادشاہ ہے۔ لوگوں کے معبود (برحق) کی۔ (شیطان) وسوسہ انداز کے شر سے جو (خدا کا نام سن کر) پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے۔ (خواہ وہ) جنات سے ہو یا انسانوں میں سے۔

قرآن کریم کی اس سورت سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ وسوسہ انسانی زندگی کے لیے مہلک ہے اور حق کے خلاف وسوسہ اندازی کبھی کوئی انسان کرتا ہے اور کبھی کوئی جن۔ انسان فلسفہ، سیاست، مصلحت اور رسم و رواج کے نام پر وسوسہ پیدا کرتا ہے اور جنات کے وسائل تقریباً لامحدود ہیں جن کی اساس تو ہم پرستی ہے۔ اس سورت نے واضح کر دیا ہے کہ خدا کی قدرت اور سلطنت لامحدود ہے لہذا ان خطرات سے بچنے کا واحد ذریعہ خداوند قدیر کی پناہ ہے۔ اس کے علاوہ کوئی دوسرا ذریعہ نہیں ہے۔

شیطان کے پاس گمراہ کرنے کے مختلف ہتھکنڈے ہیں۔ وہ جس شخص میں جو کمزوری دیکھتا ہے اسے اسی طرح گمراہ کرتا ہے۔ وہ مردود کچھ لوگوں کو دولت سے، کچھ لوگوں کو جنسی شہوت سے، کچھ لوگوں کو عقائد میں شبہات سے، کچھ لوگوں کو حکومت سے، کچھ لوگوں کو طاقت کے زعم سے اور کچھ لوگوں کو غرور اور حسد میں مبتلا کر کے گمراہ کرتا ہے۔ ایلیس کے ہتھکنڈوں سے بچنے کا ایک یہی طریقہ ہے کہ انسان خدا کی پناہ میں آجائے۔

امام سجاد علیہ السلام ہلاکت سے بچنے کے لیے یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْغَفْلَةِ وَالْقَسْوَةِ وَالْعَلْبِيَّةِ وَالْبِدَلَةِ وَالْمَسْكِنَةِ ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكُفْرِ وَالْفَقْرِ وَمِنْ وَسْوَسَةِ الصُّدْرِ وَتَشْيِيبِ الْأَمْرِ . خدایا! میں غفلت، سنگدلی، ناداری، ذلت، ناتوانی، کفر، فقر اور سینے کے وسوسہ اور امور کے متفرق ہونے سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ (صحیفہ کاملہ)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک شخص رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا:

یا رسول اللہ! میں دوسوں میں گرفتار ہوں اور انتہائی ضرورت مند، مقروض اور ہال بچے دار بھی ہوں۔ آنحضرت نے فرمایا کہ تم کثرت سے تَوَكَّلْتُ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَلَا وَلَدًا وَلَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ وَلِيٌّ مِنَ الذَّلِيلِ وَكَبِيرُهُ تَكْوِيْنًا کا ورد کیا کرو۔ خدا نے چاہا تو تم ان پریشانوں سے چھٹکارا پا لو گے۔ چند دن بعد وہ شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے ان کلمات کی برکت سے میرا سینہ دوسوں سے پاک کر دیا ہے، میرا قرض ادا کر دیا ہے اور مجھے وسیع رزق عطا کیا ہے۔ (کافی ج ۲، ص ۵۵۵)

ابو اسامہ راوی ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کے ساتھ سفر کیا۔ دوران سفر آپ نے مجھ سے فرمایا کہ قرآن سناؤ۔ میں نے قرآن کی ایک سورت سنائی تو آپ رونے لگے۔ پھر آپ نے فرمایا: ابو اسامہ! ذکر الہی سے اپنے دلوں کی حفاظت کرو اور (سیاہ) نقطوں سے بچو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تم پر ایسے لمحات بھی آئیں گے کہ تمہارے دل بوسیدہ لباس کی مانند ہو جائیں گے۔ اس وقت ان میں نہ ایمان ہوگا اور نہ ہی کفر۔ پھر فرمایا: ابو اسامہ! کیا تم نے اپنے دل کی حالت پر توجہ نہیں دی کہ کبھی وہ خیر و شر کے جذبات سے خالی ہوتا ہے۔ میں نے عرض کیا: جی ہاں۔ مولا! کبھی کبھی یہ حالت مجھ پر طاری ہوتی ہے اور دوسرے لوگوں پر بھی طاری ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جب کبھی ایسی حالت محسوس کرو تو اللہ کو یاد کرو (اور اس سے ہدایت کی درخواست کرو) اس کے ساتھ ساتھ سیاہ نقطوں سے بچو۔ جب خدا کو کسی کی بھلائی مطلوب ہوتی ہے تو وہ اس کے دل میں نورانی نقطہ ثبت کر دیتا ہے اور اگر خدا کو کسی کی بھلائی مطلوب نہیں ہوتی تو پھر دوسرا نقطہ ثبت کر دیتا ہے۔ میں نے پوچھا کہ دوسرا نقطہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ کفر کا نقطہ۔ جب کوئی انسان کفر کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے دل میں کفر کا نقطہ لگا دیا جاتا ہے۔ (کافی ج ۸، ص ۱۶۸)

اس حدیث میں اِذْعُوا قُلُوبَكُمْ بِذِكْرِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ کا جملہ آیا ہے۔ علامہ مجلسی مرآة القلوب میں لکھتے ہیں کہ اس جملے کا مقصد یہ ہے کہ ذکر خدا کے ذریعے ابلیس کے دوسوں سے اپنے دلوں کو بچاؤ اور نقطہ سے مراد وہ دوسے اور شبہات ہیں جو ابلیس لوگوں کے دلوں میں ڈالتا رہتا ہے۔

دوسرے ابلیس کی ایجاد ہے۔ بعض اہل ایمان میں اس خطرناک بیماری کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ انسان اپنے تئیں سمجھتا ہے کہ وہ احتیاط کے تقاضوں پر عمل کر رہا ہے جبکہ حقیقت میں وہ ابلیس کی پیروی کر رہا ہوتا ہے۔ یہ حالت عقل اور جسم دونوں کے لیے سخت نقصان دہ ہے۔ اس سے انسان کا سکھ چھین غارت ہو جاتا ہے اور حالت عائلی زندگی بھی متاثر ہوتی ہے۔

عبداللہ بن سنان راوی ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ فلاں شخص وضو اور نماز کے متعلق ہر وقت دوسوں میں جتلا رہتا ہے جبکہ وہ عقل مند بھی ہے۔ امام نے فرمایا کہ اس کے پاس عقل نام کی کوئی چیز ہوتی تو وہ شیطان کی اطاعت ہی نہ کرتا۔ میں نے عرض کیا کہ وہ شیطان کی اطاعت کیسے کر رہا ہے

امام نے فرمایا کہ تم خود اس سے جا کر پوچھو کہ تمہیں یہ دوسو سے کہاں سے لائق ہوتے ہیں؟ اس کے جواب میں وہ کہے گا کہ یہ شیطان کی طرف سے لائق ہوتے ہیں۔ (کافی ج ۱، ص ۱۲)

چند دوستوں کی زبانی میں نے یہ واقعہ سنا ہے کہ آیت اللہ مرزا بزرگ قمی کی مرجعیت کے زمانے میں ایک طالب علم ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نماز کی نیت نہیں کر سکتا۔ آیت اللہ قمی نے فرمایا: تم کس کی تقلید کرتے ہو؟ طالب علم نے کہا کہ میں آپ کی تقلید کرتا ہوں۔ یہ سن کر آیت اللہ قمی نے اس سے کہا کہ اگر تم میرے مقلد ہو تو میں نے تم پر نیت کو حرام کیا ہے۔ آئندہ تم نیت کئے بغیر نماز پڑھنا۔ طالب علم مطمئن ہو کر چلا گیا لیکن اس نے جتنی بار بھی نیت کے بغیر نماز پڑھنے کی کوشش کی ہر بار وہ نماز نہ پڑھ سکا۔ آخر مجبور ہو کر آیت اللہ کے پاس دوبارہ آیا اور بولا کہ میرا معاملہ تو پہلے سے بھی زیادہ بگڑ گیا ہے۔ میں نے بڑی کوشش کی کہ نیت کے بغیر نماز پڑھوں لیکن ہر بار نیت کا تصور میرے ذہن میں آجاتا ہے۔ اب میری شرعی تکلیف کیا ہے؟ آیت اللہ نے فرمایا کہ جو چیز بے اختیار آجائے اسے آنے دو۔ میں نے اسے حرام نہیں کیا۔ میں نے تو ان خیالات کو حرام قرار دیا ہے جس کے تم منتظر رہتے تھے۔

۹۲۔ امر باطل کا اجرا کرنا

معصومین کا فرمان ہے کہ جو شخص کسی اچھی رسم کو جاری کرے گا اسے اس کا اجر ملے گا اور جتنے لوگ اس کی بناء کردہ رسم پر عمل کریں گے ان کو بھی ثواب ملے گا۔ اسی طرح جو شخص کوئی بری رسم جاری کرے گا اسے اس کا گناہ ملے گا اور جتنے لوگ اس پر عمل کریں گے وہ بھی ان کے گناہ میں برابر کا شریک سمجھا جائے ہوگا۔ شر کی بنیاد کسی عمل شر سے ہی رکھی جاتی ہے اور غلط نظریات سے اس کی آبیاری کی جاتی ہے۔ چنانچہ غلط نظریات اور گمراہ کن آراء کو پھیلانا اور برائی کے مراکز کی تائیس کرنا باطل کی ترویج کرنا ہے اور یہ مطلق حرام ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام کا فرمان ہے کہ جو شخص نیکی اور ہدایت کے راستے پر چلے اور دوسروں کو اس کی تعلیم دے اور لوگ اس سے تعلیم حاصل کر کے اس نیکی پر عمل کرنے لگیں تو جہاں ان کو ثواب ملے گا وہاں نیک راستہ بتانے والے کو بھی ثواب ملے گا اور جو کوئی گمراہی کا دروازہ کھولے تو اسے اس گمراہی کا گناہ ملے گا اور جتنے لوگ اس کی پیروی کریں گے وہ بھی ان کے گناہ میں برابر کا شریک ہوگا۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۱، ص ۴۳۸)

ظلم کی بنیاد رکھنے والا ہر ظالم کے عمل میں شریک ہوتا ہے مثلاً قاتل نے قتل کی بنیاد رکھی تھی چنانچہ قیامت تک جتنے افراد قتل ہوں گے اس کا گناہ قاتل کے کھاتے میں بھی لکھا جائے گا۔

۱۔ علامہ سید مرتضیٰ عسکری نے اپنی کتاب ”احیائے دین میں ائمہ اہلبیت کا کردار“ جلد دوم مطبوعہ مجمع علمی اسلامی میں لکھا ہے:

رسول خدا نے فرمایا: بُعِثْتُ بِالْحَبِيبَةِ السَّهْلَةِ السَّمْحَةِ. میں تمہارے لیے آسان شریعت لے کر آیا ہوں۔

نیز یہ کہ بہت زیادہ دوسوں میں پڑنے سے چٹا چاہیے کیونکہ حد سے بڑھا ہوا دوسرے کبھی کبھی دین سے خارج ہونے کا سبب

بن جاتا ہے۔ (رضوانی)

اقتصادی اور مالی محرمات

مال حرام کی قسمیں

مال حرام کی بہت سی قسمیں ہیں جنہیں ایک ہی حصے میں بیان نہیں کیا جاسکتا اس لیے ہم کچھ ضروری موارد کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ باقی موارد کو مختلف عنوانات کے تحت بیان کیا جائے گا۔

(۱) غلط طریقے سے مال حاصل کرنا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص ایسے ذرائع سے دولت حاصل کرے جس کی کوئی شرعی گنجائش نہ ہو۔ ایسی کمائی کو اصطلاحی طور پر ”کسب کاذب“ کہا جاتا ہے مثلاً ایسا بے مقصد کام کر کے اس کی اجرت لینا جس کی نہ تو عقل تائید کرتی ہو اور نہ عرف سے اس کی تائید ہوتی ہو مثلاً بھاری پتھر اٹھانے یا تاریک رات میں کسی جگہ جانے اور وہاں سے واپس آنے کی شرط لگا کر رقم حاصل کرنا۔ اگرچہ آج کل اس طرح کے بے سود اور لالچنی کام زیادہ ہوتے ہیں اور افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ لوگ اس کام کو ہنر اور فن کا نام دیتے ہیں جبکہ ان ذرائع سے حاصل ہونے والی دولت حرام ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِإِلَافٍ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ خبردار ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقے سے نہ کھاؤ اور نہ اس کو (بطور رشوت) حاکموں تک پہنچاؤ تاکہ لوگوں کے مال کا کچھ حصہ ناجائز طور پر کھاؤ جبکہ تمہیں اس کا علم ہے۔ (سورہ بقرہ: ۱۸۸)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَن تَرَاضٍ مِّنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ ... اے ایمان والو! ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ۔ ہاں اگر آپس کی رضامندی سے تجارت کا لین دین ہو (اور اس سے مالی فائدہ حاصل ہو جائے تو وہ جائز ہے) اور اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو۔

(سورہ نساء: آیت ۲۹)

مذکورہ بالا دونوں آیات میں اللہ نے رشوت دینے اور رشوت لینے سے منع فرمایا ہے۔ آیت مبارکہ میں اللہ نے تجارت کے متعلق فرمایا ہے کہ باہمی رضامندی سے تجارت کی وجہ سے جو منافع حاصل ہو وہ حلال اور پاک ہے۔ ہادیان دین نے مسلمانوں کو تجارت کی بڑی ترغیب دی ہے۔ اس سلسلے کی چند روایات دیکھیے:

(۱) امیرالمومنینؑ نے فرمایا کہ تجارت کرو تا کہ لوگوں کے دست نگر نہ رہو۔ (کافی ج ۵، ص ۱۳۹)

(۲) فضیل بن یسار بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں نے تجارت چھوڑ دی ہے۔ آپ نے فرمایا: بھائی! وہ کیوں؟ کیا تنگ آگئے تھے؟ پھر آپ نے فرمایا کہ تجارت چھوڑ کر رزق کی کمی میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ ہرگز تجارت نہ چھوڑو اور خدا کے فضل کے امیدوار رہو۔ (ایضاً)

کتاب مذکور میں مرقوم ہے کہ ابن ابی قرہ بیان کرتا ہے کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے ہاں بیٹھا ہوا تھا کہ وہاں ایک مومن کا تذکرہ چل نکلا۔ امام نے ایک صحابی سے پوچھا کہ فلاں شخص حج پر کیوں نہیں جا رہا؟ صحابی نے بتایا کہ اس نے تجارت چھوڑ دی ہے اور مفلس ہو گیا ہے۔ اس کے پاس حج کے اخراجات نہیں ہیں۔ امام نے یہ سنا تو سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ خبردار! تجارت اور کام کاج کو مت چھوڑو تا کہ تمہاری اجتماعی عزت بنی رہے۔ تجارت کرو، خدا تمہیں برکت دے گا۔

تجارت کی افادیت کے متعلق بہت سی احادیث منقول ہیں۔ ہم تاجر برادری سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ حلال ذرائع سے تجارت کریں۔ حلال دیں اور حلال لیں۔ ناجائز منافع خوری، ملاوت اور دھوکا دہی سے پرہیز کریں۔ اگر کوئی شخص اسلامی اصولوں کے مطابق تجارت کرتا ہے وہ لوگوں کی نظر میں تجارت کر رہا ہوتا ہے لیکن خدا کی نظر میں عبادت کر رہا ہوتا ہے۔

امام ہشتم نے فرمایا کہ عبادت کے دس حصے ہیں۔ ان میں سے نو حصے رزق حلال کی تلاش کے ہیں۔

(۲) غاصبانہ تصرف حرام ہے۔ غاصبانہ تصرف کی مختلف صورتیں ہیں۔ اس کی ایک شکل یہ ہے کہ کوئی شخص لوگوں سے مال لے کر انہیں واپس نہ کرے۔

ابو بصیر راوی ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو ناجائز طریقے سے اپنے بھائی کا مال کھائے اور اسے واپس نہ کرے تو قیامت کے دن اسے دوزخ کا انگارہ کھلایا جائے گا۔ (کافی ج ۲، ص ۳۳۳)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ مسلمان کی رضامندی کے بغیر اس کا مال کھانا حرام ہے۔ (غوالی اللاتمی ص ۱۱۳)

علامہ حلی نے اپنی کتاب القواعد میں لکھا ہے: اگر باپ ضرور تنگ ہو تو بقدر ضرورت بیٹے کے مال سے حصہ لے سکتا ہے لیکن بیٹے کو یہ حق نہیں کہ وہ باپ کی اجازت کے بغیر اس کے مال میں تصرف کرے۔ ماں کو یہ حق نہیں کہ بیٹے کی اجازت کے بغیر اس کے مال میں تصرف کرے۔ اسی طرح بیٹے کو بھی یہ حق نہیں کہ وہ اپنی ماں کی اجازت کے بغیر اس کے مال میں تصرف کرے۔ ماں کو یہ حق نہیں کہ وہ فرزند صغیر کا مال بطور قرض حاصل کرے۔ ہاں! اگر بچے کا باپ (دلی) اجازت دے تو پھر حلال ہے۔

بیوی بلا اجازت شوہر کے مال میں تصرف نہیں کر سکتی البتہ وہ خوراک حاصل کرنے کی مجاز ہے۔ اگر شوہر منع نہ کرے تو بیوی اس کے مال میں سے صدقہ دے سکتی ہے اور اگر شوہر منع کرے تو پھر اس کے مال میں سے

صدقہ دینا بیوی کے لیے حرام ہے۔ اسی طرح شوہر کو بھی حق نہیں کہ وہ بیوی کے مال میں تصرف کرے۔ مؤلف عرض کرتا ہے:

خدا نے لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَأْكُلُوا... (سورہ نور: آیت ۶۱) کی آیت میں فرمایا ہے کہ انسان اپنے رشتے داروں، باپ، دادا، ماؤں، بھائیوں، چچاؤں، پھوپھوں، ماموں، خالاؤں اور جن کے مال کی چابی اس کے سپرد کی گئی ہو اور اپنے دوستوں کے گھروں سے بلا اجازت کھانا کھا سکتا ہے۔

(۳) جس مال کا خُصّ اور نہ کیا گیا ہو اس میں تصرف حرام ہے۔ ہمارے فقہاء چند چیزوں میں خُصّ کو واجب قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ غیبت امام علیہ السلام میں خُصّ مراجع تقلید تک جو کہ نابان امام ہیں پہنچایا جائے تاکہ وہ غریب سادات کی کفالت کر سکیں اور دین و علم دین کی نشر و اشاعت کر سکیں۔ کچھ علماء کہتے ہیں کہ خُصّ عین مال میں فرض ہے اور کچھ کہتے ہیں کہ یہ مکلف کی ذمے داری ہے۔ پہلے نظریے کے مطابق جس مال کا خُصّ نہ دیا گیا ہو اسے استعمال کرنا غاصبانہ تصرف اور حرام ہے اور حاکم شرع (مجتہد جامع الشرائط) یا اس کے وکیل کی اجازت کے بغیر اس میں ہر طرح کا تصرف حرام ہے۔

محمد بن زید طبری بیان کرتے ہیں کہ اہل فارس میں سے ایک شخص نے امام علی رضا علیہ السلام کو خط لکھا اور درخواست کی کہ اسے خُصّ کی ادائیگی سے مستثنیٰ قرار دیا جائے۔ امام نے اس کو جواب میں لکھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نیک اعمال بجالانے والے لوگوں کے لیے اللہ کا کرم و فضل بہت وسیع ہے۔ اللہ نے نیک اعمال پر ثواب کی ضمانت دی ہے۔ جو لوگ اپنے واجبات ادا نہیں کرتے ہیں اللہ نے ان کے لیے غم و اندوہ لکھ دیا ہے۔ مال حلال وہی ہے جسے اللہ نے حلال قرار دیا ہے۔ اللہ نے ہمارے لیے خُصّ فرض کیا ہے، اس سے ہماری دینی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں اور ہمارے خاندان اور ہمارے دوستوں کی کفالت ہوتی ہے اور اس کے ذریعے ہم دشمنوں کے مقابلے میں اپنی عزت کی حفاظت کرتے ہیں۔ جہاں تک ہو سکے خُصّ کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کرو اور اپنے آپ کو ہماری دعاؤں سے محروم نہ رکھو۔ یاد رکھو! خُصّ تمہاری روزی کی چابی، تمہاری مغفرت کا سبب اور تمہاری آخرت کا ذخیرہ ہے۔ مسلمان وہی ہے جو خدا سے کیا ہوا وعدہ پورا کرے اور جو شخص صرف زبان سے اقرار کرے اور دل سے مخالفت کرے وہ مسلمان نہیں ہے۔ (کافی ج ۱، ص ۵۴۸)

محمد زید راوی ہیں کہ خراسان کے چند افراد امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور انھوں نے آپ سے خُصّ کی معافی کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا: یہ کیسی عذر تراشی ہے۔ تم لوگ زبان سے تو ہماری محبت کا دعویٰ کرتے ہو لیکن خدا نے ہمارا جو حق مقرر کیا ہے اس حق کو ادا کرنے پر آمادہ نہیں ہو اور خُصّ دینے سے جان چھڑا رہے ہو۔ میں کسی کو بھی خُصّ کی ادائیگی سے مستثنیٰ نہیں کرتا اور اپنا حق اس پر حلال نہیں کرتا۔ آپ نے آخری جیلے کی تین بار تکرار فرمائی۔ (کافی ج ۱، ص ۵۴۸)

(۴) جس مال کی زکات ادا نہ کی گئی ہو اس مال میں تصرف حرام ہے۔ قرآن مجید میں زکات کے متعلق بہت زیادہ آیات موجود ہیں اور ہادیان دین نے زکات کی ادائیگی پر بڑا زور دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخُلُونَ بِمَا أَنَاءَهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخَلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ... وہ لوگ جو خدا کے عطا کردہ رزق میں بخل کرتے ہیں وہ یہ نہ سمجھیں کہ یہ دولت ان کے لیے بہتر ہے۔ یہ دولت ان کے لیے بہت بری ہے جس دولت میں انھوں نے بخل کیا ہے اسی دولت کا انھیں قیامت کے دن طوق پہنایا جائے گا۔ (سورہ آل عمران: آیت ۱۸۰)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جو ایک قیراط زکات ادا نہ کرے وہ نہ تو مسلمان ہے اور نہ ہی مومن ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے متعلق اللہ نے فرمایا ہے کہ یہ لوگ مرنے کے بعد کہیں گے... رَبِّ ارْجِعُونِي ۝ لَعَلِّي أَعْمَلُ صَالِحًا فِيمَا تَرَكْتُ... پروردگار مجھے دنیا میں واپس بھیج تاکہ میں اس میں جسے چھوڑ آیا ہوں اب جا کر نیک کام کروں۔ (سورہ مومنون: آیت ۹۹-۱۰۰)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا نے قرآن میں نماز اور زکات دونوں کا یکجا تذکرہ کیا ہے اور فرمایا ہے: أَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ لِهَذَا جَوْشَعْنُ نَمَازِ پڑھے اور زکات نہ دے اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ (وسائل الشیعہ ج ۶، ابواب ما تجب فیہ الزکاة)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص خدا کے عطا کردہ مال میں بخل کرے اور اطاعت خدا میں اسے خرچ نہ کرے تو وہ مال اس کے لیے طوق بن جائے گا اور قیامت کے دن اسے وہ طوق پہنایا جائے گا۔ ایسے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے مَا يَبْخُلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (تفسیر قمی)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص مالی حق ادا نہ کرے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ دوزخ کے ایک سانپ کو طوق بنا کر اس کی گردن میں لٹکا دے گا۔ (وسائل الشیعہ ج ۶، ابواب ما تجب فیہ الزکاة)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک دن حضرت رسول خداؐ مسجد نبویؐ میں کھڑے ہوئے اور آپ نے پانچ آدمیوں کا نام لے کر ان کو پکارا اور فرمایا: تم لوگ انھو، ہماری مسجد سے نکل جاؤ۔ تم اس مسجد میں نماز نہ پڑھو کیونکہ تم اپنے مال کی زکات ادا نہیں کرتے۔ (کافی ج ۳، ص ۵۰۳)

حرام خوری

حرام خوری گناہ کبیرہ ہے۔ آیات قرآن روایات معصومین میں اس کی سخت مذمت آئی ہے۔ خدا نے اہل کتاب اور ان کے علماء کی روش کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا ہے: وَتَسْرَى كَثِيرًا مِنْهُمْ يَسَارِعُونَ فِي الْإِنْتِمِ وَالْعُدْوَانِ وَأَكْلِهِمُ السُّخْتِ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ۝ لَوْلَا يُنْهَاهُمُ الرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَنْبِيَاءُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْإِنْتِمِ وَأَكْلِهِمُ السُّخْتِ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ۝ تم دیکھو گے کہ ان میں اکثر گناہ اور زیادتی اور حرام

کھانے میں جلدی کر رہے ہیں۔ بیشک یہ جو کچھ کرتے ہیں برا کرتے ہیں۔ بھلا ان کے مشائخ اور علماء انھیں گناہ کی باتوں اور حرام کھانے سے منع کیوں نہیں کرتے؟ بلاشبہ وہ بھی برا کرتے ہیں۔ (سورہ مائدہ: آیت ۶۲-۶۳)

قرآن کریم نے تمام مسلمانوں کو حکم دیا ہے: وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ وَتَذَلُّوا بِهَا إِلَى السُّحْتَامِ لِنَأْكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ○ ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ اس کو (رشوت لے کر فیصلہ کرنے والے) حکام لے کے پاس پہنچاؤ تاکہ لوگوں کے مال کا کچھ حصہ ناجائز طور پر کھاؤ اور اسے تم جانتے بھی ہو۔ (سورہ بقرہ: آیت ۱۸۸)

ہادیان دین نے حلال کھانے کی ترغیب دی ہے اور اس مفہوم کی بہت زیادہ روایات ان سے منقول ہیں۔ یہاں ہم چند روایات نقل کرتے ہیں۔

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

جب کوئی شخص رزق حلال کھانے میں مصروف ہوتا ہے تو اس کے سر پر ایک فرشتہ کھڑا ہو جاتا ہے جو اس کے لیے استغفار کرتا رہتا ہے اور جب تک وہ کھانا کھاتا ہے فرشتہ اس کے لیے استغفار کرتا رہتا ہے۔

جب کسی کے پیٹ میں حرام کا نوالہ جاتا ہے تو آسمانوں اور زمین کے تمام فرشتے اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔ جب تک حرام نوالہ اس کے پیٹ میں رہتا ہے اس وقت تک خدا اس کی طرف نگاہ رحمت نہیں کرتا۔

جس نے حرام کا نوالہ کھایا اس نے خدا کا غضب مول لیا۔ اگر وہ توبہ کر لے تو اللہ اس کی توبہ قبول کرے گا اور اگر وہ توبہ کے بغیر مر گیا تو اس کا ٹھکانا دوزخ میں ہوگا۔

جس نے حرام کا ایک لقمہ کھایا تو چالیس دن تک اس کی نماز اور دعا قبول نہیں ہوگی۔ جو گوشت رزق حرام سے پیدا ہوگا وہ دوزخ میں جائے گا اور ایک لقمے سے بھی گوشت پیدا ہوتا ہے۔

(بخاری الانوار ج ۶۳، ص ۳۱۴)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ امور کی تین اقسام ہیں: حلال امور، حرام امور اور مشتبہ امور جو حلال اور حرام کے درمیان ہیں۔ جو شخص مشتبہ امور سے دور رہا وہ حرام سے محفوظ رہا اور جو شخص مشتبہ امور پر عمل کرے گا وہ بالآخر حرام میں مبتلا ہوگا اور بے خبری کے عالم میں ہلاک ہو جائے گا۔

(کافی ج ۱، ص ۶۸)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ شبہ کے وقت احتیاط برتنا ہلاک ہونے سے بہتر ہے۔

(مستدرک الوسائل ج ۱۷، ص ۳۲۲)

اللَّهُمَّ ارْزُقْنَا تَوْفِيقَ الطَّاعَةِ وَبَعْدَ الْمَعْصِيَةِ... وَطَهِّرْ بَطُونَنَا مِنَ الْحَرَامِ وَالشُّبْهِةِ...

۱- دوسرے معاشروں کی طرح عربوں میں بھی قبائل و افراد کا ایک دوسرے سے جھگڑا ہوتا تھا اور عام طور پر ان جھگڑوں کا فیصلہ وہ سردار کیا کرتے تھے جنہیں ”حکام“ کہا جاتا تھا اور وہی عرب معاشرے میں لقم و نسق چلاتے تھے۔ (رضوانی)

حرام خوری کا نتیجہ

مومن کا امتحان اس وقت ہوتا ہے جب اس کے سامنے رزق حرام آجائے اور یہ سخت امتحان ہوتا ہے جو رزق حرام سے بچ جائے وہ سچا مومن ہوتا ہے۔ رسول اکرمؐ نے فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جسے یہ پروا نہ ہو کہ وہ درہم و دینار کس طریقے سے کما رہا ہے تو قیامت کے دن میں اس کے متعلق یہ پروا نہ کروں گا کہ اسے دوزخ کے کس دروازے سے داخل کروں۔ (مسند رک الوسائل ج ۱۷، ص ۱۱)

نیز آپ نے فرمایا کہ قیامت کے دن وہ شخص بہت حیران ہوگا جس نے مال جمع کیا تھا لیکن اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کیا تھا کیونکہ اس کے مرنے کے بعد اس کے وارث نے تو وہ مال اللہ کی راہ میں خرچ کیا اور اس کی وجہ سے جنت کا حقدار بنا جبکہ وہ شخص جس کا مال تھا خود جہنم میں جائے گا۔ (ایضاً ص ۱۲)

شیخ صدوق کے والد کی وصیت

شیخ صدوق محمد بن بابویہ اپنی کتاب السمعین میں رقمطراز ہیں کہ میرے والد علی بن حسین نے مجھے وصیت کی تھی کہ بیٹا! ہر وقت خدا سے ڈرتے رہو اور رزق کی تلاش میں تقویٰ کے تقاضوں کو مد نظر رکھو اور اعتدال سے کام لو اور تلاش معاش میں حرص اور جلد بازی سے کام نہ لو۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے رزق کی دو قسمیں ہیں:

(۱) ایک رزق وہ ہے جسے تم تلاش کرتے ہو۔

(۲) دوسرا رزق وہ ہے جو تم کو تلاش کرتا ہے۔

یاد رکھو! جس رزق کو تم نے طلب کرنا ہے اسے حلال ذریعے سے طلب کرو۔ اگر تم نے رزق، حلال ذریعے سے طلب کیا تو وہ رزق تمہارے لیے حلال ہوگا ورنہ حرام ہوگا۔ (بحار الانوار ج ۳۱، ص ۱۰۳)

کافی میں ہے کہ جو شخص اپنے اہل و عیال کے رزق کے لیے محنت کرتا ہے وہ خدا کی راہ میں جہاد کرنے والے شخص کی مانند ہے۔ (کافی ج ۵، ص ۸۸)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ تجارت کبھی نہ چھوڑنا۔ تجارت چھوڑنے سے تمہاری عقل میں سستی پیدا ہوگی۔ یاد رکھو کہ تجارت وسعت رزق کا ذریعہ ہے۔ (مسند رک الوسائل ج ۱۳، ص ۱۱)

تلاش رزق حلال عین عبادت ہے

رزق حلال کی تلاش بہترین عبادت ہے۔ اگر عبادت کے ستر حصے فرض کر لیے جائیں تو ان میں رزق حلال کی تلاش سرفہرست دکھائی دے گی۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رزق حلال دل کی نورانیت، عبادت کی قبولیت اور دعا کی استجابت کا سبب ہے۔ اس کے لیے تین نکات بہت ضروری ہیں:

(۱) رزق حلال کی جستجو کرنا: امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص سستی کرے اور کام کی تلاش

میں نہ جائے تو اللہ اس پر رحمت نازل نہیں کرتا اور اس کی دعاؤں کو قبول نہیں کرتا۔ (مجمع الفائدہ ج ۸، ص ۴) ایک مرتبہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے شاگردوں سے ایک شاگرد کا حال دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ سخت افلاس میں گرفتار ہے۔ امام نے فرمایا کہ وہ کیا کام کرتا ہے؟ کسی نے کہا کہ وہ کوئی کام نہیں کرتا گھر میں بیٹھا ہوا ہے اور دن رات عبادت کر رہا ہے۔ آپ نے فرمایا تو پھر اس کے بیوی بچوں کی کفالت کون کرتا ہے؟ جواب ملا کہ کچھ ایمانی بھائی اس کے خاندان کی کفالت کرتے ہیں۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی قسم! جو افراد اس کے خاندان کی کفالت کرتے ہیں وہ اس سے بڑے عابد ہیں۔

(وسائل الشیعہ ج ۱۲، باب ۵، رقم ۳)

(۲) رزق حلال کی تلاش اور اس پر قناعت کرنا: نبی کریم کا فرمان ہے: **الْعِبَادَةُ سَبْعُونَ جُزْأً أَفْضَلُهَا طَلَبُ الْحَلَالِ**. عبادت کے ستر درجے ہیں اور طلب حلال اس کا افضل حصہ ہے۔ (ایضاً) ہادیان دین سے منقول ہے کہ تاجر فاجر ہے اور فاجر کا ٹھکانا دوزخ ہے البتہ ایسا تاجر اس سے مستثنیٰ ہے جو حق کے ساتھ (رقم) لے اور حق کے ساتھ (جنس) دے۔ (ایضاً)

رسول اکرم نے فرمایا کہ جبریل امین نے مجھے خدا کی طرف سے یہ خبر دی ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک نہیں مرتا جب تک دنیا میں اپنے حصے کی پوری روزی نہ کھالے۔ پھر فرمایا کہ لوگو! خدا سے ڈرو اور آبرو منداناہ طریقے سے روزی تلاش کرو اور سستی سے پرہیز کرو۔ کہیں یہ تم کو حرام میں مبتلا نہ کر دے۔ یاد رکھو کہ اللہ کے وعدے کو پانے کے لیے اطاعت کی اشد ضرورت ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کے ایک شاگرد سدیر نے آپ سے پوچھا کہ طلب معاش کی حد کیا ہونی چاہیے آپ نے فرمایا کہ جس نے دکان کا دروازہ کھولا اور سامان گا کھوں کے لیے سجا دیا تو اس نے اپنا فرض پورا کیا۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ تمہیں حصول رزق کے لیے اعتدال کے تقاضوں پر عمل کرنا چاہیے۔ لالچی نہ بنو اور دنیا کو ہی اپنا مقصد نہ بناؤ اور دنیا سے دل نہ لگاؤ اور طلب معاش میں کوتاہی نہ کرو اور آبرو منداناہ طریقے سے رزق تلاش کرو۔ اس کے لیے نہ تو سستی کرو اور نہ ہی حرص سے کام لو۔ خدا نے تم کو جو رزق دیا ہے اس پر اس کا شکر ادا کرو اگر تم نے شکر ادا نہ کیا تو یہ سمجھو کہ تمہارے ہاتھ مال لگا ہی نہیں ہے۔ (ایضاً)

(۳) دنیا پرستی سے پرہیز: امام جعفر صادق علیہ السلام کے شاگرد عبداللہ بن ابی یعفور نے امام سے عرض کیا: مولانا! خدا کی قسم! ہم دنیا تلاش کرتے ہیں اور ہم یہ خواہش بھی رکھتے ہیں کہ ہمیں دنیا ملے (کیا یہ دنیا طلبی ہے؟) آپ نے فرمایا: دنیا کے حصول سے تمہارا کیا مقصد کیا ہوتا ہے؟ عبداللہ نے کہا کہ اس سے اپنی اور اپنے خاندان کی ضروریات پوری کرتا ہوں، صلہ رحمی کرتا ہوں، غریبوں کی مدد کرتا ہوں اور حج و عمرہ بجالاتا ہوں۔ امام نے فرمایا کہ یہ دنیا طلبی نہیں ہے یہ تو آخرت طلبی ہے۔ (ایضاً)

محقق اردبیلی نے درج بالا احادیث نقل کرنے کے بعد لکھا ہے: انسان کو چاہیے کہ اپنے حصے کا رزق

تلاش کرے اور اس کے لیے بھرپور محنت کرے مگر یہ نہ سوچے کہ یہ میرا اپنا کمایا ہوا رزق ہے اور میری محنت کا ثمر ہے بلکہ اس کو اللہ کی عطا سمجھے اور یقین رکھے کہ اللہ نے جو کچھ اس کے لیے حصہ مقرر کیا ہے وہ اس سے زیادہ حاصل نہیں کر سکے گا اور زہدنی الدنیا کا بھی یہی مفہوم ہے کیونکہ اسماعیل بن مسلم نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: زہد نہ تو مال ضائع کرنے کا نام ہے اور نہ ہی حلال کو حرام سمجھنے کا نام ہے۔ زہد یہ ہے کہ تمہیں اپنے ہاتھ میں موجود دولت پر اتنا یقین نہ ہو جتنا اللہ کی غیبی عطا پر ہو۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جس کی تم کو امید نہیں ہے اس کے لیے امید سے بھی زیادہ امید رکھو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام آگ لینے کے ارادے سے گئے تھے مگر جب واپس آئے تو نبی تھے۔ (ایضاً)

رزق حلال کمانے کی اہمیت

ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی مسلمان کو دیکھتے تو خوش ہوتے تھے بعد ازاں اس کے متعلق پوچھتے تھے کہ یہ کیا کام کرتا ہے؟ اگر صحابہ جواب میں کہتے کہ یہ کوئی کام نہیں کرتا بیکار رہتا ہے تو آپ فرماتے تھے کہ یہ میری نظروں سے گر گیا ہے۔ جب کسی نے رسول خدا سے اس فرمان کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ جب مومن کے پاس کوئی کاروبار نہیں ہوگا تو وہ دین کو کاروبار بنا کر روزی حاصل کرے گا (جو کہ انتہائی مذموم روش ہے)۔ (بخاری الانوار ج ۱۰۰، ص ۹۔ جامع الاخبار ص ۱۳۹)

رسول اکرمؐ کا فرمان ہے جو محنت کر کے روزی حاصل کرے اس کے لیے جنت کے تمام دروازے کھلے ہوں گے اور اسے اختیار دیا جائے گا کہ جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔ (ایضاً)

ائمہ ہدیٰ نے رزق حلال کی تلاش کو عبادت کا درجہ دیا ہے۔ امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ عبادت کے دس حصے ہیں۔ نو حصے رزق کے حاصل کرنے میں مضمر ہیں۔ (مستدرک الوسائل ج ۲، ص ۳۷۸)

محنت مزدوری کر کے روٹی کمانا عظیم عبادت ہے۔ حضرت نبی اکرمؐ کا فرمان ہے: جو ہاتھ سے محنت کر کے کھانا کھائے وہ پل صراط سے یوں گزرے گا جیسے بجلی چمکتی ہے۔ (ایضاً)

۱۔ دنیا سے بے رغبتی، ترک محنت اور خشک زندگی کا تصور ”صوفیانہ زہد“ ہے جس کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اسلام نے ان تمام باتوں کی نفی کی ہے۔ قرآن کریم کی آیات اور پیغمبر اسلام کی تعلیمات میں محنت کی عظمت بیان کی گئی ہے اور رزق حلال کمانے کی تلقین کی گئی ہے۔ اسلام ایک ایسا دین ہے جس کی تعلیمات کسی زمان و مکان میں محدود نہیں ہیں۔ اسلام اور دیگر آسمانی ادیان کا ہدف انسان کی سعادت کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ یہ بات ناممکن ہے کہ اسلام جیسا آفاقی اور ابدی دین ترک دنیا اور خشک زندگی نیز بھوک اور نفس کشی کی تعلیم دے۔ پھر نجانے ڈاکٹر ہیبی کو کیا سوجھی کہ انھوں نے یہ لکھ دیا کہ اسلام فکری تعلیمات لے کر آیا تھا اور پیغمبر اسلامؐ نے اپنے دین کی بنیاد فخر اور زہد کو قرار دیا تھا۔ (علامہ سید ہاشم معروف، تصوف اور تشیع کا فرق مطبوعہ مجمع علمی اسلامی) رضوانی

۹۳۔ سود خوری

سود بہت بڑا گناہ ہے۔ قرآن و حدیث میں اس کی شدید مذمت آئی ہے۔ سود کی حرمت کا اعلان صرف قرآن کریم میں ہی نہیں ہوا ہے بلکہ جملہ آسمانی کتابوں میں اس کی مذمت آئی ہے اور اسے خدا سے جنگ کے مترادف قرار دیا گیا ہے اور سود خور کو کافر کے مشابہ کہا گیا ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ سود خور قیامت کے دن مخبوط الحواس محسور کئے جائیں گے۔ سود کھانے والا شخص اپنے دین کو تباہ کر لیتا ہے اور ایک فرد کا سود لاکھوں انسانوں کے لیے مرگ مفاعات بن جاتا ہے۔ اس سے معاشرے کی اقتصادی حالت خراب ہو جاتی ہے۔ جس معاشرے میں سود کا چال چلن عام ہو وہاں ہمدردی اور اخوت کے جذبات سرد ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اس لعنت سے محفوظ رکھے۔

ارشاد خداوندی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذُرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِن كُنتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ... اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اگر ایمان رکھتے ہو تو جتنا سود باقی رہ گیا ہے اس کو چھوڑ دو۔ اگر ایسا نہ کرو گے تو خیردار ہو جاؤ کہ تم خدا اور اس کے رسول سے جنگ کے لیے تیار ہوتے ہو۔ (سورہ بقرہ: آیت ۲۷۸-۲۷۹)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُّضَاعَفَةً وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ ۝ اے ایمان والو! دگنا چوگنا سود نہ کھاؤ۔ اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ نجات حاصل کر سکو اور دوزخ کی آگ سے بچو جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔ (سورہ آل عمران: ۱۳۰-۱۳۱)

الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَخْبِطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ... يَمْحَقُ اللَّهُ الرِّبَا وَيُرْبِي الصَّدَاقَاتِ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ ۝ جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (قبروں سے) یوں (حواس باختہ) انھیں گے جیسے کسی کو جن نے لپٹ کر دیوانہ بنا دیا ہو۔ یہ اس لیے کہ وہ کہتے ہیں کہ سودا بیچنا بھی تو (نفع کے لحاظ سے) دیا ہے جیسے سود لینا۔ حالانکہ خرید و فروخت کو اللہ نے حلال کیا ہے اور سود کو حرام قرار دیا ہے تو جس شخص کے پاس خدا کی نصیحت پہنچی اور وہ سود لینے سے باز آ گیا تو جو پہلے ہو چکا وہ اس کا اور قیامت میں اس کا معاملہ خدا کے سپرد ہے۔ اور جو پھر لینے لگا تو ایسے لوگ دوزخی ہیں کہ ہمیشہ دوزخ میں جلتے رہیں گے۔ خدا سود کو بے برکت کرتا اور خیرات کی برکت کو بڑھاتا ہے اور خدا کسی ناشکرے گنہگار کو دوست نہیں رکھتا۔ (سورہ بقرہ: آیت ۲۷۵-۲۷۶)

(۱) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: دَرَاهِمُ رَبَّنَا أَشَدُّ مِنْ سَبْعِينَ زَيْنَةً كُلُّهَا بِذَاتِ مَخْرَمٍ سُدِّدِ

ایک داہم کا گناہ محرم سے ستر مرتبہ زنا کرنے سے زیادہ ہے۔ (کافی ج ۵، ص ۱۳۳)

(۲) امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا: سود لینے والا، سود دینے والا، سودی معاہدہ لکھنے والا اور اس کا گواہ

بننے والا گناہ میں سب برابر ہیں۔

(۳) سناہ کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادقؑ سے پوچھا کہ اللہ نے سود کی حرمت کا بار بار اعلان کیوں کیا

آپ نے فرمایا کہ اللہ چاہتا ہے کہ لوگ سود سے باز رہیں اور ایک دوسرے سے بھلائی کریں۔ (ایضاً)

(۴) کسی شخص نے امام جعفر صادقؑ سے پوچھا کہ اللہ فرما رہا ہے بِمُحَقِّ اللّٰهِ الرَّبِّوَا وَيُؤَيِّبِي الصَّدَقَاتِ

مگر ہمارا مشاہدہ یہ ہے کہ سود خور روز بروز مالی طور پر مستحکم ہو رہے ہیں۔ آخر سود کو خدا کس طرح مٹاتا

ہے؟ آپ نے فرمایا کہ دین کی بربادی سے بڑھ کر اور بربادی کیا ہو سکتی ہے؟ سود کا ایک درہم انسان

کے پورے دین کو برباد کر دیتا ہے۔ سود کے برعکس صدقات کو خدا پروان چڑھاتا ہے اور اس پر دگنا

ثواب عطا کرتا ہے اور رزق میں برکت پیدا کرتا ہے۔ (تفسیر صافی ج ۱، ص ۳۰۳)

(۵) رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے ہر نیکی کے لیے فرشتہ مقرر کیا ہے مگر صدقے

کے لیے کوئی فرشتہ مقرر نہیں کیا۔ صدقہ براہ راست خدا کے ہاتھ میں پہنچتا ہے پھر جس طرح سے تم

اپنی اولاد کو پروان چڑھاتے ہو اسی طرح اللہ صدقے کو پروان چڑھاتا ہے۔ جب قیامت کا دن ہوگا

تو تمہارے ایک درہم کا صدقہ کوہ احمد کے برابر ہوگا۔ (نور الثقلین ج ۱، ص ۲۹۴)

آخری زمانے میں سود کو فروغ حاصل ہوگا

زمانہ جاہلیت میں سودی کاروبار عام تھا۔ رسول خداؐ نے سود کی حرمت کا اعلان کیا اور معاشرے کو اس

لعنت سے پاک کیا مگر افسوس کہ آج سود کی لعنت مسلمانوں میں پوری طرح موجود ہے اور اکثر مالیاتی ادارے

سودی کاروبار کرنے میں مصروف ہیں۔ سود خور سود لینے کا یہ جواز پیش کرتے ہیں کہ اس سے قدر زر کی کمی دور

ہوتی ہے جبکہ تمام فقہاء نے بالاتفاق سود کو حرام قرار دیا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سلمان فارسیؓ کو آخری زمانے کی آفات سے آگاہ کیا تھا

اور فرمایا تھا: سلمان! اس دور میں لوگ کھلم کھلا سود کھائیں گے اور غیبت اور رشوت سے معاملات طے کریں گے۔

(بخاری الانوار ج ۶، ص ۳۰۸)

نیز آپ نے فرمایا تھا: عنقریب ایسا زمانہ آئے گا جب تمام لوگ سود کھائیں گے اور جو سود نہیں کھائے

گا اس پر سود کا غبار ضرور پڑا ہوا ہوگا۔ (نہج الفصاحہ رقم ۲۳۶۵)

اور یہ کہ جس معاشرے میں سود عام ہو جاتا ہے وہاں کال پڑ جاتا ہے اور جس معاشرے میں رشوت

عام ہو جاتی اسے خوف گھیر لیتا ہے۔ (نہج الفصاحہ رقم ۲۶۹۳)

آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا تھا: مجھے سب سے زیادہ خوف اس بات کا ہے کہ میرے بعد میری امت

حرام روزگار، خفیہ عشق بازی اور سود میں مبتلا ہو جائے گی۔ (بخاری الانوار ج ۷، ص ۱۵۸)

ایک شخص امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور اس نے کہا کہ مجھے کچھ دولت میراث میں ملی ہے لیکن جس سے مجھے میراث ملی ہے وہ سود لیتا تھا (کیا یہ دولت میرے لیے حلال ہے؟) امام نے فرمایا کہ اگر تم کو معلوم ہے کہ اس نے کس سے کتنا سود لیا تھا تو اسے سود کی رقم واپس کر دو اور اصل اپنے پاس رکھو اور اگر اصل زر اور سود کی رقم کا علم نہ ہو تو وہ دولت تمہارے لیے حلال ہے۔ البتہ میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ سود خوری سے بچو۔ اعلان حرمت سے قبل لوگوں نے جو سود لیا تھا رسول خداؐ نے وہ مال ان کے لیے جائز قرار دیا تھا۔ لہذا جسے سود کا علم نہ ہو وہ دولت اس کے لیے حلال ہے اور جب اسے معلوم ہو جائے تو حرام ہے۔ اگر کوئی شخص جاننے کے باوجود بھی اس مال میں تصرف کرے تو وہ سود خور کی مانند ہوگا۔ (کافی ج ۱۵، ص ۱۳۶)

قرض حسنہ کا ثواب

ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اپنے ضرورتمند بھائی کی مدد کرے اور اسے قرض حسنہ دے۔ اضافی رقم مسلمان بھائی سے مانگنے کی بجائے خدا سے مانگے اور سود کے گناہ میں اپنے آپ کو ملوث نہ کرے۔

امام علی رضا علیہ السلام فرماتے ہیں:

قرض حسنہ کا اجر صدقہ سے اٹھارہ گنا زیادہ ہے کیونکہ جو شخص خودداری کی وجہ سے صدقہ قبول نہیں کرتا وہ قرض لینے پر آمادہ ہوتا ہے۔ (فقہ الرضا، ص ۲۵۶)

جو شخص کسی کو قرض حسنہ دے اور قرض کی واپسی کا وقت مقرر کرے لیکن مقرض مقررہ دن پر قرض واپس نہ کرے تو جتنے دنوں تک مقرض قرض ادا نہیں کرے گا قرض خواہ کو روزانہ ایک دینار طلائی کے صدقے کا ثواب ملتا رہے گا۔ (فقہ الرضا، ص ۲۵۷)

جب مقرض کی نیت صحیح ہو اور وہ قرض ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو اللہ تعالیٰ دو فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ قرض کی ادائیگی کے لیے اس کی مدد کریں اور اگر اس کی نیت میں کوئی کمی ہوتی ہے تو فرشتے بھی اس کی مدد میں اتنی ہی کمی کر دیتے ہیں۔ (من لا یحضرہ الفقیہ ج ۳، ص ۱۱۲)

اور فرمایا باپ بیٹے، میاں بیوی، آقا و غلام اور مسلمان و ذمی کے درمیان سود نہیں ہوتا۔ (المقنع ص ۱۲۶)

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک شخص میرے والد کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے عرض کی کہ میں بہت زیادہ مقرض ہو گیا ہوں۔ میرے والد نے اس سے کہا کہ زیادہ سے زیادہ نمازیں پڑھو۔ تمہارا قرض ادا ہو جائے گا۔

۹۴۔ کسی کا حق روک لینا

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص کسی مومن کا حق روک لے تو خدا قیامت کے دن اسے

پانچ سو سال کے برابر پاؤں پر کھڑا کرے گا یہاں تک کہ اس کے آنسوؤں سے کئی نہریں بننے لگیں گی۔ ایک منادی ندا کرے گا کہ لوگو! یہ وہ خالم ہے جس نے خدا کا حق روک لیا تھا۔ پھر چالیس دن کے برابر اسے لعنت کی جائے گی پھر اسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ (بخاری الانوار ج ۷۵، ص ۲۱۴)

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ جو مومن کسی دوسرے مومن کا مال روک لے جبکہ وہ اس کا ضرور شہید بھی ہو تو خدا کی قسم حق روکنے والا جنت کے طعام اور مہر شدہ شراب طہور سے محروم رہے گا۔ (محاسن ص ۱۰۰)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص ناجائز طور پر اپنے بھائی کا مال کھائے اور اسے واپس نہ کرے تو قیامت کے دن اس کے سامنے دوزخ کا انگارہ پیش کیا جائے گا اور اسے حکم دیا جائے گا کہ وہ اس انگارے کو کھائے۔ (کافی ج ۲، ص ۳۳۳)

شہید ثانی لکھتے ہیں کہ اگر ایک شخص ناجائز طور پر کسی دوسرے کا مال روک لے تو متاثرہ فریق کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ بدلے میں خالم کے مال پر قبضہ کر لے۔ (جامع المقاصد ج ۶، ص ۲۶۱)

۹۵۔ لوگوں کے اموال اور حقوق غصب کرنا

فقہاء میں غصب کے حرام ہونے کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے خواہ غصب اموال ہو مثلاً لوگوں کے مال میں ناجائز تصرف کرنا خواہ غصب منفعت ہو مثلاً گھریا دکان سے فائدہ اٹھانا خواہ غصب حق ہو مثلاً مسجد، مدرسہ یا شارع عام پر قبضہ کرنا اور دوسروں کو اس سے استفادہ کی اجازت نہ دینا حرام ہے۔

شیخ ابن ادریس اپنی کتاب میں رقمطراز ہیں کہ غصب اولہ اربعہ (قرآن، سنت، اجتماع و عقل) کے تحت حرام ہے اور اس کی حرمت میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ (مستطرفات السرائر ج ۲، ص ۲۸۱)

آیت اللہ خمینی فرماتے ہیں: غصب، دشمنی کی وجہ سے کسی کے مال اور حق پر ناجائز قبضہ کو کہا جاتا ہے اور یہ ظلم کی واضح ترین شکل ہے۔ عقل اور شرع دونوں ہی اس کو حرام قرار دیتے ہیں۔ فرمان رسولؐ ہے کہ جو شخص ایک بالشت زمین غصب کرے تو اللہ تعالیٰ سات زمینوں کو طوق بنا کر اس کی گردن میں آویزاں کرے گا۔

ایک روایت میں ہے کہ جو شخص اپنے ہمسائے کی ایک بالشت زمین پر ناجائز قبضہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتوں طبقات سمیت اس کی گردن میں طوق ڈال دے گا اور اسی حالت میں وہ خدا کے سامنے پیش ہوگا ہاں اگر کوئی توبہ کر لے اور لوگوں کا مال واپس کر دے تو وہ اس سزا سے بچ جائے گا۔

امیرالمؤمنین علیہ السلام کا فرمان ہے کہ اگر کسی عمارت میں ایک عثمی پتھر لگا دیا جائے تو وہ پوری عمارت کی بربادی کا سبب بن جاتا ہے۔ (تحریر الوسیلہ ج ۲، ص ۱۷۲)

شرعی مجبوری کے بغیر کسی کا مال اور حق واپس نہ کرنا بہت بڑا گناہ ہے لیکن فی زمانہ یہ گناہ بالکل عام ہے اور بہت کم لوگ اس گناہ سے پرہیز کرتے ہیں۔ لوگوں کی اکثریت غاصب اور مقروض مرتی رہتی ہے۔

سورہ عس میں ہے: **يَوْمَ يَقْرَأُ الْمُرءُ مِنْ أُخِيهِ ۝ وَآئِمَّتِهِ وَآبِيهِ ۝ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ ۝ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ۝** اس دن آدمی اپنے بھائی سے دور بھاگے گا اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے اور اپنے بیٹے سے۔ ہر شخص اس روز ایک فکر میں ہوگا جو اسے (مصروفیت کے لیے) بس کرے گا۔ ماں باپ، بھائی بہن، بیوی اور اولاد سے بھاگنے کی وجہ یہ ہوگی کہ آدمی نے ان کے حقوق ضائع کئے ہوں گے اور اس میں ان کا سامنا کرنے کی جرأت نہ ہوگی۔

رسول اکرم کا فرمان ہے کہ جو کسی عذر شرعی کے بغیر لوگوں کے حق کو روکے تو روزانہ اس کے نامہ اعمال میں ایک ڈاکو کا گناہ لکھا جائے گا۔ (سید گلپایگانی، ہدایۃ العباد ج ۲، ص ۷۰۔ وسائل الشیعہ ج ۷، ص ۲۳۳) ابو ثامہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام محمد تقی علیہ السلام سے کہا کہ میں مکہ یا مدینہ میں رہائش اختیار کرنا چاہتا ہوں جبکہ میں نے اپنے وطن میں لوگوں کا قرض بھی دینا ہے۔ آپ کی کیا رائے ہے؟ امام نے فرمایا: واپس چلے جاؤ۔ مومن کبھی خیانت نہیں کرتا اور مرنے سے پہلے اپنا قرض ادا کر دو۔ (کانی ج ۵، ص ۹۳) امام محمد باقر علیہ السلام کا فرمان ہے کہ جب شہید کے خون کا پہلا قطرہ زمین پر گرتا ہے تو وہ اس کے تمام گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے البتہ اس میں قرض شامل نہیں ہے۔ قرض کا کفارہ قرض کی ادائیگی ہے۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۸، ص ۳۲۷)

۹۶۔ راستا بند کرنا

رستا بند کرنا لوگوں کی تکلیف کا موجب اور اسلام میں گناہ ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر کوئی سوار کسی پیادہ سے کہے کہ راستا چھوڑ دے تو یہ بھی ایک ظلم ہے۔ (خصال ص ۳) حضرت رسول اکرم نے فرمایا کہ تین کام ایسے ہیں جن کے کرنے والے لعنتی ہیں:

- (۱) جو کسی ایسی سایہ دار جگہ پر پیشاب پاخانہ کرے جہاں مسافر اترتے ہوں۔
- (۲) جو لوگوں کو پانی پینے سے منع کرے۔
- (۳) جو شارع عام کو بند کرے۔ (وسائل الشیعہ ج ۱، ص ۳۲۵)

مرحوم آیت اللہ گلپایگانی مجمع المسائل میں لکھتے ہیں کہ شارع عام پر نماز پڑھنا اور سڑک کے کنارے کام کاج اور تجارت کرنا جس سے راستا بند ہو جائے یا گزرنے والوں کو تکلیف پہنچے حرام ہے۔ بالفاظ دیگر سڑکوں کے کنارے ناجائز تجاوزات قائم کرنا اور ریڑھیاں وغیرہ لگا کر سڑک کو تنگ کرنا حرام ہے۔ یہ عوام کی حق تلفی ہے اور قیامت کے دن اس کے متعلق باز پرس کی جائے گی۔

۹۷۔ یتیم کا مال کھانا

ناجائز طور پر یتیم کا مال کھانا بدترین گناہ کبیرہ ہے۔ قرآن کریم اور معصومین کے فرامین میں اس کی

سخت مذمت آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: **إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا** ○ وہ لوگ جو ناجائز طور پر یتیموں کا مال کھا رہے ہیں وہ اپنے پیٹ میں دوزخ کی آگ بھر رہے ہیں اور عنقریب بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے۔ (سورہ نساء: آیت ۱۰)

یتیموں کا مال کھانا ایک ایسا گناہ ہے جس کی سزا صرف آخرت تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ دنیا میں بھی اس کی سزا مقرر کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **وَلْيَخْشَ الَّذِينَ لَوْ تَرَكَوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعْفًا خَافُوا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللَّهَ وَلْيَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا** ○ ایسے لوگوں کو ڈرنا چاہیے جو (ایسی حالت میں ہوں کہ) اپنے بعد ننھے ننھے بچے چھوڑ جائیں اور ان کو ان کی نسبت خوف ہو (کہ ان کے مرنے کے بعد ان بچاروں کا کیا حال ہوگا) پس چاہیے کہ یہ لوگ خدا سے ڈریں اور معقول بات کہیں۔ (سورہ نساء: آیت ۹)

فرمان الہی ہے: **وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ** جب تک یتیم جوان نہ ہو جائے اس وقت تک احسن طریقے کے علاوہ اس کے مال کے قریب تک نہ جاؤ۔ (سورہ انعام: آیت ۱۵۲)

مقصد یہ ہے کہ یتیم کے مال میں ایسا تصرف نہ کرو جس سے اس کو خسارہ پہنچتا ہو۔ البتہ مال یتیم کی افزائش کے لیے مثبت تصرفات جائز ہیں اور جب یتیم بالغ ہو جائے تو اس کا مال اس کے سپرد کر دینا چاہیے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان کہ جو کوئی کسی یتیم پر ظلم کرے تو اللہ اس پر کسی ظالم کو مسلط کر دیتا ہے۔ اگر اس پر خدا کسی ظالم کو مسلط نہ کرے تو پھر اس کی نسل پر کسی ظالم کو ضرور مسلط کرے گا۔ لوگو! تم یتیموں پر ظلم نہ کرو تا کہ تمہاری اولاد ظلم سے محفوظ رہے۔ (تفسیر صافی)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ یتیم پر ظلم کرنے کی سزا دنیا میں بھی ملتی ہے اور آخرت میں بھی ملے گی۔ دنیاوی سزا کا اشارہ **وَلْيَخْشَ الَّذِينَ** کی آیت میں کیا گیا ہے اور اخروی سزا کا اشارہ **إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ** کی آیت میں کیا گیا ہے۔ (تفسیر صافی)

رسول اکرمؐ نے فرمایا: معراج کی رات میں نے دیکھا کہ کچھ لوگوں پر عذاب ہو رہا تھا۔ فرشتے ان کے منہ میں آگ بھر رہے تھے اور وہی آگ ان کے مقعد سے نکل رہی تھی۔ میں نے جبریل امینؑ سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ جبریلؑ نے کہا یہ لوگ دنیا میں یتیموں کا مال ناحق کھایا کرتے تھے۔ (تفسیر صافی)

کافی میں ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ جب قیامت کے دن یتیم کا مال کھانے والا پیش ہوگا تو اس کے پیٹ سے اور منہ سے آگ کے شعلے نکل رہے ہوں گے۔ تمام اہل محشر اسے دیکھ کر پہچان لیں گے اور آپس میں کہیں گے کہ یہ یتیم کا مال کھانے والا ہے۔

شیخ صدوق المقنع میں لکھتے ہیں امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: گناہ کبیرہ تو ہیں:

- (۱) شرک کرنا (۲) ناحق قتل کرنا (۳) جھوٹی قسم کھانا (۴) یتیم کا مال کھانا (۵) جادو کرنا (۶) جہاد سے بھاگنا (۷) والدین کی نافرمانی کرنا (۸) زنا اور لواطت کی تہمت لگانا (۹) اہلبیتؑ کے حق کا انکار کرنا یعنی ہماری امامت

کا انکار کرنا اور ہماری اطاعت سے انحراف کرنا۔

واضح رہے کہ جب کوئی لڑکا بالغ ہو جائے تو وہ یتیمی کی حدود سے نکل جاتا ہے اور بلوغت کی علامت یہ ہے کہ اسے احتلام ہونے لگے یا وہ چودہ سال کی عمر کو پہنچ جائے تو یتیم کے دلی کا فرض ہے کہ اس کا مال اس کے سپرد کر دے۔ ہاں! اگر وہ بے وقوف ہو اور اپنی دولت کو نہ سنبھال سکتا ہو تو پھر اس کی دولت اس کی تحویل میں نہیں دینی چاہیے۔

۹۸۔ جوا اور شطرنج

جوا حرام ہے اور اس کی حرمت کا عقیدہ ضروریات اسلام میں شامل ہے۔ جوا قرآن، حدیث، عقل اور اجماع کی رو سے حرام ہے۔ قرآن مجید اور ائمہ ہدیٰ کے ارشادات میں جوا کو بت پرستی کے مترادف قرار دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں بڑی صراحت سے فرمایا ہے کہ شیطان شراب اور جوئے کے ذریعے تم میں عداوت پیدا کرنا چاہتا ہے اور اس طرح وہ تمہیں نماز اور ذکر خداوندی سے روکنا چاہتا ہے۔ ہم جوا کی حرمت کی آیات شراب کی حرمت کے ضمن میں شروع میں لکھ چکے ہیں۔

قرآن کریم میں ہے: **يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِنَّهُمْ لَمَّا أَكْثَرُوا مِنْ نَفْعِهِمَا...** (اے رسول!) لوگ آپ سے شراب اور جوئے کا حکم دریافت کرتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ ان کے نقصانات زیادہ ہیں اور لوگوں کے لیے فائدے کم ہیں لیکن ان کے نقصانات فائدوں سے کہیں زیادہ ہیں۔ (سورہ بقرہ: آیت ۲۱۹)

... **إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ** ○ شراب، جوا، بت اور پانسے کے تیرنا پاک اور شیطانی عمل ہیں۔ تم ان سے پرہیز کرو تا کہ تم نجات پاؤ۔ (سورہ مائدہ: آیت ۹۰)

تفسیر قمی میں ہے کہ ميسر سے زرد لہ اور شطرنج مراد ہے۔ ہر طرح کا جوا ميسر میں شامل ہے اور انصاف سے مشرکین کے تراشے ہوئے بت مراد ہیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ کے ایک شاگرد بکیر نے شطرنج کھیلنے کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ مومن بیہودہ کھیلوں سے بے نیاز ہوتا ہے۔ (بحار الانوار ج ۶، ص ۲۳۰)

امام جعفر صادق نے فرمایا کہ شطرنج اور زرد دونوں ہی جوا میں شامل ہیں۔ (کافی ج ۶، ص ۲۳۷)

بصرہ کا ایک رہائشی امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا کہ میں شطرنج

۱۔ خسرو پرویز کے دادا نوشیرواں کے وزیر بزرجمہر نے شطرنج کے مقابلے میں زرد کا کھیل ایجاد کیا تھا۔ خسرو پرویز ایران کا وہ منگبر بادشاہ تھا جس نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام مبارک پھاڑ دیا تھا۔ (رضوانی)

بازوں کے ساتھ بیٹھ کر ان کا کھیل دیکھتا ہوں لیکن خود شطرنج نہیں کھیلتا تو کیا میرا دہاں بیٹھنا حرام ہے؟ آپ نے فرمایا آخر تمہیں ایسی جگہ جانے کی کیا لا چاری ہے جہاں خدا نگاہِ رحمت نہیں ڈالتا؟ (ایضاً)

فقہ الرضا میں ہے کہ شطرنج کا بنانا خدا کے ساتھ کفر اور کھیلنا خدا کے ساتھ شرک ہے اور شطرنج کے مہروں کو حرکت دینا کبیرہ گناہ اور ہلاکت کا موجب ہے۔ شطرنج کھیلنے والے پر سلام کرنا کفر ہے۔

امام جعفر صادق کا فرمان ہے کہ ماہ رمضان میں اللہ ہر گنہگار کے گناہ بخش دیتا ہے لیکن شراب پینے والے، شطرنج کھیلنے والے اور لوگوں کی عزت برباد کرنے والے کے گناہ معاف نہیں کرتا۔ (کافی ج ۶، ص ۲۳۵)

شرط لگائے بغیر جو کے لوازم سے کھیلنا

آیات کے اطلاقات اور ارشادات معصومین سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کی یہ چاروں اقسام حرام ہیں:

(۱) شرط لگا کر جو کے لوازم سے کھیلنا (۲) شرط لگائے بغیر جو کے لوازم سے کھیلنا (۳) جو کے لوازم کے بغیر شرط لگا کر کھیلنا مثلاً اخروٹوں یا انڈوں پر بازی لگانا (۴) جو کے لوازم کے بغیر کسی شرط کے بغیر کھیلنا۔

کچھ فقہاء چوتھی قسم کو حلال قرار دیتے ہیں البتہ دوسری قسم کے متعلق کہتے ہیں کہ اس کے حلال ہونے میں اشکال ہے۔ مسئلے کی اہمیت کے پیش نظر ہم احوال معصومین نقل کرتے ہیں تاکہ مسئلہ اچھی طرح واضح ہو سکے۔ اس بحث کے اختتام پر ہم نے فقہاء کے فتوے بھی نقل کئے ہیں۔ اس سے ہمارا اول و آخر یہی مقصد ہے کہ مکلف اپنی شرعی ذمہ داری کو سمجھے اور اپنے آپ کو حرام سے بچائے۔

اس بحث کے دوران یہ نکتہ ذہن نشین رہنا چاہیے کہ جو کی حرمت کے متعلق بہت سی احادیث مروی ہیں اور ان کا لب و لہجہ بھی انتہائی سخت ہے اور مشکوک مقام پر احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ جس چیز کے حلال یا حرام ہونے کے بارے میں شک ہو انسان اس چیز سے پرہیز کرے۔ صفحہ ۲۱ پر ہم نے کافی سے رسول اکرم کی ایک حدیث نقل کی ہے کہ امور کی تین قسمیں ہیں: واضح حلال امور، واضح حرام امور اور مشکوک امور۔

جس نے مشکوک امور کو چھوڑا وہ محرمات سے بچ گیا اور جس نے مشکوک امور کو پکڑا وہ محرمات میں پھنس گیا اور انجانے میں ہلاک ہو گیا۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا: نزد، شطرنج اور چوہہ خانوں کا حکم مسادی ہے۔ جس چیز سے بھی جو کھیلا جاتا ہو وہ منیسر اور حرام ہے۔ (کافی ج ۶، ص ۲۳۵)

ایک صحابی نے پوچھا کہ منیسر کیا ہے؟ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس چیز سے بھی جو کھیلا جائے خواہ وہ اخروٹ ہی ہوں وہ منیسر اور حرام ہے۔ (کافی ج ۵، ص ۱۲۳)

امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا کہ جس چیز سے بھی جو کھیلا جائے وہ منیسر ہے اور ہر منیسر حرام ہے (وسائل الشیعہ ج ۱۲، ص ۲۳۳)

إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ كِ آیت کی تفسیر میں امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

میسر نرد اور شطرنج ہے۔ اس کے علاوہ ہر طرح کا جو بھی میسر ہے۔ آپ نے یہاں تک فرمایا کہ جو کے لوازم خریدنا بیچنا نیز ان سے استفادہ کرنا بھی حرام ہے۔ جو کا سامان بھی پلید اور عمل شیطان کا حصہ ہے۔ (بحار الانوار ج ۷۶، ص ۱۳۲)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ امیر المؤمنین کے سامنے یہ مسئلہ پیش کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنے دوستوں سے کہا کہ تم میری بکری ذبح کر کے کھاؤ۔ اگر تم نے سارا گوشت کھا لیا تو میں تم سے کوئی پائی پیسہ نہیں لوں گا اور اگر تم سارا گوشت نہ کھا سکتے تو تم کو اس کی اتنی قیمت دینی ہوگی۔ امیر المؤمنین نے اس مقدمے کا فیصلہ کرتے ہوئے فرمایا کہ بنیادی طور پر شرط ہی باطل ہے لہذا کسی پر بھی بکری کی قیمت واجب الادا نہیں ہے۔

(تہذیب الاحکام ج ۶، ص ۲۹۰)

مؤلف عرض کرتا ہے کہ ان روایات میں جو کھینے اور شرط لگانے کی مطلق ممانعت آئی ہے۔

حرام شرطیں

لوازم جو کے بغیر اگر شرط لگائی جائے تو بھی حرام ہے۔ البتہ گھڑ دوڑ اور تیر اندازی کے مقابلوں میں شرط لگانا حلال ہے۔ اس کے علاوہ ہر طرح کی شرط بندی کی رقم حرام ہے مثلاً پہلوانوں کے دنگل میں جیتنے والے کے لیے انعامی رقم مقرر کرنا، ویٹ لفٹنگ کے مقابلوں میں جیتنے والوں کے لیے رقم اکٹھی کرنا ناجائز ہے۔ اگر شرط لگا کر کشتی کھیلی جائے یا وزن اٹھایا جائے یا کوئی اور قسم کا ورزشی مقابلہ کیا جائے تو جیتنے والے کے لیے اس رقم کا لینا حرام ہے۔ اسے چاہیے کہ وہ مذکورہ رقم واپس کر دے۔

آیت اللہ عبدالحسین دستغیب لکھتے ہیں: گھڑ دوڑ اور تیر اندازی میں شرط لگانا بلاشبہ جائز اور حلال ہے اور جیتنے والا انعامی رقم کا مالک ہے۔ پھر فرماتے ہیں: یہ دونوں چیزیں جہاد کے لیے مسلمانوں کی استعداد بڑھاتی تھیں لہذا اسلام نے ان کی حوصلہ افزائی کی اور آج تک کتب فقہ میں کسب السبق والرمایہ کا باب موجود ہے۔ ان دو مقابلوں کے علاوہ دیگر چیزوں میں شرط لگانا حرام ہے اور شرط جیتنے والا مال حرام کھانے کا مجرم ہے۔ شہید ثانی نے اپنی کتاب مسالک میں اس پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے۔

جابر بن عبد اللہ انصاری نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ رسول اکرم نے فرمایا: جس چیز سے بھی جو کھلیا جائے یہاں تک اخروٹ ہی ہو وہ میسر ہے۔ حالانکہ اخروٹ لوازم جو میں سے نہیں ہے پھر بھی اس سے جو کھیلنا حرام ہے اور اس سے حاصل ہونے والی دولت بھی حرام ہے۔

اس کے بعد آیت اللہ دستغیب لکھتے ہیں کہ ایسے کھیل جن میں لوازم جو استعمال ہوں اور شرط بندی موجود نہ ہو ان کے متعلق شیعہ فقہاء کی آراء مختلف ہیں۔ فقہاء کی اکثریت اس کو حرام قرار دیتی ہے۔ علامہ حلی

اپنی کتاب تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ کشتی کا مقابلہ ناجائز ہے اگرچہ اس میں کوئی شرط اور انعام بھی موجود نہ ہو۔ اس مسئلے پر علمائے شیعہ کا اجماع ہے جبکہ شہید ثانی فرماتے ہیں کہ جس مقابلے میں لوازم جو شامل نہ ہوں اور شرط بندی بھی نہ ہو وہ جائز ہے۔ یہ قول قوت سے خالی نہیں ہے بالخصوص ایسے مثبت مقابلے جن میں کوئی مصلحت موجود ہو مثلاً خوش خطی کا مقابلہ، شجر کاری کا مقابلہ، پڑھائی کا مقابلہ، کشتی رانی اور دوڑنے کا مقابلہ اسی حکم میں شامل ہوں گے لیکن فقہاء کی اکثریت نے گھڑ دوڑ اور تیر اندازی کے علاوہ باقی مقابلوں سے منع کیا ہے۔ لہذا احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ اس طرح کے مثبت مقابلوں سے بھی پرہیز کرنا چاہیے۔ واضح رہے کہ ہم نے جو یہ قول پیش کیا ہے کہ دوڑنے اور کشتی رانی کے مقابلوں میں اگر شرط بندی نہ ہو تو یہ حلال ہیں یہ صرف اس صورت میں ہے کہ جب کسی طرح کے نقصان کا اندیشہ نہ ہو۔ اگر نقصان کا اندیشہ ہو تو پھر وہ بھی قطعی طور پر حرام ہیں۔ اس کی وضاحت کے لیے چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

- (۱) بس یا کار کی رفتار کا مقابلہ جبکہ روڈ تنگ ہو اور حادثے کا خطرہ ہو اور انسانی جانوں کے اتلاف کا اندیشہ ہو تو یہ مقابلہ حرام ہے۔
 - (۲) زیادہ سے زیادہ کھانا کھانے کا مقابلہ۔ اس میں بھی نقصان پہنچنے کا یقین ہے لہذا یہ بھی حرام ہے۔
 - (۳) دیوار پھلانگنے کا مقابلہ جس میں انسانی اعضاء کے ٹوٹنے کا اندیشہ ہو تو یہ بھی حرام ہے۔
- (یعنی Dangerous Sports میں حصہ لینا جس میں جان جانے کا خطرہ ہو حرام ہے)۔

۹۹۔ وسائل گناہ کی خرید و فروخت

آیت اللہ ثینی رقمطراز ہیں: ہر وہ چیز جو آگے حرام ہو یا اس کی منفعت اور استفادہ عمل حرام میں منحصر ہو تو اس چیز کی خرید و فروخت حرام ہے مثلاً موسیقی کے آلات کی خرید و فروخت حرام ہے۔ اسی طرح جو ا کا سامان مثلاً نزد اور شطرنج وغیرہ کی خرید و فروخت بھی حرام ہے۔ ان چیزوں کی خرید و فروخت ہی حرام نہیں بلکہ ان چیزوں کا بنانا اور ان کی مزدوری لینا بھی حرام ہے بلکہ ان چیزوں کا توڑنا اور ان کی حالت تبدیل کرنا واجب ہے۔

(تحریر الویلہ ج ۱، ص ۳۹۵)

شیخ صدوق نے امام علی رضا علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ جو شخص چالیس دن تک اپنے گھر میں ستار اور سارنگی یا موسیقی کے دوسرے آلات یا شطرنج وغیرہ رکھے تو خدا اس پر غضبناک ہوگا اور اگر وہ ان چالیس دنوں میں مرے تو فاسق و فاجر مرے گا۔ اس کا قیام دوزخ میں ہوگا جو کہ انتہائی برا ٹھکانا ہے۔ (فقہ الرضا ص ۲۸۲)

امام جعفر صادق علیہ السلام کے ایک صحابی نے پوچھا کہ مولا! میرے گھر کے پاس کچھ ایسے گھر ہیں جن میں کینیریں گانا گاتی ہیں اور سارنگی بجاتی ہیں۔ جب کبھی میں بیت الخلاء میں جاتا ہوں تو وہاں مجھے ان کی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ میں ان کے گانے بجانے کو سننے کے لیے کافی دیر تک بیت الخلاء میں بیٹھا رہتا ہوں

(اس کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں؟)۔ امام نے فرمایا: آئندہ ایسا مت کرنا۔ میں نے عرض کیا: مولا! میں اس کام کے لیے تو نہیں جاتا البتہ ان کی آوازیں میرے کانوں میں پڑتی ہیں تو میں سننے لگ جاتا ہوں۔ امام نے فرمایا: تعجب ہے کہ تو نے قرآن حکیم کی یہ آیت نہیں پڑھی... إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا (قیامت کے دن) یقیناً کان، آنکھ اور دل سے سوال کیا جائے گا۔ (بنی اسرائیل: آیت ۳۶) سائل کا بیان ہے کہ مجھے یوں لگا جیسے میں نے اپنی زندگی میں پہلی بار یہ آیت سنی ہو۔ آپ نے فرمایا کہ کان سے وہی پوچھا جائے گا جو کچھ اس نے سنا ہوگا اور آنکھ سے وہی پوچھا جائے گا جو کچھ اس نے دیکھا ہوگا اور دل سے وہی پوچھا جائے گا جس کا اس نے عقیدہ رکھا ہوگا۔ اس شخص نے کہا: مولا! میں آئندہ یہ حرکت نہیں کروں گا اور اپنی سابقہ غلطیوں کے لیے خدا سے معافی طلب کرتا ہوں۔ امام نے فرمایا کہ جاؤ! غسل توبہ کرو اور اس کے بعد نماز پڑھ کر توبہ کرو کیونکہ تم انتہائی خطرناک کام کرتے رہے ہو۔ اگر اسی حالت میں مر جاتے تو تمہارا انجام انتہائی بھیاںک ہوتا۔ تم برے کام برے لوگوں کے لیے چھوڑ دو۔ (فقہ الرضا ص ۲۸۱۔ کافی ج ۶، ص ۴۳۲)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: شطرنج کی خرید و فروخت حرام ہے اور اس کی رقم کھانا بھی حرام ہے۔ اس کی نگہبانی کرنا کفر اور کھیلنا شرک ہے۔ اہل شطرنج پر سلام کرنا خدا کی نافرمانی اور موجب ہلاکت ہے۔ اس کو ہاتھ لگانا خنزیر کے گوشت کو ہاتھ لگانے کے برابر ہے۔ جب تک اس کے بعد ہاتھوں کو نہ دھویا جائے اس وقت تک نماز صحیح نہیں ہوتی۔ شطرنج کھیلنے والے کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ ایسا شخص قیامت کے دن حسرتوں میں جلا ہوگا۔ خبردار! اہل شطرنج کے ساتھ مت بیٹھو کیونکہ ان پر اللہ کا غضب ہوتا ہے اور کسی بھی وقت ان پر عذاب آسکتا ہے۔ اگر ایسا ہوا تو اس عذاب کی لپیٹ میں تم بھی آ جاؤ گے۔

(وسائل الشیعہ، باب ۲۰۳، بحار الانوار ج ۶، ص ۲۳۳)

مکاسب میں شیخ اعظم، شیخ انصاری کے بیان کا ما حاصل یہ ہے کہ جو مطلقاً حرام ہے خواہ لوازم جو اس کے ساتھ کھیلا جائے یا اس کے بغیر۔

آیت اللہ خوئی منیۃ المسائل میں لکھتے ہیں کہ اگر شطرنج شرط کے بغیر صرف تفریح کے لیے بھی کھیلا جائے تب بھی حرام ہے۔

آیت اللہ عبدالحسین دستغیب اپنی کتاب گناہان کبیرہ میں لکھتے ہیں: جو اس کے مخصوص سامان کے ساتھ کھیلنا چاہے شرط کے بغیر ہو یا کسی کو ہرانے کے لیے ہو یا صرف تفریح کے لیے ہو فقہاء کے نزدیک بالاتفاق حرام ہے۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نزد، شطرنج اور دوسرے لوازم جو اس میں کوئی فرق نہیں ہے۔ لہذا جو اس کے لوازم کا استعمال خواہ شرط کے ساتھ ہو یا شرط کے بغیر ہو مطلقاً حرام ہے۔ تحف العقول کی روایت میں لوازم جو اس کے ساتھ کھیلنے کی حرمت بیان کی گئی ہے۔

آیت اللہ دستغیب مزید لکھتے ہیں: جو اس کے ہر سامان کو استعمال کرنا حرام ہے۔ اس سامان کا بنانا، اس

کی اجرت لینا، خرید بیچنا اور گھبانی کرنا حرام ہے بلکہ اس کو ضائع کرنا واجب ہے۔ جو اکی محفل میں جانا اور اس کو دیکھنا حرام ہے۔ نبی عن المنکر کے تقاضوں کے تحت ایسی محفل سے اٹھ کر چلے جانا واجب ہے۔

بعض روایات میں ہے کہ اگر انسان کی نظر لوازم قمار پر پڑ جائے تو مستحب ہے کہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کو یاد کرے اور یزید پر لعنت کرے۔ عیون اخبار الرضا میں فضل بن شاذان سے مروی ہے کہ امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: جب امام حسین علیہ السلام کا سر اقدس شام کے دربار میں لایا گیا تو یزید نے حکم دیا کہ اسے ایک طشت میں سجا کر رکھ دیا جائے۔ پھر اس نے دسترخوان لگوایا اور اپنے دوستوں کے ساتھ کھانا کھانے لگا۔ اس کے بعد اس نے حکم دیا کہ امام حسین علیہ السلام کے سر اقدس کو اس کے تحت کے نیچے رکھ دیا جائے اور اوپر شطرنج کی بساط بچھا دی جائے۔ وہ شطرنج کھیلتا جاتا تھا اور اپنے پرکھوں کو یاد کرتا جاتا تھا۔ جب وہ چال چلتا تو شراب کے تین جام پیتا اور بچی ہوئی شراب امام حسین علیہ السلام کے سر اقدس کے گرد انڈیل دیتا تھا۔ پس ہمارے شیعوں کو شراب سے پرہیز کرنا چاہیے اور شطرنج نہیں کھیلتا چاہیے۔ ہمارے شیعوں کو چاہیے کہ جب بھی ان کی نظر شراب یا شطرنج پر پڑے تو امام حسین علیہ السلام کو یاد کریں اور یزید اور آل یزید پر لعنت کریں۔ اللہ تعالیٰ ان کے گناہ مٹا دے گا اگرچہ وہ ستاروں کی تعداد کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔ (باب ۳۰، حدیث ۵۰، ص ۲۱)

جوا معاشرتی تباہی کا موجب ہے۔ اسلام نے صرف جوا کو حرام نہیں کیا ہے بلکہ اس کے تمام آلات کو بھی حرام قرار دیا ہے اور ان آلات کی خرید و فروخت کو بھی ناجائز قرار دیا۔ موجودہ دور کے بعض ”روشن خیال“ یہ پوچھتے ہیں کہ اسلام شطرنج اور اس کی مانند دوسرے کھیلوں کو کیوں حرام قرار دیتا ہے جبکہ یہ تو محض تفریح کا ذریعہ ہیں اور جب اس پر کوئی شرط بھی عائد نہ ہو تو آخر اس میں کیا قباحت ہے؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اسلام صرف اوپر سے ہی برائی کو ختم نہیں کرتا بلکہ اس کی جڑوں کو بھی کاٹتا ہے۔ اگر اسلام شطرنج اور اس کے مہروں کی اجازت دیدے تو پھر اس کے نتیجے میں جوا بازی کو فروغ حاصل ہوگا۔ اسی لیے اسلام نے اس برائی کو جڑ سے اکھاڑنے کے لیے جوا کے سامان کو بھی حرام قرار دیا ہے۔ اسلام نے بت پرستی کو ختم کرنے کے لیے بھی اسی حکمت عملی کو اپنایا ہے۔ اسلام میں صرف بت پرستی ہی حرام نہیں ہے بلکہ بت سازی بھی حرام ہے خواہ وہ صرف آرٹ اور فن کی حد تک ہی کیوں نہ ہو۔ (بلاہای اجتماع ص ۲۳۴)

۱۰۰۔ تنگدست مقروض پر سختی کرنا

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ اگر مقروض اتنا تنگدست ہو کہ اس کے پاس ضروری سامان زیست اور مکان کے علاوہ باقی کچھ نہ ہو تو قرض خواہ کو چاہیے کہ وہ اس پر سختی نہ کرے۔ اسے حالات بہتر ہونے تک مہلت دے۔ قرض خواہ کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ اسے اتنا مجبور کرے کہ وہ مکان بیچنے پر آمادہ ہو جائے۔ البتہ اگر مقروض نے قرض لے کر ناجائز خرچے کئے ہوں تو پھر قرض خواہ پر مہلت دینا واجب نہیں ہے۔ اس مسئلے کے متعلق علمائے

اسلام میں کسی طرح کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ وَأَنْ تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَىٰ اللَّهِ ثُمَّ تُوَفَّىٰ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝
اگر قرض لینے والا تنگدست ہو تو اسے فراخی تک مہلت دو اور اگر (زر قرض) بخش دو تو وہ تمہارے لیے بہتر ہے بشرطیکہ سمجھو اور اس دن سے ڈرو جبکہ تم خدا کے حضور میں لوٹ کر جاؤ گے اور ہر شخص اپنے اعمال کا پورا پورا بدلہ پائے گا اور کسی کی حق تلفی نہیں کی جائے گی۔ (سورہ بقرہ: آیت ۲۸۰-۲۸۱)

اس سلسلے میں جو احادیث آئی ہیں ان میں یہ پیغام دیا گیا ہے کہ تنگدست مقروض پر سختی نہ کرو اور جو ایسا کرے گا خدا اس کے حساب میں سختی کرے گا اور جو مقروض سے نرمی برتے گا تو خدا بھی اس سے نرمی کا سلوک کرے گا اور اگر مقروض میں قرض ادا کرنے کی طاقت نہ ہو تو پھر اسے زر قرض بخش دینا چاہیے اور جو شخص تنگدست مقروض کو معاف کرے تو اللہ بھی اس کے گناہ معاف کرے گا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کے خاص صحابی محمد بن ابی عمیر خاصے مالدار تھے۔ عباسی حکومت نے ان کی املاک اور کتابیں بحق سرکار ضبط کر کے انہیں زندان بھیج دیا۔ وہ کچھ عرصہ زندان کی سختی برداشت کرتے رہے اور بالآخر رہا ہو گئے۔ ایک شخص کے ذمے ان کا خاصا قرضہ واجب الادا تھا۔ جب اس شخص نے دیکھا کہ وہ رہائی کے بعد تنگدست ہیں تو اس نے ان کا قرض چکانے کے لیے اپنا مکان بیچ دیا اور رقم لے کر ان کے پاس آیا۔ جب محمد بن ابی عمیر نے رقم کو دیکھا تو اس سے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم نے اپنا مکان بیچ دیا ہے؟ اس شخص نے کہا: ہاں! یہ درست ہے۔ ابن ابی عمیر نے کہا کہ تم کو ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ اس نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ حکومت نے آپ کی تمام جائیداد ضبط کر لی ہے اور آپ کے ہاتھ خالی ہیں تو میں نے اپنا مکان بیچ دیا تاکہ آپ کی پریشانی کم ہو۔ ابن ابی عمیر نے کہا: خدا کی قسم! اس وقت مجھے صرف دو درہموں کی ضرورت ہے۔ میرے امام — جعفر صادق علیہ السلام — کا فرمان ہے کہ کسی کا مکان قرض کی وجہ سے فروخت نہ کیا جائے۔ تم اپنی دولت اٹھاؤ اور جس کے ہاتھ مکان بیچا ہے اس سے واپس لے لو۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص کسی سے قرض لے اور اس کی نیت ادا کرنے کی ہو تو وہ اللہ کی امان میں رہتا ہے یہاں تک کہ وہ قرض ادا کرنے کے قابل ہو جاتا ہے اور جس کی نیت قرض ادا کرنے کی نہ ہو وہ چور ہے۔ لہذا خدا سے ڈرو اور لوگوں کا قرض ادا کرو اور جس سے تم نے قرض لیا ہو اس کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرو۔ اگر تمہارا مقروض تنگدست ہو اور اس نے قرض لے کر اللہ کی اطاعت میں خرچ کیا ہو تو اسے اس کی فراخی تک مہلت دو یہاں تک کہ اس کی خبر حاکم تک پہنچ جائے اور حاکم اس کا قرض ادا کرے یا پھر اس کے مالی حالات بہتر ہو جائیں اور وہ اپنا قرض خود اتار سکے اور اگر اس نے قرض کی رقم خدا کی نافرمانی میں خرچ کی ہو تو پھر اس سے سختی کے ساتھ قرض کی واپسی کا مطالبہ کرو کیونکہ ایسا شخص وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ کی

آیت کا مصداق نہیں ہے۔ (فقہ الرضا ص ۲۶۸)

آیت اللہ عینی لکھتے ہیں کہ تنگدست مقروض پر قرض ادا کرنا واجب نہیں ہے اور قرض خواہ کے لیے اس پر سختی کرنا حرام ہے۔ قرض خواہ کو چاہیے کہ وہ حالات کی بہتری تک اسے مہلت دے۔ جب مقروض کے حالات اچھے ہوں تو اس پر واجب ہے کہ وہ قرض ادا کر دے۔ اگر مقروض کے پاس ادائیگی کی طاقت نہ ہو تو بھی اس پر واجب ہے کہ وہ ادائیگی کی نیت رکھے۔ مقروض پر واجب ہے کہ جب ادائیگی کا وقت آجائے اور قرض خواہ قرض کی واپسی کا مطالبہ کرے تو وہ قرض چکانے کی پوری کوشش کرے اگرچہ اس کے لیے اسے گھر کا فالتو سامان یا جائیداد ہی کیوں نہ بچینی پڑے یا کرائے پر چڑھانی پڑے۔ اگر اس کے پاس ادائیگی کے لیے کچھ بھی نہ ہو تو قرض کی ادائیگی اس پر واجب نہیں ہے اور اس صورت میں قرض خواہ کے لیے قرض کا مطالبہ کرنا بھی حرام ہے۔ قرض خواہ پر واجب ہے کہ وہ مقروض کو مہلت دے یہاں تک کہ اس کے حالات بہتر ہو جائیں۔ جب مقروض قرض ادا کرنے کے قابل ہو تو اس کے لیے قرض میں تاخیر کرنا حرام ہے۔ (تحریر الوسیلہ ج ۱، ص ۶۵۰-۶۵۱)

۱۰۱۔ سادات کے لیے زکات لینا

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت اور تکریم کے لیے آپ کے خاندان بنی ہاشم پر واجب صدقہ کو حرام کیا ہے کیونکہ صدقہ لوگوں کے ہاتھوں کی میل ہے۔ اس کی بجائے اللہ نے آل محمد کے لیے خمس مقرر کیا ہے اور فرمایا ہے: **وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِلَّذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ** جان لو کہ تمہیں جو بھی غنیمت حاصل ہو اس میں سے پانچواں حصہ اللہ کا اور اس کے رسول کا اور رسول کے رشتے داروں کا اور یتیموں کا اور محتاجوں اور مسافروں کا ہے۔ (سورہ انفال: ۴۱)

خمس بنی ہاشم کے لیے واجب ہے کیونکہ زکات ان پر حرام ہے۔ اللہ نے زکات میں اپنے رسول اور رسول کے رشتے داروں کا حصہ مقرر نہیں کیا ہے۔ فرمان قدرت ہے: **إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةٌ مِّنَ اللَّهِ** صدقات (یعنی زکات اور خیرات) تو مفلسوں اور محتاجوں اور عاملین زکات کا حق ہے اور ان لوگوں کا جن کی تالیف قلوب منظور ہے۔ اور غلاموں کے آزاد کرانے میں اور قرض داروں کے قرض ادا کرنے میں اور خدا کی راہ میں اور مسافروں کی مدد میں خرچ کرنا چاہیے۔ یہ حقوق اللہ کی طرف سے مقرر کر دیے گئے ہیں۔ (سورہ توبہ: آیت ۶۰)

شیخ مفید المفسنة میں لکھتے ہیں: واجب زکات تمام بنی ہاشم بالخصوص اولاد امیر المومنین، اولاد جعفر، اولاد عقیل اور اولاد عباس پر حرام ہے۔ اگر لوگ خمس دینا بند کر دیں تو مجبوری کے عالم میں ان کے لیے زکات حلال ہو جائے گی۔ سادات کے لیے ایک دوسرے کا صدقہ لینا اور تمام مستحب صدقات حلال ہیں۔ مزید یہ کہ جعفر بن ابراہیم ہاشمی سے منقول ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ آیا بنی ہاشم کے لیے

صدقہ لینا حلال ہے؟ آپ نے فرمایا: واجب صدقہ ہمارے لیے حلال نہیں ہے۔ باقی صدقات میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اگر عمومی صدقات بنی ہاشم پر حرام ہوتے تو وہ زندہ ہی نہ رہتے کیونکہ مدینہ سے لے کر مکہ تک جتنے بھی کنوئیں ہیں وہ سب کے سب عام مسلمانوں کے لیے صدقہ ہیں۔ الغرض امام نے واضح فرمایا کہ مستحب صدقات میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (المقنعة ص ۲۳۳)

سید مرتضیٰ کتاب انقصار میں فرماتے ہیں کہ جب تک بنی ہاشم کو خنس ملتا رہے اس وقت تک ان کے لیے زکات لینا حرام ہے کیونکہ اللہ نے انہیں زکات کے عوض خنس میں حصہ دار قرار دیا ہے اور اگر انہیں خنس نہ ملے تو مجبوراً زکات لے سکتے ہیں۔

مرحوم محقق نے بھی شرائع میں یہی لکھا ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے الرسائل التسع میں لکھا ہے کہ بنی ہاشم کے لیے زکات حرام ہونے کی دلیل امام محمد باقر اور امام جعفر صادق کا یہ فرمان ہے کہ حضرت رسول خدا نے فرمایا: صدقہ لوگوں کے ہاتھوں کی میل ہے۔ اللہ نے اسے مجھ پر اور اولاد عبدالمطلب پر حرام قرار دیا ہے۔

اسماعیل بن فضل ہاشمی بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ بنی ہاشم پر جو صدقہ حرام ہے اس سے کون سا صدقہ مراد ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اس سے زکات مراد ہے۔ میں نے پوچھا: کیا وہ ایک دوسرے کو صدقہ دے سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ (تہذیب ج ۴، ص ۵۸۔ کافی ج ۴، ص ۵۹) آیت اللہ خمینی لکھتے ہیں: زکات دینے والا غیر سید ہو تو سید کو زکات نہیں لیننی چاہیے البتہ سید کی زکات لے سکتا ہے۔ مجبوری کے عالم میں سید غیر سید کی زکات بھی لے سکتا ہے لیکن احتیاط یہ ہے کہ وہ زکات میں سے ہر دن کا خرچ علیحدہ علیحدہ لے۔ احتیاط مستحب یہ ہے کہ نذر اور منت کی وجہ سے جو صدقات واجب ہو جائیں ان سے سادات پرہیز کریں البتہ مستحب صدقات قبول کرنے میں کوئی عیب نہیں ہے۔

شیخ مفید اپنی کتاب المقنعة میں لکھتے ہیں کہ آدمی اپنی زکات اپنے والدین، بیٹا، بیٹی، بیوی، دادا، دادی اور غلام کو نہیں دے سکتا کیونکہ ان کا نان نفقہ اس پر واجب ہے۔ البتہ وہ اپنی زکات اپنے بھائی، بہن، پھوپھی، چچا، ماموں اور ان کی اولاد کو دے سکتا ہے۔ زکات لینے والوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ شیعہ ہوں۔

۱۰۲۔ چوری کرنا

چوری کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ احادیث میں آیا ہے کہ جب چور چوری میں مصروف ہوتا ہے تو اس وقت اس کے پاس ایمان نہیں ہوتا۔ چوری ایک ایسا جرم ہے کہ جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہاتھ کاٹنے کی ظاہری سزا بھی رکھی ہے۔ فقہ کا مشہور مسئلہ ہے کہ اگر کوئی شخص چوری کرے تو اس کے دائیں ہاتھ کی انگلیوں کو جڑ سے کاٹ دیا جائے اور اگر اس کے بعد وہ چوری کرے تو اس کے بائیں پاؤں میں سے نصف قدم کو کاٹ دیا جائے اور اگر اس کے باوجود وہ باز نہ آئے اور چوری میں پکڑا جائے تو اسے عمر قید کی سزا دی جائے گی اور اگر وہ زندان میں

چوری کرے تو اسے سزائے موت دی جائے گی۔ حد شرعی کا تعلق مال کی چوری سے ہے اگرچہ احادیث کی رو سے زکات نہ دینے والا، بیوی کا مہر ادا نہ کرنے والا اور قرض لے کر ادائیگی کی نیت نہ رکھنے والا بھی چور ہے مگر مذکورہ افراد پر حد شرعی جاری نہیں ہوگی۔ ویسے تو رسول اکرمؐ نے اس شخص کو بھی چور کہا ہے جو نماز میں کمی کرے۔ ایسی نماز کو پرانے کپڑے کی طرح لپیٹ کر نمازی کے منہ پر مار دیا جائے گا۔ (بخاری الانوار ج ۸۳، ۳۴۹)

قرآن کریم فرماتا ہے: **وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جِزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ** ○ **فَمَنْ تَابَ مِن بَعْدِ ظُلْمِهِ وَأَصْلَحَ فَإِنَّ اللَّهَ يَتُوبُ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ عَفُورٌ رَّحِيمٌ** ○ اور جو چوری کرے مرد ہو یا عورت ان کے ہاتھ کاٹ دو یہ ان کے عمل کی سزا اور اللہ کی طرف سے عبرت ہے اور اللہ زبردست اور صاحب حکمت ہے۔ اور جو شخص گناہ کے بعد توبہ کر لے اور اپنی اصلاح کر لے تو اللہ اس کو معاف کر دے گا۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (سورہ مائدہ: آیت ۳۸-۳۹)

اسلام نے چوری کی سزا دینے کے لیے ضروری قرار دیا ہے کہ چوری ہر اعتبار سے چوری کہے جانے کے قائل ہو اور چوری کرنے کا کوئی شرعی جواز موجود نہ ہو۔ اس کے لیے ان شرائط کا تذکرہ کیا گیا ہے:

(۱) مال محفوظ جگہ پر ہو (۲) قیمت کم از کم $1/3$ دینار ہو (۳) چور بالغ ہو (۴) چور قائل ہو (۵) قتل سالی نہ ہو کہ اس میں ہر بھوکے کو کھانے کا حق دیا گیا ہے۔ اسلام جہاں سزائوں میں شدت کا قائل ہے وہاں جرم کے ثبوت میں بھی انتہائی احتیاط سے کام لیتا ہے تاکہ کسی بے گناہ کو سزا نہ دی جاسکے اور سماج میں جرائم کو پھیلنے کا موقع بھی نہ ملے۔ (نقل از ترجمہ علامہ ذیشان حیدر جوادی)

محمد بن مسلم بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ چور کا ہاتھ کتنی مالیت پر کاٹا جائے؟ آپ نے فرمایا کہ $1/3$ دینار پر ہاتھ کاٹا جائے۔ میں نے کہا کیا دو درہموں پر بھی ہاتھ کاٹا جاسکتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اگر دینار کی چوتھائی دو درہموں کے مساوی ہو تو اس پر دو درہم جس رقم کے مساوی ہو اس پر ہاتھ کاٹا جائے گا۔ میں نے عرض کیا: کیا جو دینار کی چوتھائی سے کم مالیت کی چیز چرائے کیا اس پر لفظ چور کا اطلاق ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جو بھی مسلمان کی کوئی چیز چوری کرے اس پر چور کے لفظ کا اطلاق ضرور ہوتا ہے اور وہ شخص خدا کے ہاں بھی چور ہے لیکن ہاتھ کاٹنے کے لیے $1/3$ دینار کی ضرورت ہے۔ اس سے کم مالیت پر ہاتھ کاٹے جاتے تو لوگوں کی اکثریت جھگڑتی ہوئی۔ (تہذیب الاحکام ج ۱۰، ص ۹۹۔ کافی ج ۷، ص ۲۲۲)

امام علی رضا علیہ السلام نے شرعی احکام کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ چوری اس لیے حرام ہے کہ اس سے مال برباد ہوتا ہے، جانیں ضائع ہوتی ہیں، نزاع اور حسد کے جذبات برائیچختہ ہوتے ہیں اور تجارت متاثر ہوتی ہے۔ جب تجارت میں کساد بازاری ہو تو اس سے معیشت متاثر ہوتی ہے۔ اگر چوری حلال ہوتی تو لوگوں کے اموال کی حرمت زائل ہو جاتی۔ چور کا دایاں ہاتھ کاٹنے کا حکم اس لیے دیا گیا ہے کہ انسان اپنے اکثر کام دائیں ہاتھ سے کرتا ہے۔ دایاں ہاتھ انسانی وجود کا سرمایہ ہے۔ چوری کی سزا میں دایاں ہاتھ اس

لیے کاٹا جاتا ہے کہ چور کو نصیحت اور دوسروں کو عبرت ہو اور چور کا انجام دیکھ کر دوسرے لوگ چوری نہ کریں۔
(عیون الاخبار ج ۲، ص ۹۶)

ابو العلاء معریؒ ایک مشہور شاعر تھا۔ اس نے الحاد کی وجہ سے قطع ید کی سزا پر اعتراض کیا اور سید مرتضیٰ علم الہدیٰ کو یہ شعر لکھ بھیجا:

يَذُّ بِخَمْسٍ مِئِينَ عَشْرًا وَدَيْتٍ مَا بَالُهَا قَطَعَتْ فِي رُبْعٍ دَيْنَارٍ؟

ہاتھ کی دیت پانچ سو طلائی دینار ہے۔ آخر ۱/۴ دینار کے عوض اسے کیوں کاٹا جائے؟
مقصود یہ ہے کہ انسان کے قتل کی کل دیت ایک ہزار طلائی دینار ہے۔ اگر کسی کا ہاتھ کاٹ دیا جائے تو اس کی دیت پانچ سو طلائی دینار مقرر ہے جو قتل کی دیت کی نصف ہے۔ جب ہاتھ اتنا قیمتی ہے اسے ۱/۴ دینار کے بدلے کیوں کاٹا جاسکتا ہے؟

سید مرتضیٰ علم الہدیٰ نے اس کے جواب میں یہ شعر کہا تھا:

عِزُّ الْأَمَانَةِ أَغْلَاهَا وَأَرْخَصَهَا ذُلُّ الْخِيَانَةِ فَالْفَهْمُ حِكْمَةُ الْبَارِي

ہاتھ جب تک امن رہا تو قیمتی تھا اور جب خائن بنا تو بے قیمت ہو گیا۔ حکمت باری کو سمجھنے کی کوشش کرو
دوسری روایت میں ہے کہ سید موصوف نے جواب میں یہ شعر کہا تھا:

حِرَاسَةُ السُّلْمِ أَغْلَاهَا وَأَرْخَصَهَا حِرَاسَةُ السَّمَالِ فَانظُرْ حِكْمَةَ الْبَارِي

جب تک ہاتھ چور نہیں بنا تھا حرمت خون و حراست کے قانون نے اس کی قیمت کو بلند رکھے رکھا لیکن جب وہ ہاتھ چور بنا تو لوگوں کے مال کو بچانے کی خاطر اسے ستا بنا کر کٹوا دیا گیا۔ خدا کی حکمت پر غور کرو۔

سید مرتضیٰ کی محفل میں موجود ایک شخص نے جواب میں یہ شعر پڑھا تھا:

هَذَاكَ مَظْلُومَةٌ غَالَتْ بِقِيَمَتِهَا وَهَيْهَذَا ظَلَمْتُ هَانَتْ عَلَى الْبَارِي

جب ہاتھ مظلوم تھا اور کسی نے کاٹ دیا تو وہ قیمتی ثابت ہوا اور جب ہاتھ ظالم بن گیا تو خدا کے ہاں اس کی قیمت گر گئی اور چوتھائی دینار میں کاٹا جانے لگا۔ (بحار الانوار ج ۱۰۳، ص ۹-۱۰)

کہتے ہیں کبھی گوشت نہ کھاتا تھا معری	پھل پھول پہ کرتا تھا ہمیشہ گذر اوقات
اک دوست نے بھونا ہوا تیرا سے بھیجا	شاید کہ وہ شاطر اسی ترکیب سے ہومات
یہ خوان تر و تازہ معری نے جو دیکھا	کہنے لگا وہ صاحب غفران و لڑومات
اے مرغک بیچارہ ، ذرا یہ تو بتا تو	تیرا وہ گنہ کیا تھا یہ ہے جس کی مکافات؟
انسوس صد انسوس کہ شاہیں نہ بنا تو	دیکھے نہ تیری آنکھ نے فطرت کے اشارات!
تقدیر کے حاضی کا یہ فتویٰ ہے ازل سے	ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مغافات!

اقبال، بال جبریل

اسلامی سزاؤں پر اہل مغرب کے اعتراضات

اہل مغرب یہ کہتے نہیں سمجھتے کہ اسلام کی سزائیں سفاکانہ ہیں۔ اسلام ایک چوتھائی دینار کے برابر چوری کرنے پر ہاتھ کاٹنے کا حکم دیتا ہے۔ یہ سزا انسانی وقار کے منافی ہے اور یہ جرم بھی معاشرتی ناہمواریوں کی وجہ سے جنم لیتا ہے۔ ایک معمولی جرم پر انسان کو زندگی بھر کے لیے اپاہج کر دینا کہاں کا انصاف ہے۔

اس کے جواب میں ہم یہ عرض کرتے ہیں کہ یہ بات درست ہے کہ معاشرہ انسانی کردار پر اثر ڈالتا ہے لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ انسان کا ارادہ بھی بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اہل مغرب بتائیں کہ اگر ان کو انسان سے اتنی ہمدردی ہے تو وہ ایک جاسوس اور ایک منشیات فروش کو معاف کیوں نہیں کرتے؟ اگر معاشرے کی ناہمواری ہی چوری کا سبب ہے تو پھر ہمیں ہزاروں گھرانے ایسے کیوں دکھائی دیتے ہیں جو کسپیری کے باوجود نہایت ایماندار ہوتے ہیں اس کے برعکس کچھ امیر لوگ (خاص کر مغربی ممالک کے بڑے بڑے اسٹوروں میں) چوری کرتے ہوئے پکڑے جاتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ اسلام صرف چور کو ہی سزا نہیں دیتا۔ سزا سے پہلے وہ چوری کی وجوہات کو ختم کرتا ہے۔ اسلام انصاف پر مبنی ساج تشکیل دیتا ہے جہاں ہر شخص کی ضروریات کی کفالت کی جاتی ہے۔ اسلام حکومت کو محض اقتدار کا ذریعہ نہیں سمجھتا بلکہ اسے ذمے داریوں کا تاج قرار دیتا ہے۔ اسلام کہتا ہے کہ حکومت دولت کی منصفانہ تقسیم کو یقینی بنائے تاکہ امیر، امیر تر نہ بنے اور غریب، غریب تر نہ بنے۔ حکومت کی ذمے داری ہے کہ وہ لوگوں کو روزگار فراہم کرے اور اگر وہ کسی کو روزگار نہ دے سکے تو اسے بیروزگاری الاؤنس دے۔

بحار الانوار کی بارہویں جلد میں ایک قصہ ہے جس کا ترجمہ ہم اپنے قارئین کی نذر کرتے ہیں اور اسی سے ان کو معلوم ہو جائے گا کہ حکومت افراد کی کفالت کی کس حد تک ذمے دار ہے۔

محمد بن سنان روایت کرتے ہیں کہ میں اپنے آقا و مولا امام علی رضا علیہ السلام کے ساتھ خراسان میں تھا۔ مامون، امام کو اپنے تخت کے دائیں طرف بٹھایا کرتا تھا۔ ایک دن پولیس کے سربراہ نے مامون کو اطلاع دی کہ ایک صوفی چوری کے الزام میں پکڑا گیا ہے۔ مامون نے حکم دیا کہ اسے دربار میں پیش کیا جائے۔ جب وہ آیا تو اس کی شکل و صورت شرعی تھی اور اس کی پیشانی پر سجدوں کے نشان تھے۔ مامون نے کہا کہ کتنے انفس کی بات ہے کہ انسان کی شکل و صورت شرعی ہو اور کردار یہ ہو۔ صوفی نے کہا کہ میں نے چوری ضرور کی ہے لیکن شوق سے نہیں بلکہ مجبوری کی وجہ سے کی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ تو نے مجھے نفس اور غنائم میں سے حصہ نہیں دیا۔ آخر کار مجھے مجبور ہو کر چوری کرنا پڑی۔ مامون نے کہا کہ نفس اور غنائم میں تیرا حصہ کہاں سے آگیا؟ صوفی نے کہا کہ خدا نے نفس کے چھ مصارف بیان کئے ہیں اور فرمایا ہے: جان لو کہ تمہیں جو بھی غنیمت حاصل ہو اس میں سے پانچواں حصہ اللہ کا اور اس کے رسول کا اور رسول کے رشتے داروں کا اور قیاموں کا اور محتاجوں اور مسافروں کا ہے۔ (سورۃ انفال: آیت ۴۱) خدا نے غنائم کے بھی چھ مصارف بیان کئے ہیں اور فرمایا ہے:

جو مال غنیمت اللہ نے اپنے رسولؐ کو ہستی والوں کی طرف سے دلویا ہے وہ اللہ کے اور رسولؐ کے اور رسولؐ کے رشتے داروں کے اور قبیلوں کے اور محتاجوں کے اور مسافروں کے لیے ہے تاکہ جو لوگ تم میں دولت مند ہیں دولت صرف ان ہی میں گردش نہ کرتی رہے۔ (سورہ حشر: آیت ۷) ان آیات کے تحت میں مستحق ہوں کیونکہ میں ضرور تمند مسافر ہوں اور میں حامل قرآن ہوں۔ تو نے مجھے میرے حق سے محروم کیا ہوا ہے۔ مامون نے کہا کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ میں تیری باتوں میں آکر خدا کی مقرر کردہ حد جاری نہیں کروں گا؟ صوفی نے کہا کہ مجھے پاک کرنے سے پہلے اپنے آپ کو پاک کر۔ پہلے اپنے اوپر حد جاری کر پھر دوسروں پر جاری کرنا۔ مامون اس کے سامنے لاجواب ہو گیا اور اس نے امام علی رضا علیہ السلام کی طرف دیکھ کر کہا کہ فرزند رسولؐ! اس بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ امام عالی مقام نے فرمایا: یہ شخص کہتا یہ چاہتا ہے کہ تو نے بھی چوری کی ہے اور اس نے بھی چوری کی ہے۔ مامون کو سخت غصہ آیا اور اس نے صوفی سے کہا خدا کی قسم! میں تیرا ہاتھ ضرور کاٹوں گا۔ صوفی نے کہا: تم شرعی طور پر مجھ پر حد جاری نہیں کر سکتے کیونکہ تم میرے غلام ہو اور میں تمہارے ہزاروں آقاؤں میں سے ایک آقا ہوں اور کسی غلام کو یہ حق نہیں کہ وہ اپنے آقا پر حد جاری کرے۔ مامون نے کہا: تجھ پر ہلاکت ہو۔ میں تیرا غلام کیونکر ہوں؟ صوفی نے کہا کہ تیرے باپ نے مسلمانوں کے بیت المال کی رقم سے تیری ماں کو خریدنا تھا اس لیے تو تمام عالم اسلام کا مشترکہ غلام ہے۔ اگر سارے مسلمان تجھے آزاد بھی کر دیں تو میں تجھے آزاد نہیں کرتا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ تو شخص کو ہضم کر گیا ہے۔ تو نے آل رسولؐ کا حق ادا نہیں کیا اور نہ ہی تو نے مجھ اور مجھ جیسے افراد کو کچھ دیا ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ پلید شخص دوسرے کو پاک نہیں کر سکتا۔ تم تو خود حد شرعی کے مستحق ہو تم بھلا دوسروں پر حد کیسے نافذ کر سکتے ہو؟ کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا: کیا یہ عقل کی بات ہے کہ تم لوگوں کو نیکی کرنے کو کہتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو حالانکہ تم کتاب خدا بھی پڑھتے ہو کیا تم سمجھتے نہیں؟ (سورہ بقرہ: ۲۳۳) مامون نے امام کی طرف دیکھ کر کہا کہ اس شخص کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں؟ امام عالی مقام نے کہا: اللہ فرماتا ہے فِیْلِہِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ اور یہ غالب حجت وہ ہے جو کسی نادان کے سامنے پیش کی جائے تو وہ بھی اسے دانا شخص کی طرح سمجھ لیتا ہے۔ نیز دنیا اور آخرت کا مدار حجت پر ہی ہے۔ اس شخص نے اپنی حجت پیش کر دی ہے۔ مامون نے صوفی کو رہا کرنے کا حکم دیا اور دربار سے اٹھ کر حرم سرا میں چلا گیا۔ اور اسی دن سے امام علی رضا علیہ السلام کو قتل کرنے کی سازش کرنے لگا یہاں تک کہ اس نے آپ کو زہر دے کر شہید کرا دیا۔

اہل مغرب اسلام کو بدنام کرنے کے لیے اسلامی سزاؤں کو وحشیانہ قرار دیتے ہیں اور غالباً یہ سمجھتے ہیں کہ عالم اسلام میں روزانہ بیسیوں افراد کے ہاتھ کٹ رہے ہیں جبکہ حدود کے نفاذ کے لیے اسلام نے انتہائی کڑی شرائط رکھی ہیں۔ شاید انہیں یہ معلوم نہیں ہے کہ صدر اسلام سے لے کر چار سو سال تک صرف چھ افراد کے ہاتھ کاٹنے گئے۔ اگر اہل مغرب اور ان کا قصیدہ پڑھنے والوں کے چہروں پر شکنیں نہ آئیں تو ہم اہل مغرب کی بربریت کا ایک ہلکا سا نمونہ یہاں پیش کرتے ہیں اور ہم یہ نمونہ اس لیے پیش کر رہے ہیں کہ اسلام کو وحشیانہ دین

کہنے والے آئینے میں اپنی صورت دیکھ لیں۔ جنگ عظیم دوم کے اختتام پر اخبارات میں اس جنگ کے نقصانات کی خبریں شائع ہوئی تھیں۔ ان خبروں میں ایک خبر یہ تھی کہ روس نے امریکا سے درخواست کی ہے کہ وہ اسے چالیس لاکھ بیساکھیاں فراہم کرے تاکہ اس کے معذور فوجی بیساکھیوں پر چل پھر سکیں۔

تہران کے روزنامہ اطلاعات مورخہ ۳۹/۹/۱۹ کی اطلاع کے مطابق صرف برطانیہ میں دس لاکھ افراد کو معنوی آنکھیں لگائی گئیں۔

کتاب تاریخ جنگ جهانی دوم میں ہے کہ دوسری جنگ عظیم میں تین کروڑ پچاس لاکھ افراد قتل اور دو کروڑ افراد اہل بیچ ہوئے۔ ایک کروڑ ستر لاکھ لیٹر خالص خون بہایا گیا اور ایک کروڑ بیس لاکھ حمل ضائع ہوئے۔ ہم اہل مغرب اور اس کے مداحوں سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ آپ کو اسلام کی سزائیں تو ظالمانہ لگتی ہیں آپ کا اپنے بارے میں کیا خیال ہے؟ کیا یہ حقیقت نہیں کہ فرانس نے الجزائر کے سب سے عوام کا قتل عام کیا تھا جبکہ ان کا جرم صرف یہ تھا کہ وہ غیر ملکی تسلط سے آزادی چاہتے تھے۔ فرانس نے چھ سال کے قلیل عرصے میں الجزائر کے کم از کم دس لاکھ شہریوں کو قتل کیا تھا۔ کیا اس طرح کے ظلم کے باوجود آپ کا اسلام کی سزاؤں پر اعتراض کرنا ٹھیک ہے؟ مذہب جعفری میں تو چور کا پورا ہاتھ نہیں کاٹا جاتا بلکہ اس کے دائیں ہاتھ کی چار انگلیاں کاٹی جاتی ہیں

۱۰۳۔ کم تولنا

کم تولنا بدترین جرم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ مطففین میں ایسے لوگوں کی شدید مذمت میں فرمایا ہے:

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا أَكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ ۝ وَإِذَا كَالُوا لَهُمْ أَوْ وُزِنُوا لَهُمْ يَخْسِرُونَ ۝ أَلَا يَظُنُّ أُولَئِكَ أَنَّهُمْ مَبْعُوثُونَ ۝ لِيَوْمٍ عَظِيمٍ ۝ يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ۝

ویل ہے ان کے لیے جو ناپ اور تول میں کمی کرتے ہیں۔ جب لوگوں سے ناپ کر لیتے ہیں تو پورا لیتے ہیں اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں۔ کیا یہ لوگ نہیں جانتے کہ یہ ایک روز اٹھائے بھی جائیں گے۔ ایک بڑے سخت دن میں۔ جس دن سب لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ نے کم تولنے والوں کے لیے لفظ ویل فرمایا ہے جس کے معنی تباہی اور ہلاکت کے ہیں۔ ایک روایت کے مطابق ویل دوزخ کی ایک وادی کا نام ہے۔

حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم بھی کم تولنے کی برائی میں مبتلا تھی۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے انھیں تبلیغ کی اور انھیں اس سے باز رہنے کی تلقین کی لیکن وہ لوگ اپنی اس حرکت سے باز نہ آئے۔ آخر کار اللہ نے اس بددیانت قوم پر عذاب نازل کیا اور وہ ہلاک ہو گئی۔

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو قوم بدعہدی کرے خدا اس پر اس کے دشمنوں کو غالب کر دیتا ہے اور جو قوم احکام الہی سے ہٹ کر فیصلے کرے خدا اس پر افلاس کو مسلط کر دیتا ہے اور جو قوم زنا اور

بے حیائی میں مبتلا ہو اس قوم میں ناگہانی اموات عام ہو جاتی ہیں اور جو قوم کم تولنے لگتی ہے اس کی زمین بخر ہو جاتی ہے اور وہ قحط میں مبتلا ہو جاتی ہے اور جو قوم زکات دینا چھوڑ دے اس پر بارش برسا بند ہو جاتی ہے۔

دکانداروں کو امام علیؑ کی نصیحت

امام علیؑ کے ایک صحابی وحیکہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام علیؑ کو دیکھا کہ آپ ہاتھ میں چابک لیے بازار کو نہ میں گھوم رہے تھے اور دکانداروں سے کہہ رہے تھے:

اَتَّقُوا اللَّهَ وَأَوْفُوا الْكَيْلَ اللَّهُ سَؤْدٌ أَوْ نَاقٌ تَوَلَّى بَطْرًا (بخار الانوار ج ۶، ص ۳۱۱)

ایک اور شخص کا بیان ہے کہ امیر المؤمنین بازار کا چکر لگاتے تھے اور فرماتے تھے: اے گروہ تجار! جھوٹی قسموں سے بچو۔ جھوٹی قسم سے سودا تو بک جاتا ہے لیکن برکت چلی جاتی ہے۔ (بخار الانوار ج ۱۰۳، ص ۹۳)

ایک اور روایت میں ہے کہ امیر المؤمنین دکانداروں سے فرماتے تھے: اے گروہ تجار! سب سے پہلے اللہ سے خیر و برکت مانگو اور خرید و فروخت میں سخت گیری نہ کرو تا کہ تمہارے مال میں برکت پیدا ہو اور انکساری کے ساتھ گاہکوں سے معاملہ کرو۔ جھوٹ بولنے، قسمیں کھانے اور لوگوں پر ظلم کرنے سے بچو۔ سود کے قریب نہ جاؤ، ناپ تول میں کمی کر کے لوگوں کو نقصان نہ پہنچاؤ اور زمین پر فساد نہ پھیلاؤ۔ (بخار الانوار ج ۳، ص ۹۳)

امام محمد باقر علیہ السلام وَاللّٰی مَدَّیْنَ اَخَاهُمْ شَعْبًا قَالِ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنَ اللَّهِ عِزَّةٌ وَلَا تَنْقُضُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ اِنِّیْ اَرَاكُمْ بِخَيْرٍ وَاِنِّیْ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ مُّحِیْطٌ ۝ اور ہم نے مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا تو انہوں نے کہا کہ اے قوم! تم اللہ کی عبادت کرو اس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔ خبردار ناپ تول میں کمی نہ کرو تو میں تم کو خوشحال دیکھ رہا ہوں اور میں تمہارے بارے میں اس دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں جو تم سب کو گھیر لے گا۔ (سورہ ہود: آیت ۸۴) کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ پانچ چیزوں سے خدا کی پناہ مانگو کیونکہ ان میں سے ہر ایک کی سزا اس دنیا میں بھی مقرر ہے۔ ان میں سے ایک ناپ تول میں کمی کرنا ہے۔ ناپ تول میں کمی کرنے والوں پر خدا قحط اور ظالم حاکم کو مسلط کر دیتا ہے۔ (نور المتقلین ج ۲، ص ۳۸۹)

رسول خدا صلی اللہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو بھی خرید و فروخت میں کسی مسلمان سے خیانت کرے تو وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ ایسا شخص برزخ قیامت یہودیوں کے ساتھ محسور ہوگا کیونکہ وہ مسلمانوں کے ساتھ سب سے زیادہ خیانت کرنے والی قوم ہے۔ (بخار الانوار ج ۱۰۰، ص ۸۰، بحوالہ امالی صدوق ص ۳۲۳، ۳۲۵)

امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ جب خدا نے اپنے حبیب کو مکہ سے مدینہ ہجرت کی اجازت دی تو اس نے آپ پر حدود اور تقسیم میراث کے قواعد نازل فرمائے اور آپ کو ان گناہوں سے آگاہ کیا جو دوزخ کا سبب بنتے ہیں۔ خدا نے کم ناپ تول کرنے والوں کے لیے وَبَلِّغِ لِلْمُطَفِّفِیْنَ كِیْ آیت نازل فرمائی۔ (کافی ج ۲، ص ۳۲)

اللہ تعالیٰ نے لفظ ویل کا اطلاق کافروں کے لیے کیا ہے۔ ارشاد قدرت ہے: ... فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ يَوْمٍ مَشْهُدٍ يُؤَمُّونَ عظیم اور ویل ان لوگوں کے لیے ہے جنہوں نے کفر کیا انہیں بڑے سخت دن کا سامنا کرنا ہوگا۔ (سورہ مریم: آیت ۳۷)

نیک و بد اعمال کا ترازو

اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کو نیک اور برے اعمال کا میزان اور صراط مستقیم قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کے متعلق فرمایا کہ رسول خدا کی زندگی تمہارے لیے قابل تقلید نمونہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا ہے: لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ... ہم نے اپنے رسولوں کو واضح نشانیوں کے ساتھ بھیجا اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب اور میزان کو نازل کیا تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہ سکیں۔ (سورہ حدید: آیت ۲۵)

روایات میں ہے کہ ہر شخص اپنی ذات کو دوسروں کے لیے میزان قرار دے۔ جو اپنے لیے پسند نہ کرتا ہو اسے دوسروں کے لیے بھی پسند نہ کرے اور جو اپنے لیے پسند کرتا ہو وہی دوسروں کے لیے بھی پسند کرے۔

امیر المؤمنین علیہ السلام نے امام حسن مجتبیٰ سے فرمایا تھا: پیارے فرزند! اپنے اور دوسروں کے درمیان ہر معاملے میں اپنی ذات کو میزان قرار دو۔ جو اپنے لیے پسند کرتے ہو وہی دوسروں کے لیے پسند کرو اور جو اپنے لیے نہیں چاہتے اسے دوسروں کے لیے بھی نہ چاہو۔ جس طرح یہ چاہتے ہو کہ تم پر زیادتی نہ ہو یونہی دوسروں پر بھی زیادتی نہ کرو اور جس طرح یہ چاہتے ہو کہ تمہارے ساتھ حسن سلوک ہو یونہی دوسروں کے ساتھ بھی حسن سلوک سے پیش آؤ۔ دوسروں کی جس چیز کو برا سمجھتے ہو اسے اپنے میں بھی ہو تو برا سمجھو اور لوگوں کے ساتھ جو تمہارا رویہ ہو اسی رویے کو اپنے لیے بھی درست سمجھو۔ (بخاری، مکتوب ۳۱ ترجمہ علامہ مفتی جعفر حسین)

کم تولنے کا انجام

مالک بن دینار بیان کرتے ہیں کہ میرا ایک پڑوسی سخت بیمار ہوا۔ میں اس کی عیادت کے لیے گیا۔ اس پر نزع کا عالم طاری تھا اور وہ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا: بچاؤ! آگ کے دو پہاڑ میری طرف چلے آ رہے ہیں۔ میں نے کہا بندۂ خدا! یہ تمہارا وہم ہے۔ تمہاری طرف کوئی پہاڑ نہیں آ رہا۔ اس نے کہا: نہیں نہیں! میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ سچ ہے۔ میرے پاس دو قسم کے پیانے تھے۔ ایک بڑا دوسرا چھوٹا۔ میں لوگوں سے جب کوئی چیز لیتا تو بڑے پیانے سے ناپا کرتا تھا اور جب کوئی چیز بیچتا تو چھوٹے پیانے سے ناپا کرتا تھا۔ آج وہی پیانے آگ کے دو پہاڑ بن کر میری طرف بڑھے چلے آ رہے ہیں۔

جو چیزیں گن کر (درجن وغیرہ کے حساب سے) بیچی جاتی ہیں یا میٹر کے حساب سے ناپ کے بیچی

جاتی ہیں ان میں کمی بھی کم تولنے میں شامل ہے۔ اگر کوئی شخص کم مقدار میں چیز دے کر زیادہ شمار کرے تو وہ بھی کم فروشی کا مرتکب ہوگا اور خدا نے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے جو عذاب تیار کیا ہے وہ بھی اس میں جملے گا۔

شیخ انصاری مکاسب محرّمہ میں تحریر فرماتے ہیں: کم تولنے والے نے جتنا مال کم تولا ہے وہ اس کے پورا کرنے کا ذمہ دار ہے اور اگر گاہک مرگیا ہو تو اتنا مال اس کے وارثوں کے حوالے کرے۔ اگر وہ گاہک کونہ پہچانتا ہو تو پھر بنا بر احتیاط حاکم شرع کی اجازت سے اس کی طرف سے صدقہ کرے اور اگر دکاندار کو یہ یاد نہ ہو کہ اس نے گاہک کو کتنا مال کم دیا ہے تو پھر وہ گاہک کے ساتھ مصالحت کرے۔ کم تولنے کا مقصد یہ ہے کہ گاہک سے جتنا مال دینے کا معاہدہ ہوا ہے اس میں کمی کرے خواہ اس کا تعلق تولنے سے ہو، ناپنے سے ہو یا گننے سے ہو۔ اگر کوئی شخص ملاوٹ کر کے وزن پورا کر دے تو جتنا مال اس میں ملاوٹ کا ہے اتنے مال کی گاہک کو ادا ہوگی کرے مثلاً دکاندار گاہک سے سودا کرے کہ وہ اسے چالیس کلو گندم دے گا اور دکاندار اس سے چالیس کلو کے پیسے لے اور گندم میں دو کلو مٹی ملا کر گاہک کو چالیس کلو گندم تول دے تو دو کلو کا دکاندار مقروض ہے۔ اس پر واجب ہے کہ گاہک کو چالیس کلو خالص گندم پوری کر کے دے۔ ایک دکاندار نے گاہک سے دس لیٹر دودھ کی رقم لی اور وہ گاہک کو نو لیٹر دودھ دے اور اس میں ایک لیٹر پانی ملائے تو وہ دکاندار اپنے گاہک کا ایک لیٹر دودھ کا مقروض ہے اور اس پر واجب ہے کہ وہ اسے ایک لیٹر خالص دودھ مزید دے۔

گاہک کا قصاب سے دس کلو گوشت کا معاہدہ ہوا۔ قصاب نے گوشت میں ضرورت سے زیادہ ہڈیاں ڈال کر دس کلو پورا کر کے دیا تو اس حال میں وہ قصاب عرف سے زیادہ ہڈیاں ڈالنے کی وجہ سے گاہک کا مقروض ہے اور اس پر واجب ہے کہ وہ اسے مزید گوشت دے۔ اگر کوئی دکاندار اپنی جنس پر پانی چھڑک کر اسے وزنی بنا کر بیچے تو وہ بھی کم تولنے کا مجرم قرار پائے گا اور اتنی مقدار کا وہ گاہک کا مقروض ہوگا۔

اسی طرح اگر کوئی دکاندار اعلیٰ جنس میں ادنیٰ جنس کی ملاوٹ کر کے اعلیٰ جنس کی حیثیت سے فروخت کرے تو وہ بھی کم تولنے کا مجرم ہے اور وہ بھی گاہک کا مقروض ہے مثلاً اگر گاہک نے دکاندار سے چالیس کلو درجہ اول کا چاول خریدا اور دکاندار نے اس میں پانچ کلو درجہ دوم کا چاول ملا کر چالیس کلو پورا کر کے دیا ہے تو اس نے خیانت کی ہے اور وہ ملاوٹ کا مجرم اور پانچ کلو چاول درجہ اول کا مقروض ہے۔ اسی طرح دکاندار اور گاہک میں دس کلو دیسی گھی کا سودا ہوا ہو اور دکاندار اس میں آدھا کلو چربی یا بنا سستی گھی ملا کر دس کلو دیسی گھی کے نام سے بیچے تو اس نے ملاوٹ کی اور گاہک سے خیانت کی ہے اور وہ آدھا کلو کا مقروض ہے۔ الغرض دھوکا دہی پر مبنی تمام قسم کے معاملات باطل اور حرام ہیں۔

اس کے بعد شیخ انصاری لکھتے ہیں: ملاوٹ کی حرمت میں جتنی احادیث وارد ہوئی ہیں وہ متواتر ہیں۔

ان میں سے چند حسب ذیل ہیں:

(۱) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو خرید و فروخت میں مسلمان سے دھوکا کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ ایسا شخص قیامت کے دن یہودیوں کے ساتھ محشور ہوگا۔ رسول اکرم نے یہ جملہ تین بار دہرایا ”جو دھوکا کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔“ جو اپنے مسلمان بھائی سے دھوکا کرے اللہ تعالیٰ اس کی روزی سے برکت اٹھالیتا ہے اور اس کی زندگی کو خراب کر دیتا ہے اور اسے اس کے نفس کے حوالے کر دیتا ہے۔

(عقاب الاعمال ص ۲۸۶)

(۲) رسول خدا کا گزر ایک ایسے شخص کے پاس سے ہوا جو گندم فروخت کر رہا تھا۔ آپ نے گندم دیکھ کر پوچھا کیا تمہارے پاس عمدہ گندم ہے؟ پھر آپ نے گندم کے ڈیز میں ہاتھ ڈالا تو درمیان میں گندم خراب تھی۔ آپ نے دکاندار سے فرمایا: مَا أُرِيكَ إِلَّا وَقَدْ جَمَعْتَ خِيَانَةً وَعِشًا. میرے خیال میں تو بیک وقت خیانت اور ملاٹ کا ارتکاب کر رہا ہے۔ (کافی ج ۳، ص ۳۷۵)

(۳) روایات میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: اگر کسی کے پاس ایک ہی جنس (مثلاً چائے) کی دو اقسام ہوں ایک اعلیٰ اور دوسری گھٹیا اور وہ دونوں کو ملا کر ایک ہی نرخ پر بیچنا چاہے تو کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اسے مسلمانوں کے ساتھ دھوکا نہیں کرنا چاہیے۔ ہاں اگر اس نے اعلیٰ اور گھٹیا جنس کو ملایا ہوا ہے تو سودا بیچنے سے پہلے گاہک کو بتا دے۔ (وسائل الشیخہ ج ۱۸، ص ۱۱۲)

(۴) داؤد بن سرحان نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ مولا میں منگ بیچتا ہوں۔ میرے پاس دو قسم کی منگ ہے۔ ایک تر دوسری خشک۔ لوگ تر منگ تو خریدتے ہیں لیکن خشک منگ کا کوئی خریدار نہیں ہوتا۔ کیا میرے لیے حلال ہے کہ میں خشک منگ کو تر کر کے بیچوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ البتہ گاہک کو یہ بتا کر بیچو کہ یہ خشک تھی میں نے اسے تر کیا ہے۔ اگر گاہک پھر بھی خریدنا چاہے تو حرج نہیں ہے۔ (اقتباس از گنہاں کبیرہ)

کتاب دارالسلام عراقی کا مصنف صفحہ ۳۰۹ پر لکھتا ہے کہ میں نے یہ روایت ثقہ عادل ملا عبدالحسین خوانساری سے سنی کہ کربلا کا ایک پنساری جب بیمار ہوا تو معالجوں نے اسے لا علاج قرار دیدیا۔ اس کے پاس جتنی رقم تھی وہ اس نے اپنے علاج پر لگا دی تھی مگر اسے کوئی فائدہ نہ ہوا۔ ملا عبدالحسین کہتے ہیں کہ میں بیمار پرسی کے لیے اس کے گھر گیا تو میں نے اسے نہایت بری حالت میں پایا۔ میری موجودگی میں اس نے اپنے ایک بیٹے سے کہا کہ فلاں چیز لے جاؤ اور اسے بھی بیچ دو اور وہ رقم بھی میرے علاج پر لگا دو کہ میں یا اچھا ہو جاؤں یا پھر مر ہی جاؤں۔ جب میں نے یہ سنا تو میری سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ میں نے اس سے کہا کہ بھائی آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں کہ اس رقم سے یا مر جاؤں یا اچھا ہو جاؤں۔ آخر آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟ اس نے ایک سرد آہ بھری اور بولا کہ جناب میرے پاس جو پیسے تھے وہ سب میں نے دھوکے سے کمائے تھے۔ بات یہ ہے کہ کچھ عرصہ قبل کربلا میں میعاد بنجار (تپ غب) پھیل گیا تھا۔ اطباء اس کے علاج کے لیے شیراز کا آب لیون تجویز کرتے تھے۔ بیمار چونکہ زیادہ تھے اس لیے آب لیون کم پڑ گیا اور کافی مہنگا ہو گیا۔

میں نے موقع سے فائدہ اٹھایا اور آب لیموں میں چاچھ (دوغ) ملا کر پیچنے لگا۔ میں نے اپنی دکان نقلی آب لیموں کی بوتلوں سے بھر دی۔ اطباء تمام مریضوں کو میری دکان پر بھیجتے تھے چنانچہ میں نے خوب پیسہ بنایا۔ اب کچھ عرصہ ہوا ایک لاء علاج بیماری نے مجھے گھیر لیا ہے۔ میری ساری دولت علاج پر لگ گئی ہے اور اب میرے پلے کچھ بھی نہیں رہا البتہ نقلی آب لیموں کی ایک بوتل دکان میں رکھی ہے۔ میں نے اپنے بیٹے سے کہا ہے کہ اس بوتل کو بھی بیچ دو اور اس سے جو رقم ملے اسے بھی میرے علاج پر لگا دو تاکہ میں نے مرنا ہے تو مر جاؤں اور اگر زندگی باقی ہے تو اچھا ہو جاؤں۔ ملا عبدالحمین کا بیان ہے کہ وہ پنساری مر گیا اور اس کا نقلی آب لیموں اس کے کسی کام نہ آیا۔

۱۰۴۔ رشوت خوری

اللہ تعالیٰ نے رشوت سے منع کیا ہے اور بزرگان دین اور فقہائے اسلام کا اس کی حرمت پر اجماع ہے۔ بہت سی روایات میں اسے گناہ کبیرہ کے عنوان سے شمار کیا گیا ہے۔ اس کی حرمت کا عقیدہ ضروری عقائد میں سے ہے۔ بہت سی احادیث میں رشوت لینے والے، رشوت دینے والے اور رشوت کا واسطہ بننے والے افراد پر لعنت کی گئی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے:

إِيْثَامُكُمْ وَالرِّشْوَةُ فَإِنَّهَا مَحْضُ الْكُفْرِ وَلَا يَشْمُ صَاحِبُ الرِّشْوَةِ وَيُحِ الْعَجَنَةَ. خبردار! رشوت سے پرہیز کرو کیونکہ رشوت کفر محض ہے اور رشوت خور جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھے گا۔ (بخاری الانوار ج ۱۰۱، ص ۲۷۴)

لَعْنَةُ اللّٰهِ الرَّأْسِيِّ وَالْمُرْتَشِيِّ وَالْمَاشِيِّ بَيْنَهُمَا. اللہ نے رشوت دینے والے، لینے والے اور رشوت کے لیے واسطہ بننے والے پر لعنت کی ہے۔ (بخاری الانوار ج ۱۰۱، ص ۲۷۴)

کسی دینی بھائی کا کام کرنے کے بعد اس سے ہدیہ قبول کرنا بھی محبت ہے یعنی حرام خوری میں شامل ہے۔ بخاری الانوار میں اَشْخَالُونَ لِّلْمَسْحَةِ (سورہ مائدہ: آیت ۴۲) کی تفسیر میں امام علیؑ سے منقول ہے۔ آپ نے فرمایا: هُوَ الرَّجُلُ يَفْضِي لِأَخِيهِ حَاجَتَهُ ثُمَّ يَقْبَلُ هَدِيَّتَهُ. وہ آدمی جو اپنے ایمانی بھائی کی ضرورت پوری کرے پھر اس کا ہدیہ قبول کرے وہ حرام مال کھاتا ہے۔ (بخاری الانوار ج ۱۰۱، ص ۲۷۴)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتَذَلُّوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِنَأْكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ○ (سورہ بقرہ: آیت ۱۸۸)

امیر المومنین فرماتے ہیں: تمہیں یہ معلوم ہے کہ ناموس، خون، مال غنیمت، (نفاذ) احکام اور مسلمانوں کی پیشوائی کے لیے کسی طرح مناسب نہیں کہ کوئی بخیل حاکم ہو کیونکہ اس کا دانت مسلمانوں کے مال پر لگا رہے گا اور نہ کوئی جاہل کہ وہ انہیں اپنی جہالت کی وجہ سے گمراہ کرے گا اور نہ کوئی کج خلق کہ وہ اپنی تند مزاجی سے چمکے لگاتا رہے گا اور نہ کوئی مال و دولت میں بے راہ روی کرنے والا کہ وہ کچھ لوگوں کو دے گا اور کچھ کو محروم

کردے گا اور نہ فیصلہ کرنے میں رشوت لینے والا کہ وہ دوسروں کے حقوق کو رائیگاں کر دے گا اور انھیں انجام تک نہ پہنچائے گا اور نہ کوئی سنت کو بیکار کر دینے والا کہ وہ امت کو تباہ و برباد کر دے گا۔ (نہج البلاغہ، خطبہ ۱۲۹)

بخاری الانوار کی ایک روایت میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپ نے فرمایا کہ جو حکم خدا کو تبدیل کرنے کے لیے رشوت لے تو اس نے خدا کے ساتھ کفر کیا۔

۱۰۵۔ تلاش معاش کو چھوڑ دینا

شہید اول محمد بن علی اپنی کتاب دروس میں لکھتے ہیں کہ جس کے ذاتی اور خاندان کے اخراجات تجارت یا کسی کام کاج پر منحصر ہوں اس پر تجارت اور کام کاج کرنا واجب ہے۔ (ج ۲، ص ۱۶۲)

آیت اللہ خمینی فرماتے ہیں: اگر باپ ضرورتمند ہو تو اس کا نفقہ اس کے بیٹے پر واجب ہے اور اگر بیٹا ضرورتمند ہو تو اس کا نفقہ باپ پر واجب ہے۔ جو عورت نکاح دائمی میں ہو اس کا نان نفقہ شوہر پر واجب ہے البتہ اس کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ شوہر کی نافرمان نہ ہو۔ نافرمان بیوی کا نان نفقہ واجب نہیں ہے۔ جس کے پاس معاش کے لیے گھر میں جمع شدہ رقم موجود نہ ہو اس پر واجب ہے کہ ہر جائز طریقے سے اپنی ضروریات کو پورا کرے۔ (تحریر الوسیلہ ج ۲، ص ۳۲۲)

آیت اللہ ابو القاسم خوئی فرماتے ہیں: اگر شوہر کے پاس بیوی کے اخراجات کے لیے جمع شدہ رقم نہ ہو تو اس پر واجب ہے کہ وہ کوئی نہ کوئی کام کرے یا تجارت کرے ورنہ وہ شرعی طور پر بیوی کا مقروض ہوگا۔

(منہاج الصالحین ج ۲، ص ۲۹۵)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ جس شخص میں چار صفات ہوں اس کے اسلام کی تکمیل ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ اسے جنت کے بالاترین مقامات میں رہائش عطا فرمائے گا:

- (۱) وہ شخص جو کسی یتیم کو پناہ دے اور مہربان باپ کی طرح پیش آئے۔
- (۲) جو کسی کمزور انسان کی مدد کرے اور اس کے اخراجات پورے کرے۔
- (۳) جو شخص اپنے والدین کے اخراجات پورے کرے اور ان کے ساتھ نرمی اور شفقت کا سلوک کرے اور انھیں رنج نہ پہنچائے۔

(۴) جو ہر مقام پر سچ بولے۔ (امالی شیخ مفید ص ۱۶۷)

لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتا

خداوند عالم سورہ مبارکہ بنی اسرائیل میں فرماتا ہے کہ ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی ہے اور عزت کا تقاضا ہے کہ لوگ کوئی ایسا کام نہ کریں جس سے انسان کی عزت کم ہوتی ہو۔ اپنے جیسے انسانوں کے سامنے نہیں

کرنا اور ہاتھ پھیلانا ذلت کا باعث ہے۔ اگر کوئی انسان ضرورت کے تحت ہی کسی کے سامنے ہاتھ پھیلائے پھر بھی ہاتھ پھیلانے والے کی عزت جاتی رہتی ہے۔ لہذا انسان کو چاہیے کہ صرف اپنے پیدا کرنے والے اور پالنے والے ہی و قوم پروردگار کے سامنے ہاتھ پھیلائے کیونکہ اسی میں انسان کی عزت بھی ہے اور یہ عقیدہ توحید کے مطابق بھی ہے۔ جو انسان اپنے کریم پروردگار پر بھروسا کرتا ہے تو یقیناً وہ اس پر کرم کرتا ہے اور ایسے مسائل کے دل کو غمی بنا دیتا ہے کہ وہ رب کریم کے سوا اپنے آپ کو کسی کا محتاج نہیں سمجھتا۔ ہاں ہمہ مغلّس ضرورت کے تحت مسلمان بھائیوں سے مدد کی درخواست کر سکتا ہے۔ احادیث میں بھی مسلمانوں سے کہا گیا ہے کہ مسائل کی مدد کریں اور اگر مدد نہ کر سکتے ہوں تو اس کو اچھے الفاظ سے رخصت کریں۔

ایک روایت میں یہ الفاظ وارد ہیں: لَوْ صَدَقَ السَّائِلُ لَمَّا أَفْلَحَ مَنْ رَدَّهُ. اگر مسائل سچا ہو تو اس کو خالی ہاتھ لوٹانے والا فلاح نہیں پائے گا۔ بہت سی احادیث میں کہا گیا ہے کہ جو شخص ضرورت مند نہ ہو اس کے لیے ہاتھ پھیلانا حرام ہے۔ اکثر فقہاء کا یہی فتویٰ ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جو شخص بلا ضرورت (عادتا) مانگتا پھرتا ہو تو مرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ اسے اس چیز کا ضرورت محتاج بنائے گا اور اس کا ٹھکانا دوزخ میں ہوگا۔ (الوسائل ج ۶، ص ۳۰۵)

امام محمد باقر علیہ السلام نے محمد بن مسلم سے فرمایا کہ اگر مسائل کو مانگنے کی خرابی کا علم ہو جائے تو پھر کوئی کسی سے سوال ہی نہ کرے اور اگر دینے والے کو اللہ کے نام پر دینے کی فضیلت کا پتا چل جائے تو کوئی کسی مسائل کو خالی ہاتھ نہ لوٹائے۔ (وسائل الشیعہ ج ۶، ص ۳۰۵)

امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو شخص تنگ دستی کے بغیر سوال کرے تو یوں سمجھے کہ وہ شراب پی رہا ہے (یعنی ایک بڑا گناہ کر رہا ہے)۔ (وسائل الشیعہ ج ۶، ص ۳۰۶)

امام جعفر صادق نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تین قسم کے افراد پر نگاہِ رحمت نہیں کرے گا۔ دیوث و بے غیرت، جسے گالی دینے اور گالی سننے میں مزہ آتا ہو اور جو بغیر ضرورت کے لوگوں سے مانگتا پھرتا ہو۔

دست سوال دراز نہ کرنے کے فوائد

اس بحث کے اختتام پر ہم نے مناسب جانا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث اپنے قارئین کی نذر کریں تاکہ ان میں روح توکل اور مخلوق سے بے نیازی کی کیفیت پیدا ہو سکے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ انصار مدینہ کی ایک جماعت رسول اکرم کی خدمت میں آئی اور اس نے آپ کو سلام کیا۔ آپ نے سلام کا جواب دیا۔ پھر ان لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہم آپ کے پاس ایک حاجت لے کر آئے ہیں۔ آنحضرت نے فرمایا کہ تم اپنی حاجت بیان کرو۔ انھوں نے کہا کہ حاجت یہ ہے کہ آپ ہماری جنت کی ضمانت دیں۔ آنحضرت نے ان کی حاجت سنی تو کچھ دیر کے لیے آپ نے سر جھکا لیا

اور زمین پر لکیریں کھینچتے رہے۔ پھر آپ نے ان سے فرمایا کہ ٹھیک ہے۔ میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں لیکن اس شرط پر کہ تم اللہ کے سوا کسی سے سوال نہیں کرو گے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اس جماعت نے اس شرط کو منظور کر لیا اور انہوں نے اس شرط کو اس طرح نبھایا کہ اگر وہ سواری پر سوار ہوتے اور ان کا چابک گر جاتا تو وہ اپنے کسی ساتھی سے یہ نہیں کہتے تھے کہ میرا چابک اٹھا دو بلکہ سواری سے اتر کر اپنا چابک خود اٹھاتے تھے اور اگر وہ دسترخوان پر بیٹھے تو کسی سے نہیں کہتے تھے کہ پانی لا دو بلکہ خود اٹھ کر پانی لاتے تھے۔

(وسائل الشیخہ ج ۶، ص ۳۰۷)

آیت اللہ سیستانی فرماتے ہیں: جو شخص حاجت مند نہ ہو اس کے لیے حاجت کا اظہار کرنا حرام ہے۔

(منہاج الصالحین ج ۲، ص ۳۲۷)

آیت اللہ صافی گلپایگانی فرماتے ہیں: بلا ضرورت سوال کرنے کی حرمت ”قوت“ سے خالی نہیں ہے۔

(هدایة العباد ج ۲، ص ۱۲۷)

آیت اللہ محسن حکیم منہاج الصالحین (جلد ۲ صفحہ ۲۹۶) میں لکھتے ہیں: بہت سی احادیث سے معلوم ہوتا

ہے کہ جو شخص حاجت مند نہ ہو اس کے لیے دست سوال دراز کرنا حرام ہے بلکہ بعض روایات سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے فقر شرمی کی بجائے فقر عرفی مراد ہے کیونکہ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: جس شخص کے پاس تین دن کی غذا موجود ہو اور وہ پھر بھی لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلائے تو قیامت کے دن اس کے چہرے پر گوشت نہیں ہوگا۔ (عقاب الاعمال ص ۲۷۶)

۱۰۷۔ اسراف اور فضول خرچی

اسراف اور فضول خرچی سے بچنا نہایت اہمیت کا حامل اور دیانت کا بنیادی موضوع ہے۔

زندگی اور معاش میں توازن برقرار رکھنا کمال ایمان کی نشانی ہے اور یہ توازن ایک مسلمان کو بلند

درجات تک لے جاتا ہے۔ قرآن اور احادیث میں اسراف کی بڑی مذمت آئی ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فضول خرچی سے بچنے کا حکم دیا ہے:

(۱) كُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ ○ کھاؤ پو اور اسراف نہ کرو۔ خدا فضول

خرچی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (سورہ اعراف: آیت ۳۱)

(۲) ... وَلَا تَبْذُرُوا نَبْذِيرًا ○ إِنَّ الْمُبْتَلِينَ سَمَّوْا اِخْوَانَ الشَّيْطَانِ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا ○

فضول خرچی سے مال نہ اڑاؤ کہ فضول خرچی کرنے والے تو شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے

پروردگار کا ناشکر ہے۔ (سورہ بنی اسرائیل: آیت ۲۶-۲۷)

(۳) اِنَّ الْمُسْرِفِينَ هُمْ اَصْحَابُ النَّارِ فَضُولِ خَرْچِي كَرْنِي وَ لِي دَرْخِي هِي۔ (سورہ مومن: آیت ۲۳)

ابان بن تغلب کوئی بیان کرتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ اللہ نے جسے مال دیا ہے اسے عزت سے ہمکنار کیا ہے اور جسے مفلس بنایا ہے اس کی خدا کے ہاں کوئی قدر و قیمت نہیں ہے؟ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ مال اللہ کا مال ہے۔ اس نے اس کو چند افراد کے پاس امانت رکھا ہے اور ان کو اجازت دی ہے کہ وہ حد اعتدال میں رہ کر کھائیں پیئیں، اعتدال میں رہ کر نکاح کریں اور اعتدال میں رہ کر سواری خریدیں اور اپنی فاضل دولت مومنین میں تقسیم کریں اور انھیں فقر سے نجات دلائیں۔ لہذا جو شخص اعتدال میں رہ کر کھائے پئے، اعتدال میں رہ کر سواری خریدے اور اعتدال میں رہ کر شادی بیاہ کرے تو وہ اس کے لیے حلال ہے۔ اور اگر کوئی حد اعتدال سے زائد خرچ کرے تو وہ اس کے لیے حرام ہوگا۔ (مزید وضاحت کے لیے آپ نے فرمایا) تمہارا کیا خیال ہے کہ خدا نے جسے دولت دی ہے اسے یہ اجازت بھی دی ہے کہ وہ دس ہزار درہم کا گھوڑا خریدے جبکہ بیس درہم کا گھوڑا اس کے لیے کافی ہے اور ہزار دینار کی کینز خریدے جبکہ بیس دینار کی کینز سے بھی اس کا کام چل سکتا ہے؟ خدا کا فرمان ہے: لَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ ○ اسراف نہ کرو۔ بیشک اسراف کرنے والے خدا کو ناپسند ہیں۔ (سورۃ النعام: آیت ۱۴۲)

(مستدرک الوسائل ج ۱۵، ص ۲۷۰۔ بحار الانوار ج ۷۲، ص ۳۰۵)

امیر المومنین علیہ السلام نے زیاد بن ابیہؓ کو لکھا تھا:

میانہ روی اختیار کرتے ہوئے فضول خرچی سے باز آؤ۔ آج کے دن کے لیے کل کو بھول نہ جاؤ۔ صرف ضرورت بھر کے لیے مال روک کر باقی محتاجی کے دن کے لیے آگے بڑھاؤ۔ کیا تم یہ آس لگائے بیٹھے ہو کہ اللہ تمہیں عجز و انکساری کرنے والوں کا اجر دے گا حالانکہ تم اس کے نزدیک متکبروں میں سے ہو؟ اور یہ طمع رکھتے ہو کہ وہ خیرات کرنے والوں کا ثواب تمہارے لیے قرار دے گا حالانکہ تم عشرت سامانیوں میں لوٹ رہے ہو اور بے کسوں اور بیواؤں کو محروم کر رکھا ہے۔ انسان اپنے ہی کئے کی جزا پاتا ہے اور جو آگے بھیج چکا ہے وہی آگے بڑھ کر پائے گا۔ والسلام (بیچ البلاغہ، مکتوب ۲۱)

۱۔ جب عبید اللہ ابن عباس بصرہ، اہواز، فارس اور کرمان کے گورنر تھے تو یہ زیاد (بن سمیہ) بصرہ میں ان کا قائم مقام تھا۔ معاویہ بن ابی سفیان نے رسم جاہلیت کو زندہ کر کے اسی زیاد کو اپنا بھائی قرار دیا تھا اور اسے عراق کا گورنر بنایا تھا۔ جب وہ عراق کا گورنر تھا اور سعید بن سرح امام حسن علیہ السلام کے پاس پناہ گزین ہوئے تو اس نے امام حسن علیہ السلام کو لکھا:

”یہ سمجھ لو کہ اگر میں سعید کا گناہ معاف کر دوں تو یہ تمہاری سفارش کی وجہ سے نہیں ہوگا اور اگر میں اسے قتل کر دوں تو یہ تمہارے قاتل باپ کی دوستی کی وجہ سے ہوگا۔“

روز عاشور حضرت حر ابن یزید ریاحیؓ باطل سے منہ موڑ کر حق کی طرف آئے تھے جبکہ زیاد بن ابیہؓ حق سے کترا کر باطل کی طرف چلا گیا تھا۔ اَللّٰهُ وَلِيُّ الْمُنِیْمِیْنَ اٰمَنُوْا بِمُحِبِّهِمْ مِّنَ الظَّالِمٰتِ اِلٰی النُّوْرِ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا اَوْلٰیٰئُهُمُ الطَّاغُوْثُ یُخْرِجُوْنَہُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلٰی الظُّلُمٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○ (رضوانی)

۱۰۸۔ کفرانِ نعمت

انسانی عقل کا تقاضا ہے کہ انسان خدا کی نعمتوں کا شکر بجالائے اور اس کی دی ہوئی نعمتوں کو ضائع ہونے سے بچائے۔ اسلام بھی عقل سلیم کے تقاضے کی تائید کرتا ہے اور نعمتوں کو ضائع کرنے سے روکتا ہے۔ شکرِ نعمت کی عملی صورت یہ ہے کہ نعمت کو صحیح مصرف میں خرچ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اگر تم نے شکر کیا تو میں اپنی نعمتوں میں اضافہ کروں گا اور اگر تم نے ناشکری کی تو میرا عذاب بہت سخت ہے۔

کافی میں امیر المؤمنین سے منقول ہے کہ کلام خداوندی میں لفظ کفر یا کفرِ باج معافی میں استعمال ہوا ہے۔ ان میں سے ایک قسم کا تعلق کفرانِ نعمت سے ہے۔ جب آصف بن برخیا نے چشمِ زدن میں ملکہ سبا کا تخت بین سے حضرت سلیمان کے سامنے فلسطین میں لا کر رکھا تو اس وقت حضرت سلیمان نے کہا تھا: هَذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّي لِيَلْزُمُنِي ۚ أَشْكُرُكُمْ أَمْ أَكْفُرُكُمْ وَمَنْ شَكَرَ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ رَبِّي غَنِيٌّ كَرِيمٌ ۝ یہ میرے پروردگار کا فضل ہے تاکہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا کفرانِ نعمت کرتا ہوں۔ اور جو کوئی شکر کرتا ہے تو اپنے ہی فائدے کے لیے شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے تو میرا پروردگار بے نیاز اور کرم کرنے والا ہے۔ دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَادْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ ۝ تم مجھے یاد کرو۔ میں تمہیں یاد کروں گا اور تم میرا شکر ادا کرو اور کفرانِ نعمت نہ کرو۔ (کافی ج ۲، ص ۳۹۰)

مصومین علیہم السلام نے بھی اپنے ارشادات میں شکرِ نعمت اور کفرانِ نعمت کی توضیح فرمائی ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: کھانا کھا کر شکر کرنے والے کو دیا ہی اجر دیا جائے گا جیسا مخلص روزہ دار کو دیا جائے گا اور شکر کرنے والے تندرست شخص کو مصیبت پر صبر کرنے والے جیسا اجر دیا جائے گا۔ نعمتوں پر شکر کرنے والے کو قناعت کرنے والے محروم شخص کا سا اجر دیا جائے گا۔ (کافی ج ۲، ص ۹۳)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ تین چیزوں کی موجودگی میں تین چیزیں نقصان نہیں پہنچاتیں:

(۱) توفیقِ دعا کی موجودگی میں مصیبت نقصان نہیں پہنچاتی۔

(۲) توبہ کی موجودگی میں مصیبت نقصان نہیں پہنچاتی۔

(۳) شکرِ نعمت کی موجودگی میں نعمت زائل نہیں ہوتی۔ (ایضاً)

خدا جب کسی بندے کو نعمت دیتا ہے اور وہ اپنے دل سے اس نعمت کی قدر کرتا ہے اور زبان سے خدا کی حمد بجالاتا ہے تو ابھی اس کا کلام مکمل نہیں ہوتا کہ خدا اس کے لیے مزید نعمت کا حکم جاری کر دیتا ہے۔ (ایضاً)

نعمت کا شکر محرمات سے بچنا ہے اور شکر کی تکمیل اَلْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ کہنے سے ہوتی ہے۔ (ایضاً)

۱۰۹۔ معاش میں میانہ روی کو چھوڑ دینا

کچھ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ اسلام میں معاش کے قاعدے قانون نہیں ہیں۔ اور اگر کوئی قانون

ہے تو وہ غیر لازمی ہے۔ اس غلط فہمی کے سبب کچھ لوگوں نے اپنے آپ کو روپیہ بنانے کی مشین بنالیا ہے۔ انہوں نے زیادہ دولت کی لالچ میں اپنا سکہ چین غارت کر لیا ہے اور وہ مال بنانے کے چکر میں اتنے مصروف رہتے ہیں کہ وہ اپنے بیوی بچوں کے لیے بھی وقت نہیں نکال سکتے۔ دوسری طرف ایسے لوگ بھی ہیں جو سرمائے کی دوڑ جیتنے کے لیے قرض کا سہارا لیتے ہیں اور جب انہیں خاطر خواہ کامیابی نہیں ملتی تو وہ اپنی قسمت کو کوسنے لگتے ہیں حالانکہ دونوں ہی طرز فکر غلط ہیں۔ آئیے اس کے متعلق ہم قرآن اور ہادیان دین سے رہنمائی حاصل کریں:

اللہ تعالیٰ اپنے پیارے بندوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے: وَالَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ قَوَامًا ۝ اور جب وہ خرچ کرتے ہیں تو نہ تو فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ ہی کجی کرتے ہیں۔ وہ حد اعتدال میں رہ کر خرچ کرتے ہیں۔ (سورہ فرقان: آیت ۶۷)

سورہ بنی اسرائیل کی آیت ۲۹ میں اپنے حبیب کو نصیحت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اپنے ہاتھ کو نہ تو بہت تنگ کر لو (کہ کسی کو کچھ دو ہی نہیں) اور نہ بالکل کھول ہی دو (کہ سبھی کچھ دے ڈالو اور انجام یہ ہو کہ) ملامت زدہ اور درماندہ ہو کر بیٹھ جاؤ۔

امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا ہے: معاش میں آمد و خرچ کا حساب نہ رکھنا افلاس لاتا ہے اور میانہ روی نصف زندگی ہے اور جس نے اعتدال کا راستا اپنایا وہ کبھی مفلس نہیں ہوا۔ (بخاری الانوار ج ۶۸، ص ۳۲۸)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: ایک مسلمان کے کمالات کو تین نکات میں بیان کیا جاسکتا ہے:

(۱) دین کی سوجھ بوجھ (۲) مشکلات میں ثابت قدمی (۳) معاش اور زندگی میں میانہ روی (کافی ج ۱، ص ۳۲)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ چار آدمیوں کی دعاء قبول نہیں کرتا:

- (۱) اس شخص کی دعا جو کوئی کام نہ کرے، اپنے گھر میں بیٹھا یہ دعا کرتا رہے کہ اللّٰهُمَّ ارزقنی یعنی الہی! رزق بھیج۔ خدا ایسے شخص سے کہتا ہے: کیا میں نے تجھے رزق تلاش کرنے کا حکم نہیں دیا تھا؟
- (۲) اس شخص کی دعا قبول نہیں ہوتی جس کی بیوی اسے آزار پہنچاتی اور تنگ کرتی ہو اور اس کے بس میں ہو کہ اسے مہر دے کر طلاق دیدے لیکن اسے طلاق نہ دیتا ہو بلکہ یہ دعا مانگتا ہو کہ خدایا! مجھے اس عورت کے شر سے نجات دے۔ خدا ایسے شخص سے کہتا ہے: کیا میں نے تجھے طلاق کا حق نہیں دیا؟
- (۳) اس شخص کی دعا جسے خدا نے مال دیا تھا اور اس نے مال کو اللوں تلوں میں اڑا دیا ہو اور پھر دعا مانگتا ہو اللّٰهُمَّ ارزقنی خدا ایسے شخص سے کہتا ہے: کیا میں نے تجھے میانہ روی کا حکم نہیں دیا تھا؟
- (۴) اس شخص کی دعا جو اپنا مال کسی کو بغیر گواہ اور رسید کے قرض دے اور جب قرضدار قرض ادا نہ کرے تو یہ دعا کرے کہ خدایا! میرا روپیہ واپس دلا دے۔ خدا ایسے شخص سے کہتا ہے: کیا میں نے تجھے گواہ مقرر کرنے کا حکم نہیں دیا تھا؟ (کافی ج ۲، ص ۵۱۱)

۱۱۰۔ حرص، بخل، خوف اور طمع

یہ ایک حقیقت ہے کہ اخلاقی فضائل انسان کے کمال کی اساس ہیں۔ اگرچہ فقہاء نے ان کے چھوڑنے کو رسمی طور پر حرام قرار نہیں دیا لیکن ان کی اہمیت اتنی زیادہ ہے کہ اگر ان کا خیال نہ رکھا جائے تو انسان حرام میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ان کا خیال نہ رکھنے سے عقیدے کا انحراف پیدا ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں اعتقادات اور احکامات کے ساتھ ساتھ خدا نے اخلاقی مسائل کو بھی بیان کیا ہے۔ خدا نے اپنے حبیب کو یہ حکم دیا کہ وہ خدا شناسی اور توحید کے بعد لوگوں کو اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دیں۔ اعلیٰ اخلاق کی تعلیم کے بعد لوگوں کو احکام اور حکمت کی تعلیم دیں۔

سورہ جمعہ آیت ۲ میں ہے... يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ... رسول ان کے سامنے آیات الہی پڑھتے ہیں، ان کو پاک کرتے ہیں اور (خدا کی) کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مشہور حدیث ہے: بُعِثْتُ لِأَتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ. مجھے اس لیے بھیجا گیا ہے تاکہ میں اعلیٰ اخلاق کی تکمیل کروں۔

اس لیے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اپنے آپ کو بری صفات سے دور رکھے اور اعلیٰ اوصاف سے متصف کرے۔ حرص، بخل، خوف اور طمع کی مذمت میں بہت سی احادیث منقول ہیں۔

حضرت رسول اکرم نے امام علیؑ سے فرمایا: اِعْلَمْ يَا عَلِيُّ! اِنَّ الْبُخْلَ وَالْبُخْلَ وَالْمَحْرُصَ غَرِيْزَةَ وَاَحَدَةٌ يَجْمَعُهَا سُوءُ الظَّنِّ (باللہ) علی! تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ خوف، بخل اور حرص بظاہر تین صفات ہیں لیکن ان سب کا سرچشمہ ایک ہے اور وہ ہے خدا کے متعلق بدگمانی رکھنا۔

(میزان الحکمة ج ۱، ص ۵۸۸ بحوالہ علل الشرائع ص ۵۵۹)

مؤلف عرض کرتا ہے:

حضرت کے کلام میں خوف سے مراد تنگدستی کا خوف ہے جیسا کہ اس آیت میں آیا ہے: وَلَا تَقْتُلُوا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ نَّحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِباؤُكُمْ اِپْنِ اَوْلَادِكُمْ تَقْتُلُوْهُمُ مِنَ الْخَوْفِ نَقْلٌ نَدْرُوْنَ اَنْ يَّمُرَ بِكُمْ رِزْقٌ دِيْتِے ہیں اور تمہیں بھی ہم رزق دیتے ہیں۔ (سورہ بنی اسرائیل: آیت ۳۱)

امام علی علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ حرص کیا ہے؟ اس کے جواب میں آپ نے یہ تاریخی جملہ فرمایا: هُوَ طَلَبُ الْقَلِيْلِ بِاِصَاعَةِ الْكَيْبِيْرِ. قلیل کو پانے کے لیے کثیر کو ضائع کیا جائے۔ (ایضاً) آپ نے فرمایا: حرص اور بخل خدا پر بے اعتمادی کی دلیل ہے۔ (ایضاً)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے ابو بصیر کو حرص کا علاج بتاتے ہوئے فرمایا: کیا تم غمگین نہیں ہوتے؟ کیا تم مضمحل نہیں ہوتے؟ اور کیا تم دکھی نہیں ہوتے؟ ابو بصیر نے کہا: جی۔ یہ سب کچھ ہوتا ہے۔

آپ نے فرمایا: جب یہ کیفیات طاری ہونے لگیں اس وقت موت کو یاد کرو اور یہ سوچو کہ قبر میں تنہائی ہی تنہائی ہوگی اور تمہاری آنکھوں کی چربی بہہ کر رخساروں پر آجائے گی اور تمہارا جڑ جڑ الگ ہو جائے گا اور کیڑے تمہارا گوشت کھائیں گے۔ تمہارا بدن گل جائے گا اور تم دنیا سے کٹ جاؤ گے۔ جب تم یہ سوچو گے تو تمہیں عمل کرنے کی تحریک ملے گی اور تم حرص دنیا سے دور ہو جاؤ گے۔ (بخاری الانوار ج ۶، ص ۳۲۲)

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

ہر شے کی بنیاد طمع اور ہر خیر کی بنیاد طمع سے دوری ہے۔ (غرر الحکم، رقم ۱۱۶)

۱۱۱۔ ذخیرہ اندوزی

روزمرہ ضرورت کی اشیاء کو بچھنے کی نیت سے ذخیرہ کرنے کو اصطلاح میں ”احکاکار“ کہا جاتا ہے۔ احکاکار کے حرام ہونے پر تمام شیعہ سنی علماء کا اجماع ہے جیسا کہ شیخ صدوق، شیخ طوسی، شہید اول اور شہید ثانی نے اس کی تصریح کی ہے۔ ذخیرہ اندوزی انتہائی غیر اخلاقی اور غیر انسانی ہے۔ اسلام تو انسانیت کی صلاح و فلاح کی ضمانت اور مروت و مومناات کا درس دیتا ہے جبکہ ذخیرہ اندوزی انسانیت کے خلاف ایک بڑی خیانت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہادیان دین نے ذخیرہ اندوزی کی شدید مذمت فرمائی ہے۔

ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو شخص تجارت کرتا ہے اور روزی طلب کرتا ہے تو خدا اسے روزی دیتا ہے اور جو تاجر گرانی کے انتظار میں اجناس کی ذخیرہ اندوزی کرتا ہے وہ خدا کی لعنت کا مستحق قرار پاتا ہے۔ (الاستبصار ص ۱۱۳)

حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں غلہ نایاب ہو گیا تو مسلمان آپ کی خدمت میں آئے اور کہنے لگے: یا رسول اللہ! خوراک کی قلت ہو گئی ہے مگر فلاں شخص کے پاس غلہ کا ذخیرہ ہے۔ آپ اسے حکم دیں کہ وہ ہمیں غلہ فروخت کرے۔ آنحضرت منبر پر تشریف لے گئے اور حمد و ثنا کے بعد اس شخص کو مخاطب کر کے فرمایا: مسلمان کہہ رہے ہیں کہ بازار میں غلہ دستیاب نہیں ہے مگر تمہارے پاس اس کا ذخیرہ موجود ہے لہذا تم اسے بازار میں لاؤ اور مسلمانوں کے ہاتھوں فروخت کرو۔ غلہ روکنے کی غلطی نہ کرو۔ (الاستبصار ص ۱۱۳)

فقہائے کرام کے فتوؤں سے معلوم ہوتا ہے کہ ذخیرہ اندوزی اس وقت حرام ہے جب بازار میں غلہ موجود نہ ہو یا اس کی قلت ہو۔ اگر بازار میں غلہ عام ملتا ہو تو ذخیرہ کرنا حرام نہیں ہے۔

روایات میں ان دس چیزوں کی ذخیرہ اندوزی کی سخت ممانعت آئی ہے:

- (۱) گندم (۲) جو (۳) خربا (۴) کشمش (۵) مکئی
- (۶) کھجور (۷) تیل (۸) شہد (۹) پیاز (۱۰) اخروٹ

(بخاری الانوار ج ۹۵، ص ۲۹۲)

احتمال یہ ہے کہ بازار میں جو بھی چیز نایاب یا کمیاب ہو جائے اس کو ذخیرہ کرنے والا ذخیرہ اندوز شمار کیا جائے گا اور فصل حرام کا مرکب قرار پائے گا۔ ایک احتمال یہ ہے کہ احکام مطلق طور پر حرام ہو اور اس کا کسی چیز کے کمیاب ہونے سے کوئی واسطہ نہ ہو جیسا کہ رسول خدا سے منقول ہے۔ آپ نے فرمایا: مَنْ جَمَعَ طَعَامًا يَتَرَبَّصُّ بِهِ الْغَلَاءُ أَوْ بَعِيْنٌ يَوْمًا فَقَدْ بَوَّئِيَ مِنَ اللَّهِ وَبَوَّئِيَ اللَّهُ مِنْهُ. جو شخص مہنگائی کے انتظار میں چالیس دن تک غلے کی ذخیرہ اندوزی کرے وہ اللہ سے بیزار ہے اور اللہ اس سے بیزار ہے (بخاری الاوارج ۹۵، ص ۲۹۲)

آیت اللہ ثینی لکھتے ہیں: احکام حرام ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ مسلمانوں کی ضرورت کے باوجود انسان غلہ روک کر اس کی مہنگائی کا انتظار کرے اور جب بازار میں غلہ عام ملتا ہو اور کوئی شخص مہنگا ہونے کی نیت سے اسے اسٹور کرے تو یہ حرام نہیں ہے البتہ اس کا یہ فعل مکروہ ہے اور اگر کوئی شخص ایسے وقت غلہ اپنے پاس ذخیرہ رکھے جبکہ غلہ مہنگا ہو رہا ہو اور ذخیرہ اندوز اس کو اپنی ضروریات کے لیے ذخیرہ کئے ہوئے ہو تو یہ نہ حرام ہے اور نہ مکروہ۔ اتویٰ یہ ہے کہ ذخیرہ اندوزی کی حرمت چار قسم کے غلوں اور گھی تیل کے ساتھ مخصوص ہے البتہ لوگوں کی ضروریات کو ذخیرہ کرنا قابل نفرت ہے۔ اس کے باوجود اس پر احکام کے احکام نافذ نہیں ہوں گے۔ حاکم شرع کو چاہیے کہ وہ ذخیرہ اندوز کو جنس فروخت کرنے پر مجبور کرے۔ احتیاط یہ ہے کہ اس کی جنس کی قیمت مقرر نہ کی جائے لیکن اگر وہ بہت زیادہ قیمت پر بیچنا چاہتا ہو تو پھر قیمت مقرر کر دینی چاہیے۔ قیمت کا مقرر کرنا یا نہ مقرر کرنا حاکم کی مصلحت پر موقوف ہے۔ (تحریر الوسیلہ ج ۱، ص ۵۰۱)

۱۱۲۔ زیادہ دولت جمع کرنا

قرآن مجید فرماتا ہے: وَالَّذِينَ يَكْتُمُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يَنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ يَوْمَ يُخْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فُتَكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَأَطْرُقُهُمْ هَذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُونَ ۝ (اے رسول) جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ان کو دردناک عذاب کی خبر سنا دو۔ جس دن وہ مال دوزخ کی آگ میں خوب گرم کیا جائے گا اور پھر اس سے ان کی پیشانیوں، پسلیوں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ وہی دولت ہے جو تم نے اپنے لیے جمع کی تھی۔ اب اس کا مزہ چکھو۔ (سورہ توبہ: آیت ۳۴-۳۵)

بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ آیت ان لوگوں کے لیے ہے جو جس و زکات نہیں دیتے، اپنے اہل خانہ پر خرچ نہیں کرتے، واجب حج نہیں کرتے اور کفارات، صلہ رحمی اور اسلامی حکومت کی حفاظت کے لیے اپنی دولت خرچ نہیں کرتے۔

علامہ طبری لکھتے ہیں کہ جب وَالَّذِينَ يَكْتُمُونَ الذَّهَبَ کی آیت نازل ہوئی تو رسول اکرم نے فرمایا: تَبَا لِلذَّهَبِ تَبَا لِلْفِضَّةِ ہلاکت ہے سونے کے لیے اور ہلاکت ہے چاندی کے لیے۔ آپ نے یہ جملہ تین مرتبہ

ارشاد فرمایا۔ صحابہ کو یہ بات شاق گزری۔ اس وقت حضرت عمرؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم سونا چاندی جمع نہ کریں تو کیا چیز جمع کریں؟ رسول خداؐ نے فرمایا کہ تم ذکر کرنے والی زبان، شکر کرنے والا دل اور ایسی مومن بیوی کو اپنا ذخیرہ بناؤ جو دین میں تمہاری مددگار ہو۔ (تفسیر مجمع البیان ج ۵، ص ۴۷)

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: درہم دینار نے تم سے پہلے والے لوگوں کو ہلاک کیا تھا اور یہ تم کو بھی ہلاک کریں گے۔ (خصال ص ۴۳)

خلافت عثمانی میں جب اعلیٰ حکام بیت المال سے بڑی بڑی جاگیریں بنا رہے تھے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ وَالَّذِينَ يَكْتُمُونَ الذَّهَبَ کی آیت بلند آواز سے پڑھتے تھے اور لوگوں کو دولت جمع کرنے سے روکتے تھے۔ حضرت ابوذرؓ کی تبلیغ سے دربار خلافت کے ماتھے پر شکنیں آئیں اور حضرت عثمانؓ نے ان کو دربار میں طلب کر کے کہا کہ تم نے یہ کیا تبلیغ شروع کر رکھی ہے؟ حضرت ابوذرؓ نے فرمایا: عثمان! میں تمہیں حبیب خدا کی زندگی کا ایک واقعہ سناتا ہوں۔ ایک رات ہم اللہ کے رسولؐ کی خدمت میں گئے تو وہ بہت اداس اور پریشان تھے۔ جب ہم دوسرے دن حاضر ہوئے تو وہ بڑے خوش تھے۔ ہم نے آنحضرتؐ سے اس کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا: کل رات میں اس لیے پریشان تھا کہ میرے پاس بیت المال کے چار دینار بیچ گئے تھے جنہیں میں تقسیم نہیں کر سکا تھا اور مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں اس حالت میں میرا بلاوا نہ آجائے۔ آج میں نے وہ دینار تقسیم کر دیئے ہیں اس لیے اب میں مطمئن ہوں۔ پھر حضرت ابوذرؓ نے خلیفہ سے کہا: یہ بتاؤ کہ چار دینار زیادہ ہوتے ہیں یا ایک لاکھ دینار جو تم نے جوڑ رکھے ہیں؟

حضرت عثمانؓ نے (اپنے درباری عالم) کعب الاحبار کی طرف دیکھا (جو حضرت عمرؓ کے دور میں مسلمان ہوا تھا) اور اس سے پوچھا کہ آپ بتائیں کہ اگر کوئی آدمی زکات ادا کرے تو اس کے بعد بھی اس پر کوئی فریضہ باقی رہ جاتا ہے؟ کعب نے کہا: ہرگز نہیں۔ اگر زکات ادا کرنے کے بعد کوئی شخص سونے چاندی کی اینٹیں بنا کر بھی اپنے پاس رکھے تو کوئی حرج نہیں۔ حضرت ابوذرؓ یہ بات برداشت نہ کر سکے اور انہوں نے اپنا عصا کعب کے سر پر مار کر کہا: اے یہودی کی اولاد! تیری کیا مجال کہ تو احکام اسلام میں مداخلت کرے؟ اللہ کی بات ہر بات سے بالاتر ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے: وَالَّذِينَ يَكْتُمُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ...^۱

۱۔ جب عبدالرحمن بن عوف کا انتقال ہوا اور ان کا ترکہ تقسیم کے لیے خلیفہ کے پاس لایا گیا تو اس میں سونے چاندی کا ایک بڑا ڈھیر شامل تھا۔ اتفاق سے یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب حضرت ابوذرؓ کو شام سے معاویہ نے جلاوطن کر کے مدینے بھیجا تھا اور حضرت ابوذرؓ دربار خلافت میں موجود تھے۔ حضرت عثمانؓ نے کعب الاحبار سے پوچھا: جو شخص میراث میں اتنا سونا چھوڑ کر مرے کیا اس سے بھی کوئی پریش ہوگی؟ کعب الاحبار نے کہا: نہیں۔ حضرت ابوذرؓ یہ بات برداشت نہ کر سکے اور اپنا عصا کعب کے سر پر مار کر بولے: اے یہودی کی اولاد! کیا تو ہمیں ہمارا دین سکھانے آیا ہے؟ پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت فرمائی: وَالَّذِينَ يَكْتُمُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ (علی بن حسین مسعودی، مروج الذهب ج ۲، ص ۳۳۹) رضوانی

تفسیر نور الثقلین میں امالی طوسی کے حوالے سے مرقوم ہے کہ جب وَالَّذِينَ يَخْتَفُونَ الْفِضَّةَ وَالذَّهَبَ کی آیت نازل ہوئی تو رسول خداؐ نے فرمایا: جس مال کی زکات ادا کی گئی ہو تو وہ کسز شمار نہیں ہوگا اگرچہ زمین کے ساتویں طبق کے نیچے ہی کیوں نہ ہو اور جس مال کی زکات ادا نہ کی گئی ہو وہ کسز ہے اگرچہ زمین کے اوپر ہی کیوں نہ ہو۔ (ج ۲، ص ۲۱۳)

تفسیر مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ امام علی علیہ السلام نے فرمایا: چار ہزار دینار سے زائد رقم کسز ہے خواہ اس کی زکات ادا کر دی گئی ہو اور چار ہزار دینار سے کم رقم انسان کا نان نفقہ ہے۔

معاذ بن کثیر کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا کہ آپ نے فرمایا: قائم آل محمدؑ کے ظہور سے قبل ہمارے شیعوں کو دولت کے متعلق آزادی حاصل ہے۔ وہ اپنی دولت جائز مقامات پر خرچ کریں اور جب ہمارے قائم کا ظہور ہوگا تو ہر دولت کا ذہیر رکھنے والے پر دولت رکھنا حرام ہو جائے گی۔ اس پر واجب ہوگا کہ اپنی تمام دولت خدمت امام کے لیے منظر عام پر لے آئے تاکہ امام کو دشمنوں پر غلبہ نصیب ہو اور اس کے متعلق اللہ نے وَالَّذِينَ يَخْتَفُونَ الْفِضَّةَ وَالذَّهَبَ کی آیت میں اشارہ کیا ہے۔ (کافی ج ۴، ص ۶۱)

مؤلف عرض کرتا ہے:

یہ احتمال بھی ہے کہ موجودہ دور میں بھی سونا چاندی ذخیرہ کرنا حرام ہو کیونکہ آیت کے ظاہری الفاظ اسی پر دلالت کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں اگر ہم خدا کے پیارے افراد کی زندگی کا جائزہ لیں تو ہمیں یہ بات دکھائی دیتی ہے کہ انھوں نے دولت کے انبار جمع نہیں کئے تھے۔

شیعوں کو چاہیے کہ حضرت بقیۃ اللہ الاعظم عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے ظہور مبارک سے قبل غریبوں اور محروموں کی مدد کریں اور ان کے ظہور مبارک کے بعد اپنی ساری دولت خدمت اسلام کے لیے آنجناب کی خدمت اقدس میں پیش کر دیں۔ واللہ اعلم بالصواب

۱۱۳۔ گمراہی کے مراکز کی تعمیر

ابن ادریس سرائز میں لکھتے ہیں: یہود و نصاریٰ کے معبد بنانا، صلیب بنانا، جوا کا سامان بنانا، بت بنانا اور ان کاموں کی اجرت لینا حرام ہے۔ اسی طرح کم تولنا، ملاوٹ کرنا اور دشمنان اسلام کے لیے (جبکہ مسلمانوں اور کافروں میں جنگ ہو رہی ہو) ہتھیار بنانا بھی حرام ہے۔

مؤلف کہتا ہے کہ مذکورہ بالا جملے میں گناہ سے تعاون کی چند مثالیں بیان کی گئی ہیں اور ان کی حرمت میں کوئی شک نہیں ہے۔ قرآن کریم میں ہے: تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللَّهَ... نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کرو اور گناہ اور ظلم کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد نہ کیا کرو۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ (سورۃ مائدہ: آیت ۳)

۱۱۴۔ نماز جمعہ کے اوقات میں خرید و فروخت

اگر نماز جمعہ کو واجب یعنی قرار دیا جائے تو نماز جمعہ کی اذان کے بعد ہر طرح کی خرید و فروخت حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ جمعہ میں ارشاد فرمایا ہے: **اِذَا نُوذِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ** ○ جب جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے تو نماز کے لیے جلدی کرو اور ہر طرح کی خرید و فروخت چھوڑ دو۔ اگر سمجھو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔

صاحب حدائق لکھتے ہیں کہ اذان جمعہ بلند ہونے کے بعد خرید و فروخت کے حرام ہونے کے متعلق شیعہ علماء میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (استاد شہید مرتضیٰ مطہری اپنی کتاب ”سخن“ مطبوعہ جامعہ تعلیمات اسلامی میں بعنوان خطبہ دمبر فرماتے ہیں: ”جیسے ہی نماز جمعہ کے لیے مؤذن کی صدا بلند ہو، اس کے بعد خرید و فروخت حرام ہے۔ نص قرآنی ہے کہ **وَذَرُوا الْبَيْعَ** یہ اسلام کے مسلمات میں سے ہے۔ اس بارے میں شیعہ اور سنی کا کوئی اختلاف نہیں کہ اگر کہیں صحیح طریقے سے جمعہ کی نماز ہوتی ہو اور اذان ہو جائے تو مثلاً اگر کوئی دکاندار ترازو کے پاس بیٹھا یا کھڑا ہے اور گاہک مثلاً اس سے خرید رہا ہے اور وہ چھری لیے ہوئے پتھر کاٹ رہا ہے تو جیسے ہی اللہ اکبر کی آواز بلند ہو، دکاندار اور گاہک دونوں پر واجب ہے کہ ہاتھ روک لیں اور فوراً نماز کے لیے لگیں“)

علامہ حلی نے اپنی کتابوں منتہی اور تذکرہ دونوں میں لکھا ہے کہ اذان جمعہ کے بعد خرید و فروخت کے حرام ہونے پر اجماع ہے اور **اِذَا نُوذِيَ لِلصَّلَاةِ** کی آیت اس پر دلالت کرتی ہے۔

مؤلف کہتا ہے:

یہ حرمت ذاتی ہے، نماز جمعہ میں شرکت کے لیے نہیں ہے۔ اگرچہ آیت میں ”بیع“ کے چھوڑنے کا حکم ہے مگر یہ حرمت صرف بیع تک محدود نہیں ہے۔ اس حرمت میں ہر طرح کی خرید و فروخت، معاملات اور صلح، اجارہ اور طلاق جیسے دوسرے ایقاعات بھی شامل ہیں۔ یہ آیت نماز جمعہ کی تیاری اور اس میں شرکت کا حکم دے رہی ہے اور ہر وہ عمل جو اس میں رکاوٹ ہو اس کی حرمت کو یقینی بنا رہی ہے اور اگر بالفرض ہم اس کی حرمت کو تسلیم نہ کریں تو کم از کم احتیاط کے تقاضوں کے تحت ہمیں نماز جمعہ کے منافی ہر کام کو حرام تسلیم کرنا چاہیے۔

۱۱۵۔ سونے چاندی کے برتنوں کی خرید و فروخت

سونے چاندی کے برتنوں کی خرید و فروخت حرام ہے بلکہ جن برتنوں پر سونے چاندی کا پانی چڑھایا گیا ہو ان کی خرید و فروخت بھی حرام ہے۔ علامہ حلی اپنی کتاب مختلف میں فرماتے ہیں کہ اس کی شرعی دلیل حلی کی وہ روایت ہے جو اس نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کی ہے۔ آپ نے فرمایا: ”سونے چاندی کے برتنوں میں بلکہ جن برتنوں پر سونے چاندی کا پانی چڑھایا گیا ہو، کھانا مت کھاؤ۔ نیز شیخ صدوق من لا یحضرہ الفقیہ میں لکھتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سونے چاندی کے برتن استعمال کرنے سے منع کیا تھا۔

۱۱۶۔ قرآن مجید کی خرید و فروخت

بہت سی روایات سے پتا چلتا ہے کہ قرآن کی خطاطی کی خرید و فروخت حرام ہے۔

سامع بن مهران راوی ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: کتاب اللہ کی خریداری نہ کرو بلکہ اس کے کاغذ، جلد اور غلاف کی خریداری کرو اور اپنی رقم قرآن کا معاوضہ سمجھ کر مت دو بلکہ اسے جلد اور کاغذ کا ہدیہ سمجھ کر ادا کرو۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۲، ص ۱۱۴)

ابو بصیر کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے قرآن کی خرید و فروخت کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: میری نظر میں قرآن خریدنا قرآن بیچنے سے افضل ہے۔ (وسائل الشیعہ ص ۱۱۵)

مؤلف عرض کرتا ہے:

بعض فقہاء کہتے ہیں کہ ان روایات سے قرآن مجید کی خرید و فروخت کی کراہت ثابت ہوتی ہے البتہ جلد اور کاغذ اس کراہت سے مستثنیٰ ہیں جبکہ بزرگ علماء میں حرمت کا فتویٰ مشہور ہے اور یہ فتویٰ احتیاط کے عین مطابق ہے۔

شیخ انصاری اپنی کتاب مکاسب میں رقمطراز ہیں کہ علماء کی ایک تعداد قرآن مجید کی خرید و فروخت کو حرام سمجھتی ہے اور بہت سی روایات سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے جیسا کہ سامع نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ روایت نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا: لَا تَبِيعُوا الْمَصَاحِفَ فَإِنَّ بَيْعَهَا حَرَامٌ۔ قرآن مت بیچو۔ اس کا بیچنا حرام ہے۔ سامع نے عرض کیا کہ آپ قرآن خریدنے کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ امام عالی مقام نے فرمایا: تم اس کی جلد، غلاف اور ظرف خریدو اور جن اوراق پر قرآن لکھا ہوا ہے ان کی خریداری مت کرو کیونکہ اوراق کا بیچنا اور خرید کرنا حرام ہے۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۲، ص ۱۱۶)

۱۱۷۔ دشمنان اسلام کو اسلحہ بیچنا

کافروں اور اسلام دشمنوں کی ہر ایسی مدد حرام ہے جو اسلام اور مسلمانوں کی کمزوری کا باعث ہو۔ کافروں کو اسلحہ بیچنا ان کی تقویت اور مسلمانوں کی کمزوری کا سبب ہے اس لیے ان کے ہاتھوں اسلحہ بیچنا حرام ہے اور اگر بالفرض کافروں کی کسی ایسی قوم سے جنگ ہو رہی ہو جو مسلمانوں کی بھی دشمن ہو تو اس صورت میں ان کو اسلحہ بیچنا جائز ہے۔

امام ثمنی لکھتے ہیں: جب دشمنان اسلام مسلمانوں سے جنگ کر رہے ہوں تو ان کو اسلحہ بیچنا حرام ہے اور اگر احتمال ہو کہ آئندہ کبھی یہ اسلحہ مسلمانوں کے خلاف استعمال ہوگا تو بھی اسلحہ بیچنا حرام ہے اور اگر کبھی کافر آپس میں لڑ رہے ہوں تو اس وقت اسلام اور مسلمانوں کی مصلحت دیکھنی چاہیے اور جو پالیسی بہتر دکھائی دے اس پر عمل کرنا چاہیے۔ ایسے حساس مواقع پر مسلمان حکمرانوں کو خوب سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنا چاہیے۔ اگر مسلمانوں کا

کوئی فرقہ شیعوں کے خلاف لڑ رہا ہو تو اسے اسلحہ بیچنا اتنا ہی حرام ہے جتنا کافروں کو بیچنا حرام ہے۔ اسی طرح سے چوروں، ڈاکوؤں اور دیگر سماج دشمن عناصر کو اسلحہ بیچنا بھی حرام ہے۔ (تحریر الوسیلہ ج ۱، ص ۳۹۶)

اسلحہ کے بیوپاری ہندسراج بیان کرتے ہیں کہ میں امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے عرض کیا کہ میں قدیم الایام سے اہل شام کو اسلحہ بیچ رہا ہوں۔ جب خدا نے مجھے آپ کی ولایت کی دولت نصیب کی تو میں نے یہ عہد کیا کہ میں دشمنان آل محمد کو اسلحہ نہیں بیچوں گا۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: تم ان کو اسلحہ بیچو۔ ممکن ہے تمہارا دیا ہوا اسلحہ ایسے لوگوں کے خلاف استعمال ہو جو ہمارے اور ان کے مشترکہ دشمن ہیں لیکن جب تم دیکھو کہ وہ ہم سے آمادہ پیکار ہیں تو پھر انھیں اسلحہ فروخت نہ کرو۔ اگر کوئی اس عالم میں انھیں اسلحہ بیچتا ہے تو وہ مشرک قرار پائے گا۔ (کافی ج ۵، ص ۱۱۲)

سزا نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں اسلحہ بیچتا ہوں۔ میرے لیے کیا حکم ہے؟ امام نے فرمایا: فتنہ کے موقع پر اسلام دشمنوں کو ہتھیار مت بیچو۔ مؤلف کہتا ہے:

یہ ایک فقہی موضوع ہے۔ اس میں مسلمانوں کے مفادات کا تحفظ ہر حال میں ضروری ہے۔

۱۱۸۔ جعلی کرنسی کا کاروبار

جعلی کرنسی کا کاروبار کرنا ملک و قوم کے خلاف گھناؤنی خیانت ہے۔ جو شخص جان بوجھ کر جعلی کرنسی چلاتا ہے وہ حرام کمانے اور قوم کے مفادات کو نقصان پہنچانے کا مجرم ہے۔ جعلی کرنسی سے خریدی گئی چیزوں کا وہ شرعاً مالک نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص جان بوجھ کر جعلی کرنسی کا کاروبار کرتا ہے تو خرید و فروخت کا معاملہ باطل ہے۔ اور اگر کوئی شخص مسئلہ نہ جاننے کی وجہ سے جعلی کرنسی سے کچھ مال خرید کرتا ہے تو جیسے ہی اسے اس کا علم ہو جائے وہ فریق ثانی کو اصلی کرنسی ادا کرے ورنہ وہ اس کا مقروض شمار ہوگا۔ جعلی کرنسی کا کاروبار کوئی نیا کاروبار نہیں ہے۔ پرانے زمانے میں جب سونے چاندی کے سکے ہوتے تھے اس وقت بھی شاطر قسم کے افراد یہ کاروبار کیا کرتے تھے۔ وہ غیر خالص سونے اور غیر خالص چاندی کے سکے ڈھال کر بازار میں بیچ دیتے تھے۔ ہادیان دین نے اپنے دور میں بھی اس کاروبار کو حرام قرار دیا تھا۔

ابو العباس نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے جعلی درہم کے متعلق مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا: اگر اہل شہر اس سے معاملہ کرتے ہیں تو پھر کوئی حرج نہیں ہے لیکن اگر شہر اور بازار والے اس سے معاملہ نہیں کرتے تو تم کو بھی اس سے معاملہ کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۲، ص ۴۷۳)

محقق حلی شرائع الاسلام میں لکھتے ہیں: اگر ملاوٹ شدہ درہم بازار میں سکے رائج الوقت کی حیثیت سے چلتے ہوں اور ملاوٹ کی مقدار معلوم نہ ہو تو ان کے ساتھ خرید و فروخت کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور اگر

ان کا سکہ رائج الوقت ہونا معلوم ہو تو پھر ان سے معاملہ کرنا جائز نہیں ہے۔ اگر ملاوت کی مقدار معلوم ہو تو پھر ان سے معاملہ کرنا جائز ہے۔ (شراعی الاسلام ج ۲، ص ۳۰۳)

آیت اللہ صہبانی تحریر الوسیلہ میں رقمطراز ہیں: منسوخ شدہ کرنسی یا جعلی نوٹوں سے معاملہ کرنا حرام ہے اور ان سے سودا سلف لینا جائز نہیں ہے۔

۱۱۹۔ واجبات پر اجرت لینا

شیخ انصاری مکاسب میں لکھتے ہیں: مشہور قول یہ ہے کہ واجب یعنی یا واجب کفائی کی ادائیگی پر اجرت لینا حرام ہے خواہ اس واجب کا تعلق نماز جیسے تعبدی امور سے ہو یا مردوں کو دفن کرنے جیسے توصلی امور سے ہو۔ بعض علماء نے اس کی حرمت پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے اور یہ دلیل پیش کی ہے کہ عبادت کے لیے اخلاص کا ہونا ضروری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ... انھیں یہی حکم دیا گیا تھا کہ اخلاص کے ساتھ اللہ کی عبادت کریں۔ (سورہ بینہ: آیت ۵) اور یہ بات واضح ہے کہ جہاں اجرت لی جائے وہاں اخلاص ختم ہو جاتا ہے۔

علاوہ ازیں واجبات پر حرمت کی ایک اور دلیل یہ دی جاتی ہے کہ جو شخص واجبات پر اجرت لینا ہے وہ واجب اس کی ملکیت ہی نہیں ہے اور جو چیز ملکیت سے خارج ہو اس پر اجرت لینا جائز نہیں ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ مذکورہ دلائل میں نقص پایا جاتا ہے کیونکہ نوافل اور سنتی امور بھی عبادت میں شامل ہیں لیکن ان کی اجرت لینا بالاتفاق جائز ہے۔ لہذا عدم اخلاص کی دلیل کارگر نہیں ہے۔ نیز ہم دیکھتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک شخص کو اپنے فرزند اسماعیل کی طرف سے حج کرنے کے لیے اجیر مقرر کیا تھا۔ لہذا اگر واجبات کے لیے اجرت حرام ہوتی تو امام جعفر صادق علیہ السلام حج جیسے واجب کام کے لیے ایک شخص کو اجرت دے کر نہ بھیجتے اور جہاں تک عدم ملکیت کی دلیل کا تعلق ہے تو وہ بھی حرمت کا سبب نہیں بن سکتی کیونکہ اجرت دینے والا خاص وقت یا خاص جگہ یا خاص کیفیت کے لیے کسی کو اجیر مقرر کرتا ہے۔ وہ عمل کو اجیر کی صوابدید پر نہیں چھوڑتا۔ اسی لیے یہ دلیل بھی اتنی مضبوط نہیں ہے کہ اس پر کسی فعل کے حرام ہونے کا فتویٰ دیا جاسکے۔

مؤلف عرض کرتا ہے:

امور تعبدی میں اخلاص کا تصور ممکن ہے اور اس مسئلے میں ممانعت کی کوئی روایتی دلیل بھی موجود نہیں ہے اور قول کی شہرت حرمت کے لیے کافی نہیں ہے اور اجماع منقول قابلِ تمسک نہیں ہے اگرچہ احتیاط ترک اجرت میں ہے۔ والعلوم عند اللہ

اس کے بعد شیخ انصاری فرماتے ہیں:

لیکن روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ مکلف کے لیے اذان یا وقت کے اعلان پر اجرت لینا جائز نہیں۔

شہید ثانی کی شرح لمعہ اور شیخ طوسی کی الخلاف میں اس پر شہرت بلکہ اجماع کا دعویٰ کیا گیا ہے۔ امام زین العابدین علیہ السلام کے فرزند حضرت زید شہید نے اپنے آبائے طاہرین کی سند سے روایت کی ہے کہ ایک شخص امیرالمؤمنین کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ خدا کی قسم! میں خدا کے لیے آپ سے محبت کرتا ہوں۔ آپ نے اس سے فرمایا: لیکن میں خدا واسطے تجھ سے بغض رکھتا ہوں۔ اس نے اس کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا: اس لیے کہ تو اذان اور تعلیم قرآن کی اجرت لیتا ہے اور میں نے رسول خدا سے سنا ہے کہ جو قرآن سکھانے کی اجرت لیتا ہے اس کے لیے آخرت میں کوئی اجر نہیں ہے۔ (وسائل الشیعہ ج ۴، ص ۶۶۶۔ ج ۱۷، ص ۱۵۷)

اس کے بعد شیخ انصاری لکھتے ہیں: سابقہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ امامت نماز اور گواہی کی اجرت لینا جائز نہیں ہے کیونکہ گواہوں کے متعلق قرآن مجید (کی سب سے لمبی آیت) میں آیا ہے: وَلَا يَسْأَلُ الشَّهَدَاءُ إِذَا مَا دُعُوا یعنی جب گواہوں کو گواہی کے لیے طلب کیا جائے تو انکار نہ کریں۔ (سورہ بقرہ: آیت ۲۸۲)

یہ روایات اپنی جگہ پر مسلم ہیں لیکن فقہاء نے یہ تصریح بھی کی ہے کہ قضاوت، فتوے اور اذان و اقامت جیسے امور کے لیے بیت المال سے تنخواہ لینا جائز ہے کیونکہ ان معاملات کا تعلق پورے اسلامی معاشرے سے ہے اور بیت المال بھی مسلمانوں کے معاش کا ذریعہ ہوتا ہے البتہ اس کے لیے اتنی شرط ضرور ہے کہ ضروریات سے زیادہ رقم نہ لی جائے۔ (مکاسب ج ۲، ص ۱۴۳)

مؤلف عرض کرتا ہے:

جہاں شبہ ہو وہاں احتیاط ضروری ہوتی ہے۔ فرمان نبوی ہے: وَمَنْ تَرَكَ الشُّبُهَاتِ نَجَّيَ مِنَ الْمَحْرَمَاتِ جس نے مشکوک اور مشتبہ باتوں کو چھوڑا وہ محرمات سے بچ گیا۔

آیت اللہ ثمنی لکھتے ہیں: جو عمل مکلف پر واجب ہو اس کی اجرت لینا حرام ہے جیسا کہ واجب نماز کی اجرت لینا حرام ہے۔ احوط یہ ہے کہ فرض کفائی کی اجرت لینا بھی حرام ہے مثلاً مردوں کے غسل، تکفین اور تدفین جیسے کاموں کی اجرت لینا حرام ہے۔ اگر ”واجب توصلی“ ہو مثلاً یہ کہ کوئی شخص مردے کو دفن کرنے کی اجرت تو نہ لے لیکن کسی مخصوص جگہ یا مخصوص کیفیت کے ساتھ دفن کرنے کی اجرت لے تو منع نہیں ہے جیسا کہ معالج کے لیے بہتر ہے کہ معالج کی اجرت نہ لے۔ اور واجب تعدی ہو مثلاً میت کو غسل دینا تو اس کی اجرت لینا جائز ہے۔ حلال اور حرام سکھانا واجب ہے لہذا اس کی اجرت لینا حرام ہے لیکن تعلیم قرآن کی اجرت لینے میں کوئی عیب نہیں ہے جبکہ خط و کتابت سکھانے، خط پڑھنا سکھانے اور دیگر رائج علوم پڑھانے کی اجرت لینے میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ واجب پر اجرت لینا حرام ہے سے مراد وہ ”واجب“ ہے جو اجیر پر بھی واجب ہو۔ اور اگر وہ اجیر پر واجب نہ ہو جو کسی دوسرے پر واجب ہو تو اس کی اجرت لینا حرام نہیں ہے جیسے کسی مرحوم کے حج، روزہ اور نماز (یا حاجی کے لیے قربانی یا طواف یاری جمرات بصورت یہ کہ وہ نیابت لینے کا مجاز ہو) کی اجرت لینا حرام نہیں ہوگی۔

(تحریر الوسیلہ ج ۱، ص ۳۹۹)

۱۲۰۔ چور بازاری

مسلمانوں سے خیانت کرنا اور انھیں نقصان پہنچانا حرام اور بدترین گناہ ہے۔
شیخ صدوق نے چور بازاری کی یہ تعریف کی ہے کہ اگر کوئی تاجر اپنے دلالوں یا ایجنٹوں کے ذریعے اپنے مال کو مقررہ قیمت سے مہنگا بیچے تو یہ چور بازاری ہے۔

شیخ انصاری رقمطراز ہیں کہ چور بازاری (بلیک مارکیٹ) کو اصطلاح فقہ میں نجش کہا جاتا ہے اور مشہور علماء کے مطابق یہ حرام ہے جیسا کہ صاحب حدائق نے لکھا ہے۔ نیز علامہ حلی نے اپنی کتاب منتہی میں اور محقق ثانی نے اپنی کتاب جامع المقاصد میں لکھا ہے کہ اس کے حرام ہونے پر اجماع ہے اور اس کی دلیل یہ روایت ہے: ابن سنان نے امام جعفر صادق سے اور آپ نے اپنے آبائے طاہرین کی سند سے رسول خدا سے روایت کی ہے کہ وائشمہ اور موتشمة پر (سونیاں چھو کر بدن پر رنگدار نقش و نگار tattoo بنانے والا اور بنوانے والا) اور ناجش و منجوش پر زبان محمد سے لعنت کی گئی ہے۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۲، ص ۳۳۷)

ناجش یعنی چور بازاری کے ذریعے سودا مہنگا بیچنے والے ایجنٹوں پر اور منجوش یعنی چور بازاری کرانے والے کاروباری پر لعنت ہے۔ (مثلاً جیسے بلڈرز اپنے ایجنٹوں کے ذریعے فلیٹ فروخت کرتے ہیں وغیرہ۔ وغیرہ) اس کے بعد شیخ انصاری فرماتے ہیں: مصنوعی گرانی پیدا کرنا انتہائی قبیح ہے اور نقل سے بڑھ کر عقل اس کی مذمت کرتی ہے کیونکہ مصنوعی گرانی پیدا کرنا مسلمانوں کے ساتھ دھوکا اور جان بوجھ کر ان کو آزار پہنچانا ہے۔ آیت اللہ خوئی کے نزدیک بھی مصنوعی گرانی پیدا کرنا حرام ہے۔ انھوں نے شیخ انصاری کے دلائل نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ مصنوعی گرانی پیدا کرنا شیعہ سنی دونوں مذاہب میں یکساں حرام ہے۔

(مصباح الفقاہ ج ۱، ص ۲۳)

بحث کی مناسبت سے ہم یہاں دو تاریخی واقعات پیش کرتے ہیں:

(۱) شیخ طوسی نے اپنی کتاب الخلاف کی تیسری جلد کے صفحہ ۳۵۴ پر لکھا ہے: ایک دن رسول اکرم نے اپنے ایک صحابی عمرو بارتی کو ایک دینار دیا اور فرمایا کہ اس سے میرے لیے ایک ذبہ خرید لاؤ۔ عمرو دینار لے کر بازار گئے۔ وہاں انھوں نے ایک دینار کے دو ذبے خریدے۔ پھر ایک ذبے کو ایک دینار میں فروخت کر دیا۔ کچھ دیر کے بعد وہ واپس آئے اور ایک ذبہ اور ایک دینار رسول اکرم کو پیش کیا اور ذبوں کی خرید و فروخت کی تفصیل بتائی۔ آنحضرت نے اسے دعا دیتے ہوئے فرمایا: اللہ تعالیٰ تیرے معاملہ گر ہاتھ میں برکت ہاتھ عطا فرمائے۔ ہمارے علمائے فقہ اس قصے کو ”معاملہ فضولی“ کے جواز کی دلیل جانتے ہیں لیکن ہم نے اس واقعے کو یہ ثابت کرنے کے لیے لکھا ہے کہ ہر شخص کو Open Market میں اپنی مرضی سے سودا بیچنے کی اجازت ہے اور اس کی آمدنی حلال ہے۔

۱۔ بغیر ارادہ خریداری دوسروں کو پھسانے کے لیے قیمت بڑھانے والا یا بولی دینے والا بھی ناجش ہے۔ (رضوانی)

(۲) کافی جلد ۵ کے صفحہ ۶۱ پر امام جعفر صادق علیہ السلام کے متعلق مرقوم ہے کہ آپ نے مصادف نامی شخص سے فرمایا کہ آج کل ہمارے اخراجات بڑھ گئے ہیں چنانچہ تم ہم سے ایک ہزار دینار لو اور اس سے سامان تجارت لے کر دوسرے تاجروں کے ساتھ سفر کرو۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس طرح سے ہمارے اخراجات پورے ہو سکیں۔ مصادف نے سامان تجارت خریدا اور تاجروں کے قافلے کے ہمراہ شام یا یمن کا سفر کیا۔ ابھی وہاں نہیں پہنچے تھے کہ انھوں نے ایک شخص سے اپنے سامان کی قیمت دریافت کی اور کہا کہ ہم فلاں فلاں چیزیں لائے ہیں۔ اس شہر میں ان کی کیا قیمت ہے؟ اس شخص نے کہا کہ جو سامان آپ لائے ہیں آج کل وہ یہاں کی مارکیٹ میں کمیاب ہے اور اس کے خریدار زیادہ ہیں۔ مصادف بیان کرتا ہے کہ جب ہم نے یہ سنا تو ہم نے آپس میں طے کیا کہ ہم اپنے سامان کو دگنے منافع پر بیچیں گے اور اس سے کم قیمت پر اپنا سامان نہیں بیچیں گے۔ چنانچہ ہم شہر پہنچے اور ہم نے دگنے منافع پر اپنا سامان فروخت کیا۔ پھر میں واپس مدینہ آیا اور امام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میرے پاس رقم کی دو تھیلیاں تھیں۔ میں نے دونوں تھیلیاں امام کی خدمت میں پیش کیں اور عرض کیا کہ یہ ایک ہزار دینار کی تھیلی ہے۔ یہ آپ کا اصل سرمایہ ہے اور یہ دوسری بھی ایک ہزار دینار کی تھیلی ہے۔ یہ آپ کا منافع ہے۔ آپ کو یہ سن کر بڑا تعجب ہوا۔ آپ نے پوچھا: مصادف! کیا تم اتنا منافع کمالائے ہو؟

مصادف کہتا ہے کہ میں نے پورا واقعہ آپ کے گوش گزار کیا۔ واقعہ سن کر آپ ناراض ہوئے اور فرمایا کیا تم نے مسلمانوں کو تنگ کرنے پر ایسا کر لیا تھا؟ مجھے ایسے منافع کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ پھر آپ نے ایک تھیلی اٹھائی اور فرمایا: مصادف! تلواروں کے سامنے جانا آسان ہے لیکن رزق حلال تلاش کرنا بہت مشکل ہے۔ قارئین کرام! آپ نے دونوں واقعات پڑھے۔ پہلے واقعے میں عردہ بارتی نے اوپن مارکیٹ میں ذنبہ بیچا لیکن پہلے سے اس نے یہ طے نہیں کیا تھا کہ میں اسے دگنی قیمت پر فروخت کروں گا۔ اتفاق سے اسے دگنی قیمت مل گئی تو رسول خداؐ نے اسے جائز قرار دیا جبکہ دوسرے واقعہ میں تاجروں نے دگنی قیمت پر مال بیچنے پر ایسا کر لیا تھا اور لوگوں کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھایا تھا اسی لیے امام عالی مقام نے اس روش کی مذمت کی اور حاصل شدہ منافع لینے سے انکار کر دیا تھا۔

۱- جیسے ہمارے ہاں مثال کے طور پر مختلف دوا ساز کمپنی اور ٹرانسپورٹ کمپنی والے یا پمپریل اور فلور مل اور شوگر مل والے یا سینٹ فیکٹری والے یا الیکٹریکس کے تاجروں کی انجمن والے Cartel بنا لیتے ہیں۔ (رضوانی)

محرمات جنسی و ناموسی

۱۲۱۔ نشوز و شقاق

لفت میں نشوز حرکت اور قیام کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ جب کوئی شخص بیٹھا ہوا ہو اور وہ کھڑا ہو جائے تو اس پر لفظ نشوز اور ناشز کا اطلاق ہوتا ہے۔ اسلامی فقہ کی اصطلاح میں میاں بیوی کے نشوز کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے فرائض ادا کرنا چھوڑ دیں۔ میاں بیوی میں سے کوئی ایک فرائض ادا نہ کرے تو اسے ”نشوز“ کہا جاتا ہے اور اگر دونوں اسے چھوڑ دیں تو اسے ”شقاق“ کہا جاتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے: **وَالَّتِي تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاصْرَبُوهُنَّ فَإِنِ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا كَبِيرًا** ○ اور جن عورتوں کی نسبت تمہیں معلوم ہو کہ نافرمانی کرنے لگی ہیں تو پہلے ان کو زبانی سبھاؤ (اگر نہ سمجھیں تو) پھر ان کے ساتھ سونا ترک کر دو۔ اگر اس پر بھی باز نہ آئیں تو زدوکوب کر دو۔ اور اگر فرمانبردار ہو جائیں تو پھر ان کو اذیت دینے کا کوئی بہانہ مت ڈھونڈو۔ بیشک خدا سب سے اعلیٰ اور بڑا ہے۔ (سورہ نساء: آیت ۳۴)

نشوز اور شقاق اگر کسی شرعی وجہ کے بغیر ہو تو حرام اور گناہ ہے۔ اگر نافرمانی بیوی کی طرف سے ہو تو شوہر کو چاہیے کہ اسے نصیحت کرے اور اگر نصیحت کارگر نہ ہو تو شوہر کو چاہیے کہ بستر پر بیوی کی طرف پشت کر کے سوئے۔ اگر یہ حربہ بھی موثر ثابت نہ ہو تو بیوی کو زدوکوب کرے۔ اگر شوہر یہ محسوس کرے کہ بیوی پر نصیحت اور بستر کی جدائی کارگر نہیں ہوگی تو اسے تادیب کرے مگر اس طرح کہ بیوی کو زخم نہ آئیں یا اس کے جسم پر لال یا نیلے یا کالے نشان نہ پڑیں۔

قرآن مجید میں ہے: **وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَأَبْغُوا حَكْمًا مِّنْ أَهْلِهَا وَحَكْمًا مِّنْ أَهْلِهَا إِنَّ بُرِيدًا إِصْلَاحًا يُوقِي اللَّهُ بَيْنَهُمَا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَبِيرًا** ○ اور اگر تم کو معلوم ہو کہ میاں بیوی میں آن بن ہے تو ایک منصف مرد کے خاندان میں سے اور ایک منصف عورت کے خاندان میں سے مقرر کر دو۔ وہ اگر صلح کر دینی چاہیں گے تو خدا ان میں موافقت پیدا کر دے گا۔ بیشک خدا سب کچھ جانتا اور سب باتوں سے خبردار ہے۔ (سورہ نساء: آیت ۳۵)

اگر نشوز شوہر کی طرف سے ہو تو بیوی حاکم شرع کے پاس اس کی شکایت کرے اور حاکم کو بتائے کہ میرا شوہر اپنے فرائض ادا نہیں کر رہا۔ اس صورت میں حاکم کا فرض ہے کہ وہ شوہر کو بیوی کے حقوق ادا کرنے پر مجبور کرے۔ اگر نشوز میاں اور بیوی دونوں کی طرف سے ہو تو پھر حاکم حکم دے کہ شوہر اپنے خاندان میں سے اور بیوی اپنے خاندان میں سے ایک ایک منصف مقرر کریں۔ پھر منصف مل بینہیں اور ان کے درمیان صلح صفائی کرانے کی کوشش کریں۔ انجام کار اگر وہ سمجھیں کہ دونوں کی زندگی ایک دوسرے کے ساتھ اچھی گزر سکتی ہے تو ان میں صلح کرا دیں اور اگر وہ سمجھیں کہ دونوں میں نباہ نہیں ہو سکتا تو پھر ان میں علیحدگی یا طلاق کرا دیں۔ پس جو وہ مناسب سمجھیں فیصلہ کریں اور ان کے فیصلے پر عمل درآمد کیا جائے۔

آیت اللہ ثمنی لکھتے ہیں:

اگر میاں بیوی میں ناچاقی ہو جائے اور جدائی کا خطرہ پیدا ہو جائے تو حاکم کو چاہیے کہ وہ دو منصف مقرر کرے، ایک شوہر کی طرف سے اور ایک بیوی کی طرف سے۔ اگر منصف محسوس کریں کہ دونوں میں صلح ممکن ہے تو ان میں صلح کرا دیں اور اگر صلح کسی طور ممکن نہ ہو تو ان میں جدائی کا فیصلہ کر دینا چاہیے۔ ان دونوں کی رائے کو زوجین پر نافذ کیا جائے گا۔ (تحریر الوسیلہ ج ۲، ص ۳۰۷)

نیز آپ لکھتے ہیں:

بیوی کے لیے شوہر کی نافرمانی حرام ہے۔ نافرمانی سے مراد یہ ہے کہ بیوی شوہر کے واجب حق کا انکار کرے۔ مثلاً ہمبستری سے انکار کرے یا صاف ستھری نہ رہے تاکہ شوہر لذت اندوز نہ ہو سکے یا جب شوہر سنگھار کرنے کی فرمائش کرے تو بناؤ سنگھار نہ کرے یا شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر جائے۔ شوہر کی اجازت کے بغیر بیوی کا گھر سے باہر جانا حرام ہے لہذا جو بیوی شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر جائے یا شوہر کی عزت نہ کرے وہ نافرمان متصور ہوگی۔ اگر بیوی غیر واجب امور مثلاً امور خانہ داری وغیرہ (جیسے گھر کی جھاڑ پونجھ، کپڑے سینا یا کھانا پکانا) میں اپنے شوہر کی اطاعت نہ کرے تو وہ نافرمان قرار نہیں پائے گی بجز مباشرت کے جس میں شوہر کی اطاعت کرنا بیوی پر واجب ہے۔ کبھی نشوز شوہر کی طرف سے ہوتا ہے مثلاً وہ بیوی پر ظلم کرتا ہے اور اس کے واجب حقوق ادا نہیں کرتا۔ (تحریر الوسیلہ ج ۲، ص ۳۰۵-۳۰۶)

مؤلف عرض کرتا ہے:

اگر بیوی ناشزہ ہو تو وہ شوہر کی طرف سے نان نفقہ کی حقدار نہیں رہے گی اور اگر شوہر ناشز ہو تو بیوی پر مباشرت واجب نہیں رہے گی۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے:

خدا کو یہ صدقہ بے حد پسند ہے کہ جب برادرانہ تعلقات ٹوٹ رہے ہوں تو کوشش کر کے ان میں صلح کرا دی جائے اور ان کے تعلقات کو نوٹنے سے بچایا جائے۔ (کافی ج ۲، ص ۲۰۹)

آپ نے اپنے ایک صحابی مفضل سے فرمایا تھا: اگر تم دیکھو کہ ہمارے دو شیعوں کے درمیان مال کی وجہ سے جھگڑا ہو رہا ہے تو جتنے مال کا تعلق میری طرف سے ادا کرو اور ان میں جھگڑا نہ ہونے دو۔ سابق الحاج راوی ہے کہ ایک میراث کی وجہ سے میرا اور میرے داماد کا جھگڑا ہو گیا۔ جب مفضل کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے ہمیں اپنے گھر آنے کی دعوت دی۔ ہم اس کے گھر گئے۔ میرے اور میرے داماد کے درمیان چار سو درہم کا جھگڑا چل رہا تھا۔ مفضل نے چار سو درہم ادا کئے اور ہمارے درمیان مصالحت کرا دی۔ جب ہم مطمئن ہو گئے تو مفضل نے کہا کہ یہ رقم میں نے اپنی جیب سے نہیں دی۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھے کچھ مال دیا تھا اور فرمایا تھا کہ جب ہمارے دو شیعوں میں مال کی وجہ سے جھگڑا ہو رہا ہو تو میری طرف سے مال دے کر ان میں مصالحت کرا دینا۔ چنانچہ میں نے امام کا مال دے کر تمہارے درمیان مصالحت کرائی ہے۔

۱۲۲۔ زنا

باقی آسانی ادیان کی طرح اسلام بھی اجتماعی عفت و پاکیزگی کی حفاظت کا علمبردار ہے۔ اسلام نے بے حیائی اور برائی کو روکنے کے لیے بہت سے اقدامات کئے ہیں۔ اسلام یہ تعلیم دیتا ہے کہ ایسا لباس نہ پہنا جائے جسے پہن کر انسان عریاں دکھائی دیتا ہو۔ اسلام نے خواتین پر حجاب فرض کیا ہے اور نگاہ و مصافحہ کو ناجائز قرار دیا ہے تاکہ جنسی جذبات کو بھڑکنے سے روکا جائے۔ ہم یقین سے کہتے ہیں کہ اگر اسلامی تعلیمات پر پوری طرح عمل ہو تو ہر فرد بشر کی عزت و ناموس محفوظ رہ سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ناموس کے تحفظ کے لیے حجاب کی آیات نازل فرمائیں اور غیر شرعی نظربازی سے روکا۔ الغرض اسلام نے حجاب و نگاہ کے بنیادی بند باندھے تاکہ زنا تک نوبت ہی نہ جائے۔ اللہ تعالیٰ نے صرف زنا سے منع نہیں کیا بلکہ ارشاد فرمایا: وَلَا تَقْرَبُوا الزَّانِيَ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا ۝ زنا کے قریب مت جاؤ۔ یقیناً وہ قابل نفرت برائی اور برا راستا ہے۔ (سورہ بنی اسرائیل: آیت ۳۴)

وَلَا تَقْرَبُوا الزَّانِيَ كَمَا يَفْعَلُونَ نَفْسُكَ بِمَا تَعْتَدِ ۝ زنا سے بچو بلکہ اس کا مفہوم ہے ”مقدمات زنا“ سے بچو۔ جب لوگ مقدمات زنا سے بچیں گے تو پھر زنا نہیں کریں گے۔

سورہ فرقان آیت ۶۸ میں خدا نے اپنے پیارے بندوں کی جو علامات بیان فرمائی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ يَلْقَ أَثَامًا ۝ وہ جو خدا کے ساتھ کسی اور معبود کو نہیں پکارتے اور جس جان دار کو مار ڈالتا خدا نے حرام کیا ہے اس کو ناحق قتل نہیں کرتے اور زنا نہیں کرتے۔ اور جو یہ کام کرے گا وہ سخت گناہ میں مبتلا ہوگا۔ واضح رہے کہ اس آیت میں زنا کو شرک اور قتل جیسے جرائم کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

۱۔ امیرالمومنین فرماتے ہیں: مَا زَنَى غَيْرُ قَطْعٍ غَيْرَتِ مَنْدِ بَرَكْزِ زَانِيَةٍ كَرْتَا۔ (سُجِّ الْبَلَاغَةِ، كَلِمَاتُ تَعَارُفٍ ۳۰۵) رضوانی

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَلَا تَقْرُبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ظَاهِرِي اور پوشیدہ بے حیائیوں کے نزدیک تک نہ پھٹکو۔ (سورۃ انفام: آیت ۱۵۲) اس میں مرد اور عورت کی خفیہ دوستی بھی شامل ہے اور اللہ نے اس دوستی سے لَا تَوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا (سورۃ بقرہ: آیت ۲۳۵) اور وَلَا مُتَّخِذِي أَخْدَانٍ (سورۃ مائدہ: آیت ۵) کہہ کر اہل ایمان کو اس سے روکا ہے۔

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے کہ زانی کے لیے چھ قسم کی سزائیں ہیں تین دنیا کی اور تین آخرت کی۔
دنیا کی سزائیں یہ ہیں:

(۱) زنا سے چہرے کا نور ختم ہو جاتا ہے۔

(۲) زنا سے فقر و افلاس مسلط ہو جاتا ہے۔

(۳) زنا سے موت جلدی آتی ہے۔

آخرت کی سزائیں یہ ہیں:

(۱) زنا سے اللہ ناراض ہوتا ہے۔

(۲) زنا حساب کی تختی کا موجب ہے۔

(۳) زنا ہمیشہ کی دوزخ کا سبب ہے۔ (کافی ج ۵، ص ۵۷۱)

نیز آپ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب میں وہ شخص ہوگا جس نے اپنا نطفہ حرام رحم میں ڈالا ہوگا۔ (کافی ج ۵، ص ۵۳۱)

آپ فرماتے ہیں کہ زنا کرتے وقت زانی ایمان سے خارج ہو جاتا ہے اور جب وہ اس سے فارغ ہوتا ہے تو اس کا ایمان لوٹ آتا ہے۔ اور اگر دوبارہ زنا کرتا ہے تو پھر اس کا ایمان چلا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

الَّذِينَ يَسْتَجْتَبِئُونَ كِبَائِرَ الْإِنَّمِ وَالْفَوَاحِشِ إِلَّا اللَّيْمَ جَوَلُوكَ صَغِيرَ كِنَاہُونَ كَ سَوَا بَزَے بَزَے كِنَاہُونَ اور بے حیائی کی باتوں سے اجتناب کرتے ہیں... (سورۃ نجم: آیت ۳۲) آپ نے فرمایا کہ فَوَاحِشِ سے مراد زنا اور چوری ہے اور لَيْمَ کا مطلب ہے کہ جب بندہ گناہ کا ارادہ کرے تو اس سے توبہ کرے۔

نیز آپ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری ان کے پاس جہنم ہوئے اور کہنے لگے: اے معلم خیر! ہمیں نصیحت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تمہیں حکم دیا تھا کہ خدا کی جھوٹی قسم نہ کھاؤ جبکہ میں تمہیں حکم دے رہا ہوں کہ خدا کے نام کی سرے سے قسم نہ کھاؤ خواہ وہ سچی ہو یا جھوٹی۔ حواریوں نے عرض کیا کہ حضرت کچھ مزید ارشاد فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تم کو حکم دیا تھا کہ زنا نہ کرو جبکہ میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ زنا کرنا تو دور کی بات ہے اپنے دل میں اس کا تصور بھی نہ لاؤ۔ اور یاد رکھو! جو اپنے دل میں زنا کا خیال کرتا ہے وہ اس شخص کی مانند ہے جو ایک آراستا پیراستا گھر میں آگ جلاتا ہے۔ اگر مکان آگ سے بچ بھی جائے تو اس کے دھوئیں سے مکان کی خوبصورتی ختم ہو جاتی ہے۔ (کافی ص ۵۳۲)

صادق آل محمد فرماتے ہیں کہ امیر المؤمنین نے اپنے خطاب میں ارشاد فرمایا تھا:

لوگو! بدترین زنا یہ ہے کہ کوئی عورت اپنے شوہر کے گھر میں بیکاری کرے اور غیر کے نطفہ کو اپنے شوہر کا بیٹا بنا کر پیش کرے۔ ایسی بدکار عورت سے اللہ کلام نہیں کرے گا اور روز قیامت اس کی طرف نگاہ رحمت نہیں کرے گا اور اس کو دردناک عذاب ہوگا۔ (کافی ص ۵۳۳)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ خدا نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ جو دوسروں کی ناموس تباہ کرے گا اس کی اپنی ناموس تباہ ہوگی۔ اور اگر اس کی ناموس تباہ نہ ہوئی تو اس کی اولاد کی ناموس تباہ ہوگی۔ پھر فرمایا: موسیٰ! پاک دامن بنو تا کہ تمہارا خاندان پاک دامن بن سکے۔ موسیٰ! اگر یہ چاہتے ہو کہ تمہارا گھر بابرکت بنے تو زنا سے دور رہو۔ موسیٰ! یاد رکھو! جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔

نیز آپ نے فرمایا ہے کہ ہم نے کتاب علیٰ میں پڑھا کہ رسول اکرمؐ کا فرمان ہے: جب میری امت میں زنا کی کثرت ہوگی تو ان میں ناگہانی اموات کی کثرت ہو جائے گی۔

عبدالملک بن اعین کا بیان ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے سنا کہ جب کوئی زنا کرتا ہے تو ابلیس بھی اس گناہ میں اس کے ساتھ شریک ہوتا ہے اور یوں بیک وقت دونوں زنا کرتے ہیں اور نطفہ ایک ہوتا ہے جس سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔ (بخار الانوار ج ۹، ص ۲۶۔ ثواب الاعمال ص ۳۳۵)

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اپنے ماننے والوں کو یہ نصیحت فرمائی ہے:

زنا سے دور رہو۔ زنا سے رزق تنگ اور دین برباد ہو جاتا ہے۔

بے راہ روی کے خطرناک نتائج

قرآن مجید میں ہے کہ زنا کے قریب تک نہ پہنچو کہ یہ ایک بے حیائی اور برا راستا ہے۔ مغرب میں جہاں عفت و پارسائی کو کوئی خاص اہمیت نہیں دی جاتی اب وہاں بھی بے راہ روی کے بھیا تک نتائج سامنے آنے لگے ہیں۔

انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا میں ہے کہ امریکا میں ایک سروے کے مطابق نوے فیصد لوگ جنسی امراض میں

۱۔ علامہ محمد جواد مغنیہ اپنی کتاب شیعہ اور جہاں حکمران مطبوعہ مجمع علمی اسلامی میں لکھتے ہیں:

ججاج کا باپ یوسف، ججاج کی ماں کے پاس پہنچا اور اُس سے ملاپ کی خواہش کی تو اُس نے کہا کہ تم ابھی ابھی مجھ سے مل کر گئے ہو حالانکہ وہ نہیں ملا تھا۔ چنانچہ یوسف ایک نیک آدمی کے پاس گیا اور اُسے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ اُس آدمی نے کہا:

”شیطان تیری شکل میں تیری بیوی سے مل کر گیا ہے جس سے وہ حاملہ ہو گئی ہے۔“

علامہ دمیری، حیات الحیوان جلد ۱، صفحہ ۳۱۱ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی میں لکھتے ہیں:

بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ شیطان حرث بن کلدہ کی صورت میں ظاہر ہو کر آیا تھا۔ (رضوانی)

جتلا ہیں۔ ان میں سے تین لاکھ ساٹھ ہزار افراد ایک سال میں ہسپتالوں میں داخل ہوتے ہیں۔ اس ملک میں جنسی امراض کے علاج کے لیے چھ سو پچاس ہسپتال ہیں جبکہ پرائیویٹ علاج کرانے والوں کی تعداد ان ہسپتالوں میں علاج کرانے والوں سے ڈیڑھ گنا زیادہ ہے۔ (ج ۲۳، ص ۴۵ فارسی ایڈیشن)

کتاب ”قوانین جنسی“ کے صفحہ ۳۰۴ پر مرقوم ہے کہ امریکا میں ہر سال تیس سے چالیس ہزار بچے مقاربتی اور موروثی امراض سے مر جاتے ہیں۔ ٹی بی سے مرنے والوں کی تعداد کے بعد یہ اموات کی سب سے زیادہ تعداد ہے۔

روزنامہ کیہان انٹرنیشنل شمارہ ۵۳۵۶ میں ایک مضمون شائع ہوا تھا جس میں لکھا تھا کہ ڈاکٹر مولنز نے — جو جنوبی لندن میں ڈاکٹری فرائض انجام دیتے ہیں — اپنے ایک مقالے میں لکھا ہے کہ ہر سال لندن میں پچاس ہزار بچوں کا اسقاط ہوتا ہے جن میں سے پانچ فیصد بچوں کی ولدیت ہی معلوم نہیں ہوتی۔

روزنامہ اطلاعات شمارہ ۱۰۴۱۳ کے ایک مضمون میں لکھا تھا کہ ۱۹۵۷ء میں امریکا میں دو لاکھ ایک ہزار سات سو ناجائز بچے پیدا ہوئے اور ہر سال اس میں پانچ فیصد کا اضافہ ہو رہا ہے۔ اس سال چوالیس ہزار لڑکیوں نے بچوں کو جنم دیا اور ان میں سے ہر لڑکی کی عمر اٹھارہ برس سے کم تھی۔ بیس میں ایک سروے کے مطابق ۲۳۵۱۵ بچوں میں سے ۴۱۳۵ ناجائز بچے پیدا ہوئے۔

مؤلف کہتا ہے:

یہ اعداد و شمار کتاب ہذا کی تالیف سے تیس سال پہلے کے ہیں جبکہ آج ناجائز بچوں کی تعداد دس گنا زیادہ ہے۔ آج کل مغربی ممالک بالخصوص فرانس میں قانونی بندھن (Wedlock) سے پیدا ہونے والے بچوں کی تعداد حیرت انگیز طور پر بہت کم ہے۔ پچھلے دنوں اخبارات میں خبر چھپی تھی کہ فرانس کے (سابق) صدر شیراک نے اپنی نواسی کی سالگرہ میں شرکت کی جس کی ولدیت نامعلوم ہے۔

ہم اپنے ان مسلمان بھائیوں سے جو مغربی تہذیب کے گن گاتے رہتے ہیں پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا آپ کو مغرب کی بے راہ روی کا علم نہیں ہے؟ اور کیا آپ اس طرح کی ”آزاد خیالی“ کو اسلامی ممالک میں بھی لانا چاہتے ہیں؟ اقبال نے اہل مغرب سے کہا تھا:

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خود کشی کرے گی

جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا ، ناپائیدار ہوگا

اسلام دین حکمت ہے۔ اسلام کے نزدیک پرہیز علاج سے بہتر ہے۔ اسلام بیماری پیدا ہونے سے پہلے ہی ایسی احتیاطی تدابیر تجویز کرتا ہے کہ بیماری پیدا ہی نہ ہو۔ اسلام ناموس زن کا محافظ ہے۔ اسلام نے عفت اجتماعی کے تحفظ اور جنسی کجروی کے آگے بہت سے بند باندھے ہیں تاکہ بے راہ روی کا سیلاب ان سے ٹکرا کر واپس چلا جائے اور انسان کی روح پاک رہے، معاشرے میں امن اور نظم رہے اور نسلیں تباہی سے بچ جائیں۔

معاشرے کو بد نظمی اور کج روی سے بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ خُيُوبِهِنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ آبَائِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ أَوْ إِسْرَائِيلِهِنَّ أَوْ مَوَالِيَهُنَّ وَلَا يَبْلُغْنَ بِالْحِلْمِ ظُفُرَهُنَّ وَلَا لِيُكَلِّمَهُنَّ سَوَآءٌ مِّمَّنْ يَبْغُونَ لِيُقَرَّبْنَ إِلَيْهِنَّ وَأَلْهِنَّهُنَّ بِخُمُرِهِنَّ أَن يُبْذِرْنَ إِلَيْهِنَّ وَأَلْهِنَّهُنَّ بِخُمُرِهِنَّ أَن يُبْذِرْنَ إِلَيْهِنَّ (سورہ نور: آیت ۳۱)

یا ایہا النبی! قل لا زواجک و نساءک و نسائ المؤمنین یندین علیہن من جلابیہن ذالک اذنی ان یغرفن لکلا یؤذین... اے نبی! اپنی بیویوں، بیٹیوں اور موثین کی عورتوں سے کہہ دیجیے کہ (باہر نکلا کریں تو) اپنی چادریں اوڑھ لیا کریں تاکہ پہچان ہو جائے کہ یہ آزاد ہیں اور کوئی انھیں آزار نہ پہنچائے۔

(سورہ احزاب: آیت ۵۹)

اس آیت میں اگرچہ ازواج رسول سے خطاب ہے لیکن دوسری مسلمان عورتیں بھی اس کی مخاطب ہیں۔
 يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِنَ النِّسَاءِ اِنَّ اَتَّقِيْنَ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلًا مَعْرُوفًا ۝ وَقَرْنَ لِي فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُولٰٓئِ اِے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ اگر تم پر ہیزگار رہنا چاہتی ہو تو کسی نامحرم سے نرم نرم باتیں نہ کیا کرو تاکہ جس شخص کے دل میں بیماری ہے وہ کوئی امید نہ پیدا کر لے اور ان سے دستور کے مطابق بات کیا کرو اور اپنے گھروں میں بیٹھی رہو اور زمانہ جاہلیت کی طرح اظہار تجمل نہ کرو۔ (سورہ احزاب: ۳۲-۳۳)

وَ اِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَ قُلُوْبِهِنَّ جِبْتَم
 نے ازواج رسول سے کوئی چیز مانگنی ہو تو پردے کے باہر کھڑے ہو کر مانگو۔ یہ عمل تمہارے دلوں کے لیے پاکیزگی کا باعث ہے اور ان کے دلوں کے لیے بھی پاکیزگی کا سبب ہے۔ (سورہ احزاب: آیت ۵۳)

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْنَ مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْنَ اَفْرُوجَهُمْ ذٰلِكُمْ اَزْطٰى لَّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ. وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا اٰپ مومن مردوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ ان کے لیے زیادہ پاکیزگی کا باعث ہے۔ جو کچھ عمل وہ کر رہے ہیں اللہ اسے خوب جانتا ہے اور آپ مومن عورتوں سے کہہ دیجئے کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت نامحرموں پر ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو خود بخود ظاہر ہو۔ (سورہ نور: آیت ۳۰-۳۱)

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اسلام نے عورتوں کو پردے کا حکم دیا ہے اور ساتھ ہی فرمایا ہے کہ اپنی زینت کا غیروں پر اظہار نہ کریں۔ جب گھر سے باہر نکلا کریں تو لمبی چادر اوڑھ کر نکلیں اور جب نامحرم سے بات کرنا ہو تو عام دستور کے مطابق صاف طور پر بات کریں۔ نرم نرم لہجے میں نخرے سے بات نہ کریں تاکہ کوئی ان سے غلط امید پیدا نہ کر لے۔ پھر فرمایا کہ جب کسی مرد کو گھر میں بیٹھی ہوئی عورت سے کوئی چیز مانگنا ہو تو وہ گھر کے

اندر قدم نہ رکھے بلکہ گھر کے دروازے پر رک جائے اور وہیں پر کھڑا ہو کر پردے کے پیچھے سے چیز مانگے۔ نیز فرمایا کہ مردوں کو چاہیے کہ غیر محرم عورتوں کو دیکھتے ہی نظریں جھکا لیں۔ اور عورتوں کے لیے بھی یہی حکم ہے۔ الغرض اسلام نے اتنے بند باندھ کر زنا پر پابندی لگائی ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے:

الْتَنْظُرُ سَهْمٌ مَسْمُومٌ مِنْ سِهَامِ ابْلِيسَ وَكَمْ مِنْ نَظْرَةٍ اَوْزَنْتْ حَسْرَةً طَوِيلَةً. تیر نظر ابلیس کا زہر آلود تیر ہے۔ کبھی کبھی ایک نظر طویل حسرت میں مبتلا کر دیتی ہے۔ (کافی ج ۵، ص ۵۵۹)

مَا مِنْ اَحَدٍ اِلَّا وَهُوَ يَصِيبُ حَظًّا مِنَ الزَّانَا فَرِزَاءُ الْعَيْنِ النَّظْرُ وَزِنَاءُ الْقَلْبِ وَزِنَاءُ الْيَدَيْنِ السُّنْسُ صَدَقَ الْفُرْجُ اَمْ لَا. ہر شخص زنا کے کچھ نہ کچھ حصے کا ارتکاب کرتا ہے۔ نگاہ آنکھوں کا زنا ہوتا ہے۔ بوسہ منہ کا زنا ہوتا ہے۔ لمس ہاتھوں کا زنا ہے خواہ زنا واقعی انجام دے یا نہ دے۔ (ایضاً)

جو کسی نامحرم عورت کو دیکھے پھر آسمان کی طرف دیکھے اور آنکھوں کو جھکالے اور دوبارہ عورت کے چہرے پر نظر نہ ڈالے تو اللہ تعالیٰ ”حور عین“ سے اس کا نکاح کرے گا۔ (من لا یحضرہ الفقیہ ج ۳، ص ۴۷۳)

ایک روایت کے الفاظ ہیں کہ اللہ اس کے دل میں ایمان کا نور روشن کرے گا جس کی حلاوت کو وہ خود محسوس کرے گا۔ (ایضاً)

پہلی نگاہ جو بے اختیار پڑے وہ کوئی نقصان نہیں دیتی۔ دوسری نگاہ خطرناک اور تیسری نگاہ ہلاکت کا سبب ہے۔ (ایضاً)

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

جو آدمی کسی عورت کو آنکھ بھر کر دیکھے، قیامت کے دن اس کی آنکھوں میں آتش جہنم کی آتشیں سلامیاں بھیری جائیں گی اور جب تک لوگوں کے فیصلے ہوں گے وہ اسی حال میں کھڑا رہے گا۔ پھر خدا اسے دوزخ میں بھیج دے گا۔ (بحار الانوار ج ۷۳، ص ۳۶۶)

جو منکوحہ عورت نامحرم کو نظر بھر کر دیکھتی ہے خدا اس پر سخت غضب ناک ہوتا ہے اور اس کی تمام عبادتوں کو ضائع کر دیتا ہے۔ (ایضاً)

جو شخص اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اسے ایسی جگہ رات بسر نہیں کرنی چاہیے جہاں نامحرم عورت کے سانسوں کی آواز آتی ہو۔ (الوسائل الشیعہ ج ۲۰، ص ۱۸۵)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی عورتوں سے بیعت لیتے تو ان سے یہ اقرار بھی لیتے کہ وہ کسی نامحرم کے ساتھ تنہائی میں نہیں بیٹھیں گی۔ (ایضاً)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب عورتوں سے بیعت لیتے تو یہ اقرار بھی لیتے کہ وہ اپنے محارم کے سوا غیر مردوں سے بات نہیں کریں گی۔ (دعائم الاسلام ج ۲، ص ۲۱۴)

۱۲۳۔ جن عورتوں سے رشتہ حرام ہے

محقق علی لکھتے ہیں کہ حرمت و محرمیت کے چھ اسباب ہیں :

(۱) نسب : نسب کی وجہ سے رشتہ حرام ہوتا ہے۔ سات طرح کی عورتوں کے ساتھ خون کے رشتے کی وجہ سے نکاح کرنا حرام ہے :

(۱) ماں

(۲) دادی

(۳) نانی۔ اور یہ سلسلہ جتنا اوپر تک جائے۔

(۴) بیٹی اور اس کی بیٹیاں۔ پوتی اور اس کی بیٹیاں۔ اور یہ سلسلہ جتنا نیچے تک جائے۔

(۵) بہن۔ خواہ سگی ہو یا صرف مادری یا صرف پدری۔ اور بہن کی بیٹیاں، پوتیاں اور نواسیاں۔ اور یہ

سلسلہ جتنا نیچے تک جائے۔

(۶) پھوپھی۔ نیز ماں اور باپ کی پھوپھی۔ اور یہ سلسلہ جتنا اوپر تک جائے۔

خالہ۔ نیز ماں اور باپ کی خالہ۔ اور یہ سلسلہ جتنا بھی اوپر تک جائے۔

(۷) بھتیجی۔ نیز اس کی پوتیاں اور نواسیاں۔ اور یہ سلسلہ جتنا نیچے تک جائے۔

جس طرح مردوں پر مذکورہ عورتیں حرام ہیں اسی طرح عورتوں پر یہ سات طرح کے مرد حرام ہیں :

(۱) باپ اور دادا۔ اور یہ سلسلہ جتنا اوپر تک جائے۔

(۲) نانا۔ اور یہ سلسلہ جتنا اوپر تک جائے۔

(۳) بیٹا۔ اور یہ سلسلہ جتنا نیچے تک جائے۔

(۴) بھائی۔

(۵) بھائی کے بیٹے، پوتے اور نواسے۔

(۶) بہن کے بیٹے، پوتے اور نواسے۔

(۷) چچا اور ماموں نیز ماں اور باپ کے چچا اور ماموں۔ (شرائع الاسلام ج ۲، ص ۵۰۲)

(۲) رضاعت : رضاعت سے بھی رشتے حرام ہو جاتے ہیں۔ رضاعت کی کیفیت یہ ہے کہ بچہ کوئی غذا

کھائے بغیر پندرہ مرتبہ (اور بعض فقہاء کے نزدیک دس مرتبہ) رضاعی ماں کا دودھ پئے، چھاتی سے منہ لگا کر

پئے یا پورے ایک دن رات دودھ پئے (اور بعض فقہاء کے مطابق اتنا دودھ پئے کہ اس کی ہڈیاں مضبوط ہوں

اور گوشت بنے)۔ اس حکم کی دلیل وہ روایت ہے جس میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے :

يَنْحَرُمُ مِنَ الرَّضَاعِ مَا يَنْحَرُمُ مِنَ النَّسَبِ. جو رشتے نسب سے حرام ہوتے ہیں وہ رضاعت سے بھی حرام ہوتے

ہیں لہذا جن نسبی محرمات سے رشتہ حرام ہے رضاعت کی وجہ سے بھی ان سے رشتہ حرام ہے مثلاً رضاعی ماں،

رضاعی بہن^۱، رضاعی پھوپھی، رضاعی خالہ وغیرہ۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ رضاعت سے وہ رشتے حرام ہوتے ہیں جو قرابت کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں۔ (کافی ج ۵، ص ۴۳۷)

صادق آل محمدؑ سے رضاعت کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ رضاعت کی وجہ سے بھی وہ رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب کی وجہ سے حرام ہیں۔ (ایضاً)

مؤلف کہتا ہے: کتب حدیث میں اس مسئلے کی مکمل وضاحت موجود ہے اور فقہاء نے بھی رضاعت پر طویل بحثیں کی ہیں۔ ہم اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے اسی بیان پر اکتفا کرتے ہیں۔

(۳) مصاہرہ: اس سے مراد یہ ہے کہ نکاح سے بھی عورت کی کچھ رشتے دار خواتین مرد پر حرام ہو جاتی ہیں اور مرد کے کچھ رشتے دار حضرات عورت پر حرام ہو جاتے ہیں۔ کچھ حرمتیں ایسی ہیں جو کہ مباشرت سے حرام ہو جاتی ہیں۔ شوہر پر بیوی کی ماں یعنی ساس اور اس کی ماں اور یہ سلسلہ جتنا اوپر تک جائے حرام ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح سے بیوی کے سابق شوہر سے اگر بیٹیاں ہوں تو وہ بھی موجودہ شوہر پر حرام ہو جاتی ہیں اور ان کا سلسلہ جتنا بھی نیچے آتا جائے وہ اس شوہر پر حرام رہیں گی۔ اور اگر ایک عورت اپنے شوہر سے طلاق لے کر کسی اور آدمی سے نکاح کرے تو اس سے جو بھی بیٹیاں پیدا ہوں گی وہ پہلے شوہر پر حرام ہوں گی۔ عورت کے لیے شوہر کے باپ یعنی خسر سے نکاح کرنا حرام ہے۔ یہ سلسلہ جتنا بھی اوپر تک جائے گا حرمت قائم رہے گی۔ نیز شوہر کے بیٹوں اور ان کی اولاد سے بھی اس کا نکاح حرام ہے۔ اور اگر صرف نکاح ہوا ہو اور شوہر نے اس سے صحبت نہ کی ہو تو وہ عورت اپنے خسر اور اس کی اولاد پر حرام ہوگی لیکن جب تک عقد باقی ہے، عورت کی پہلے سے موجود بیٹیاں شوہر پر حرام ہیں۔ اگر صحبت کے بغیر طلاق ہو جائے تو اس عورت کا شوہر اس کی بیٹی سے نکاح کر سکتا ہے لیکن صحبت ہو یا نہ ہو عورت کی ماں شوہر پر حرام رہے گی اور ان کے درمیان محرم ہونے کا رشتہ قائم رہے گا۔

(۴) دو بہنوں سے بیک وقت نکاح کرنا حرام ہے البتہ اگر پہلی بیوی کو طلاق ہو جائے یا مر جائے تو اس

۱۔ ڈاکٹر محمد تجانی سادی نے اپنی کتاب تجلسی (مطبوعہ مجمع علمی اسلامی) میں رضاعی بہن بھائی کی شادی کا ایک دلچسپ قصہ نقل کیا ہے جو پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ جب دودھ شریک بہن بھائی کی شادی کا چرچا سن کر دونوں خاندانوں کے لوگ لاٹھی پھر لے کر ایک دوسرے پر پل پڑے تو بالآخر یہ معاملہ عدالت تک پہنچا لیکن جج صاحبان شادی کے اس قضیے کو حل نہ کر سکے۔ بالآخر ڈاکٹر تجانی سادی کو بلا یا گیا جنھوں نے تازہ تازہ شہد مذہب قبول کیا تھا۔ اور انھوں نے شہدہ جعفری میں رضاعت کی شرائط بیان کر کے مسئلہ حل کر دیا اور جج صاحبان کو بتایا کہ ”دودھ شریک بہن بھائی کی شادی اس صورت میں حرام ہے جب دونوں نے پندرہ پندرہ مرتبہ دودھ پیا ہو اور ہر مرتبہ میر ہو کر پیا ہو اور متواتر پیا ہو۔ درمیان میں کسی دوسری عورت کا دودھ نہ پیا ہو یا اس دودھ سے بچے کے گوشت اور ہڈی بنے ہوں۔“

اس مسئلے میں جواز نکاح کے اس فیصلے کو جو ان فریقین نے جو سب فقہ مالکی کے پیروکار تھے بخوشی قبول کیا۔ (رضوانی)

کے بعد اس کی بہن سے نکاح کرنا حلال ہے۔

(۵) انضاء: اگر کوئی آدمی نابالغ لڑکی سے شادی کرے تو بلوغت سے قبل اس سے ہمبستری کرنا حرام ہے اور اگر بلوغت سے قبل ہمبستری کرے اور انضاء ہو جائے تو اس لڑکی سے ہمبستری حرام ہو جاتی ہے لیکن وہ لڑکی بدستور اس کے نکاح میں رہتی ہے اور صحبت کے سوا شوہر کو یہ حق حاصل ہے کہ اس سے جنسی لذت حاصل کرے اور شوہر پر اس کا نان نفقہ واجب ہے۔

آیت اللہ قمینی لکھتے ہیں: لڑکی جب تک نو سال کی نہ ہو جائے اس سے ہمبستری کرنا حرام ہے۔ البتہ دوسری لذات حاصل کرنا جائز ہے۔

ان موارد کے علاوہ حرمت کے کچھ اور موارد بھی ہیں جنہیں ہم بالا اختصار نقل کر رہے ہیں:

(۱) جو عورت عدت میں ہو اس سے دوران عدت نکاح کرنا جائز نہیں ہے خواہ عدت طلاق بانئن کی ہو یا طلاق رجعی کی ہو۔ عدت خواہ نکاح دائم کی ہو یا نکاح منقطع کی ہو یا وطی بالشہدہ کی ہو یا وفات کی ہو۔ اگر عدت کے دوران نکاح کیا جائے اور میاں بیوی دونوں کو علم ہو کہ یہ ایام، ایام عدت ہیں اور یہ بھی جانتے ہوں کہ عدت میں نکاح حرام ہے یا ان میں سے ایک فریق کو حرمت کا علم ہو تو ایسی عورت مرد پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو جائے گی اور اگر مباشرت نہ ہوئی ہو تو عورت ہمیشہ کے لیے حرام نہیں ہوگی۔ اسے چاہیے کہ عدت کے بعد نیا نکاح کرے۔ (تحریر الوسیلہ ج ۲، ص ۲۸۲)

اگر کسی عورت کا شوہر مر جائے خواہ اس نے صحبت کی ہو یا نہ کی ہو عورت پر چار ماہ دس دن کی عدت واجب ہے۔ (من لا یحضرہ الفقیہ ج ۳، ص ۵۰۸)

(۲) اگر کوئی شخص کسی منکوحہ عورت سے نکاح کرے اور اسے معلوم ہو کہ یہ منکوحہ ہے تو وہ عورت ہمیشہ کے لیے اس پر حرام ہو جائے گی خواہ صحبت کی ہو یا نہ کی ہو۔ اور اگر اسے معلوم نہ تو وہ عورت اس پر ہمیشہ کے لیے حرام نہیں ہوگی البتہ اگر صحبت کی ہو تو پھر ہمیشہ کے لیے حرام ہو جائے گی۔ (تحریر الوسیلہ ج ۲، ص ۲۸۳)

(۳) اگر کوئی شخص منکوحہ عورت سے زنا کرے تو وہ اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہے۔

(۴) اگر کوئی شخص کسی لڑکے کے ساتھ بد فعلی کرے تو فاعل پر مفعول کی ماں، بہن اور بیٹی حرام ہوں گی لیکن مفعول اگر چاہے تو فاعل کی ماں، بہن اور بیٹی سے نکاح کر سکتا ہے۔

(۵) اگر کوئی شخص حالت احرام میں نکاح کرے تو وہ عورت اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہوگی لیکن اگر اسے مسئلہ کا علم نہ ہو اور نکاح کر لے تو عقد باطل ہوگا البتہ عورت مرد پر ہمیشہ کے لیے حرام نہیں ہوگی۔

(۶) جس شخص کے عقد میں پہلے سے چار دائمی نکاح والی عورتیں ہوں اس کے لیے کسی اور عورت سے دائمی نکاح کرنا حرام ہے۔

(۷) جس شخص نے عورت کو تین طلاقیں دی ہوں، اس کے لیے چوتھی مرتبہ اس عورت سے نکاح کرنا حرام

ہے۔ البتہ عدت کے بعد عورت کسی دوسرے آدمی سے نکاح کرے اور وہ آدمی صحبت کرنے کے بعد اپنی مرضی سے اس عورت کو طلاق دے یا مر جائے تو سابق شوہر اس عورت سے نکاح کر سکتا ہے۔

(۸) اگر کسی مرد نے اپنی بیوی سے لعان کیا ہو (یعنی قسم کھائی ہو کہ وہ آئندہ اپنی بیوی سے مباشرت نہیں کرے گا) تو لعان شدہ عورت مرد پر ہمیشہ کے لیے حرام ہے۔

(۹) کافر عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے۔ اہل کتاب یعنی یہودی، عیسائی اور مجوسی (زرتشتی) عورتوں سے دائمی نکاح کرنا بھی حرام ہے۔ البتہ متہ (ازدواج موقت) کرنا جائز ہے۔ ایک قول کے مطابق مجوسی عورت سے نکاح کرنا حرام ہے۔ اسی طرح سے مسلمان عورتوں سے کفار و مشرکین کا نکاح حرام ہے۔

(۱۰) نکاح کے بعد اور صحبت سے پہلے میاں بیوی میں سے کوئی ایک مرتد ہو جائے یعنی دین سے نکل جائے تو اسی وقت ان کا نکاح فسخ ہو جائے گا۔ مرد کو آدھا مہر دینا ہوگا اور اگر دخول کے بعد مرتد ہو جائیں تو نکاح باطل ہو جائے گا البتہ حق مہر باقی رہے گا کیونکہ مہر کا تعلق جنسی تعلق سے ہے۔ اگر ارتداد ایسے شخص کی طرف سے ہوا ہو جو مسلمان زادہ ہو تو اس کا نکاح فوراً فسخ ہو جائے گا اگرچہ دخول بھی ہو چکا ہو کیونکہ ایسا شخص مرتد فطری کہلاتا ہے اور مرتد فطری کی توبہ قبول نہیں ہے۔

آیت اللہ خوئی فرماتے ہیں: اگر عورت یا مرد دخول سے قبل مرتد ہو جائیں تو ان کا نکاح باطل ہو جائے گا۔ اور دخول کے بعد اگر کوئی مسلمان زادہ مرتد ہو جائے تو ان کا نکاح باطل ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ کوئی اور صورت ہو تو فقہاء میں یہ مشہور ہے کہ فسخ نکاح عدت گزرنے کے ساتھ مشروط ہے۔ پھر فرماتے ہیں: یہ محل اشکال ہے اور احتیاط کو ترک نہ کیا جائے۔ (منہاج الصالحین ج ۲، ص ۲۷۰)

(۱۱) بیوی کی اجازت کے بغیر اس کی بھتیجی اور بھانجی سے نکاح کرنا حرام ہے۔

(۱۲) نکاح شغار باطل (اور حرام) ہے۔ نکاح شغار یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص سے کہے کہ تو اپنی بہن یا بیٹی کی شادی مجھ سے کر دے اور میں اس کے بدلے (مہر کی بجائے) اپنی بہن یا بیٹی کی شادی تجھ سے کر دوں گا۔

(۱۳) اگر کوئی شخص کسی عورت سے زنا کرے تو اس عورت کی ماں اور بیٹی اس پر حرام ہوں گی۔ لیکن اگر کوئی شخص اپنی ساس یا سالی سے زنا کرے تو اس کی بیوی اس پر حرام نہ ہوگی۔

(۱۴) اگر کوئی شخص کسی عورت سے زنا کرے تو وہ عورت زانی کے باپ اور بیٹے پر حرام ہوگی۔

(۱۵) باپ دادا کی مدخلہ سے نکاح کرنا اور اسی طرح سے بیٹے یا پوتے کی بیوی سے نکاح کرنا حرام ہے۔

(۱۶) بیوی کی ماں اور نانی اور دادی سے نکاح یا متہ کرنا حرام ہے خواہ بیوی سے صحبت کی ہو یا نہ کی ہو۔

(۱۷) مدخلہ بیوی کی بیٹیوں سے اور نواسیوں سے نکاح حرام ہے۔ اور اگر بیوی شوہر سے طلاق لے کر کسی

اور مرد سے شادی کرے اور اس سے اسے بیٹیاں پیدا ہوں تو بھی وہ بیٹیاں پہلے شوہر پر حرام ہیں۔

(۱۸) مسلمان بیوی کی موجودگی میں یہودی یا عیسائی عورت سے نکاح کرنا حرام ہے لیکن بیوی کی رضامندی

سے جائز ہے۔

(۱۹) ناصبی (دشمن محمد و آل محمد) عورت سے نکاح کرنا حرام ہے اور ناصبی مرد کو رشتہ دینا بھی حرام ہے۔

(۲۰) جس جگہ مسلمان عورت یا مسلمان مرد کے گمراہ ہونے کا اندیشہ ہو اس جگہ نکاح کرنا حرام ہے۔

چند اسباب حرمت بزبان امام محمد تقیؑ

اس گفتگو کا پس منظر یہ ہے کہ مامون نے اپنے کچھ سیاسی اہداف کے لیے اپنی بیٹی ام الفضل کا نکاح امام محمد تقی علیہ السلام سے کرنے کا ارادہ کیا۔ بنی عباس کے بزرگوں نے اس نکاح کی مخالفت کی اور کہا کہ (حضرت) محمد بن علی (علیہ السلام) ابھی نوخیز جوان ہیں اور ان کی تعلیم بھی مکمل نہیں ہوئی ہے۔ علاوہ ازیں اس رشتے سے ہمارے خاندان سے لباس افتخار چھن جائے گا۔ مامون نے کہا کہ آپ حضرات غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ اس خاندان کو میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ انہیں دنیا میں کسی سے علم حاصل کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ یہ لوگ خدا کی طرف سے تعلیم یافتہ ہیں اور اگر آپ لوگوں کو میری بات کا یقین نہ آئے تو انہیں آزما کر دیکھ لیں بنی عباس کے بزرگوں نے کہا کہ ہم ان کا امتحان لیں گے۔ پھر انہوں نے اس وقت کے سب سے بڑے قاضی یحییٰ بن ائیم سے کہا کہ اگر تم محمد تقی (علیہ السلام) کو علم کے میدان میں مات دے دو تو ہم تمہیں منہ مانگا انعام دیں گے۔ القصد مامون نے اپنے دربار میں ایک جلسہ تشکیل دیا اور امام محمد تقی علیہ السلام کو اپنے پہلو میں بٹھایا اعیان سلطنت اور اس عہد کے نامور علماء اس جلسے میں شریک ہوئے۔ مامون کی اجازت سے گفتگو کا آغاز ہوا اور قاضی یحییٰ بن ائیم نے امام محمد تقی علیہ السلام سے کہا: بتائیے اگر حالت احرام میں کوئی شخص شکار کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟ امام نے فرمایا کہ تمہارا سوال مجمل ہے۔ تم نے وضاحت ہی نہیں کی کہ شکاری نے کہاں شکار کیا۔ حدود حرم میں یا حدود حرم سے باہر؟ شکاری شکار کی حرمت جانتا تھا یا نہیں؟ شکاری نے جانتے بوجھے شکار کیا یا غلطی سے کیا؟ شکاری آزاد تھا یا غلام؟ شکاری بالغ تھا یا نابالغ؟ اس نے پہلی بار شکار کیا تھا یا اس سے پہلے بھی کر چکا تھا؟ اس نے پرندہ مارا تھا یا جانور؟ پرندہ اور جانور بڑا تھا یا چھوٹا؟ شکاری اپنے فعل پر نادم ہے یا نہیں؟ شکار دن میں کیا یا رات کی تاریکی میں؟ شکاری نے عمرہ کا احرام باندھ رکھا تھا یا حج کا؟ تم ایک ایک شق جدا کرتے جاؤ میں ہر شق کا جواب دیتا جاؤں گا۔ جب قاضی نے یہ تفصیل سنی تو پریشان ہو گیا اور اس سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ پھر مامون نے امام سے کہا کہ فرزند رسول! اب آپہ قاضی سے سوال کیجئے۔ امام علیہ السلام نے قاضی سے کہا: ایک آدمی نے ایک عورت پر دن کے اول حصے میں نگاہ ڈالی تو اس کے لیے عورت کو دیکھنا حرام تھا۔ پھر کچھ دیر بعد اس عورت کو دیکھنا اس کے لیے حلال ہو گیا۔ ظہر کے وقت وہ عورت اس پر حرام ہو گئی اور عصر کے وقت پھر حلال ہو گئی۔ غروب آفتاب کے وقت وہ اس پر حرام ہو گئی اور نماز عشاء کے وقت حلال ہو گئی۔ نصف شب کو وہ عورت اس آدمی پر پھر حرام ہو گئی اور طلوع فجر کے وقت حلال ہو گئی۔ کچھ دیر کے بعد پھر حرام ہو گئی

اور ظہر کے وقت پھر حلال ہوگی۔ آپ یہ بتائیں کہ ایک عورت ایک آدمی پر اتنی بار حلال اور حرام کیسے ہوئی؟ قاضی بیجی نے یہ سنا تو اس کی شئی گم ہوگئی۔ اس نے کہا: فرزند رسول! آپ خود ہی اس کا جواب دیں۔ امام نے فرمایا کہ سنو! ایک آدمی نے دن کے پہلے حصے میں کسی شخص کی کنیز کو دیکھا تو وہ اس پر حرام تھی۔ پھر اس نے کنیز کو خرید لیا تو وہ اس کے لیے حلال ہوگئی۔ پھر اسے کنیزی سے آزاد کر دیا تو وہ اس پر حرام ہوگئی۔ پھر اس نے اس سے نکاح کر لیا تو وہ حلال ہوگئی۔ پھر اس آدمی نے اس سے ظہار کیا تو وہ حرام ہوگئی۔ اس نے ظہار کا کفارہ دیا تو وہ پھر حلال ہوگئی۔ اس نے اسے طلاق دیدی تو وہ حرام ہوگئی۔ پھر اس نے طلاق سے رجوع کر لیا تو حلال ہوگئی۔ پھر آدمی مرتد ہو گیا تو وہ اس پر حرام ہوگئی۔ پھر اس نے توبہ کی تو وہی عورت اس کے لیے حلال ہوگئی۔ یہی وجہ ہے کہ ایک عورت ایک مرد کے لیے اتنی بار حلال بھی ہوئی اور حرام بھی۔ (تحف العقول ص ۴۵۱)

جب قاضی بیجی شکار کے مسئلے کا کوئی جواب نہ دے سکا تو مامون نے امام سے کہا کہ آپ ہی اس مسئلے کی تفصیل بیان فرمائیں چنانچہ امام نے اس مسئلے کا شق دار کفارہ بیان کیا۔ (وسائل الشیخہ، ج ۱۳، ص ۱۲)

۱۲۴۔ حرمت عزل

بیوی کی اجازت کے بغیر رحم سے باہر منی گرانے کو "عزل" کہا جاتا ہے۔ علامہ حلی لکھتے ہیں کہ بیوی کی اجازت کے بغیر رحم سے باہر منی گرانا حرام ہے اور جو آدمی ایسا کرے اسے چاہیے کہ وہ اپنی بیوی کو نطفہ کی دیت یعنی دس مثقال طلائی ادا کرے۔ البتہ اگر نکاح کے وقت آدمی نے یہ شرط رکھی تھی کہ وہ نطفہ رحم سے باہر خارج کرے گا تو پھر دیت لازم نہیں آئے گی۔ (القواعد ج ۳، ص ۲۹-۵۰)

۱۲۵۔ لواطت

مردوں کا مردوں سے جنسی تسکین حاصل کرنا لواطت کہلاتا ہے۔ یہ زنا سے بھی بڑا گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کی پوری قوم کو اس فعل بد کی وجہ سے ہلاک کیا تھا اور ان کی بہستی کو اجاڑ دیا تھا۔ لواطت کی دنیاوی سزا بھی زنا کی سزا سے زیادہ سخت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مختلف جگہوں پر قوم لوط کی بربادی کا واقعہ بیان کیا ہے۔ سورہ اعراف کی آیات ۸۰ سے ۸۴ تک کا ترجمہ قارئین کی خدمت میں نذر کیا جاتا ہے:

"جب لوط نے اپنی قوم سے کہا کہ تم ایسی بے حیائی کا کام کیوں کرتے ہو جو تم سے پہلے اہل عالم میں سے کسی نے نہیں کیا یعنی خواہش نفسانی کو پورا کرنے کے لیے عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے شہوت پوری کرتے ہو۔ تم لوگ تو حد سے گزر جانے والے ہو۔ ان لوگوں سے اس کا کچھ جواب نہ بن پڑا تو آپس میں بولے کہ ان لوگوں (یعنی حضرت لوط اور ان کے گھر والوں) کو اپنی بہستی سے نکال دو کہ یہ لوگ پاک بننا چاہتے ہیں تو ہم نے

ان کو اور ان کے گھر والوں کو بچا لیا مگر ان کی بیوی (نہ بچی) کہ وہ پیچھے رہنے والوں میں تھی۔ اور ہم نے ان پر پتھروں کی بارش برسائی۔ سو دیکھ لو کہ گنہگاروں کا کیسا برا انجام ہوا۔“

اس واقعہ کو مزید وضاحت کے ساتھ سورہ ہود میں بیان کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”جب ابراہیم سے خوف جاتا رہا اور ان کو (اولاد کی) خوشخبری بھی مل گئی تو وہ قوم لوط کے بارے میں ہم سے بحث کرنے لگے۔ بیشک ابراہیم بڑے بردبار، نرم دل اور ہماری طرف رجوع کرنے والے تھے۔ (ہم نے کہا) اے ابراہیم! اس بات کو جانے دو۔ تمہارے پروردگار کا حکم آپہنچا ہے اور ان لوگوں پر عذاب آنے والا ہے جو آکر رہے گا۔ اور جب ہمارے فرشتے (مہمان بن کر لڑکوں کی صورت میں) لوط کے پاس آئے تو وہ ان کے آنے سے غمناک اور تنگ دل ہوئے اور کہنے لگے کہ آج کا دن بڑی مشکل کا دن ہے۔ اور لوط کی قوم کے لوگ ان کے پاس بے تحاشا دوڑتے ہوئے آئے اور یہ لوگ پہلے ہی سے بدفعلی میں گرفتار تھے۔ لوط نے کہا کہ اے لوگو! یہ جو میری بیٹیاں ہیں یہ تمہارے لیے (جائز اور) پاک ہیں۔ تو خدا سے ڈرو اور میرے مہمانوں کے بارے میں مجھے رسوا نہ کرو۔ کیا تم میں کوئی بھی شائستہ آدمی نہیں؟ وہ بولے تم کو معلوم ہے کہ تمہاری بیٹیوں کی ہمیں کچھ حاجت نہیں اور جو ہماری غرض ہے اسے تم خوب جانتے ہو۔ لوط نے کہا اے کاش! مجھ میں تمہارے مقابلے کی طاقت ہوتی یا میرا کوئی مضبوط پشت پناہ ہوتا۔ تب فرشتوں نے کہا کہ لوط ہم تمہارے پروردگار کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں۔ یہ لوگ ہرگز تم تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ تم کچھ رات گزرنے کے بعد اپنے گھر والوں کو لے کر بستی سے نکل جاؤ اور تم میں سے کوئی شخص مڑ کر پیچھے نہ دیکھے۔ مگر تمہاری بیوی کہ جو آفت ان لوگوں پر پڑنے والی ہے وہی اس پر پڑے گی۔ ان کے عذاب کے وعدے کا وقت صبح ہے اور کیا صبح کچھ دور ہے؟ تو جب ہمارے فیصلے کا وقت آپہنچا تو ہم نے اس بستی کو تہہ و بالا کر دیا اور ان پر پتھر اور کنکر کی لگاتار بارش برسائی۔ ان میں کا ہر پتھر تمہارے پروردگار کے ہاں نشان زدہ تھا اور ان ظالموں سے یہ سزا کچھ دور نہیں۔“

(ترجمہ آیات: ۷۴-۸۳)

قوم لوط پر عذاب کا واقعہ

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جبریل، میکائیل، اسرافیل اور کرودیل علیہم السلام کو قوم لوط کو ہلاک کرنے کے لیے بھیجا تو وہ اجنبیوں کی طرح حضرت ابراہیم کے پاس آئے اور انھیں سلام کیا۔ جب حضرت ابراہیم نے ان کے نورانی چہرے کو دیکھا تو دل ہی دل میں بولے کہ مجھے بنس بنس ان مہمانوں کی تواضع کرنی چاہیے۔ چنانچہ آپ ان کو اپنے گھر لے آئے۔ آپ نے ایک چھڑا ذبح کیا اور اسے پکا کر مہمانوں کے سامنے پیش کیا لیکن جب آپ نے دیکھا کہ مہمانوں نے ہاتھ ہی کھانے کی طرف نہیں بڑھائے تو آپ کچھ پریشان ہو گئے۔ اتنے میں جبریل نے اپنے سر سے عمامہ ہٹایا۔ حضرت ابراہیم نے ان کو پہچان لیا اور فرمایا اچھا تم جبریل ہو؟ جبریل نے اثبات میں جواب دیا۔ پھر انھوں نے آپ کی زوجہ حضرت سارہ کو بیٹے کی خوشخبری دی۔

حضرت سارہ نے ازراہ تعجب کہا کہ اب میں کیا ماں بنوں گی؟! اب تو میں بوڑھی ہو چکی ہوں اور میرے میاں بھی بوڑھے ہو چکے ہیں۔ فرشتوں نے کہا: آپ تعجب کیوں کر رہی ہیں؟ آپ کے خاندان پر اللہ کی رحمت اور برکت ہے۔ پھر حضرت ابراہیمؑ نے ان سے ان کی آمد کا مقصد دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ ہم قوم لوط کو برباد کرنے آئے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا اگر وہاں ایک سومومن ہوئے تو کیا تم انہیں بھی گنہگاروں کے ساتھ ہلاک کر دو گے؟ جبریلؑ نے کہا: نہیں۔ اگر وہاں ایک سومومن ہوتے تو ہم عذاب کے لیے ہی نہ جاتے۔ پھر حضرت ابراہیمؑ نے کہا کہ اگر وہاں تیس مومن ہوئے تو کیا انہیں ہلاک کر دو گے؟ جبریلؑ نے کہا: نہیں۔ پھر حضرت ابراہیمؑ نے کہا اگر میں مومن ہوئے تو کیا انہیں ہلاک کر دو گے؟ جبریلؑ نے کہا: نہیں۔ الغرض حضرت ابراہیمؑ تعداد کو گھٹاتے گئے اور جبریلؑ ہر بار نفی میں جواب دیتے گئے۔ آخر میں آپ نے جبریلؑ سے کہا اچھا یہ بتاؤ کہ اگر اس بستی میں ایک مومن ہو تو کیا تم اس بستی کو ہلاک کر دو گے؟ جبریلؑ نے کہا: نہیں۔ یہ سن کر حضرت ابراہیمؑ نے کہا کہ لوطؑ تو وہاں پر موجود ہیں۔ جبریلؑ نے کہا کہ ہمیں وہاں رہنے والوں کا پورا پورا علم ہے۔ ہم لوطؑ کی بیوی کے سوا لوطؑ اور اس کے پورے خاندان کو نجات دیں گے۔ پھر وہ چاروں فرشتے حضرت ابراہیمؑ کے پاس سے اٹھ کر حضرت لوطؑ کے پاس آئے۔ وہ گاؤں کے قریب زراعت میں مصروف تھے۔ فرشتوں نے ان کو سلام کیا۔ انہوں نے ان اجنبیوں کے سلام کا جواب دیا۔ جب آپ نے ان اجنبیوں کے نورانی چہرے دیکھے تو انہیں اپنے گھر مہمانی کی دعوت دی جسے انہوں نے منظور کر لیا۔ حضرت لوطؑ ان کو لے کر اپنے گھر کی طرف چل دیے۔ راستے میں حضرت لوطؑ کو خیال آیا کہ یہ میں نے کیا کیا؟! مجھے تو اپنی قوم کی بے حیائی کا علم ہے۔ پھر آپ نے مہمانوں سے کہا کہ آپ لوگ خدا کی بدترین مخلوق کی طرف جا رہے ہیں۔ جبریلؑ نے کہا کہ ہم اس وقت تک جلدی نہیں کریں گے جب تک حضرت لوطؑ اپنی قوم کے خلاف تین بار گواہی نہ دیدیں۔ راستے میں حضرت لوطؑ نے تین بار اپنی قوم کے بدترین مخلوق ہونے کی گواہی دی۔ پھر وہ حضرت لوطؑ کے گھر پہنچ گئے۔ آپ نے مہمانوں کو بٹھایا۔ حضرت لوطؑ کی بیوی مہمانوں کو دیکھنے کے لیے چھت پر گئی۔ جب اس نے خوبصورت لڑکوں کو دیکھا تو چاہا کہ اپنی قوم کو ان کی آمد کی اطلاع دے۔ چنانچہ اس نے تالی بجائی لیکن کسی نے تالی کی آواز پر توجہ نہیں دی۔ پھر وہ نیچے آئی اور اس نے گھر میں آگ جلائی۔ لوگوں نے گھر سے دھواں اٹھتا دیکھا تو سمجھ گئے کہ حضرت لوطؑ کے ہاں مہمان آئے ہیں۔ لوگ بے تحاشا حضرت لوطؑ کے گھر کی طرف دوڑے آئے۔ حضرت لوطؑ کی بیوی نے ان سے کہا کہ آج حضرت لوطؑ کے ہاں بڑے خوبصورت مہمان آئے ہیں، اتنے خوبصورت آدمی میں نے اپنی پوری زندگی میں نہیں دیکھے۔ ان لوگوں نے حضرت لوطؑ کے گھر میں داخل ہونا چاہا تو حضرت لوطؑ دروازے پر کھڑے ہو گئے اور ان سے کہنے لگے کہ خدا سے ڈرو اور مجھے اپنے مہمانوں کے بارے میں رسوا نہ کرو۔ کیا تم میں کوئی بھی شائستہ آدمی نہیں ہے؟ پھر آپ نے ان لوگوں سے فرمایا کہ یہ میری بیٹیاں موجود ہیں۔ تم ان سے نکاح کرو کہ یہ حلال اور جائز کام ہے۔ یہ تمہارے لیے پاک ہیں۔

لوگوں نے کہا کہ خواہ مخواہ کی باتیں نہ بناؤ۔ تم کو ہماری آمد کا مقصد معلوم ہے۔ ہمیں تمہاری بیٹیوں کی حاجت نہیں ہے۔ اس وقت حضرت لوطؑ بہت پریشان ہوئے اور بولے کہ اے کاش! مجھ میں تمہارے مقابلے کی طاقت ہوتی یا میرا کوئی مضبوط پشت پناہ ہوتا۔ جب لوگ ہجوم کر کے آگے بڑھے اور زبردستی حضرت لوطؑ کے گھر میں داخل ہوئے تو وہ گھبرا گئے۔ جبریلؑ نے ان سے کہا کہ آپ ہٹ جائیں، انھیں اندر آنے دیں۔ جب وہ لوگ گھر کے اندر آگئے تو جبریلؑ نے انگلی سے اشارہ کیا تو وہ سب کے سب اندھے ہو گئے۔ پھر جبریلؑ نے حضرت لوطؑ سے کہا کہ ہم خدا کے نمائندے ہیں۔ آپ کوئی فکر نہ کریں۔ آپ آدھی رات کے وقت اپنے گھر والوں کو لے کر اس بستی سے چلے جائیں۔ ہم اس قوم کو برباد کر دیں گے۔ حضرت لوطؑ نے کہا: جبریلؑ! اس قوم کو جلدی برباد کر دو۔ جبریلؑ نے کہا کہ ان کی بربادی کے لیے صبح کا وقت مقرر ہوا ہے اور صبح ہونے میں دیر ہی کتنی ہے؟ چنانچہ حضرت لوطؑ اپنے گھر والوں کو لے کر اس بستی سے نکل گئے اور ان کے جانے کے بعد فرشتوں نے اس بستی کو سات طبقات زمین سمیت اس زمین سے جدا کر دیا اور اسے اتنا اوپر لے گئے کہ ان کے مرغوں اور کتوں کی آوازیں آسمان دنیا والوں نے سنیں۔ تہہ و بالا کرنے کے بعد فرشتوں نے اس بستی کو اس کے باشندوں سمیت الٹ دیا اور ان پر پتھروں کی بارش برسائی گئی (اور ان کو حرف غلط کی طرح سے مٹا دیا گیا)۔ (کافی ج ۵، ص ۵۳۶)

لواطت کی سزا

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: مَنْ مَاتَ مُصْرًا عَلَى اللَّوَاطِ لَمْ يَمُتْ حَتَّى يَزِيْمَةَ اللّٰهِ بِسَحَابٍ مِّنْ تِلْكَ الْحِجَارَةِ تَكُونُ فِيْهِ مَيْتَةٌ وَلَا يَرَاهُ أَحَدٌ. جو شخص لواطت پر اصرار کرے گا تو خدا سے بھی قوم لوط کی طرح ہلاک کرے گا۔ موت کے وقت اس پر قوم لوط پر برسائے گئے پتھروں میں سے ایک پتھر برستا ہے جس سے وہ مر جاتا ہے اور اس پر برسنے والا پتھر لوگوں کو دکھائی نہیں دیتا (اور مرنے کے تین دن بعد ملائکہ اسے قبر سے نکال کر قوم لوط کی وادی میں منتقل کر دیتے ہیں)۔ (کافی ج ۵، ص ۵۳۶)

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مَنْ قَبِلَ غُلَامًا مِّنْ شَهْوَةِ الْجَسْمَةِ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَلْعَبُهَا مِثْنِ نَارٍ. جو شخص لڑکے کا شہوت کے ساتھ بوسہ لے گا خدا قیامت کے دن اس کے منہ میں دوزخ کی لگام چڑھائے گا۔ (کافی ج ۵، ص ۵۳۸)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ لواطت زنا سے بڑا گناہ ہے کیونکہ اللہ نے لواطت کی وجہ سے ایک قوم کو ہلاک کیا جبکہ اس نے زنا کی وجہ سے کسی قوم کو ہلاک نہیں کیا۔ (کافی ج ۵، ص ۵۳۳)

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی لڑکے سے بد فعلی کرے گا وہ قیامت کے دن حالت جنابت میں پیش ہوگا۔ اسے دنیا کا پانی پاک نہیں کر سکتا۔ اللہ اس پر غضبناک ہوگا۔ اللہ نے اس پر لعنت کی ہے اور اس کے لیے دوزخ کا بدترین ٹھکانا تیار کیا ہے۔ جب مرد، مرد سے بد فعلی کرتا ہے تو عرش الہی کانپ

جاتا ہے۔ اللہ قیامت کے دن مفعول کو دوزخ کے پل پر روک دے گا یہاں تک کہ تمام مخلوق کا حساب کتاب ہو جائے۔ پھر اسے دوزخ کے ہر طبقے میں لے جایا جائے گا اور آخر میں سب سے نچلے طبقے میں ڈال دیا جائے گا جہاں سے اسے نکلتا نصیب نہیں ہوگا۔ (کافی ج ۵، ص ۵۴۳)

امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں: **الَلَّوْاطُ مَا دُونَ الدُّبْرِ وَالدُّبْرُ هُوَ الْكُفْرُ**۔ لڑکوں سے عشق لڑانا لواطت ہے اور ان سے وہی فی الدہ برکفر ہے۔ (ایضاً)

مفعول کی سزا

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص خوشی سے اپنے آپ کو لواطت کے لیے پیش کرے تو اللہ اس میں عورتوں کی طرح مفعولیت کی شہوت پیدا کر دیتا ہے۔ (ایضاً ص ۵۴۹)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم جنس پرست مرد Gay اور ہم جنس پرست عورت Lesbian پر لعنت کی ہے۔ (ایضاً ص ۵۵۰)

۱۲۶۔ چپٹی

جس طرح مرد کا مرد سے ملذذ ہونا حرام ہے اسی طرح عورت کا عورت سے ملذذ ہونا بھی حرام ہے۔ جس طرح لواطت میں قاتل اور مفعول دونوں قاتل نفرت ہیں اسی طرح چپٹی میں شریک دونوں عورتیں بھی قاتل نفرت ہیں۔

ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے گڈبٹ قبلہم نوح و أصحاب الریس (سورہ ق: ۱۲) کی آیت کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ ”رس“ سے مراد مساحت ہے۔ ایک عورت کا دوسری عورت سے جنسی تسکین حاصل کرنا مساحت ہے۔ (کافی ج ۵، ص ۵۵۱)

اسحاق بن جریر کا بیان ہے کہ ایک عورت نے مجھ سے کہا کہ تم امام جعفر صادق علیہ السلام سے میرے لیے اجازت حاصل کرو۔ امام نے اجازت دی تو وہ اپنی کنیز کو ساتھ لے کر امام کی خدمت میں باریاب ہوئی۔ اس نے امام سے **زَيْنُوتَا لَا شَرْفِيَّةَ وَلَا عَرَبِيَّةَ** (سورہ نور: آیت ۳۵) کے متعلق پوچھا تو امام نے فرمایا:

اللہ نے یہ مثالیں درختوں کے لیے بیان نہیں کیں بلکہ انسانوں کے لیے بیان کی ہیں۔ تم جو پوچھنا

۱۔ ابن جوزی صلیبیس ابلیس میں لکھتے ہیں: صوفیہ، آمد کو (یعنی ان لڑکوں کو جن کی داڑھی موٹھ نہیں نکلی ہوتی) اپنے ساتھ رکھتے ہیں اور انہیں دیکھ کر لذت حاصل کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ”خدا ان کے جسم میں حلول کر چکا ہے“ اور ہم اس ذریعے سے ”حسن خالق“ کو دیکھتے ہیں اور بصورت ”انسان“ دراصل ”خدا“ کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

(تفصیل کے لیے دیکھئے: تصوف اور تشیح کا فرق از سید ہاشم معروف مطبوعہ مجمع علمی اسلامی) رضوانی

چاہتی ہو پوچھو۔ اس نے پوچھا کہ آپ یہ فرمائیں کہ چھٹی لڑانے کی شرعی حد کیا ہے؟ امام نے فرمایا کہ ان پر بھی زنا کی حد نافذ کی جائے گی اور قیامت کے دن ان کو دوزخ کا لباس پہنایا جائے گا اور ان کے وجود میں آگ کے ستون بھر دیئے جائیں گے۔ پھر انھیں دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ قوم لوٹ کے مرد جب مردوں سے ملنڈ ہونے لگ گئے اور عورتوں کی تسکین کا کوئی ذریعہ نہ رہا تو انھوں نے آپس میں ملنڈ ہونا شروع کر دیا تھا۔ (ایضاً)

بشیر تبال بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ جو عورتیں عورتوں سے ملنڈ ہوتی ہیں ان کی سزا کیا ہوگی؟ امام نے فرمایا کہ میں تمہیں ان کی سزا اسی شرط پر بتاتا ہوں کہ پہلے قسم کھاؤ کہ عورتوں سے جا کر یہ سزا بیان کر دو گے۔ اس شخص نے قسم کھا کر کہا کہ میں ضرور بیان کروں گا۔ امام نے فرمایا: تو سنو! چھٹی لڑانے والی دونوں عورتیں دوزخ میں جائیں گی اور ان کو آگ کی ستر پوشائیں پہنائی جائیں گی اور ان پوشاکوں پر دوزخ کا موٹا چمڑا پہنایا جائے گا۔ ان کے سر پر دوزخ کی آگ کے بنے ہوئے دو تاج اور پاؤں میں دوزخ کی آگ سے بنے موزے پہنائے جائیں گے۔ (ایضاً)

یعقوب بن جعفر راوی ہیں کہ ایک شخص نے امام جعفر صادق یا امام موسیٰ کاظم علیہما السلام سے مسافت کے بارے میں سوال کیا۔ آپ لیٹے ہوئے تھے۔ سوال سن کر آپ اٹھ بیٹھے اور فرمایا کہ فاعل اور مفعول دونوں لعنتی ہیں یہاں تک کہ ایک دوسرے سے جدا ہوں۔ ان پر اللہ، ملائکہ اور اولیاء اللہ لعنت کرتے ہیں۔ ان پر میری اور تمام انسانی نسل کی جو اس وقت اصحاب و ارحام میں ہے لعنت ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: خدا کی قسم! یہ بہت بڑا زنا ہے اور اس کی توبہ بھی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ابلیس کی بیٹی لاقیسؑ پر لعنت کرے جس نے عورتوں کو یہ طریقہ سکھایا تھا۔ راوی نے کہا کہ یہ تو اہل عراق کی اختراع ہے۔ آپ نے فرمایا: تجھے معلوم ہی نہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں بھی یہ فعل بد ہوا کرتا تھا۔ اسی لیے آنحضرتؐ نے فرمایا تھا کہ خدا ان مردوں پر لعنت کرے جو عورتوں کی شبیہ بنتے ہیں اور ان عورتوں پر لعنت کرے جو مردوں کی شبیہ بنتی ہیں۔ (ایضاً)

۱۔ خصال صدوق (جلد ۱، صفحہ ۱۵۲) میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ الْآبَاءُ كَلَا فَنَّةَ آدَمَ، وَلَدَةٌ مُؤْمِنًا، وَالْبَخَائِلُ وَلَدَةٌ كَافِرًا، وَابْنَيْسُ وَلَدَةٌ كَافِرًا، وَلَيْسَ فِيهِمْ نَجَاحٌ إِنَّمَا يَبِيضُ وَيَفْرَخُ وَوَلَدُهُ دُكْمُوزٌ لَيْسَ فِيهِمْ أَنَاثٌ یعنی باپ تین ہیں (جن سے سلیں بھلیں)۔

(۱) آدَمَ - وہ مومن پیدا ہوئے تھے۔

(۲) جان - وہ کافر پیدا ہوا تھا۔ (جنات کے بچے نر اور مادہ کے ملاپ سے پیدا ہوتے ہیں)۔

(۳) ابلیس - وہ کافر پیدا ہوا تھا۔ اس کی نسل نر اور مادہ کے ملاپ سے پیدا نہیں ہوتی۔ وہ اظہرے دیتا ہے اور اس سے

بچے پیدا ہوتے ہیں۔ اس کا سارا کلم قبیلہ ”ز“ افراد پر مشتمل ہے۔ اس کے قبیلے میں ”مادہ نہیں ہوتی۔“

(علامہ سید مرتضیٰ عسکری، اسلامی عقائد قرآن کی روشنی میں مطبوعہ جامعہ تعلیمات اسلامی پاکستان) رضوانی

۱۲۷۔ زنا اور لواطت کے لیے دلائی کرنا

زنا اور لواطت کے لیے دلائی کرنے کا گناہ زنا سے بھی زیادہ ہے۔

آیت اللہ عینی لکھتے ہیں: زنا اور لواطت کے لیے دلائی کرنا حرام ہے۔ اس جرم کا اثبات دو مرتبہ کے اقرار اور عادل افراد کی گواہی سے ہوتا ہے۔ دلال کے لیے شرعی حد یہ ہے کہ اسے ۷۵ کوڑے مارے جائیں اور اگر کوئی دوسری مرتبہ یہ جرم کرے تو اسے شہر بدر کر دیا جائے اور قول مشہور کے مطابق اس کا سر موٹا دیا جائے اور پورے شہر میں اسے پھرایا جائے۔ البتہ جب عورت یہ جرم کرے تو اسے صرف کوڑے مارنے چاہئیں۔ اس کا نہ تو سر موٹا جائے اور نہ ہی اسے شہر میں پھرایا جائے۔ (تحریر الوسیلہ ج ۲، ص ۳۷۱)

ابراہیم کرخی بیان کرتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے دلائی کرنے والے مرد اور دلائی کرنے والی عورت پر لعنت کی ہے۔ (وسائل الشیعہ ج ۲، ص ۳۵۱)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو کوئی مرد اور عورت کو زنا کے لیے جمع کرے اس پر جنت حرام ہے اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے جو بدترین ٹھکانا ہے اور ایسا کرنے والا مرتے دم تک اللہ کی ناراضگی کی زد میں رہتا ہے۔ (ایضاً)

عبداللہ بن سنان نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ دلال کی کیا سزا ہے؟ آپ نے فرمایا:

اسے زانی کی سزا کا تین چوتھائی حصہ سزا دی جائے گی یعنی اسے ۷۵ کوڑے مارے جائیں اور شہر بدر کر دیا جائے (وسائل الشیعہ ج ۱۸، ص ۳۲۹)

گناہ کے لیے مددگار بننا اور اس کی رہنمائی کرنا حرام ہے مثلاً اگر کوئی شخص ظالم کو ظلم کی رہنمائی کرے

یا کسی زانی کو زنا کی رہنمائی کرے یا کسی ظالم کو کسی بے گناہ کا پتا بتلائے یا کوئی کسی چور ڈاکو کو چوری اور ڈاکہ زنی کی رہنمائی کرے تو ایسا شخص ان مظالم میں برابر کا شریک ہے اور اس فعل کے حرام ہونے پر فقہاء کا اتفاق ہے۔

۱۲۸۔ دیوث

اسلام غیرت مندی کا دین ہے۔ اسلام بے غیرت اور دیوث انسان کو سخت ناپسند کرتا ہے۔ جس شخص

کو اپنے گھر والوں کے متعلق علم ہو کہ وہ بدکاری میں مبتلا ہیں مگر جان بوجھ کر خاموش رہے وہ بے غیرت ہے۔

احمد بن ابی عبداللہ برقی کی کتاب المحاسن میں بے غیرتی کی مذمت میں کچھ روایات مرقوم ہیں۔

ہم یہاں بطور نمونہ اس میں سے چند روایات نقل کر رہے ہیں:

(۱) امیر المومنین علیہ السلام نے اہل عراق سے فرمایا:

میں نے سنا ہے کہ تمہاری عورتیں راستوں پر مردوں سے ملاقاتیں کرتی ہیں۔ کیا تمہیں حیا نہیں آتی۔

(۲) بے غیرت پر خدا کی لعنت ہے۔

(۳) امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

جب اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا کیا اور اس میں محلات اور درخت پیدا کئے تو ان سے فرمایا کہ کلام کرو۔ جنت نے کہا قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ۝ (سورہ مومنون: آیت ۱) اس وقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! بے غیرت جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

(۴) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ دیوث کی نماز قبول نہیں کرتا اور دیوث وہ ہے جسے معلوم ہو کہ اس کی بیوی بدکاری کر رہی ہے مگر اسے منع نہ کرے۔

۱۲۹۔ استمناء

اللہ تعالیٰ نے جنسی جذبات کی تسکین کے لیے شادی کا حکم دیا۔ اگر ہر شخص جوانی میں عائلی زندگی میں داخل ہو جائے تو ہر شخص اپنے جنسی جذبات کی جائز طور پر تسکین کر سکتا ہے لیکن افسوس کہ آج کل شادی کو اتنا مشکل بنا دیا گیا ہے کہ نوجوان شادی کرنے کے لیے ترستے ہیں اور اگر ان میں تقویٰ نہ ہو تو ان کے لیے پاک دامن رہنا مشکل ہو جاتا ہے۔ جب ان کی شادی نہیں ہو پاتی تو وہ ناجائز ذرائع سے خود کو جنسی تسکین پہنچاتے ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ نوجوانوں کی گمراہی میں وہ لوگ برابر کے شریک ہیں جنہوں نے ان کے لیے شادی کو مشکل بنا دیا ہے۔ ان لوگوں نے شادی کے شرائط ہی سخت نہیں کئے بلکہ اس کے ساتھ ایسی رسمیں بھی ایجاد کی ہیں جن کی وجہ سے نوجوانوں کی شادی میں تاخیر ہوتی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ خدا نے شادی کو آسان بنایا ہے اور حکومتی قوانین بھی کافی حد تک نرم ہیں لیکن معاشرتی رسمیں ان کے آڑے آتی ہیں۔ ہم صدر اسلام اور اس کے بعد کی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ اس زمانے میں شادی کرنا بے حد آسان تھا۔ روایات میں ہے کہ رسول اکرمؐ نے شادی کے خواہشمند ایک نوجوان سے پوچھا کہ تم مہر میں کیا دے سکتے ہو؟ نوجوان نے کہا کہ میرے پاس مہر میں دینے کے لیے کچھ نہیں ہے۔ رسول اکرمؐ نے نوجوان سے فرمایا کہ میں تمہارا اس سے نکاح کرتا ہوں۔ تم جہر میں اپنی بیوی کو قرآن مجید کی کچھ سورتیں یاد کرا دینا۔

صدر اسلام میں تو اتنی آسانی سے شادی ہو سکتی تھی۔ تاریخ میں امام علیؑ اور خاتون جنت بی بی فاطمہؑ کی شادی کی تمام تفصیلات درج ہیں۔ یہ شادی بڑی سادگی سے سرانجام پائی تھی لیکن اسے مسلمان معاشرے کا المیہ کہیے کہ مسلمانوں نے اسوۂ رسولؐ کو چھوڑ دیا اور ایسی رسمیں بنا لیں کہ نوجوانوں کے لیے شادی کرنا مشکل ہو گیا۔ اگر ہم سیرت رسولؐ پر عمل کرتے اور امیرالمومنینؑ اور خاتون جنت بی بی فاطمہؑ کے پُر برکت عقد کو مد نظر رکھتے تو کبھی مشکلات سے دوچار نہ ہوتے۔

کسی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ اگر ایک شخص جانور سے جنسی تسکین حاصل کرتا ہے

یا استمناء کرتا ہے اور اس پر غسل فرض ہو جاتا ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ ہر وہ عمل جو تم نے کہا ہے یا اس جیسا دوسرا عمل جس سے منی نکلے وہ زنا اور گناہ ہے۔ (وسائل الشیعہ ج ۲۰، ص ۳۵۲)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک جوان کو امام علی علیہ السلام کے پاس لایا گیا اور بتایا گیا کہ اس شخص نے استمناء کیا ہے اور اس پر غسل فرض ہو گیا ہے۔ امام نے کوڑا اٹھایا اور اس کے ہاتھ پر اتنا مارا کہ اس کا ہاتھ سرخ ہو گیا۔ پھر آپ نے بیت المال کی رقم سے اس کی شادی کرادی۔ (ایضاً)

طلحہ بن زید نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے استمناء کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ یہ خلاف فطرت اور بے حیائی ہے۔ اس کی بہ نسبت کثیر سے نکاح کر لینا بہتر ہے۔ (ایضاً ص ۳۵۳)

ابو بصیر بیان کرتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ قیامت کے دن خدا تین قسم کے افراد سے کلام نہیں کرے گا اور انہیں گناہوں سے پاک نہیں کرے گا اور انہیں دردناک عذاب ہوگا۔

(۱) وہ شخص جو اپنے سفید بالوں کو اکھیڑتا رہے۔

(۲) وہ شخص جو استمناء کرے۔

(۳) وہ شخص جو لواطت کا مفعول بننے پر ہر وقت تیار رہے۔ (ایضاً ص ۳۵۴)

آیت اللہ سید کاظم یزدی اپنی کتاب عروۃ الوثقی میں لکھتے ہیں: استمناء سے روزہ باطل ہو جاتا ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ انسان نامحرم کو ہاتھ لگا کر یا اس کی رانوں پر ہاتھ پھیر کر یا اس کا بوسہ لے کر یا اس کی طرف دیکھ کر یا کسی کا خیال کر کے منی نکالے اور اپنے اوپر غسل جنابت فرض کر لے۔

واضح رہے کہ اگر ماہ رمضان کے علاوہ دیگر دنوں میں سابقہ اعمال اپنی بیوی کے ساتھ ہوں تو حرام نہیں ہیں لیکن ماہ رمضان میں روزہ کی حالت میں بیوی کے ساتھ بھی یہ اعمال حرام ہیں اور اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور کفارہ بھی دینا پڑتا ہے۔ اور اگر یہ اعمال بیوی کے علاوہ کسی اور عورت کے ساتھ انجام پائیں تو یہ حرام ہیں اور استمناء میں شامل ہیں بشرطیکہ ایسا اختیاری طور پر اور جان بوجھ کر ہو۔

۱۳۰۔ قذف

قذف گناہ کبیرہ ہے۔ قذف کا مطلب یہ ہے کہ چار عینی گواہوں کے بغیر کسی پر زنا یا لواطت کی تہمت لگائی جائے۔ البتہ اگر چار عینی گواہ حاکم شرع کے پاس ایک جلسے میں یہ گواہی دیں کہ ہم نے اس مرد کو فلاں عورت کے ساتھ بذکاری کرتے ہوئے اس طرح دیکھا ہے جس طرح سرمہ دانی میں سلائی ہوتی ہے تو پھر یہ شرعی شہادت ہوگی، قذف نہیں ہوگا۔

زنا کا جرم شرعی شہادت کے علاوہ زانی کے چار مرتبہ اقرار کرنے سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ قذف تین طرح کا ہوتا ہے:

- (۱) ایک شخص شرعی گواہی کے بغیر کسی پر زنا کاری کا الزام لگائے۔
 - (۲) ایک شخص کسی سے کہے کہ تیری ماں زانیہ ہے۔
 - (۳) ایک شخص کسی کو اس کے باپ کے علاوہ کسی اور کا بیٹا کہہ کر پکارے۔
- ان تینوں قسموں میں قذف کی حد جاری کی جائے گی جو ۸۰ کوڑے ہے۔

(وسائل الشیخ ج ۱۸، باب ۲ من ابواب حد القذف)

سورۃ نور میں آیا ہے: وَالَّذِينَ يَزْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ وَ أَصْلَحُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ جو لوگ پاکدامن عورتوں پر زنا کاری کا الزام لگائیں اور اس پر چار گواہ نہ لائیں تو ان کو ۸۰ کوڑے مارے جائیں اور پھر کبھی ان کی گواہی قبول نہ کی جائے اور یہی لوگ فاسق ہیں۔ البتہ جو اس کے بعد توبہ کر کے اپنی اصلاح کر لیں تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (آیت ۳-۵)

إِنَّ الَّذِينَ يَزْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْفَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لَعُنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنُهُمْ وَ أَيْدِيهِمْ وَ أَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ جو لوگ پاکدامن اور برے کاموں سے بے خبر مومن عورتوں پر زنا کاری کا الزام لگاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت (دونوں) میں لعنت ہے اور ان کو سخت عذاب ہوگا۔ قیامت کے دن ان کی زبانیں اور ہاتھ پاؤں سب ان کے اعمال کی گواہی دیں گے۔ (آیت ۲۳-۲۴)

علل الاشرار اور عیون الاخبار الرضا میں مرقوم ہے کہ امام علی رضا علیہ السلام نے محمد بن سنان کے خط کے جواب میں لکھا تھا: کسی پر زنا کاری کا الزام لگانے کی سزا ۸۰ کوڑے ہیں اور شرابی کی بھی یہی سزا ہے۔ جب کوئی کسی پر زنا کاری کا الزام لگاتا ہے تو وہ اولاد کو باپ سے جدا کر رہا ہوتا ہے اور نسل کو منقطع کر رہا ہوتا ہے اور نسب کو ختم کر رہا ہوتا ہے اور جب شرابی نشے میں ہوتا ہے تو ہذیان بکتا ہے اور دوسروں کی طرف زنا کی نسبت دیتا ہے اسی لیے شرابی پر بھی حد قذف جاری کی جاتی ہے۔ (وسائل الشیخ ج ۸، ص ۱۷۶)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص دوسرے سے کہے کہ تو لوطی ہے تو اس پر بھی نسبت زنا کی طرح حد قذف جاری کی جائے گی۔ یعنی ۸۰ کوڑے مارے جائیں گے۔

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو کسی پاکدامن مومن مرد یا عورت پر زنا کاری کا الزام لگائے تو اللہ اس کے تمام نیک اعمال کو ضائع کر دیتا ہے اور قیامت کے دن اسے ستر ہزار فرشتے آگے پیچھے سے کوڑے ماریں گے اور پھر اسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ (بخاری الاوارج ۷، ص ۲۱۵)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک عورت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہنے لگی کہ اللہ کے رسول! میں نے اپنی کنیز سے کہا: اے زنا کار! رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تو نے اسے زنا

کرتے ہوئے دیکھا تھا؟ اس نے کہا: نہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تجھ پر قذف کی حد جاری کرے گا۔ اس کے بعد وہ عورت اپنے گھر گئی اور اس نے اپنی کنیز کو تازیانہ دیا اور کہا کہ مجھ پر شرعی حد جاری کر۔ کنیز نے اسے تازیانہ مارنے سے انکار کر دیا۔ اس عورت نے اسے آزاد کر دیا اور پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آکر سارا واقعہ بیان کیا اور کہا کہ میں نے اسے آزاد کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اب امکان ہے کہ تیرے جرم کی تلافی ہو جائے۔ (وسائل الشیخہ ج ۱۸، ص ۴۳۱)

حد زنا و قذف کے اجرا کے لیے اسلام کا قانون

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ قذف کرنے والے کو ۸۰ کوڑے مارے جائیں گے اور پھر کبھی اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی البتہ جو توبہ کر لے اور اپنے جھوٹ کا اقرار کر لے تو اس کی گواہی قبول کی جائے گی۔ اگر زنا کاری کے مقدمے میں تین گواہ گواہی دیں اور ایک گواہ انکار کرے تو ان تین گواہوں پر حد قذف جاری کی جائے گی اور پھر کبھی ان کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔ جب تک چار یعنی گواہ وقوعہ کی گواہی نہ دیں اس وقت تک کسی پر حد زنا جاری نہ کی جائے گی اور اگر کوئی شخص اپنے متعلق زنا کا ایک مرتبہ اقرار کرے تو اس کی گواہی بھی تب قبول کی جائے گی جب وہ چار مرتبہ اس کا اقرار کرے۔ (تفسیر قمی ج ۲، ص ۹۲)

عمرو بن نعمان جعفی کہتا ہے امام جعفر صادق علیہ السلام کا ایک دوست تھا جو اکثر آپ کے ساتھ دکھائی دیتا تھا۔ ایک دن اس نے اپنے غلام سے کہا: فرزند زانیہ! تو اب تک کہاں تھا؟ امام نے اپنا ہاتھ پیشانی پر مارا اور اس سے فرمایا: تو نے اس کی ماں پر زنا کا الزام لگایا ہے؟ آج تک میں تجھے متقی سمجھتا تھا لیکن اب معلوم ہوا کہ تجھ میں تقویٰ نام کو نہیں ہے۔ اس شخص نے کہا: میں آپ پر قربان جاؤں! اس کا کیا ہے؟ اس کی ماں سندھ کی ایک مشرک عورت ہے۔ امام نے فرمایا: کیا تجھے معلوم نہیں کہ ہر قوم میں نکاح ہوتا ہے؟ پھر آپ نے فرمایا: ہماری نظروں سے دور ہو جاؤ۔ تم ہماری دوستی کے قابل نہیں ہو۔ راوی کہتا ہے کہ اس واقعے کے بعد میں نے کبھی اس کو امام کے ساتھ نہیں دیکھا یہاں تک کہ موت نے ان کو جدا کر دیا۔ (وسائل الشیخہ ج ۱۶، ص ۳۶)

۱۳۱۔ خانگی راز افشا کرنا

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نیک بیویوں کی تعریف کی ہے اور فرمایا ہے: **فَأَيُّهَا خَائِفَاتُ اللَّغَيْبِ**

۱۔ ایک روایت میں ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ایک صحابی ان کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ امام علیہ السلام اسے کچھ کہنے کے لیے اچانک پیچھے کی طرف مڑے تو آپ نے دیکھا کہ وہ راہ چلتی ایک عورت کو گھور رہا ہے جو حج کے جاری تھی امام علیہ السلام یہ منظر دیکھ کر لہر بھر کے۔ پھر آپ نے اس صحابی سے بطور سزا زندگی بھر بات نہیں کی یہاں تک کہ زہر سے آپ کی مظلومانہ شہادت واقع ہوئی۔ (محمد الطفیل حنفی، الآثار السلبیة فی النظر الی المرأة الاجنبیة) رضوانی

بِمَا حَفِظَ اللَّهُ... نیک عورتوں کا ایک وصف یہ ہے کہ وہ رازوں کی حفاظت کرتی ہیں۔ (سورۃ نساء: آیت ۳۴)
 شوہر کے رازوں کی حفاظت کرنے والی عورتوں کو اللہ نے صَلَاحَاتِ قَابِلَاتٍ کا لقب عطا فرمایا ہے۔
 اللہ تعالیٰ ہر شخص کے رازوں کا محافظ ہے۔ اسی طرح ایک انسان کو بھی دوسرے انسان کے رازوں کی
 حفاظت کرنی چاہیے، بالخصوص شوہر کو بیوی کے رازوں اور بیوی کو شوہر کے رازوں کا محافظ ہونا چاہیے۔
 رسول پاک کی حدیث ہے: اِنَّ شَرَّ النَّاسِ مَنْزِلَةٌ عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الرَّجُلُ يُفْضِيْ اِلَى الْمَرْءِ
 وَتُقْضٰى اِلَيْهِ ثُمَّ يُنْشِرُ سِرَّهُا. قیامت کے دن خدا کے ہاں وہ مرد انتہائی برا شمار کیا جائے گا جو بیوی سے راز کی
 بات کرتا ہے اور بیوی بھی اس سے راز کی بات کرتی ہے لیکن وہ بیوی کے راز کو فاش کر دیتا ہے۔

۱۳۲۔ مومن دوشیزہ کا حسن و جمال بیان کرنا

شیخ انصاری اپنی کتاب المکاسب میں لکھتے ہیں:

تشبیہ حرام ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ کسی مومن دوشیزہ کے حسن کو نثر یا نظم میں بیان کیا جائے
 شیخ طوسی نے المبسوط میں نیز علامہ نے، محقق نے، شہید اول نے، شہید ثانی نے اور محقق ثانی (محقق کرکی)
 نے تشبیہ کو حرام کہا ہے۔ ان علماء نے اس عمل کے حرام ہونے کی پانچ وجوہات بیان فرمائی ہیں:

- (۱) اس کی بدنامی اور رسوائی ہوتی ہے۔
 - (۲) اس کی عزت و وقار پر حرف آتا ہے۔
 - (۳) اس کو اذیت اور تکلیف پہنچتی ہے۔
 - (۴) بدکردار لوگ اس کے عشق میں مبتلا ہوتے ہیں۔
 - (۵) اس کی اور اس کے خاندان کی شخصیت مجروح ہوتی ہے۔ خاص کر اس عورت کی نسبت جس پر یہ بہت
 شاق ہو کہ غیر مردوں کے بیچ اس کا اس طرح نام لیا جائے۔
- پھر شیخ اعظم، شیخ انصاری فرماتے ہیں: لہو اور باطل اور فحشاء کی حرمت کو بنیاد بنا کر اس عمل کو حرام
 قرار دیا جاسکتا ہے۔ نیز اس کے حرام ہونے کی یہ دلیل بھی ہے کہ عفت کی حفاظت واجب ہے اور اپنی منکوحہ
 کے علاوہ دوسری عورت سے ملذذ ہونا حرام ہے۔

۱۳۳۔ خواتین کو شادی سے روکنا

جب کسی عورت کی عدت طلاق یا شوہر کی وفات کی عدت کے دن پورے ہو جائیں تو اسے نئے نکاح
 کی اجازت ہے اور کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ اسے شادی سے روکے البتہ کنواری لڑکی کی شادی کے لیے ولی یعنی

۱۔ جب تمہا لفظ محقق بولا جائے تو اس سے محقق علی ابوالقاسم محمد الدین جعفر بن الحسن مراد ہوتے ہیں۔ (رضوانی)

باپ یا دادا کی اجازت ضروری ہے۔

قرآن مجید میں ہے: **وَإِذَا طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ فَلْيُغْنِ أَجْلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضُوا بَيْنَهُم بِالْمَعْرُوفِ ذَلِكَ يُوعِظُ بِهِ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَُمْ أَزْكَى لَكُمْ وَأَطْهَرُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ** ○ جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دے چکو اور ان کی عدت پوری ہو جائے تو ان کو دوسرے شوہروں کے ساتھ جب وہ آپس میں جائز طور پر راضی ہو جائیں نکاح کرنے سے مت روکو۔ اس حکم سے اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو تم میں خدا اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے۔ یہ تمہارے لیے نہایت خوب اور بہت پاکیزگی کی بات ہے۔ اور خدا جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ (سورہ بقرہ: آیت ۲۳۲)

ملا فیض کا شافی تفسیر صافی میں لکھتے ہیں: کچھ مفسرین کہتے ہیں کہ یہ خطاب ان شوہروں سے ہے جو اپنی بیویوں کو طلاق دے چکے ہیں اور کچھ مفسرین کہتے ہیں کہ یہ خطاب لڑکی کے ولی سے ہو جو طلاق کے بعد اپنی لڑکیوں کو گھر میں رکھنا چاہتے ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ خطاب دونوں سے ہو۔

(بہر نوح قرآن کریم یہ تعلیم دیتا ہے کہ جھوٹی غیرت کے نام پر عورتوں کو شادی سے نہ روکا جائے۔ اس کے برعکس بعض زمیندار اپنی بیٹیوں کی شادی اس لیے نہیں کرتے کہ ان کی زمین خاندان سے باہر چلی جائے گی۔ نیز بعض قبیلوں میں بیٹی کی شادی قرآن سے کی جاتی ہے جس کا مقصد بھی زرعی زمینوں کا تحفظ ہوتا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں بعض عرب قبائل غیرت کے نام پر اپنی بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے اور آج کے اس مہذب دور میں بھی خاندان کے ظالم بزرگ لڑکیوں کی شادی نہ کر کے ان کو زندہ درگور کر رہے ہیں — مترجم)

۱۳۳۔ لہو، لعب، لغو اور باطل

بہت سی روایات میں درج بالا چاروں افعال کی مذمت آئی ہے اور ان سے روکا گیا ہے۔ قرآن کریم کی آیات اور معصومین کے ارشادات سے درج بالا امور کی حرمت ثابت ہوتی ہے لیکن فقہاء نے مجموعی طور پر ان کی حرمت بیان نہیں کی ہے۔ البتہ جوا، رقص، ستار و سارنگی اور شطرنج کے احکام میں ضمنی طور پر بیان کیا ہے۔ شیخ انصاری فرماتے ہیں کہ ”لہو“ کی حرمت کے لیے حسب ذیل دلائل سے استدلال کیا جاسکتا ہے۔

- (۱) شکار کے تفریحی سفر کے لیے علماء فرماتے ہیں کہ وہ سفر معصیت ہے اور اس میں نماز قصر نہیں ہوتی۔
- (۲) تحف العقول میں مرقوم ہے کہ ہر وہ عمل جو فساد کا باعث ہو اور اس میں اصلاح کا کوئی پہلو نہ ہو وہ لہو ہے اور اس عمل کا سیکھنا سکھانا اور اس کی اجرت لینا حرام ہے۔
- (۳) اعمش سے روایت ہے کہ وہ لہو و لعب جو ذکر خدا میں رکاوٹ ہو مثلاً راگ گانا اور طنبورہ بجانا حرام اور گناہ کبیرہ ہے اور اس کی حرمت صحیح روایات سے ثابت ہے۔ (بخاری الانوار ج ۱۰، ص ۲۲۹)
- (۴) معصوم فرماتے ہیں کہ ہر چیز جو ذکر الہی سے غافل کر دے وہ جوا ہے۔ (وسائل الشیخ ج ۱۲، ص ۲۳۵)

- (۵) امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ سماع یعنی غنا حرام ہے۔ اگرچہ اس کے متعلق اہل حجاز کی اپنی رائے ہے جو ابو اور باطل پر مبنی ہے۔ (وسائل الشیعہ ج ۱، باب ۹ من ابواب صلاة المسافر)
- (۶) کچھ لوگوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا کہ ہلکی موسیقی کی رسول خدا نے اجازت دی تھی اور فرمایا تھا کہ جب دولہا والے بارات لے کر آئیں تو دلہن والوں کے گھر کے قریب پہنچ کر ”کورس“ میں مل کر یہ گائیں جِئْنَاكُمْ جِئْنَاكُمْ حَيُّونَا نُحْيِيكُمْ (ہم تمہارے گھر آئے ہیں، ہم تمہارے گھر آئے ہیں تم ہمیں تہنیت پیش کرو، ہم تمہیں تہنیت پیش کریں گے)۔ یہ سن کر امام نے فرمایا:
- یہ رسول اکرمؐ پر بہتان ہے۔ رسول اکرمؐ نے یہ نہیں فرمایا تھا اور آپ نے لوگوں کو لہو کی اجازت نہیں دی تھی کیونکہ لہو خدا کو ناپسند ہے۔ خدا نے سورہ انبیاء آیت ۷۱ میں فرمایا ہے: لَوْ اَرَادْنَا نَتَّخِذَ لَهٰوًا لَّا تَخَذُنَا مِنْ لَدُنَّا اِگر ہم لہو کو جائز قرار دیتے تو خود بھی اسے انجام دیتے۔ (وسائل ج ۱۲، ص ۲۲۹)
- (۷) علی بن جعفر کا بیان ہے کہ میں نے اپنے بھائی امام موسیٰ کاظمؑ سے پوچھا کہ کیا چودہ خانوں کا کھیل کھیلنا جائز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ گھڑ دوڑ اور تیر اندازی کے سوا کوئی بھی کھیل پسندیدہ نہیں ہے۔
- (۸) کچھ روایات میں ہے کہ مومن جو بھی لہو کرے وہ باطل ہے البتہ گھوڑے کی تربیت اور اپنی بیوی سے کھیل کود اس سے مستثنیٰ ہے۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۲، ص ۲۲۹۔ مستدرک الوسائل ج ۱۳، ص ۲۲۱)
- (۹) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جب حضرت آدمؑ کی وفات ہوئی تو ابلیس اور قابیل نے ان کی وفات پر جشن منایا تھا اور ابلیس نے جشن منانے کے لیے موسیقی کے ساز بنائے تھے۔ آج دنیا میں جتنے بھی موسیقی کے ساز دکھائی دیتے ہیں وہ سب ابلیس کی ایجاد ہیں (وسائل الشیعہ ج ۱۲، ص ۲۳۵)
- شیخ انصاری بحث کے آخر میں لکھتے ہیں کہ لہو کے معنی میں اشکال پایا جاتا ہے۔ اگر اس سے مطلقاً کھیل کود مراد لیا جائے تو اس کی حرمت کی روایات انتہائی نادر ہیں اور اگر اس سے خوش گزرانی اور مسرت و شادمانی مراد لی جائے تو اقویٰ یہ ہے کہ یہ حرام ہے۔ رقص کرنا، تالیاں بجانا اور تھال کی پشت پر ہاتھ مار کر آوازیں پیدا کرنا جو کہ لہو کے لیے مفید ہو وہ بھی اس میں شامل ہے۔
- مؤلف کہتا ہے کہ اگر بالفرض لعب، لغو اور لہو کی حرمت عمومی طور پر ثابت نہ ہو تو کم از کم اس کی حلت اور حرمت میں شبہ ضرور ہے اور حرام فعل کرنے سے بہتر ہے کہ انسان احتیاط پر عمل کرے کیونکہ رسول اکرمؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو مشتبہ امور سے پرہیز کرے گا وہ نجات پا جائے گا۔

۱۳۵۔ بے حجابی و بدحجابی

حجاب درحقیقت عورت کی حفاظت کا ایک ذریعہ ہے۔ یہ عورت پر کوئی ظلم نہیں ہے اور نہ ہی مردوں نے حجاب کو عورت کے استحصال کے لیے ایجاد کیا ہے۔ حجاب کی وجہ انسانی اور اسلامی آبرو کی حفاظت ہے۔ جس طرح

قیمتی موتی کو کھلے عام نہیں چھوڑا جاتا کہ مہادا غلط ہاتھوں میں چلا جائے اسی طرح عورت بھی ایک قیمتی گوہر ہے۔ اسے بھی ناپاک نظروں سے بچانے کے لیے پردے میں رکھنا چاہیے۔ اگر کسی مرد وزن کے جنسی تعلقات پر کنٹرول نہ کیا جائے تو معاشرہ درہم برہم ہو جائے اور کسی کی عزت و ناموس محفوظ نہ رہے اور نتیجے کے طور پر ہر آدمی کو اپنی اولاد مشکوک اور بیوی ہرجائی دکھائی دے گی اور ہر بیوی اپنے شوہر کو بیوفا سمجھنے لگے گی۔

اسلام نے جنسی کجروی کو روکنے کے لیے حجاب کو فرض کیا ہے تاکہ بے حجابی، بدحجابی اور گھر سے باہر جلوہ نمائی سے انسان کے جذبات بے قابو نہ ہو جائیں۔ یہ احتیاط فرد اور معاشرے کی سلامتی کی ضمانت فراہم کرتی ہے۔ اس احتیاط کو محدودیت، ظلم اور آزادی پر قدغن قرار دینا درست نہیں ہے۔ اللہ ہمارا خالق ہے اور وہ ہماری خواہشات کو ہم سے بہتر جانتا ہے اور اسی نے معاشرے کی خیر خواہی کو مد نظر رکھ کر یہ حکم نازل کیا ہے۔ جو لوگ پردے کے مخالف ہیں ان سے ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ آزادی نسواں سے خود مغرب کو کیا فائدہ ملا ہے؟ آزادی نسواں کے نتیجے میں وہاں طلاق کا رجحان بڑھ گیا ہے اور خاندانی نظام ٹوٹ گیا ہے اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ بچوں کو اپنے باپ کا نام تک نہیں معلوم ہوتا۔ لہذا اگر اس تباہی سے بچنا ہے تو پھر ہمیں اسلام کے دامن میں ہی پناہ لینا ہوگی۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ایک خطبے میں ارشاد فرمایا تھا: مجھے سب سے زیادہ خوف اس بات کا ہے کہ میرے بعد میری امت حرام روزگار، خفیہ عشق بازی اور سود میں مبتلا ہو جائے گی۔ جب حسن بے حجاب ہو تو جنسی طوفان کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے جسے کنٹرول کرنا مشکل ہوتا ہے۔ اور اگر آج نوجوان نسل گمراہ دکھائی دیتی ہے تو اس کی وجہ بھی بے حجابی کو قرار دینا چاہیے۔

شیخ مفید اپنی کتاب احکام النساء میں لکھتے ہیں:

ایک آزاد مسلمان عورت کا فرض ہے کہ وہ گھر کی چار دیواری میں رہے اور بلا ضرورت گھر سے باہر نہ نکلا کرے۔ اور جب اسے گھر سے باہر نکلنا ہو تو بناؤ سنگھار کر کے نہ نکلے اور نہ کسی نامحرم سے بات کرے اور نہ ان سے خرید و فروخت کرے۔ البتہ مجبوری کی صورت میں ایسا کرنا جائز ہے۔ اور جب کبھی اسے نامحرم سے بات کرنی پڑ جائے تو نرم نرم لہجے میں بات نہ کرے بلکہ معمول کے مطابق بات کرے اور کسی بھی نامحرم کی آنکھوں میں آنکھیں نہ ڈالے۔ بہتر ہے کہ خود معاملہ کرنے کے بجائے کسی امین آدمی کے ذریعے معاملہ کرے۔ احقاق حق کے لیے عورت کو حاکم سے بات کرنے کی اجازت ہے لیکن اگر یہ کام کسی نائب کی طرف سے ممکن ہو تو کسی کو اپنا نائب مقرر کرے۔ عورت کو چاہیے کہ کسی نامحرم کو نگاہ بھر کر نہ دیکھے۔ ہر مومن عورت کو فلا تَنخَضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعُ الْإِدْبِي فَمِنْ قَلْبِهِ (نرم نرم لہجے میں نہ بات کرے تاکہ جس کے دل میں بیماری ہے وہ کوئی امید نہ پیدا کر لے) کی آیت پر عمل کرنا چاہیے۔ مسلمان عورت کے لیے جائز نہیں ہے کہ اپنی زینت لوگوں پر ظاہر کرے البتہ خدا نے جن رشتے داروں کو مستثنیٰ کیا ہے ان کے سامنے زینت کے اظہار میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

سورہ نور میں ہے: (اے رسول) مومن عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے سینوں پر اوڑھنیاں اوڑھے رہا کریں اور اپنے خاوند اور باپ اور خسر اور بیٹوں اور خاوند کے بیٹوں اور بھائیوں اور بھتیجیوں اور اپنی جیسی عورتوں اور لونڈی غلاموں کے سوا نیز ان خدام کے جو عورتوں کی خواہش نہ رکھیں اور ایسے بچوں سے جو عورتوں کے پردے کی چیزوں سے واقف نہ ہوں کسی پر اپنی زینت اور سنگھار کے مقامات کو ظاہر نہ ہونے دیں۔

گنہگار عورتوں کی سزائیں

عیون الاخبار الرضا میں مرقوم ہے کہ امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرین کی سند سے امیر المومنین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ میں اور حضرت فاطمہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ آپ گریہ فرما رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ صدقے! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے شب معراج اپنی امت کی عورتوں کو مختلف قسم کے عذاب میں مبتلا دیکھا ہے۔ میں اس عذاب کو یاد کر کے رو رہا ہوں۔

- (۱) میں نے ایک عورت کو دیکھا جو بالوں سے لٹکی ہوئی تھی اور اس کا دماغ آگ میں جل رہا تھا۔
- (۲) میں نے ایک عورت کو دیکھا جو زبان سے لٹکی ہوئی تھی اور اس کے حلق میں کھولتا ہوا پانی ڈالا جا رہا تھا
- (۳) میں نے ایک عورت کو دیکھا جو اپنی چھاتی کے ساتھ لٹکی ہوئی تھی۔
- (۴) میں نے ایک عورت کو دیکھا جو اپنا گوشت نوج رہی تھی اور اس کے نیچے آگ کے شعلے بلند تھے۔
- (۵) میں نے ایک عورت کو دیکھا جس کے پاؤں اس کے ہاتھوں سے بندھے ہوئے تھے اور اس پر سانپ بچھو لوٹ رہے تھے۔
- (۶) میں نے ایک عورت کو دیکھا جو بہری، گونگی اور اندھی تھی۔ وہ آگ کے صندوق میں بندھی اور اس کا مغز اس کے تھنوں کے راستے سے بہ رہا تھا اور اس کے وجود پر جزام اور برص کا غلبہ تھا۔
- (۷) میں نے ایک عورت کو دیکھا جو اپنے پاؤں سے دوزخ کے ایک تنور میں لٹکی ہوئی تھی۔
- (۸) میں نے ایک عورت کو دیکھا جس کے وجود کے اگلے پچھلے گوشت کو دوزخ کی قینچی سے کاٹا جا رہا تھا۔
- (۹) میں نے ایک عورت کو دیکھا جس کا بدن جل رہا تھا اور وہ اپنی انتڑیوں کو کھا رہی تھی۔
- (۱۰) میں نے ایک عورت کو دیکھا جس کا سر خنزیر اور دھڑگدھے کا ساتھ ہوا تھا وہ ہزار عذاب میں مبتلا تھی۔
- (۱۱) میں نے ایک عورت کو دیکھا جس کا چہرہ کتے کا تھا اور آگ کے مقعد میں داخل ہو کر منہ سے نکل رہی تھی اور ملائکہ اس کے سر اور بدن پر آہنی گرز مار رہے تھے۔

بی بی فاطمہ نے عرض کیا: بابا جان! یہ فرمائیں کہ انہیں یہ عذاب کیوں دیئے جا رہے تھے؟ رسول اکرم نے فرمایا کہ جو عورت اپنے بالوں سے لٹکی ہوئی تھی وہ نامحرم مردوں کے سامنے اپنے سر کے بالوں کو نہیں ڈھانپتی

تھی۔ اور جو عورت زبان سے لگی ہوئی تھی وہ اپنے شوہر سے بدزبانی کیا کرتی تھی۔ اور جو عورت اپنی چھاتی کے ساتھ لگی ہوئی تھی وہ شوہر کے بستر سے دور رہتی تھی۔ اور جو عورت پاؤں سے لگی ہوئی تھی وہ شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر جاتی تھی۔ اور جو عورت اپنا گوشت نوچ رہی تھی وہ نامحرموں کے لیے زیب و زینت کیا کرتی تھی اور جس عورت کے ہاتھ پاؤں کے ساتھ بندھے ہوئے تھے اور اس پر سانپ بچھو لوٹ رہے تھے وہ گندی عورت تھی جو صاف کپڑے نہیں پہنتی تھی، جنابت و حیض کا غسل نہیں کرتی تھی اور نماز کو اہمیت نہیں دیتی تھی۔ اور جو عورت بہری، گونگی اور اندھی تھی وہ اپنے ناجائز بچے کو اپنے شوہر سے منسوب کرتی تھی۔ جس عورت کے گوشت کو قینچی سے کاٹا جا رہا تھا وہ اپنے آپ کو نامحرموں کے سامنے پیش کرتی تھی۔ اور جس عورت کا سر خنزیر اور دھڑ گدھے کا تھا وہ جھوٹ بولتی تھی اور چغلی کھاتی تھی۔ جس عورت کا چہرہ اور بدن جل رہا تھا اور وہ اپنی انتڑیاں کھا رہی تھی وہ کلتی تھی۔ اور جس عورت کا چہرہ کتے کا سا تھا اور آگ کے مقعد میں داخل ہو کر منہ سے نکل رہی تھی وہ گانا گاتی تھی اور حسد کرتی تھی۔ پھر آپ نے فرمایا: بتایا ہے اس عورت کے لیے جو اپنے شوہر کو ناراض کرے اور خوشخبری ہے اس عورت کے لیے جس سے اس کا شوہر راضی ہو۔ (ج ۲، ص ۱۰)

۱۳۶۔ لڑکوں اور لڑکیوں کی دوستی

جوان لڑکوں اور لڑکیوں کی دوستی انتہائی خطرناک ہے۔ اس کا نتیجہ بتائی و بربادی کے سوا اور کچھ نہیں لیکن زمانے کی قدریں ایسی بدلی ہیں کہ لڑکوں اور لڑکیوں کی دوستی کا کوئی نوٹس ہی نہیں لیتا۔ ماں باپ کو بھی اپنی اولاد کے بوائے فرینڈ یا گرل فرینڈ بنانے پر اعتراض نہیں ہوتا۔ جن کالجوں اور یونیورسٹیوں میں مخلوط تعلیم دی جاتی ہے وہاں تو یہ ایک عام سی بات ہے۔ اس طرح کے تعلقات سے ہر سال بہت سے ناجائز بچے پیدا ہوتے ہیں یا ان کا اسقاط کرا دیا جاتا ہے۔ ان تمام تر قباحتوں کو دیکھنے کے باوجود بھی اس طرح کے تعلقات کے خلاف آواز نہیں اٹھائی جاتی۔

خدا نے کنیزوں سے شادی کے متعلق فرمایا ہے: فَانكِحُوهُنَّ بِأَذْنِ أَهْلِيهِنَّ وَأَتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ بِأَلْمَعْرُوفِ مَحْصَنَاتٍ غَيْرِ مُسَاجِفَاتٍ وَلَا مُتَّخِذَاتِ أَخْدَانٍ کنیزوں کے ساتھ ان کے مالکوں سے اجازت حاصل کر کے نکاح کرو اور دستور کے مطابق ان کا مہر بھی ادا کرو بشرطیکہ عقیقہ ہوں۔ علانیہ بدکاری یا در پردہ دوستی کرنے والی نہ ہوں۔ (سورہ نساء: آیت ۲۵) اور ازدواج موقت کے متعلق فرمایا ہے: ایسی عورتوں سے نکاح کرو جو پاکدامن ہوں، زنا سے دور رہتی ہوں اور در پردہ دوستی کرنے والی نہ ہوں۔ (سورہ مائدہ: آیت ۵)

ایک مسلمان کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ مسلمان بیوی کی موجودگی میں کسی مجوسی، نصرانی یا یہودی عورت سے متہ کرے۔

المختر لڑکے لڑکیوں کی دوستی ممنوع ہے اور یہ وَلَا تَقْرَبُوا الزَّوْجِيَّاتِ کی آیت کی صریحاً خلاف ورزی ہے۔

۱۳۷۔ عشق حرام

بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ خدا، رسول، ائمہ معصومین، صالحین، والدین، بھائی بہن اور بیوی کے علاوہ اگر کسی اور سے جنون کی حد تک عشق ہو تو وہ حرام ہے جیسا کہ لیلیٰ مجنوں (شیریں فرہاد، سکی پنوں اور ہیرا رانجا) میں تھا۔ اس طرح کا عشق دراصل ایک بیماری ہے۔ کسی نے ٹھیک کہا ہے:

کہتے ہیں عشق جس کو خلل ہے دماغ کا

عشق ہمیشہ رسوائی اور بدنامی کا باعث بنتا ہے۔ عشق کا تعلق دوسری صنف سے ہو یعنی مرد عورت سے عشق کرے تو اس کی حرمت زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس طرح کے عشق کو دل کی بیماری قرار دیا ہے۔

علامہ مجلسی نے بحار الانوار میں ایک باب قائم کیا ہے جس کا عنوان ہے عشق کی مذمت اور اس کی وجوہات۔ اس باب میں انھوں نے امالی شیخ صدوق سے ایک روایت نقل کی ہے جس میں مفصل بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عشق کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: قُلُوبٌ خَلَّتْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ فَإِذَا قَهَا اللَّهُ حُبَّ غَيْرِهِ. جب دل محبت خدا سے خالی ہو جاتے ہیں تو خدا ان کو غیر خدا کی محبت میں مبتلا کر دیتا ہے۔ (علل الشرائع ج ۱، ص ۱۴۰)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ أَخْوَفَ مَا اتَّخَوْفُ عَلَى أُمَّتِي مِنْ بَعْدِي هَذِهِ الْمَكَاسِبُ الْمَحْرَمَةُ وَالشَّهْوَةُ الْخَفِيَّةُ وَالرِّبَا.

مجھے سب سے زیادہ خوف اس بات کا ہے کہ میرے بعد میری امت حرام روزگار، خفیہ عشق بازی اور سود میں مبتلا ہو جائے گی۔ (بحار الانوار ج ۷۰، ص ۱۵۸)

الْفَضْلُ النَّاسِ مَنْ عَشِقَ الْعِبَادَةَ فَعَانَقَهَا وَأَحْبَبَهَا بِقَلْبِهِ وَبَاشَرَهَا بِجَسَدِهِ وَتَفَرَّغَ لَهَا فَهُوَ لَا يُبَالِي عَلَى مَا أَصْبَحَ مِنَ الدُّنْيَا عَلَى عُسْرِ أُمِّ عَلِيٍّ يُسِرُّ. بہترین شخص وہ ہے جسے عبادت خدا سے عشق ہو اور جو دل سے عبادت کو پسند کرتا ہو اور میدان عمل میں بھی عبادت میں مشغول رہتا ہو اور باقی غم روزگار کو چھوڑ کر عبادت کے لیے آمادہ رہتا ہو اور دنیا کے دکھ سکھ کی فکر نہ کرتا ہو۔ (کافی ج ۲، ص ۸۳)

امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا: طُوبَى لِمَنْ أَخْلَصَ لِلَّهِ الْعِبَادَةَ وَالِدَعَاءَ وَلَمْ يُشْغَلْ قَلْبُهُ بِمَا تَرَى عَيْنَاهُ وَلَمْ يَنْسَ ذِكْرَ اللَّهِ بِمَا تَسْمَعُ أُذُنَاهُ وَلَمْ يَحْزَنْ صَلَوَةَ بِمَا أُعْطِيَ غَيْرُهُ. اس شخص کے لیے بشارت ہے جو اخلاص کے ساتھ خدا کی عبادت کرے اور خلوص کے ساتھ اس سے دعائیں مانگے اور جو کچھ اس کی آنکھیں دیکھیں اس کی وجہ سے اس کا دل غافل نہ ہو اور جو کچھ اس کے کان نہیں اس کی وجہ سے ذکر خدا کو نہ بھولے اور دوسروں کو خدا نے جو نعمتیں دی ہیں ان کو دیکھ کر تنگ دل نہ ہو۔ (کافی ج ۲، ص ۱۶)

۱۳۸۔ بے حیائی کو فروغ دینا

برائی اور بے حیائی بذات خود بری ہیں اور ان کو فروغ دینا اور رائج کرنا اور بھی زیادہ برا ہے۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ برائی کو فروغ دینے والا شخص خود برائی کرنے والے شخص کی مانند ہے۔ بدگمانی، تجسس اور غیبت کی مذمت میں قرآنی آیات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر عیب سے اہل ایمان کو محفوظ رکھنا چاہتا ہے اور اسے یہ پسند نہیں ہے کہ کسی کی آبرو ضائع ہو اور معاشرے میں برائی کا چلن عام ہو۔

سورہ نور آیت ۱۹ تا ۲۱ میں آیا ہے: **إِنَّ الَّذِينَ يُجِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ... وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ** جو لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ مومنوں میں بے حیائی پھیلے ان کو دنیا اور آخرت میں دکھ دینے والا عذاب ہوگا اور خدا جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ اور اگر تم پر خدا کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی (تو کیا کچھ نہ ہوتا مگر وہ کریم ہے) اور یہ کہ خدا نہایت مہربان رحم والا ہے۔ اے ایمان والو! شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو۔ اور جو شخص شیطان کے نقش قدم پر چلے گا تو شیطان اسے بے حیائی اور برائی کے کام ہی بتائے گا اور اگر تم پر خدا کا فضل اور اس کی مہربانی نہ ہوتی تو ایک شخص بھی تم میں سے پاک نہ ہو سکتا مگر خدا جس کو چاہتا ہے پاک کر دیتا ہے اور خدا سننے والا اور جاننے والا ہے۔

کافی، امالی اور تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جس نے مومن کے متعلق وہ بات کہی جسے اس کی آنکھوں نے دیکھا اور کانوں نے سنا ہے تو ایسا شخص **إِنَّ الَّذِينَ يُجِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ** کی آیت کا مصداق ہے۔

ایک شخص نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے عرض کیا کہ مولا! بعض اوقات مجھے پتا چلتا ہے کہ فلاں دینی بھائی نے برائی کی ہے لیکن جب میں خود اس سے پوچھتا ہوں تو وہ اس بات کی تردید کرتا ہے جبکہ خبر دینے والے بھی ثقہ ہوتے ہیں۔ اس صورت میں مجھے کس کی بات ماننی چاہیے؟ آپ نے فرمایا کہ تم اپنے مومن بھائی کے لیے اپنی آنکھ اور کان کو جھٹلا دو۔ اگر مومن کے خلاف پچاس آدمی گواہی دیں اور مومن خود انکار کرے تو تم کو مومن کی بات کا اعتبار کرنا چاہیے اور اس کی بدگوئی کرنے والے کی تکذیب کرنی چاہیے۔ لوگوں کی باتوں میں آکر مومن کی آبرو اور حیثیت کو ختم نہ کرو ورنہ تم بھی **إِنَّ الَّذِينَ يُجِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ** کی آیت کے مصداق بن جاؤ گے۔ (کافی ج ۸، ص ۱۳۷)

۱۳۹۔ عورت کا غیر مردوں کے لیے سنگھار کرنا

اس عمل کے حرام ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ شوہر کے علاوہ غیر مردوں کے لیے بناؤ سنگھار کرنے والی عورت پر خدا کی لعنت ہوتی ہے۔ بہت سی احادیث میں عورت کا غیر مردوں کے لیے بناؤ سنگھار کرنا،

خوشبو لگانا یا شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر جانا حرام بتایا گیا ہے۔ فقہاء نے بھی ان تینوں امور کو حرام کہا ہے۔ اس سلسلے کی چند روایات قارئین کرام کی نذر کی جاتی ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: جو عورت شوہر کے سوا غیر مردوں کے لیے خوشبو لگائے اور پھر شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر جائے تو جب تک وہ گھر واپس نہیں آتی اس وقت تک اس پر خدا کی لعنت برستی ہے۔ (وسائل الشیعہ ج ۹۔ کافی ج ۵، ص ۵۱۸)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے: جو عورت شوہر کے علاوہ کسی اور کے لیے خوشبو لگائے تو جب تک وہ اس عمل سے دستبردار نہ ہو اور غسل جنابت کی طرح غسل تو بہ نہ کرے اس وقت تک اس کی نماز قبول نہیں ہوگی۔ (کافی ج ۵، ص ۵۰۷)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: جو عورت شوہر سے اجازت لیے بغیر گھر سے باہر جائے گی تو آسمان کے تمام فرشتے اس پر لعنت کریں گے (وسائل الشیعہ ج ۲۵، ص ۱۶۲۔ کافی ج ۵، ص ۵۰۶)

۱۴۰۔ مرد اور عورت کا ایک دوسرے سے مشابہ ہونا

فقہاء کا متفقہ فتویٰ ہے کہ مرد کے لیے خالص ریشم اور خالص سونا پہننا نیز ہاتھ میں کڑا اور گلے میں چین پہننا جو کہ عورتوں سے مخصوص ہے حرام ہے اور عورت کے لیے بھی مرد کا مخصوص لباس پہننا حرام ہے۔ شیخ انصاری درج بالا نیاں کے بعد لکھتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت کی ہے ان مردوں پر جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں اور ان عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں۔^۱ (کافی ج ۸، ص ۶۹)

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے ایک آدمی کو مسجد نبوی میں زنانہ لباس پہنے دیکھا تو اس سے فرمایا کہ مسجد سے باہر چلے جاؤ۔ میں نے رسول اکرم سے سنا ہے کہ اللہ لعنت کرتا ہے ان مردوں پر جو عورتوں کی شبیہ بنتے ہیں اور ان عورتوں پر جو مردوں کی شبیہ بنتی ہیں۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۲، ص ۳۱۱)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی مرد کو عورت کی مشابہت اختیار کئے ہوئے پاتے تو اسے سختی سے ڈانٹتے تھے اور اگر کسی عورت کو مردانہ لباس میں دیکھتے تو اسے بھی منع فرماتے تھے۔ (ایضاً)

۱۴۱۔ حرام اور حلال نگاہیں

کسی بھی مرد کے لیے نا محرم عورت کو ارادہ و اختیار کے ساتھ دیکھنا حرام ہے خواہ قصد لذت موجود ہو یا

۱۔ پرودیسردوں، اداکاروں اور سب کو جاننا چاہیے کہ ایک مقامی ٹی وی چینل پر بیگم نواز شہ علی شو کے نام سے پردگرام میں میزبان جس انداز میں عورتوں کا سوانگ بھر کر جلوہ گر ہوتا ہے وہ اس کی ایک مثال ہے۔ (رضوانی)

نہ ہو اور جن عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے ان کو قصد لذت کے بغیر دیکھنا حلال ہے اور کسی عورت پر اچانک نگاہ پڑ جائے تو بھی حلال ہے البتہ بعد میں اسے تاکتے رہنا حرام ہے۔ بعض فقہاء کہتے ہیں کہ نامحرم عورت کے چہرے، ہاتھوں اور پاؤں کو قصد لذت کے بغیر دیکھنا حلال ہے۔ اسی طرح دیہاتی عورتیں جو پردے کی پابندی نہیں کرتیں اور پاگل عورت کو بھی قصد لذت کے بغیر دیکھنا حلال ہے۔ شرمگاہ پر نگاہ کرنا خواہ وہ محارم کی ہو یا غیر محارم کی حرام ہے۔ ضرورت کے وقت غیر محرم عورت کو دیکھنا جائز ہے مثلاً علاج کرنا یا ذوقی عورت کو پہچانا مقصود ہو۔ اگر قصد لذت نہ ہو تو دیکھنے میں حرج نہیں ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ تیر نظر ابلیس کا زہر آلود تیر ہے۔ کبھی کبھی ایک نظر طویل حسرت میں مبتلا کر دیتی ہے۔ (کافی ج ۵، ص ۵۵۹)

آپ کا فرمان ہے کہ جو دوسروں کی عورتوں کی پشت پر نظر ڈالتے ہیں کیا انھیں یہ اندیشہ نہیں ہے کہ دوسرے بھی ان کی عورتوں کی پشت پر ایسی ہی نظر ڈالیں گے۔ (وسائل الشیخہ ج ۱۳، ص ۱۳۵)

آپ نے فرمایا ہے کہ ایک نگاہ کے بعد دوسری نگاہ دل میں شہوت جگاتی ہے اور آزمائش کا موجب بنتی ہے اور ابلیس کے جال میں پھنسانے کا سبب ہوتی ہے۔ (وسائل الشیخہ ج ۱۳، ص ۱۳۹)

بڑبڑی کہتے ہیں کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا مرد اپنی سالی کے بالوں کو دیکھ سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اگر وہ عمر رسیدہ ہو اور شادی کے لائق نہ ہو تو پھر جائز ہے۔ میں نے پوچھا کہ کیا سالی اور عام عورت کا ایک ہی حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ (وسائل الشیخہ ج ۱۳، ص ۱۳۴)

ابو بصیر کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ قرآن میں جہاں بھی شرمگاہ کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ زنا نہ کر دیکھ کر لیکن قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّونَ مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ذَٰلِكَ أَزْكَىٰ لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ ۝ وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ ۝ کی آیت میں حفظ فردج سے مراد یہ ہے کہ کوئی کسی کی شرمگاہ پر نظر نہ ڈالے۔ لہذا کسی مرد کو دوسرے مرد کی شرمگاہ دیکھنے کی اجازت نہیں ہے اور کسی عورت کو دوسری عورت کی شرمگاہ دیکھنے کی اجازت نہیں ہے۔ (تفسیر قمی ج ۲، ص ۱۰۱)

ابوحزہ ثمالی بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ اگر کسی عورت کے جسم کے حساس مقام پر کوئی بیماری ہو یا چوٹ لگی ہو اور اچھا معالج کرنے والی عورت موجود نہ ہو تو کیا مرد معالج علاج کی غرض سے اس کے حساس مقام کو دیکھ سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ مجبوری کی وجہ سے وہ اس سے علاج کرانا چاہے تو معالج اس کے بدن پر نظر ڈال سکتا ہے۔ (وسائل الشیخہ ج ۱۳، ص ۱۷۲)

علی بن جعفر بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے بھائی امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے پوچھا کہ اگر عورت کی ران یا شکم یا بازو پر کوئی زخم آجائے تو کیا مرد معالج اس کا علاج کر سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ میں نے کہا کہ اگر مرد کے شکم یا ران وغیرہ میں تکلیف ہو تو کیا عورت اس کا علاج کر سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اگر

شرمگاہ نہ کھلتی ہو تو جائز ہے۔ (وسائل الشیخہ ج ۱۳، ص ۱۷۳)

فقہاء اور مراجع تقلید کہتے ہیں کہ ضرورت کے بغیر طیب نامحرم عورت کو ہاتھ نہ لگائے اور اگر ضروری ہو تو پھر ضرورت سے زیادہ اس کے جسم کو ہاتھ نہ لگائے اور اگر صرف دیکھنے سے علاج ہو سکتا ہو تو پھر نامحرم عورت کو ہاتھ نہ لگائے اور اگر ہاتھ لگانا ضروری ہو اور دیکھنے کی احتیاج نہ ہو تو پھر ہاتھ لگانے پر ہی اکتفا کرے۔

آیت اللہ گلپایگانی اپنی کتاب مختصر الاحکام میں لکھتے ہیں: اگر نامحرم عورت کا علاج کرنے کے لیے ضروری ہو کہ طیب اس کے بدن کو دیکھے تو طیب کے لیے اس کا بدن دیکھنا جائز ہے اور اگر صرف سرسری طور پر دیکھنا ہی کافی ہو تو پھر ہاتھ لگانے سے پرہیز کرے اور اگر ہاتھ لگانے سے علاج ہو سکتا ہو تو پھر نامحرم عورت کو دیکھنے سے اجتناب کرے۔ باقی مراجع کا بھی یہی فتویٰ ہے۔

اس تمام تر بحث کا حاصل یہ ہے کہ اگر حسب ذیل نگاہوں میں شہوت شامل نہ ہو تو پھر دیکھنا جائز ہے۔

(۱) جس عورت سے نکاح کرنا مقصود ہو اسے دیکھا جاسکتا ہے۔

(۲) کافر عورتوں کو دیکھنا جائز ہے۔

(۳) دیہاتی عورتیں جو پردے کی پابندی نہیں کرتیں ان کو دیکھنا جائز ہے۔

(۴) اشد ضرورت کے وقت دیکھنا جائز ہے۔

(۵) کچھ فقہاء کے نزدیک نامحرم عورت کا چہرہ اور ہتھیلیاں دیکھنا حلال ہے۔

(۶) جن عورتوں سے نکاح حرام ہے ان کو دیکھنا حلال ہے۔

(۷) بوڑھی عورت کو دیکھنا جائز ہے۔

(۸) پانچ برس سے کم عمر کی لڑکی کو دیکھنا حلال ہے۔

۱۴۲۔ قصد لذت سے محارم کو دیکھنا

سابقہ باب میں ہم یہ بتا چکے ہیں کہ محارم کو اور بوڑھی عورتوں کو اور علاج معالجہ کے لیے نامحرم عورت کو دیکھنا حلال ہے لیکن اس کی بنیادی شرط یہ ہے کہ لذت کا قصد نہ ہو اور اگر خدا نخواستہ لذت کے ارادے سے دیکھے تو ان کو دیکھنا حرام ہو جائے گا۔ اور اس حرمت پر اجماع ہے۔ اسی طرح محارم (ماں، بہن، بیٹی وغیرہ) سے ہاتھ ملانا اور ان کا سر چومنا بھی جائز ہے بشرطیکہ لذت کا قصد نہ ہو۔ اگر خدا نخواستہ قصد لذت شامل ہو جائے تو یہ عمل حرام ہو جائے گا اور یہ نظر بھی اٹلیس کا زہریلا تیر شمار ہوگی۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے فرمایا تھا:

پہلی نگاہ تمہارے لیے خطرناک نہیں ہے لیکن دوسری نگاہ خطرناک ہے۔ (المبسوط ج ۳، ص ۱۶۰)

آیت اللہ سید کاظم یردی اپنی کتاب عروۃ الوثقی میں فرماتے ہیں:

جن عورتوں سے خون، رضاعت یا رشتے کی وجہ سے نکاح حرام ہے ان کو دیکھنا جائز ہے بشرطیکہ قصد لذت نہ ہو۔ البتہ شرمگاہ کو دیکھنا حرام ہے۔ اور محرمات کے لیے بھی یہی حکم ہے کہ وہ اپنے محرم پر نگاہ ڈالیں تو قصد لذت شامل نہ ہو ورنہ مذکورہ عورتوں کے لیے ان کے محرم مردوں پر نظر کرنا حرام ہوگا۔

اس کے بعد یہ فقیر بزرگوار لکھتے ہیں کہ نامحرم عورت کی آواز سننے میں کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ قصد لذت نہ ہو۔ اور مرد بھی نامحرم عورتوں کے سامنے بلند آواز میں گفتگو کر سکتا ہے لیکن اس میں بھی یہی شرط ہے کہ فتنہ و فساد کا خطرہ نہ ہو۔ اگرچہ احتیاط اس میں ہے کہ بلا ضرورت اس عمل سے بچا جائے اور جب مخاطب جوان عورت ہو تو فتنہ و شر کے خطرات بڑھ جاتے ہیں۔ اور اگر جوان عورت جان بوجھ کر بیجان انگیز لہجہ اختیار کرے تو یہ مطلقاً حرام ہے۔

۱۴۳۔ حیض و نفاس میں جماع کرنا

قرآن مجید کا فرمان ہے کہ حالت حیض میں بیوی سے جماع کرنا حرام ہے۔ علمائے اسلام کا اجماع ہے کہ حیض اور نفاس میں جماع کرنا حرام ہے۔ اور بیوی کو بھی چاہیے کہ وہ مخصوص ایام میں شوہر کی خواہش کی تکمیل کرنے سے انکار کر دے۔ ان ایام میں جماع کرنا حرام ہے البتہ باقی لذات حاصل کرنا حلال ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ أَذَى فَأَعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّى يَطْهُرْنَ فَاَتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ ○ (اے رسول!) لوگ آپ سے حیض کے بارے میں سوال پوچھتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ وہ ایک گندگی کی حالت ہے۔ اس میں عورتوں سے الگ رہو اور ان کے قریب نہ جاؤ جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں۔ پھر جب وہ پاک ہو جائیں تو ان کے پاس جاؤ اس طرح جیسا کہ اللہ نے تم کو حکم دیا ہے۔ بے شک اللہ توبہ کرنے والوں اور پاک رہنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ (سورہ بقرہ: آیت ۲۲۲)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ کیا شوہر اپنی حائض بیوی سے لذت حاصل کر سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جماع کے سوا ہر طرح کی لذت حاصل کر سکتا ہے۔ (تفسیر صانی ج ۱، ص ۵۸۲)

آپ سے پوچھا گیا کہ جس عورت کا حیض ختم ہو گیا ہو لیکن اس نے غسل نہ کیا ہو کیا اس سے جماع حلال ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اگر شوہر جماع کا خواہشمند ہو تو بیوی سے کہے کہ خون کے مقام کو دھو لے۔ جب بیوی اس مقام کو خوب اچھی طرح سے دھو لے تو جماع کر سکتا ہے۔

دوسری روایت میں یہ الفاظ مرقوم ہیں: غسل مجھے زیادہ پسند ہے۔ (ملا فیض کاشانی، تفسیر صانی)

آیت اللہ سید کاظم یزدی لکھتے ہیں:

ایام حیض میں بیوی کے ساتھ جماع حرام ہے اگرچہ حشفہ سے کم تر ہی داخل کرے اور عورت کے لیے

بھی اپنے آپ کو جماع کے لیے پیش کرنا حرام ہے۔ جماع کے علاوہ بوسہ وغیرہ لینا جائز ہے۔ (طی فی الدر محل اشکال ہے۔ (عروۃ الوثقی ج ۱، ص ۳۳۹)

۱۴۴۔ چار ماہ سے زیادہ عرصے تک جماع نہ کرنا

علامہ طلی لکھتے ہیں کہ مرد کے لیے حالت اختیار میں چار ماہ سے زیادہ عرصے تک بیوی کے ساتھ جماع نہ کرنا حرام ہے۔ اسی طرح مرد کے لیے ایسے سفر پر جانا حرام ہے جہاں چار ماہ سے زیادہ کا عرصہ درکار ہو البتہ اگر بیوی اجازت دے تو پھر ایسا سفر کرنا جائز ہے۔ مرد اگر اپنی بیوی کو سفر میں ساتھ لے سکتا ہو تو لے جائے ورنہ اس سے اجازت حاصل کرے۔ (القولاعد ج ۳، ص ۴۹-۵۰)

آیت اللہ شہینی لکھتے ہیں:

صحت مند بیوی سے صحت مند شوہر کا چار ماہ سے زیادہ عرصے تک جماع نہ کرنا حرام ہے۔ چار ماہ میں دائمی عقد رکھنے والی بیوی سے ایک بار جماع واجب ہے۔ اور اگر کسی کی چار بیویاں ہوں اور وہ ایک بیوی کے پاس رات گزارے تو اس پر واجب ہے کہ باقی تین بیویوں کے ساتھ بھی ایک ایک رات گزارے۔ اور اگر بیویوں کی تعداد چار سے کم ہو تو مساوات ضروری نہیں ہے۔ (تحریر الویلد ج ۲، ص ۳۰۳)

صفوان بن یحییٰ کہتے ہیں کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا کہ اگر کسی آدمی کی جوان بیوی ہو اور وہ کئی ماہ تک بلکہ سال تک اس سے صحبت نہ کرے جبکہ اس کا مقصد بیوی کو ازیت پہنچانا نہ ہو تو کیا یہ آدمی گنہگار ہوگا؟ امام نے فرمایا کہ اگر چار ماہ تک صحبت نہ کرے تو گنہگار ہوگا۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۳، ص ۱۰۰)

آیت اللہ سید کاظم یزدی عروۃ الوثقی میں لکھتے ہیں کہ مرد کے لیے حلال نہیں ہے کہ اپنی بیوی سے چار ماہ سے زیادہ عرصے تک مباشرت نہ کرے۔ اور اس کے لیے بیوی کا مطالبہ کرنا شرط نہیں ہے۔ بیوی خواہ مطالبہ کرے یا نہ کرے پھر بھی چار ماہ میں ایک مرتبہ مباشرت ضروری ہے۔ بیوی خواہ عقد دائمی میں ہو یا عقد موقت میں ہو۔ جوان ہو یا بوڑھی ہو۔ مرد وطن میں ہو یا سفر میں ہو۔ چار ماہ میں ایک بار مباشرت واجب ہے البتہ حسب ذیل صورتیں اس سے مستثنیٰ ہیں:

(۱) بیوی مباشرت نہ کرنے پر راضی ہو۔

(۲) نکاح کے وقت یہ شرط رکھی گئی ہو کہ مباشرت نہیں کرے گا۔

(۳) مباشرت عورت یا مرد کے لیے نقصان کا باعث ہو۔

(۴) بیوی اپنی مرضی سے سفر پر گئی ہو۔

(۵) بیوی نافرمان ہو۔

اور اگر کسی بھی وجہ سے وظیفہ زوجیت چار ماہ میں انجام نہ پایا ہو تو اس کی تلافی کے لیے قضا واجب ہے۔

آیت اللہ ضعیفی تحریر الوسیلہ میں فرماتے ہیں :

بیوی پر مرد کے کچھ حقوق واجب ہیں :

- (۱) بیوی کو چاہیے کہ اپنے شوہر کی اطاعت کرے۔
- (۲) شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہ جائے۔ اگر عورت اپنے ماں باپ سے ملاقات کرنا چاہتی ہو یا ان کی عیادت مقصود ہو یا ان کی موت کے مراسم میں شریک ہونا چاہتی ہو تب بھی شوہر سے پوچھ کر گھر سے باہر نکلے۔
- (۳) بیوی اپنے آپ کو مکمل طور پر شوہر کے سپرد کر دے اور اسے کسی بھی جائز استفادہ سے محروم نہ رکھے۔ بیوی کے بھی شوہر پر چند حقوق ہیں :

- (۱) شوہر کو چاہیے کہ بیوی کو نان و نفقہ، رہائش اور پوشاک جیسا کہ متعارف ہو فراہم کرے۔
- (۲) بیوی کی غلطیوں سے درگزر کرے۔
- (۳) بیوی سے بد اخلاقی اور بے رخی سے پیش نہ آئے۔
- (۴) شوہر پر واجب ہے کہ کم از کم چار ماہ میں ایک مرتبہ بیوی سے جماع کرے۔

۱۳۵۔ منکوحہ عورت یا عدت والی عورت سے نکاح کی خواستگاری کرنا

جو عورت منکوحہ ہو یا طلاق رجعی کے دن گزار رہی ہو اس سے نکاح کی خواستگاری کرنا حرام ہے کیونکہ طلاق رجعی کے دوران شوہر کو رجوع کا حق حاصل ہے لہذا طلاق رجعی والی عورت منکوحہ شمار کی جاتی ہے۔ علامہ شیخ محمد حسن نجفی اپنی کتاب جواهر الکلام میں اس مسئلے کو بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں :

اس حرمت پر فقہاء کا اجماع ہے۔ منکوحہ عورت کو نکاح کی پیشکش کرنا انتہائی معیوب بات ہے اور یہ کسی بھی مومن کی عزت سے کھیلنے کے مترادف ہے۔ ہر مومن کی جان، مال اور ناموس محترم ہے اور یہ عمل فتنہ و فساد کا موجب ہے۔ ہو سکتا ہے کہ عورت اپنے شوہر سے چھٹکارا پانے کے لیے اسے زہر دیدے یا کسی دوسرے ذریعے سے ختم کر دے اور یوں ایک پیشکش قتل کا موجب بن جائے۔

۱۳۶۔ عدت وفات کے دوران عورت کا بننا سنورنا

جس عورت کا شوہر فوت ہو جائے اس عورت پر واجب ہے کہ وہ چار ماہ دس دن تک عدت میں رہے اور اس دوران عقد ثانی نہ کرے۔ اور اگر عورت حاملہ ہو تو وضع حمل تک نکاح نہیں کر سکتی۔ اگر بچہ چار ماہ دس دن سے پہلے پیدا ہو جائے تو عورت کو چاہیے کہ وہ چار ماہ تک عدت میں رہے اور وضع حمل میں دیر ہو تو اس کی عدت وضع حمل تک ہوگی۔ عدت کے دوران بیوہ کے لیے زینت شمار ہونے والا لباس پہننا حرام ہے اور مجموعی

طور پر وہ کوئی ایسا کام نہ کرے جو زیب و زینت شمار ہوتا ہو۔

ابن ابی یعفر نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ بیوہ کی عدت کے کیا احکام ہیں؟
امام علیہ السلام نے فرمایا:

(۱) زینت کے لیے سرمہ نہ لگائے (۲) خوشبو استعمال نہ کرے (۳) تڑپ اور آرائش کا لباس نہ پہنے اور شوہر کے گھر کے علاوہ کہیں اور نہ جائے۔ البتہ جو حقوق اس پر واجب ہیں اس کے لیے مثلاً حج کے لیے جاسکتی ہے اور غسل کے بعد بالوں میں کنگھی کر سکتی ہے۔ (وسائل الشیخہ ج ۱۵، ص ۴۵۰)

بعض روایات میں آیا ہے کہ اگر خضاب، سرمہ، رنگین لباس اور خوشبو زینت کے لیے نہ ہو تو یہ چیزیں حرام نہیں ہیں۔

آیت اللہ سید کاظم یزدی لکھتے ہیں:

جس عورت کا خاندان فوت ہو گیا ہو تو عدت وقات کے دوران اسے جسم اور لباس کی زینت مثلاً سرمہ لگانے اور خوشبو لگانے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ زینت کا معیار زمان و مکان ہے جہاں وہ رہائش پذیر ہے۔ اجماع علماء اور احادیث سے زیب و زینت کی حرمت ثابت ہے۔ (عروة الوثقی ج ۲، ص ۶۳)

آیت اللہ خمینی تحریر الوسیلہ میں فرماتے ہیں:

احتیاط واجب یہ ہے کہ عورت عدت وقات کے دوران شوہر کے گھر سے نہ نکلے۔ (ج ۲، ص ۳۳۸)

آیت اللہ خوئی فرماتے ہیں:

عدت وقات کے دوران بیوہ کے لیے گھر سے نکلنا مکروہ ہے۔ (منہاج الصالحین ج ۲، ص ۲۲۸)

مؤلف کہتا ہے:

بیوی کے لیے شوہر کا سوگ منانا ضروری ہے جبکہ فرمودات معصومین کے مطابق متوفی کے رشتے داروں کو چاہیے کہ وہ تین دن سے زیادہ سوگ نہ رکھیں اور اس سے زیادہ دنوں تک زینت کو ترک نہ کریں۔ آج کل ہمارے ہاں چالیس دن کے سوگ کا جو رواج پایا جاتا ہے اس کی کوئی شرعی دلیل نہیں ہے اور کسی متوفی کے سوگ میں سیاہ لباس پہننے کا بھی کوئی حکم نہیں ہے جبکہ اہلبیت کے فرمان کے مطابق سیاہ لباس پہننا مکروہ اور مذموم ہے۔

محمد بن مسلم بیان کرتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام یا امام جعفر صادق علیہ السلام میں سے ایک بزرگوار نے فرمایا ہے: کسی کی موت پر تین دن سے زیادہ سوگ نہیں رکھنا چاہیے البتہ بیوہ کو عدت تک سوگ رکھنا چاہیے۔ (وسائل الشیخہ ج ۱۵، ص ۴۵۰)

امام محمد باقر نے فرمایا کہ سوگ تین دن سے زیادہ نہیں ہونا چاہیے۔ (بحار الانوار ج ۷۹، ص ۷۲)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جب حضرت جعفر ابن ابی طالب شہید ہوئے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا کو حکم دیا کہ وہ اسماء بنت عمیس (جعفر طیار کی بیوہ)

کے پاس جائیں اور تین دن تک ان کے لیے کھانا پکائیں تاکہ شہید کی بیوہ اور بچے سوگ میں مصروف رہیں۔
امام نے فرمایا کہ اس دن سے مسلمانوں میں یہ رسم قائم ہوئی ہے کہ متونی کے گھر تین دن تک کھانا
پہنچایا جائے۔ (بحار الانوار ج ۹، ص ۷۲)

۱۳۷۔ مردوں کے لیے ریشم اور سونا استعمال کرنا

شرائع الاسلام اور جواہر الکلام میں مرقوم ہے کہ مرد کے لیے سونے کی انگوٹھی پہننا حرام ہے بلکہ کسی بھی
طرح مرد کے لیے سونے سے زینت کرنا حرام ہے اور اس حرمت پر اجماع ہے۔ کسی نے آج تک اس میں
اختلاف نہیں کیا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ مرد کو چاہیے کہ وہ سونے کی تاروں سے بنا ہوا لباس نہ پہنے اور
اس لباس میں نماز نہ پڑھے۔ یہ لباس اہل بہشت کے لیے مخصوص ہے۔ (وسائل الہدیہ ج ۳، ص ۳۰۱)

آیت اللہ سید کاظم یزدی عروۃ الوثقی میں لکھتے ہیں:

نماز گزار کے شرائط لباس میں ایک شرط یہ ہے کہ اگر وہ مرد ہے تو وہ زربفت کا لباس نہ پہنے۔
نماز کے علاوہ بھی مرد کے لیے زربفت کا لباس پہننا حرام ہے۔ زربفت کی طرح مردوں کے لیے ریشم کا لباس
پہننا بھی ممنوع ہے۔ نماز کے علاوہ بھی ریشم کا لباس پہننا حرام ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ مرد کے لیے سونے سے
زینت کرنا حرام ہے خواہ وہ لباس کی صورت میں ہو یا انگوٹھی کی صورت میں ہو۔ (ج ۱، ص ۳۳۱، ۵۶۲)

آیت اللہ خمینی لکھتے ہیں:

نمازی کا لباس زربفت کا نہیں ہونا چاہیے خواہ وہ لباس ساتر ہو یا نہ ہو۔ نماز کے سوا بھی مرد پر سونے کا
استعمال حرام ہے خواہ وہ لباس کی شکل میں ہو یا انگوٹھی اور کنگن کی شکل میں ہو۔ (تحریر الوسیلہ ج ۱، ص ۱۴۵)

ہدایۃ العباد جلد اول صفحہ ۱۳۲ پر آیت اللہ گلپایگانی کا بھی یہی فتویٰ مرقوم ہے۔

۱۳۸۔ دوسری صنف کا لباس پہننا

آیت اللہ سید کاظم یزدی عروۃ الوثقی میں لکھتے ہیں:

لباس شہرت کا پہننا حرام ہے۔ اور لباس شہرت سے مراد یہ ہے کہ انسان ایسا لباس پہنے جو اس کی
شخصیت کے لیے نامناسب ہو مثلاً ایک عالم دین فوجی کا لباس پہنے یا فوجی عالم دین کا لباس پہنے۔ مرد، عورت کا
لباس پہنے یا عورت مرد کا لباس پہنے۔ احوط یہ ہے کہ ایسے لباس میں نماز نہ پڑھی جائے۔

صاحب وسائل الشیعہ نے سند صحیح کے ساتھ امام جعفر صادق علیہ السلام کا یہ فرمان نقل کیا ہے کہ اللہ کو

لباس شہرت سخت ناپسند ہے۔ (ج ۲، ص ۵۴)

وسائل الشیخہ میں اسی مفہوم کی اور بھی کئی احادیث مرقوم ہیں جنہیں ہم بغرض اختصار نقل نہیں کر رہے۔ امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے ظہور کی علامات میں ایک علامت یہ بھی ہے کہ اس زمانے میں مرد زمانہ لباس پہنیں گے اور عورتیں مردانہ لباس پہنیں گی۔

شیخ صدوق نے میں امیر المؤمنین علیہ السلام کا یہ فرمان نقل کیا ہے کہ لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ مرد عورتوں کے لباس پہنیں گے اور عورتیں مردوں کے لباس پہنیں گی اور وہ لوگ نماز کے شرائط کو حقیر جانیں گے۔

(فضائل الاشهر الثلاثہ ص ۹۱)

۱۳۹۔ غنا اور موسیقی

غنا و موسیقی اور ہر وہ آواز جو لہو و لعل کی محفل کے لیے مخصوص ہو وہ حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس طرح کے آہنگ و الحان پر دردناک عذاب کی وعید سنائی ہے اور اہل ایمان کو اس سے دور رہنے کا حکم دیا ہے۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا ہے:

لہویات میں مشغول رہنا گناہ کبیرہ ہے۔ (عیون الاخبار الرضا ج ۲، ص ۱۴۷)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

... فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ ۝ بتوں کی تاپاکی سے بچو اور لغو باتوں

سے بھی بچو۔ (سورۃ حج: آیت ۳۰) وَعِبَادُ الرَّحْمَنِ... الَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ رَحْمَانَ كَمَا يَنْهَى... محفل زور میں شرکت نہیں کرتے۔ (سورۃ فرقان: آیت ۷۲)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے:

قول زور اور محفل زور سے مراد غنا اور موسیقی کی محفل ہے اور غنا (راگ) منافقت کا سرچشمہ ہے۔

(کافی ج ۶، ص ۴۳۱)

جس گھر میں موسیقی اور غنا ہو، وہ گھر رسوائی سے محفوظ نہیں رہتا۔ اس گھر میں رحمت کے فرشتے نہیں

آتے اور اس گھر میں دعا قبول نہیں ہوتی۔ (کافی ج ۶، ص ۴۳۳)

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا ہے:

جنت میں ایک ایسا درخت ہے جس کی شاخوں پر ہوا لگتی ہے تو اس سے غنا اور موسیقی کی آوازیں پیدا

ہوتی ہیں اور یہ آوازیں اسے نصیب ہوں گی جو دنیا میں موسیقی سے پرہیز کرتا ہوگا۔ (ایضاً)

غنا اور موسیقی سننے میں مگن ہونے کے سلسلے میں امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

جو کسی بولنے والے کی آواز پر کان دھرتا ہے گویا وہ اس کی عبادت کرتا ہے۔ اگر بولنے والا خدا کا پیغام

پہنچا رہا ہے اور سننے والا اس پر دھیان دے رہا ہے تو گویا وہ اللہ کی عبادت کر رہا ہے اور اگر بولنے والا شیطان کا

پیغام پہنچا رہا ہے اور سننے والا اس کی طرف کان لگاتا ہے تو گویا وہ شیطان کی عبادت کر رہا ہے۔ (ایضاً)
 ایک شخص نے امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ غنا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا:
 یہ بتاؤ کہ جب قیامت کے دن خدا حق اور باطل کو الگ الگ کرے گا تو غنا کہاں ہوگا؟ اس نے کہا
 کہ غنا باطل کے ساتھ ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے خود ہی فیصلہ کر دیا ہے۔ (کافی ج ۶، ص ۴۳۵)
 امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے:
 خدا جس کو نعمت دے اور وہ نعمت پا کر موسیقی کے Instruments سے دل بہلائے تو اس نے خدا کی
 نعمت کی ناشکری کی۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۷، ص ۱۲۷)
 امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے:
 غنا کے ساز بجانے سے دل میں یوں نفاق پیدا ہوتا ہے جیسے پانی سے سبزہ اگتا ہے۔

(وسائل الشیعہ ج ۱۲، ص ۲۳۲)
 جس شخص کے گھر میں چالیس دن تک موسیقی ہوتی رہے تو اللہ تعالیٰ اس شخص پر قفسند نامی شیطان کو
 مسلط کر دیتا ہے۔ وہ اس پر قابو پالیتا ہے جس کے سبب سے اس کی حیا چلی جاتی ہے اور اسے کوئی پروا نہیں رہتی
 کہ وہ کیا کہہ رہا ہے یا اس کے متعلق کیا کہا جا رہا ہے۔ (ایضاً)
 جس گھر میں چالیس دن تک گانا بجانا جاری رہے اس گھر کے مالک پر قفسند مسلط ہو جاتا ہے۔
 وہ اس شخص پر ایسی پھونک مارتا ہے کہ اس کی حیا چلی جاتی ہے اور وہ اتنا بے حیا ہو جاتا ہے کہ لوگ اس کے گھر
 والوں سے بدکاری کریں تب بھی اس کو کوئی پروا نہیں ہوتی۔ (کافی ج ۶، ص ۴۳۳)
 محفل موسیقی پر خدا کی نظر رحمت نہیں ہوتی۔ ایسی محفل بجانے والا ومن الناس من یُشْرِی لَهْوًا
 الْحَدِيثُ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ كَامِصْدَاقٍ هُوَ تَا۔ (ایضاً)

موسیقی اور جدید سائنس

اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام کے توسط سے انسانوں کو جو تعلیم دی ہے وہ دنیا و آخرت دونوں
 میں ان کی سلامتی کی ضامن ہے۔ انبیاء انسانوں کے حقیقی رہنما تھے۔ انھوں نے انسانوں کی خیر خواہی کی اور ان کو
 نقصان دہ چیزوں سے منع فرمایا لیکن انسانوں کی بد نصیبی رہی کہ انھوں نے انبیاء کی باتوں پر عمل نہیں کیا اور ان کو
 انسانی آزادی میں رکاوٹ کہہ کر اس سے منہ موڑ لیا۔

ماضی میں انسان نے اپنی سرکشی کی وجہ سے آسمانی تعلیم پر عمل نہیں کیا اور آج بھی آسمانی تعلیم اس کے
 رگ و پے میں نہیں سمائی ہے لیکن میڈیکل سائنس نے بتا دیا ہے کہ آسمانی تعلیم جن جن چیزوں سے روکتی ہے وہ
 چیزیں بلاشبہ صحت کے لیے مضر ہیں۔ میڈیکل ڈاکٹرز آج یہ انکشاف کر رہے ہیں کہ دین نے جن چیزوں کو حرام

قرار دیا ہے وہ انسان کی صحت پر نہایت برے اثرات مرتب کرتی ہیں۔

آیت اللہ دستغیب شیرازی اپنی کتاب گناہان کبیرہ جلد دوم میں ایک کتاب کے حوالے سے لکھتے ہیں :

”Physiology (عضویات) کے ماہرین نے انسانی جسم کے Autonomic Nervous System

کو Sympathetic اور Para Sympathetic حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

Central Nervous System دماغ اور ریڑھ کی ہڈی میں موجود حرام مغز پر محیط ہے۔

Sympathetic نظام ریڑھ کی ہڈی کے سرے سے شروع ہو کر تمام اعضاء میں تقسیم ہو جاتا ہے لیکن

Para Sympathetic اعصاب کا سلسلہ دماغ سے شروع ہو کر ریڑھ کی ہڈی سے گزرتا ہوا Sympathetic

نظام کے برابر برابر پورے جسم میں بٹ جاتا ہے۔

Sympathetic نظام بیداری کی حالت میں اور کام کے دوران انسانی جسم کو کارکردگی پر آمادہ کرتا ہے اور

اسے کام کرنے میں مدد دیتا ہے۔ Para Sympathetic نظام خود کار طریقے پر ضائع ہونے والی توانائی کو بحال

کرتا ہے۔ چونکہ ان دونوں اعصاب کے کام ایک دوسرے کے برعکس ہیں اس لیے جب تک بیرونی عوامل ان

کے توازن کو متاثر نہیں کرتے دونوں اپنا اپنا کام کرتے رہتے ہیں اور جسم متوازن طریقے پر کام کرتا رہتا ہے۔

یہ توازن انسان کی ذہنی اور جسمانی سلامتی اور سکون کو برقرار رکھتا ہے لیکن جیسے ہی ان دونوں میں سے کوئی ایک

اپنا توازن کھو دیتا ہے تو انسان میں ذہنی اور جسمانی خلل پیدا ہو جاتا ہے۔ Sympathetic نظام کا اہم کام جسم

میں فعالیت پیدا کرنا ہے جیسے چونکنا، اور محنت وغیرہ۔ اس کے برعکس Para Sympathetic نظام سستی، نیند،

غفلت، بھول چوک اور رنج و غم وغیرہ پیدا کرتا ہے۔

جس وقت بیرونی عوامل اعصاب کو متاثر کرتے ہیں تو Sympathetic اور Para Sympathetic

نظام ان عوامل کے تناسب سے اپنا توازن کھو کر گھٹ جاتے یا بڑھ جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان دونوں اعصابی

نظاموں میں جتنا جتنا فاصلہ بڑھتا جاتا ہے اسی قدر نفسیاتی الجھنوں یعنی ذہنی عدم توازن کا آغاز ہو جاتا ہے۔

ان بیرونی عوامل میں جو Sympathetic اور Para Sympathetic نظام کے درمیان میں عدم

توازن پیدا کرتے ہیں موسیقی کے سرتال بھی شامل ہیں۔ جس وقت موسیقی کی طربہ تانیں یا المیہ دھنیں اور خاص

طور پر اس کا بلند آہنگ شور (جیسا کہ مثلاً پاپ اور راک میوزک میں ہوتا ہے) اس توازن کو جو Sympathetic

اور Para Sympathetic نظام میں لازمی طور پر پایا جاتا ہے درہم برہم کر دیتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ

ہاضمہ، جاذبہ (جسم کی وہ قوت جس کے ذریعے اعضاء غذا کے مفید اور مناسب اجزا کو جسم میں جذب کر لیتے

ہیں)، دافعہ (جسم کی اس قوت کا نام جو خوراک کے اس حصے کو جو غذا بننے کی قابلیت نہ رکھتا ہو نکال دیتی ہے)،

دل کی دھڑکن اور جسم کے مایعات مثلاً خون وغیرہ کے دباؤ کی حالت میں خلل پڑ جاتا ہے اور دھیرے دھیرے

انسان ایسی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے جن کے علاج سے طب جدید اپنی تمام تر حیرت انگیز ترقیوں کے باوجود

اکثر موقعوں پر بے بس نظر آتی ہے۔

مختلف نفسیاتی بیماریوں، فکری الجھنوں، ذہنی عدم توازن، قسم قسم کے پاگل پن، دل اور دماغ کے بہت سے سکٹوں کی جو تمام دنیا میں روز بروز بڑھتے جا رہے ہیں اور مجالوں کی توجہ کا مرکز بن گئے ہیں 95% تعداد اس منحوس تہذیب کا نتیجہ ہے جس کا اہم حصہ ریڈیو (اور ٹی وی) کے ذریعے موسیقی کی نشریات اور گانے بجانے کی محفلیں اور کنسرٹ ہیں۔ گانے بجانے، کنسرٹوں، طرح طرح کی موسیقیوں، فلموں، کبھرے اور رقصوں ہی کا نتیجہ ہے جو تمام ملکوں میں دیوانوں اور نفسیاتی بیماروں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے اور دنیا کے بڑے بڑے ملکوں خصوصاً یورپ اور امریکا کے اسپتالوں کی تعداد بھی بڑھ رہی ہے۔

اے کاش! انسان یہ سمجھ سکتا کہ سامراجی طاقتیں، قوموں کے اعصاب اور قوت فکر پر غلبہ پانے کے مقصد سے کس طرح موسیقی اور شراب نوشی کو عام کر کے ان کے اعصاب کو کمزور کر رہی ہیں اور فکری الجھنیں اور نفسیاتی بیماریاں پیدا کر رہی ہیں۔ اے کاش! انسان کو ہوش آجائے کہ ذرا سی دیر کے مزے کے لیے اس نے کس طرح اپنی کام کرنے والی قوتوں کو اغیار کے اختیار میں دے دیا ہے۔

کولمبیا یونیورسٹی کے ڈاکٹر ولف ایڈلر نے ثابت کر دیا ہے کہ موسیقی کی دلکش دھنیں انسانی اعصاب پر نہایت خراب اثرات مرتب کرتی ہیں۔ ڈاکٹر ایڈلر نے موسیقی کے نقصانات پر ایک مفصل کتاب شائع کی ہے۔ امریکا کے ہزاروں باشندے اس کے پیرو ہو گئے ہیں۔ انھوں نے موسیقی کو اپنے لیے ممنوع قرار دے لیا ہے اور ایک تفصیلی خط امریکی سینیٹ کو بھیجا ہے جس میں مطالبہ کیا ہے کہ ہر قسم کے کنسرٹ پر پابندی لگا دی جائے۔“

مؤلف عرض کرتا ہے:

مغربی ممالک نے ترقی پذیر ممالک بالخصوص اسلامی دنیا کو تباہ و برباد کرنے کے منصوبے بنا رکھے ہیں اور اسلامی دنیا کی تباہی کے لیے مخرب اخلاق فلموں، نشریات اور مذہبی عقائد کی جنگ برپا کر کے اور وہاں کے عوام کو دین و مذہب اور علماء سے دور رکھنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ اسلامی ممالک کی صدیوں کی ثقافت کو برباد کرنے کے لیے بے حجابی اور بدحجابی کو رواج دیا جا رہا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ جمہوریت کے ولفریب نعرے بلند کر کے جوانوں کو اپنا ہموا بنانے کی کوششیں جاری ہیں۔ زمینی وسائل کے یہ قزاق عالم اسلام کو دہشت گرد ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ وہ میڈیا کے ذریعے مسلمانوں کو غیر مذہب، دہشت گرد اور جنگجو قوم ثابت کرنے کے لیے اربوں ڈالر خرچ کر رہے ہیں اور انھوں نے تہذیبوں کی غیر اعلانیہ جنگ شروع کر رکھی ہے۔

اہل موسیقی کا انجام

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: قیامت کے دن سارگی بجانے والے کا منہ کالا ہوگا۔ اس دن اس کے ہاتھ میں دوزخ کی آتھیں سارگی ہوگی اور ستر ہزار فرشتے فولادی گرز سے اس کے سر اور منہ پر

ضر میں لگا رہے ہوں گے۔ اور سارنگی بجانے والا جب قبر سے نکلے ہوگا تو اندھا، بہرا اور گونگا ہوگا۔

(بحار الانوار ج ۶، ص ۳۵۳)

آخری زمانے میں موسیقی کو عروج حاصل ہوگا

امام جعفر صادق علیہ السلام نے ظہور مہدی کی علامات کے سلسلے میں ایک طویل حدیث کے ضمن میں فرمایا ہے: اس زمانے میں موسیقی کے ساز عام ہوں گے اور موسیقی عروج پر ہوگی۔ کوئی کسی کو اس سے منع نہیں کرے گا اور اس پر آشوب دور میں کسی کو اس سے منع کرنے کی جرأت نہ ہوگی۔ (وسائل الشیخہ ج ۱۱، ص ۵۱۶)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلمان فارسی سے علامت قیامت کی ایک حدیث کے ضمن میں فرمایا تھا: اس زمانے میں موسیقی کا بڑا رواج ہوگا۔ خوش گلو عورتیں گانے گائیں گی اور غنا اور موسیقی کے ساز عام ہوں گے اور لوگوں کو اس کی پروا تک نہ ہوگی۔ (وسائل الشیخہ ج ۱۵، ص ۳۳۹)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے منصور دوانیقی کے سامنے ظہور مہدی کی علامات بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا: حرمین شریفین میں لوگ ایسے کام کریں گے جو خدا کو سخت ناپسند ہوں گے۔ اور اس زمانے کے لوگ اتنے بے حس ہوں گے کہ کوئی کسی کو روکنے والا نہیں ہوگا۔ حرمین میں موسیقی کو عروج حاصل ہوگا۔ اور اگر کوئی کسی کو نصیحت کرے گا تو نصیحت سننے والا کہے گا کہ تم اپنے کام سے کام رکھو۔ تم پورے معاشرے کے ٹھیکیدار نہیں ہو۔ اس زمانے میں لوگ بدکاروں کی پیروی کریں گے۔ (وسائل الشیخہ ج ۱۱، ص ۵۱۷)

مؤلف عرض کرتا ہے:

معلوم ہوتا ہے کہ امام کی یہ پیشین گوئی ہمارے زمانے میں پوری ہو چکی ہے کیونکہ آج کل لوگ بیباکی کے ساتھ گناہ کر رہے ہیں اور کوئی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فرض ادا کرنے پر تیار نہیں اور اگر کوئی یہ فرض ادا کرنے کی کوشش کرتا ہے تو لوگ اس کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس پر آشوب دور کے فتنوں سے ہمیں اپنی امان میں رکھے اور ہمارا انجام بالآخر ہو۔

موسیقی کے متعلق فقہاء کی آراء

شیخ انصاری مکاسب میں لکھتے ہیں:

غنا اور موسیقی کی حرمت میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اس کی حرمت کے متعلق دو قسم کی روایات ملتی ہیں کچھ روایات حد اطمینان اور کچھ حد یقین تک پہنچی ہوئی ہیں اور تمام روایات میں غنا کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ لہو اور باطل ہے اور اس لہو کا مشاہدہ راگ (مثلاً سات سُر سا۔ رے۔ گا۔ ما۔ پا۔ دھا۔ نی) (اور کلاسیکی موسیقی) گاتے وقت کیا جاسکتا ہے۔ غنا اور طرب اس وقت حرام ہے جب اسے اہل معصیت کی طرز پر گایا جائے اور اگر قرآن کو بھی اس لہن میں پڑھا جائے تو حرام ہے اور احادیث میں اس کی ممانعت وارد ہوئی

ہے۔ غنا کے طرب آور ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ گانے والے یا سننے والے کے جذبات کو برا بھینتہ کرے یا پھر لوگ عرفی طور پر اسے غنا کہتے ہوں۔ اور یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ وہ تمام افراد کے لیے تحریک آور ہو یا اس کے سننے سے انسان Relax ہو جائے اور اس کے بدن کی کیفیت بدل جائے کیونکہ عرفی غنا کی بہت سی اقسام میں یہ خاصیت نہیں ہوتی اور یوں اسے حرمت سے خارج کرنا پڑے گا۔ اسی لیے شہید ثانی نے شرح لمعہ اور مسالک میں فرمایا ہے کہ جس بھی گانگی کو عرف عام میں غنا سمجھا جاتا ہو وہ حرام ہے۔

اس کے بعد شیخ اعظم لکھتے ہیں:

دو مقامات حرمت غنا سے مستثنیٰ ہیں پہلا مقام حدیٰ خوانی کا ہے۔ جب ایک اونٹ سوار اپنے اونٹ کو تیز چلانے کے لیے حدیٰ خوانی کرتا ہے تو یہ حرام نہیں ہے لیکن ہمارے پاس حدیٰ خوانی کے جواز کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ دوسرا شادی کے موقع پر شادی بیاہ کے گیت گانا اور جب لہن کو شوہر کے گھر لایا جاتا ہے اس وقت شادی بیاہ کے گیت گانا حرام نہیں ہے۔ کچھ روایات سے اس کا استثناء ثابت ہوتا ہے لیکن احتیاط یہ ہے کہ اس سے بھی پرہیز کیا جائے جیسا کہ شہید اول نے اپنی کتاب دروس میں استثنائی روایات کے ضعیف ہونے کی وجہ سے لکھا ہے کہ احتیاط یہ ہے کہ اس سے پرہیز کیا جائے۔

آیت اللہ شہینی لکھتے ہیں: غنا حرام ہے اور غنا آواز کے بلند کرنے اور حلق میں اس کو اس طرح گھمانے کو کہتے ہیں کہ اس میں وہ کیفیت پیدا ہو جائے جو محفل لہو و طرب کے ساتھ مخصوص ہے۔ کچھ فقہاء شادی کے اجتماع میں عورتوں کے غنا کو جائز قرار دیتے ہیں اور ان کا یہ نظریہ حقیقت سے دور بھی نہیں ہے۔ البتہ اس میں بھی احتیاط کی ضرورت ہے اور اس طرح کے غنا کو شادی بیاہ کے موقع اور اس سے کچھ پہلے اور کچھ بعد تک ہی محدود رکھنا چاہیے۔ اس کو زیادہ وسعت نہیں دینا چاہیے جبکہ احتیاط مستحب یہ ہے کہ غنا اور موسیقی سے مطلق پرہیز کرنا چاہیے۔ (تحریر الوسیلہ ج ۱، ص ۴۹۷)

آیت اللہ دستغیب شیرازی اپنی کتاب گناہان کبیرہ میں لکھتے ہیں:

غنا کی حرمت کے لیے شیعہ فقہاء میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ غنا کی حرمت مسلم ہے اور صاحب مستند نے حرمت غنا کو ضروریات دین میں سے قرار دیا ہے اور صاحب ایضاح لکھتے ہیں کہ اس کی حرمت کی روایات حد تو اتر تک پہنچی ہوئی ہیں۔ البتہ غنا کے مفہوم اور اس کی حقیقت کے متعلق توڑا سا اختلاف ہے۔ شیخ انصاری نے اس کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اکثر علماء و مراجع کے فتوے بھی اس کی تائید کرتے ہیں۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے غنا طرب آور آواز کو کہا جاتا ہے یعنی اس میں طرب انگیزی کی خاصیت موجود ہو اگرچہ وہ بالفعل طرب آور نہ ہو۔ اور فاسق و فاجر لوگوں کے سُر تال کی طرز پر ہو اور آلات موسیقی اور رقص کے لیے موزوں ہو۔ اور اسے سن کر انسان لذت شہوانی کی طرف مائل ہو۔ اور یہ قطعی طور پر حرام ہے۔ اس کے لیے شعر دشر کا کوئی فرق نہیں ہے اور خواہ اس میں آل محمد کا قصیدہ پڑھا جائے، نوحہ پڑھا جائے، قرآن پڑھا جائے یا دعا پڑھی

جائے یا اذان دی جائے پھر بھی حرام ہے بلکہ اس کا گناہ زیادہ ہے کیونکہ اس میں ایک تو غنا ہے اور دوسرا اس سے قرآن اور اہلبیت طاہرین کی توہین ہوتی ہے۔ البتہ صرف خوبصورت آواز کو ہی حلق میں گھمایا پھرایا جائے اور وہ طرب آور نہ ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: **اقْرَأُوا الْقُرْآنَ بِالْحَنِّ الْعَرَبِ وَأَصْوَاتِهَا وَإِيَّاكُمْ وَلُحُونِ أَهْلِ الْفِسْقِ وَأَهْلِ الْكِبَابِرِ فَإِنَّهُ سَبِيحٌ أَقْوَامٌ يَرْجِعُونَ الْقُرْآنَ تَرْجِيحَ الْغِنَاءِ وَالنُّوحِ وَالرَّهْبَانِيَّةِ لَا يَجُوزُ تَرْجِيحُهُمْ فَلَوْبُهُمْ مَقْلُوبَةٌ وَفُلُوبٌ مَنْ يُعْجِبُهُ شَأْنُهُمْ**۔ قرآن کو عرب کے لہجوں اور ان کی آوازوں کے مطابق پڑھو اور اہل فسق اور بدکار لوگوں کی طرزوں سے پرہیز کرو۔ عنقریب ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو قرآن کو راگ، نوسے اور راہبوں کے انداز میں پڑھیں گے۔ قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ ان کے اور ان کے چاہنے والوں کے دل حق سے منحرف ہوں گے۔ (وسائل الشیعہ، کتاب الصلوة)

علمائے اہلسنت نے ایک حدیث رسول نقل کی ہے کہ **مَنْ لَمْ يَتَعَنَّ بِالْقُرْآنِ فَلَيْسَ مِنَّا**۔ اس حدیث کے مطابق قرآن کو غنا کی طرح پڑھنا منع ہے۔

اہلسنت کے مشہور عالم ابن اشیر نے اپنی کتاب نہایہ میں لکھا ہے:

تَغْنِيْتُ ، تَغَانِيْتُ اور اسْتَغْنِيْتُ کے تینوں الفاظ ایک ہی معنی میں استعمال ہوتے ہیں اور حدیث کا معنی یہ ہے کہ جو قرآن کی موجودگی میں غیر قرآن سے بے نیاز نہیں ہوتا وہ ہم میں سے نہیں ہے لہذا اس حدیث سے غنا کو ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے برعکس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا تھا: **... فَعِنْدَهَا يَكُونُ أَقْوَامٌ يَتَعَلَّمُونَ الْقُرْآنَ لِعَيْبِ اللَّهِ وَيَتَّخِذُونَهُ مَزَامِيرَ وَيَتَغَنُونَ بِالْقُرْآنِ**۔ آخری زمانے میں کچھ گروپ ایسے ہوں گے جو غیر اللہ کی خوشی کے لیے قرآن سیکھیں گے اور اسے غنا میں ڈھالیں گے اور غنا کے انداز میں پڑھیں گے۔

البتہ قرآن کو خوش الحانی سے پڑھنا چاہیے۔ خوش الحانی اور چیز ہے اور غنا و راگ دوسری چیز ہے۔ ہادیان دین نے قرآن کو خوش الحانی کے ساتھ پڑھنے کی ترغیب دی ہے۔ ابو بصیر نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ **رَجِعَ بِالْقُرْآنِ صَوْتُكَ فَإِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الصَّوْتِ الْحَسَنِ** قرآن کو خوبصورت آواز میں پڑھو۔ اللہ کو خوبصورت آواز پسند ہے۔

نیز ابن ابی عمیر نے روایت کی ہے:

إِنَّ الْقُرْآنَ نَزَلَ بِالْحُزْنِ فَاقْرَأْهُ وَهُوَ بِالْحُزْنِ۔ قرآن غم کے ساتھ نازل ہوا تم اسے غمگین لہجے میں پڑھو۔ (مسند، کتاب شہادات ص ۴۶۵)

شادی کی محفل اور غنا

فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ شادی کی تقریب میں غنا جائز ہے لیکن اس کی تین شرطیں ہیں:

- (۱) غنا صرف عورتوں کی طرف سے ہو اور اس میں محرم یا نامحرم مرد موجود نہ ہوں۔
 (۲) باطل گفتگو نہ ہو۔
 (۳) موسیقی کے ساز استعمال نہ ہوں۔

فقہاء کی ایک بڑی تعداد شادی کی تقریب میں دف بجانا حلال سمجھتی ہے اور شہید اول اور محقق ثانی فرماتے ہیں کہ دف بجانا حلال ہے لیکن اس کے گرد حلقہ نہ بنایا جائے۔ اگرچہ احتیاط یہ ہے کہ دف سے بھی پرہیز کیا جائے اور ہر طرح کے گانے سے بچا جائے جیسا کہ شیخ انصاری نے مکاسب میں اور شہید اول نے دروس میں اور آیت اللہ خمینی نے تحریر الوسیلہ میں لکھا ہے۔

غنا اور موسیقی کے حرام ہونے کا فلسفہ

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا نے تار و طنبور، بانسری، باجا اور شطرنج نیز انصاری کی صلیب اور مشرکین کے بتوں کو حرام قرار دیا ہے کیونکہ یہ سب چیزیں باعث فساد ہیں۔ خدا نے ہم پر واجب کیا ہے کہ ہم ان کو تلف کر دیں۔

موسیقی کی تعلیم دینا اور تعلیم لینا نیز اس کی اجرت لینا حرام ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ اللہ نے مجھے ہدایت اور عالمین کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے اور اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں باجے تاشے، تارستار، بت اور جاہلیت کی نشانیوں کو مٹا دوں۔
 موسیقی کے ساز بنانا، بیچنا اور خریدنا حرام ہے۔

۱۔ جن معاشروں میں موسیقی عام ہے وہاں میوزک تفریحی کے ذریعے جسمانی اور روحانی بیماریوں کا علاج بھی کیا جاتا ہے لیکن اس کے صحیح نتائج ابھی تک معلوم نہیں ہیں۔ (رضوانی)

کھانے پینے کے محرمات

۱۵۰۔ حرام کھانے

- (۱) سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا حرام ہے نیز دیگر مقاصد کے لیے بھی ان کا استعمال منع ہے۔
امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے: سونے چاندی کے برتن میں کھانا نہ کھاؤ اور جس برتن پر سونے چاندی کا پانی چڑھایا گیا ہو ان میں بھی کھانا نہ کھاؤ۔ (تہذیب الاحکام ج ۹، ص ۹۰)
- صاحب حدائق لکھتے ہیں کہ سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے کے حرام ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے جبکہ علامہ نے ”تذکرہ“ میں اور دیگر علماء نے فرمایا ہے کہ اس کے حرام ہونے پر اجماع ہے۔
- (۲) خبیث چیزیں کھانا حرام ہے۔ ہر وہ چیز کھانا حرام ہے جسے عرف میں خبیث کہا جاتا ہو۔
آیت اللہ خوئی فرماتے ہیں:

اللہ نے خبائث کو حرام کیا ہے۔ اور خبائث، خبیث کی جمع ہے۔ ہر وہ چیز خبیث ہے جس میں تباہی اور ہلاکت کا اندیشہ ہو۔ غیر شائستہ افعال کو بھی خبائث سے تعبیر کیا جاتا ہے اور سورہ اعراف کی آیت ۱۵۷ یُنَحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ میں ہر طرح کے خبائث مراد ہیں جبکہ سورہ انبیاء کی آیت ۷۲ وَنَجِّنَاہُ مِنَ الْقُرْیَةِ الَّتِیْ كَانَتْ تَعْمَلُ الْخَبَائِثَ میں قوم لوط کے خبائث اعمال مراد ہیں۔

راغب اصفہانی المفردات میں لکھتے ہیں کہ خبیث پست اور گھنیا چیز کو کہا جاتا ہے اور اس لفظ کا اطلاق پست عقائد، پست گفتگو اور برے افعال پر ہوتا ہے۔

- کافی میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ ہمارے مخالفین کے باطل اقوال خبائث ہیں۔
(۳) ہر اس چیز کا کھانا پینا حرام ہے جو انسان کے بدن، روح یا عقل کے لیے نقصان دہ ہو۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا ہے: تمام ایسی چیزیں جن میں فساد ہو ان کے کھانے، پینے، پہننے اور رشتے کرنے اور ان کی حفاظت کرنے سے منع کیا گیا ہے مثلاً مردار، خون، خنزیر اور درندوں کا گوشت کھانا حرام ہے۔ اسی طرح سود، فحش کام اور شراب وغیرہ بھی معاشرے کے فاسد ہونے کا سبب ہیں لہذا وہ بھی حرام ہیں جبکہ مردار، خون اور خنزیر اور درندوں کا گوشت انسانی بدن کے لیے مضر ہے لہذا وہ حرام ہیں۔

- (۴) درندوں کا گوشت کھانا حرام ہے اگرچہ ان کے دانت نوک دار نہ ہوں۔
 (۵) نوک دار دانت والے ہر صحرائی جانور کا گوشت کھانا حرام ہے۔
 (۶) جو پرندے اذان کے دوران پر پھڑ پھڑائے بغیر اڑتے ہیں ان کا گوشت کھانا حرام ہے۔
 امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جو پرندہ پرواز کے دوران مسلسل پر پھڑ پھڑاتا ہو اس کا گوشت کھاؤ اور جو کچھ دیر کے لیے پر پھڑ پھڑائے بغیر اڑتا رہے وہ حرام ہے۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۶، ص ۳۸۸)

صاحب شرائع الاسلام اور صاحب جواہر الکلام لکھتے ہیں:

- کتا حرام ہے۔ اس کے متعلق سب مسلمانوں کا اجماع ہے کیونکہ یہ نجس ہے، درندہ ہے اور مسخ شدہ جانور ہے۔ بلی کا گوشت خواہ بلی پالتو ہو یا صحرائی سب مذاہب کے اجماع کے مطابق حرام ہے۔ اس کی حرمت پر نص موجود ہے اور یہ بھی ایک درندہ ہے۔ خرگوش، سوسار اور دوسرے ارضی حشرات کا گوشت کھانا بھی حرام ہے۔ نیز جو جانور بلوں میں رہتے ہیں مثلاً سانپ، چوہا، بچھو وغیرہ وہ بھی حرام ہیں۔ اسی طرح جو کیڑا پھلوں (اور پھلیوں مثلاً مٹر وغیرہ) کے اندر ہوتا ہے وہ بھی حرام ہے۔ (جواہر الکلام ج ۳۶، ص ۳۱۷-۳۱۹)
- (۷) حلال جانور میں بھی کچھ چیزوں کا کھانا حرام ہے۔

حاجن اور کافی میں امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ گوسفند میں سات چیزیں حرام ہیں:

- (۱) خون
- (۲) کپورے
- (۳) عضو تناسل
- (۴) مثانہ
- (۵) تلی
- (۶) گوشت کی گرہ (غُذہ)
- (۷) پتہ

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ گوسفند میں دس چیزیں حرام ہیں:

- (۱) پیشاب پاخانہ
- (۲) خون
- (۳) تلی
- (۴) حرام مغز
- (۵) دوپٹھے جو بڑھ کی ہڈی کے دونوں طرف ہوتے ہیں (علباء)۔
- (۶) گوشت کی گرہ

- (۷) کپورے
(۸) عضو تاسل
(۹) فرج
(۱۰) پتہ

(۸) وہ حلال جانور جس سے کسی انسان نے بد فعلی کی ہو۔

آیت اللہ خمینی تحریر الوسیلہ میں فرماتے ہیں:

جس حیوان سے کسی انسان نے بد فعلی کی ہو اس کا گوشت کھانا حرام ہے اور انسانی ملاپ کے بعد اس کا دودھ پینا بھی حرام ہے۔ اس کی پشم اور بالوں کا استعمال بھی حرام ہے۔ اگر وہ جانور بھیڑ، بکری، گائے یا اونٹنی ہو تو اسے ذبح کر کے جلا دینا چاہیے اور جس انسان نے بد فعلی کی ہو اس سے اس کی قیمت وصول کرنی چاہیے۔

(۹) اگر حلال جانور سورنی کا اتنا دودھ پئے کہ اس سے ہڈیاں مضبوط ہو جائیں اور گوشت پیدا ہو تو اس جانور اور اس سے پیدا ہونے والے جانوروں کا گوشت اور دودھ حرام ہوگا۔ یہ حکم سور کے دودھ سے مخصوص ہے۔ کتیا اور کافر عورت کے دودھ کے لیے نہیں ہے۔ اگر کسی حلال جانور نے تھوڑی مقدار میں سورنی کا دودھ پیا ہو جس سے اس کی ہڈیاں مضبوط نہ ہوئی ہوں تو اس جانور کا گوشت کھانا مکروہ ہے۔ اور اگر سات دن تک اس جانور کی رکھوالی کی جائے اور سورنی کا دودھ نہ پینے دیا جائے تو پھر کراہت بھی ختم ہو جائے گی۔

(۱۰) اگر حلال جانور شراب پی کر مست ہو جائے اور اسی حالت میں ذبح کر دیا جائے تو اس کے گوشت کو پاک کرنا ضروری ہے لیکن جو چیزیں اس کے پیٹ میں ہیں مثلاً دل، کبچہ (اور گردہ) وغیرہ حرام ہیں۔ اگر حلال جانور پیشاب پی لے تو اس کا گوشت پاک اور حلال ہے البتہ اس کے پیٹ کے اندر کی چیزوں کو پاک کرنا چاہیے۔ اگر حلال جانور کسی عورت کا دودھ پی کر بڑا ہوا ہو تو اس کا گوشت حرام نہیں البتہ مکروہ ہوگا۔

آیت اللہ خمینی لکھتے ہیں کہ حلال جانور میں چودہ چیزوں کا کھانا حرام ہے:

- (۱) خون
(۲) پیشاب پاخانہ
(۳) تلی
(۴) عضو تاسل
(۵) فرج
(۶) کپورے
(۷) مثانہ
(۸) پتہ

- (۹) غدود
 (۱۰) حرام مغز
 (۱۱) بچہ دانی
 (۱۲) علماء
 (۱۳) غدہ مغز جو چنے کے دانے کے برابر ہوتا ہے۔
 (۱۴) آنکھ کی تلی

حلال جانور جنھیں ذبح یا نحر کیا جاتا ہے ان کی مذکورہ بالا چیزیں حرام ہیں۔ مچھلی اور مڈی کی مذکورہ اشیاء حرام نہیں ہیں۔ البتہ ان کا فضلہ اور خون احتیاط واجب کی بنا پر حرام ہے۔ پرندوں (بشمول مرغی، بطخ وغیرہ) کا فضلہ اور خون حرام ہے۔ باقی چیزیں احتیاط واجب کی بنا پر حرام ہیں۔ ذبیحہ میں مذکورہ بالا چیزوں کے سوا باقی تمام چیزیں حلال ہیں۔ حلال جانوروں کا بول و براز حلال ہے۔ علاج کی غرض سے اونٹ کا پیشاب پینا بلا اشکال حلال ہے۔ ہر جانور کے زخم سے رستا ہوا پانی، ناک کا پانی اور آب بلمم حرام ہے لیکن حلال جانوروں کا لعاب، دہن اور پسینہ حلال ہے۔ (تحریر الوسیلہ ج ۲، ص ۱۶۲)

حلال جانور میں پانی جانے والی حرام اشیاء

خون جہندہ رکھنے والے حلال جانور میں چودہ چیزیں حرام ہیں:

- (۱) خون۔ جو خون ذبح کے بعد بقدر معتاد نکل جانے کے بعد جسم میں باقی رہے وہ حلال ہے۔
 (۲) تلی
 (۳) بچہ دانی
 (۴) گوبر
 (۵) پتہ (اور مثانہ)
 (۶) عضو تناسل
 (۷) فرج
 (۸) کپورے
 (۹) علماء
 (۱۰) غدود
 (۱۱) حرام مغز
 (۱۲) پائے سے جزی ایک رگ (اشاجع)

(۱۳) آنکھ کی پتلی

(۱۴) غدہ مفرز

مؤلف عرض کرتا ہے: بعض فقہاء نے مذکورہ چیزوں کو حرام کہا ہے۔ صاحب شرائع الاسلام محقق حلی فرماتے ہیں: بعض اصحاب نے فرج، حرام مفرز، علبا، غدود، غدہ مفرز اور آنکھ کی پتلی کو حرام کہا ہے لیکن حق یہ ہے کہ یہ چیزیں مکروہ ہیں۔

بعض فقہاء کے نزدیک ان چیزوں کے حرام ہونے کی دلیل ان کی خباثت اور انسانی طبیعت کی نفرت ہے۔ اور احتیاط یہ ہے کہ ان سے پرہیز کیا جائے۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب تک جانور کی سانس نہ نکل جائے تب تک اس کی کھال نہ اتاری جائے۔ اور اگر کوئی ایسا کرے تو بعض روایات کے مطابق ایسے جانور کا گوشت حرام ہو جاتا ہے۔ چنانچہ شیخ طوسی اور ان کے پیروکاروں کا یہی فتویٰ ہے۔ ابن حزمہ کے نزدیک ایسے جانور کا گوشت کھانا مکروہ ہے جبکہ شہید ثانی شرح لمعہ میں لکھتے ہیں کہ ایسے جانور کا گوشت نہ تو حرام ہے اور نہ مکروہ ہے۔

انصاف کی بات یہ ہے کہ روایات میں جانور کو تکلیف دینے سے منع کیا گیا ہے۔ اسی لیے ہم اتنی آسانی سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ البتہ اگر مذکورہ حدیث کو مجہول الطریق قرار دیا جائے تو پھر اور بات ہے۔ واللہ اعلم

قرآن میں حرام کردہ جانور

بہت سے زہنی، دریائی اور ہوائی جانور حرام ہیں جن کا ذکر کتب فقہ میں تفصیل سے موجود ہے۔ ہم یہاں صرف ان جانوروں کا ذکر کرتے ہیں جن کو قرآن کریم میں حرام کہا گیا ہے۔ سورہ مائدہ آیت ۳ میں ہے:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ السَّمِيَّةُ وَاللَّمُّ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا اِهْلَ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَبِئَةُ وَالْمُتَرَدِّبَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْاَزْلَامِ ذَالِكُمْ فُسْقٌ... فَمَنْ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرِ مُتَجَانِفٍ لِآثِمِ الْاَلَةِ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

تم پر حرام کر دیا گیا ہے مردار، خون، سور کا گوشت اور جو جانور غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے اور جو جانور گلا گھونٹ کر مار دیا جائے اور جسے سینگ لڑا کر ختم کر دیا جائے اور جس کو درندے پھاڑ کھائیں مگر یہ کہ جس کو تم (مرنے سے پہلے) خود ذبح کر لو اور وہ جانور بھی جو تھان پر ذبح کیا جائے اور جس کی تم تیروں کے ذریعے قرعہ اندازی کرو۔ یہ سب گناہ کے کام ہیں... جو شخص بھوک کی وجہ سے مجبور ہو جائے (بشرطیکہ) گناہ کی طرف مائل نہ ہو تو اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

عیون الاخبار الرضا میں ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

مردار، خون اور سور کے گوشت کا حرام ہونا معروف اور معلوم ہے البتہ وَاٰهْلَ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهٖ سے وہ

جانور مراد ہے جو بتوں کے نام پر قربان کیا جائے اور مُنْخَبَقَہ سے مراد وہ جانور ہے جسے گلا گھونٹ کر مارا جائے۔
 بجوسی جانور کو ذبح نہیں کرتے تھے۔ وہ گائے اور بکری کو گلا گھونٹ کر مارتے تھے اور ان کا گوشت کھاتے تھے۔
 مَوْفُؤذَہ سے مراد وہ جانور ہے جسے لوگ پاؤں باندھ کر اتا مارتے تھے کہ وہ چوٹ سے مر جاتا تھا، پھر اسے کھاتے
 تھے۔ اور مُسْرَدِیَہ سے مراد وہ جانور ہے جسے لوگ اونچائی پر لے جاتے، اس کی آنکھیں بند کر دیتے اور اونچائی
 سے دھکا دے کر گرا دیتے تھے۔ جب وہ مر جاتا تو اس کا گوشت کھاتے تھے اور نَطِیْحَہ سے مراد یہ ہے کہ وہ
 جانوروں کو ایک دوسرے سے لڑاتے تھے۔ جب ایک جانور دوسرے جانور کے سینگ یا نگر سے مر جاتا تو اس کا
 گوشت کھاتے تھے۔ زمانہ جاہلیت میں جس جانور کو بھیڑ یا یا شیر کھا جاتا لوگ اس کا بچا ہوا اٹھالانے اور کھا
 جاتے تھے۔ اللہ نے مَسَا أَكْلَ السَّبْعِ إِلَّا مَا ذُكِّتُمْ کہہ کر اس سے منع فرمایا۔ آتش پرست (بجوسی) اپنے آتش
 کدوں پر قربانی کے جانور چڑھاتے تھے اور قریش بھی درختوں اور پتھروں کی عبادت کرتے تھے اور ان کے لیے
 تھان پر جانور قربان کر کے چڑھا دیا جاتے تھے، اس کو وَمَا ذُبِحَ عَلَی النَّصَبِ کہا گیا ہے۔ نیز یہ کہ جاہلیت
 کے زمانے میں عربوں میں رواج تھا کہ جب اونٹ پانچ سال پورے کر کے چھٹے سال میں داخل ہوتا تو دس آدمی
 حصہ ڈال کر اونٹ کو اس کے مالک سے خرید لیتے۔ پھر اونٹ کو نخر کر کے اس کے گوشت کے حصے کر دیئے جاتے
 پھر جوئے کے دس تیر لائے جاتے جن کے مختلف نام تھے۔ ایک شخص ان سے جو اٹھاتا تھا۔ سات تیروں کے
 سرے مڑے ہوئے ہوتے تھے اور تین تیروں میں کوئی چمک نہیں ہوتی تھی۔ پھر قرعہ نکالا جاتا تھا۔ قرعہ اندازی کا
 طریق کار یہ تھا کہ جس کے نام پر ”فد“ نکلتا اسے ایک حصہ دیا جاتا تھا۔ جس کے نام پر ”توام“ نکلتا اسے دو
 حصے دیئے جاتے تھے۔ جس کے نام پر ”مسبل“ نکلتا اسے تین حصے اور جس کے نام پر ”نفس“ نکلتا اسے چار حصے
 اور جس کے نام پر ”جلس“ نکلتا تو اسے پانچ حصے اور جس کے نام پر ”رقب“ نکلتا اسے چھ حصے اور جس کے
 نام پر ”معلی“ نکلتا تو اسے سات حصے دیئے جاتے تھے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ جن لوگوں کے نام پر غیر پکدار
 تین قرعے نکلتے، انہیں گوشت میں سے حصہ نہیں دیا جاتا تھا اور اونٹ کی قیمت بھی ان ہی لوگوں سے وصول کی
 جاتی تھی اور ان کو بدنصیب سمجھا جاتا تھا۔ یہ کھلم کھلا جوا تھا۔ اللہ نے اسے حرام قرار دیا اور اس کے ساتھ اس
 جانور کے گوشت کو بھی وَأَنْ تَسْتَفْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ کہہ کر حرام قرار دیا۔

۱۵۱۔ جانوروں کو اذیت دینا

اس میں کوئی شک نہیں کہ حلال جانوروں کو گوشت کھانے کی غرض سے شرعی قواعد کے مطابق ذبح کرنا
 جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا ہی انسان کی غذائی ضروریات کے لیے کیا ہے اور انہیں انسانوں کے اختیار
 میں دیا ہے تاکہ انسان ان کے گوشت اور دودھ سے اپنی غذائی ضروریات پوری کرے اور ان کی پشم سے اپنے
 آپ کو سردیوں سے محفوظ رکھے اور ان کی کھال سے جوتے بنائے۔ اور پھر خدا کا شکر ادا کرے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا: وَذَلَّلْنَاهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوبُهُمْ وَمِنْهَا يَأْكُلُونَ ۝ وَلَهُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ أَفَلَا يَشْكُرُونَ ۝ ہم نے حیوانات کو ان کے لیے رام کر دیا ہے۔ کچھ پر وہ سواری کرتے ہیں اور کچھ جانوروں کا گوشت کھاتے ہیں۔ اس کے علاوہ انھیں پینے کے لیے دودھ بھی ان سے فراہم ہوتا ہے اور ان کے اور بھی بہت سے فوائد ہیں۔ وہ شکر ادا کیوں نہیں کرتے؟ (سُورَةُ الْأَنْعَامِ: آیت ۷۲-۷۳)

یاد رکھیں کہ جانوروں کو اذیت دینا یا ان کے چارے اور پانی میں کوتاہی کرنا حرام ہے۔ حرام گوشت جانوروں کو اذیت دینا بھی صحیح نہیں ہے اگرچہ ان میں سے کچھ موذی جانوروں کے قتل کی سفارش کی گئی ہے۔ علامہ مجلسی بحار الانوار میں لکھتے ہیں کہ روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ سانپ کو مارنا جائز ہے۔ البتہ ان سانپوں کو نہیں مارنا چاہیے جو گھروں میں رہتے ہوں اور گھر والوں کو اذیت نہ پہنچاتے ہوں۔ ان کے متعلق یہ احتمال ہے کہ ان کا مارنا بہتر نہ ہو۔ البتہ دوسرے موذی جانوروں کو مارنے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن خواہ مخواہ ان کو اذیت دینا صحیح نہیں ہے۔ عقلی طور پر انھیں اذیت دینا درست نہیں ہے اور معصومین علیہم السلام کی روایات سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے لیکن علماء اس طرف متوجہ نہیں ہوئے۔

مؤلف عرض کرتا ہے:

ہم یہاں کچھ احادیث اپنے قارئین کی نذر کرتے ہیں۔ ان احادیث سے یہ بات واضح ہو جائے گی کہ جانوروں کو اذیت دینا جائز نہیں ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جانوروں کے منہ پر داغ دینے اور مارنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ یہ اپنے منہ سے پروردگار کی تسبیح کرتے ہیں۔

ایک اور روایت میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: لَعَنَ النَّبِيُّ الَّذِي وَسَمَهُ اللَّهُ اس شخص پر لعنت کرے جو جانوروں کے منہ پر داغ دے۔ (بحار الانوار ج ۶۳، ص ۲۲۸)

بحار الانوار میں علامہ دمیری کی حیات الحيوان کے حوالے سے مرقوم ہے کہ ابو ہریرہ نے کہا:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چوٹی کو نہ مارو۔ ایک مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام نماز استسقاء کے لیے جا رہے تھے کہ آپ نے ایک چوٹی کو دیکھا جو زمین پر لیٹی ہوئی تھی اور اس کی ٹانگیں آسمان کی طرف تھیں اور وہ اپنی زبان سے کہہ رہی تھی: ”خدا یا! ہم بھی تیری ہی مخلوق ہیں۔ ہمیں بھی تیرے فضل کی ضرورت ہے۔ اپنے گنہگار بندوں کے گناہوں کی وجہ سے ہمارا مواخذہ نہ فرما۔ ہمیں ایسی بارش سے سیراب فرما جس سے درخت اگیں اور ہم ان کا پھل کھائیں۔“

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ واپس چلو۔ اب دوسروں کی دعا کی وجہ سے تم

پر بارش برسائی جائے گی۔ (ج ۶۳، ص ۲۷۴)

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چھ جانوروں کو مارنے سے منع فرمایا:

- (۱) شہد کی مکھی
- (۲) چیونٹی
- (۳) مینڈک
- (۴) لٹورا (ایک پرندہ جو فاختہ سے چھوٹا ہوتا ہے)
- (۵) ہد ہد
- (۶) ابابیل

پھر فرمایا کہ شہد کی مکھی پاک غذا کھاتی ہے اور پاک مشروب بناتی ہے۔ اس کا تعلق نہ تو انسانوں سے ہے اور نہ ہی جنات سے ہے مگر اللہ نے اس کی طرف وحی فرمائی ہے۔ (بخاری الانوار ج ۶۳، ص ۲۶۶)

شیخ طوسی الخلاف میں لکھتے ہیں: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غذائی ضرورت کے بغیر جانوروں کو ذبح کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (ج ۵، ص ۵۱۹)

کشف اللثام میں مرقوم ہے:

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو جانور کو ذبح کرنا چاہے تو چھری تیز کر لے اور جانور کو جلد از جلد ذبح کرے اور اسے ذبح کے وقت زیادہ اذیت نہ دے۔

نیز یہ کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

جب تم کسی جانور کو ذبح کرنا چاہو تو چھری تیز کر لو اور رو قبیلہ ہو کر اسے ذبح کرو۔ اسے گلا گھونٹ کر نہ مارو، ورنہ حرام ہو جائے گا۔ (کشف اللثام ج ۲، ص ۲۵۸)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی چیز یا اس سے بڑے کسی جانور کو ناحق قتل کرے گا تو قیامت کے دن خدا اس کا محاسبہ کرے گا۔ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! حق کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: کھانے کی غرض سے ذبح کیا جائے تو یہ حق ہے۔ اور اگر اس کی گردن جدا کرنے کے شوق میں ذبح کیا جائے تو یہ ناحق ہے۔ (امام شافعی، کتاب الام ج ۴، ص ۲۵۸)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ تین گناہ نہایت برے ہیں:

(۱) قانون شریعت سے ہٹ کر جانور کو مارنا۔

(۲) بیوی کا حق مہر ادا نہ کرنا۔

(۳) مزدور کی مزدوری کھا جانا۔ (بخاری الانوار ج ۶۱، ص ۲۶۸)

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گزر ایسے اشخاص کے پاس سے ہوا جنہوں نے ایک زندہ مرغ کو باندھ رکھا تھا اور اس پر تیر اندازی کی مشق کر رہے تھے۔ یہ دیکھ کر آپ نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ خدا ان پر لعنت کرے۔ (ایضاً)

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام بیان کرتے ہیں: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ شبِ معراج میں نے دوزخ میں ایک عورت کو دیکھا جس پر بلی سوار تھی۔ بلی آتے جاتے اس کے چہرے کو نوچ رہی تھی۔ میں نے اس کی وجہ پوچھی تو جبریل امین نے بتایا کہ اس عورت نے ایک بلی کو باندھا تھا۔ اسے نہ تو غذا دی اور نہ ہی اس کی رسی کھولی کہ وہ خود اپنا رزق حاصل کرتی۔ وہ اسی حال میں مر گئی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اس کی سزا دی ہے۔ امیر المؤمنین فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانچ جانوروں کو مارنے کا حکم دیا ہے:

(۱) کوا

(۲) عقاب

(۳) سانپ

(۴) بچھو

(۵) باؤلاکتا (بحار الانوار ج ۶۱، ص ۲۶۳۔ عیون الاخبار الرضا ج ۱، ص ۲۷۷)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چوپایوں کے منہ پر مارنے اور ان کے چہرے پر داغ دینے اور شہد کی مکھی کو مارنے سے منع فرمایا ہے۔ (بحار الانوار ج ۶۱، ص ۲۱۵)

ابراہیم بن علی کا بیان ہے کہ میں امام زین العابدین علیہ السلام کے ساتھ حج پر گیا۔ میں نے راستے میں دیکھا کہ جب آپ کا اونٹ چلنے میں سستی کرتا تو آپ لکڑی کے ساتھ اشارہ کرتے تھے۔ پھر فرماتے تھے کہ اگر قصاص نہ ہوتا (تو میں تجھے مارتا) یہ کہہ کر آپ اپنی لکڑی کو اٹھا لیتے تھے۔ (شیخ مفید، ارشاد ص ۲۴۰)

امام زین العابدین علیہ السلام اپنے اونٹ پر جس مرتبہ حج پر گئے لیکن آپ نے ایک مرتبہ بھی اپنے اونٹ کو چابک نہیں مارا اور آپ نے وقت وفات امام محمد باقر علیہ السلام سے فرمایا کہ میں اس اونٹ پر بیس مرتبہ حج پر گیا ہوں۔ میں نے آج تک اسے چابک نہیں مارا۔ جب یہ مر جائے تو گڑھا کھود کر اسے دفن کر دینا۔ میں نہیں چاہتا کہ جانور اس کا گوشت نوچیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو اونٹ سات مرتبہ عرفات کے اجتماع کو حاصل کرے تو خدا سے بہشتی جانوروں میں سے قرار دے گا اور اس کی نسل میں برکت دے گا۔ (بحار الانوار ج ۶۳، ص ۲۰۶)

کچھ جانوروں کے خواص

روایات میں آیا ہے کہ گھروں میں مرغیاں، کبوتر اور گوسفند پالو کیونکہ ان میں برکت ہوتی ہے۔

(بحار الانوار ج ۶۱)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: کوئے سے تین باتیں سیکھو۔

(۱) وہ چھپ کر مادہ سے ملاپ کرتا ہے۔

(۲) صبح سویرے طلب رزق کے لیے نکلتا ہے۔

(۳) ہر وقت محتاط رہتا ہے۔ (بخاری الانوار ج ۶۳، ص ۲۶۲)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص کتا پالے گا اس کے اعمال میں ہر روز ایک قیراط کی آئے گی۔ (مسند رک الوسائل ج ۹، ص ۱۴۳)

بخاری الانوار میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مقتول کو دیکھا تو لوگوں سے پوچھا کہ اسے کس نے قتل کیا ہے؟ لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! اس نے بنی ڈہرہ کے گلہ سے ایک بکری چوری کی تو گلے کے محافظ کتے نے اس پر حملہ کیا اور اسے ہلاک کر دیا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سنا تو فرمایا کہ اس نے اپنے آپ کو خود ہلاکت میں ڈالا اور اپنے دین کو تباہ کیا اور خدا کی نافرمانی کی اور اپنے بھائی سے خیانت کی۔ اس شخص سے تو کتابی بہتر ہے۔

امیر المؤمنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ جب کتے اور کوءے کی آواز سنو تو شیطان کے شر سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگو کیونکہ ان کو وہ چیز دکھائی دیتی ہے جو تم کو دکھائی نہیں دیتی۔ (بخاری الانوار ج ۶۲، ص ۶۳)

موذی جانوروں کو مارنا

جس طرح ظالم کے شر کو دور کرنا ضروری ہے اسی طرح سے موذی جانوروں کو مارنا بھی ضروری ہے۔ اگرچہ ان کی پیدائش میں بہت سی حکمتیں ہیں۔

امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک مرتبہ رسول خدا کو نماز کی حالت میں بچھو نے ڈس لیا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ خدا بچھو پر لعنت کرے۔ یہ کسی نمازی اور پیغمبر کو بھی ڈسے بغیر نہیں رہتا۔ پھر آپ نے اپنے جوتے سے بچھو کو مار ڈالا اور فرمایا کہ نمک اور پانی لاؤ اور اس ڈنک پر مالش کرو۔ پھر آپ نے سورۃ اخلاص، سورۃ فلق اور سورۃ والناس پڑھ کر ڈنک پر دم کیا۔ (بخاری الانوار ج ۶۳، ص ۲۶۲)

ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول اکرم نے فرمایا: گرگٹ کو مار دو خواہ وہ جوف کعبہ کے اندر ہی کیوں نہ ہو۔ بخاری الانوار میں اس روایت کے بعد من لا یحضرہ الفقیہ سے نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص گرگٹ کو مارے اسے غسل کرنا چاہیے۔ ہمارے کچھ مشائخ کہتے ہیں کہ غسل کی وجہ یہ ہے کہ گرگٹ کو مارنے کی وجہ سے انسان گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔ (بخاری الانوار ج ۶۳، ص ۲۶۲)

رسول اکرم نے فرمایا: جب بچھو اور سانپ کو دیکھو تو نماز توڑ کر مار ڈالو (مجمع الفوائد، ج ۳، ص ۷۰) مسند رک الوسائل میں فقہ الرضا سے منقول ہے کہ امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: حالت احرام میں انسان سانپ، بچھو اور چوہے کو مار سکتا ہے اور عقاب، کوءے اور باڈلے کتے کو بھی پتھر مار کر بھگا سکتا ہے۔

۱۵۲۔ شراب نوشی

شراب اور ہرنشہ آور چیز جو عقل کو زائل کرتی ہو اور سستی پیدا کرتی ہو حرام ہے۔ شراب اور نشیات کا استعمال گناہ کبیرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے بت پرستی اور جوئے کے ساتھ بیان کیا ہے۔ یہ شیطانی عمل ہے اور شیطان شراب و جوا کی وجہ سے مسلمانوں میں دشمنی ڈالنا چاہتا ہے اور ان کو نماز اور یاد خدا سے روکنا چاہتا ہے۔ عرب جاہلیت میں شراب عام تھی۔ اسلام نے اس پر پابندی لگائی اور یہ تین مرحلوں میں حرام ہو گئی۔ پہلا مرحلہ: یَسْتَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِنَّهُمَا كَبِيرٌ مِنْ نَفْعِهِمَا.. (سورہ بقرہ: آیت ۲۱۹)

اہل عقل نے سوچا کہ جس چیز کا فائدہ کم اور نقصان زیادہ ہو وہ چیز چھوڑ دینی چاہیے لہذا انہوں نے اس مرحلے پر شراب پینی چھوڑ دی۔

دوسرا مرحلہ: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَىٰ (سورہ نساء: آیت ۴۳) اس آیت کے بعد اوقات نماز میں شراب پینا ممنوع ہو گیا مگر ابھی اس کی حرمت کا اعلان نہیں ہوا تھا۔ تیسرا مرحلہ: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تَفْلِحُونَ ○ إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ ○ (سورہ مائدہ: آیت ۹۰-۹۱) سورہ اعراف آیت ۳۳ میں ارشاد خداوندی ہے: قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّي الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَّنَ إِلَّا أَنْتُمْ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ... (اے رسول!) آپ کہہ دیجئے کہ میرے اللہ نے تمام ناشائستہ باتوں کو حرام کیا ہے خواہ وہ ناشائستگی ظاہر ہو یا باطن ہو اور گناہ اور نافرمانی بغاوت سے منع کیا ہے۔ مذکورہ آیات سے شراب کی حرمت واضح ہوتی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شراب کی حرمت کے تیسرے مرحلے پر فرمایا تھا کہ شراب پینے والا بت پرست کی مانند ہے۔

علی بن يقطين راوی ہیں کہ مہدی عباسی نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے پوچھا کہ قرآن حکیم میں شراب کی حرمت کا ذکر کہاں آیا ہے۔ آپ نے فرمایا یَسْتَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهَا إِثْمٌ مِنْ شَرَابِ كَوْنِهِمْ كَمَا كَانَتْ أُمَّتُهُمْ قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّي الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَّنَ إِلَّا أَنْتُمْ وَالْبَغْيَ فِي حَرَامِ كَمَا كَانَتْ أُمَّتُهُمْ (کافی ج ۴، ص ۴۰۶)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک خطبہ دیا اور فرمایا: شُكِّلَ سُكَّرُ حَرَامٍ هَرْنَشَةٍ أَوْ حَرَامٍ هَرْنَشَةٍ... (کافی ج ۳، ص ۴۰۷)

رسول اکرم نے فرمایا: شَرَابُ الْخَمْرِ كَمَا بَدَأَ الْوَالِدُ. شراب پینے والا بت پرست کی مانند ہے۔

(بحار الانوار ج ۶، ص ۱۴۸)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جس طرح اللہ نے مردار، خون اور سور کے گوشت کو حرام کیا ہے اسی طرح شراب کو بھی حرام قرار دیا ہے خواہ وہ زیادہ مقدار میں ہو یا کم مقدار میں ہو۔
رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر نشہ آور چیز کو حرام قرار دیا ہے۔ اور جسے رسول حرام قرار دیں اسے اللہ بھی حرام قرار دیتا ہے۔ (کافی ج ۴، ص ۴۰۸)

کافی میں ہے کہ علی بن یقظین بیان کرتے ہیں: امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ نے لفظ شراب کو حرام قرار نہیں دیا بلکہ اس کی صفت کو حرام قرار دیا ہے لہذا جو چیز بھی نشہ آور ہو وہ حرام ہے خواہ اس کا نام کچھ بھی ہو۔

ابو بصیر راوی ہیں کہ ام خالد امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ میں اس وقت وہاں پر موجود تھا۔ اس نے آکر کہا کہ میں آپ پر قربان جاؤں۔ میں درد شکم اور قرقر کی بیماری میں مبتلا ہوں عراقی اطباء نے مجھ سے کہا ہے کہ شراب کو ستو میں ملا کر پینے سے میری بیماری ختم ہو جائے گی۔ مجھے معلوم تھا کہ آپ کو شراب نوشی سے نفرت ہے، اس لیے میں نے ان کے نسخے کو استعمال نہیں کیا۔ امام نے فرمایا: تم نے ان کے نسخے کو استعمال کیوں نہیں کیا؟ ام خالد نے کہا کہ میں نے اپنا دین آپ سے حاصل کیا ہے۔ میں جو بھی کام کرتی ہوں قیامت کے دن کہوں گی کہ مجھے جعفر صادق (علیہ السلام) نے اس کا حکم دیا تھا۔ لہذا جب تک آپ حکم نہیں دیں گے میں اطباء کے نسخے پر عمل نہیں کروں گی۔ امام نے اس وقت مجھے مخاطب کر کے کہا: ابو بصیر! تم نے اس خاتون کی باتیں سنیں؟ پھر آپ نے فرمایا: خدا کی قسم! میں تمہیں شراب کے ایک قطرے کی بھی اجازت نہیں دیتا۔ تمہارے لیے شراب کا ایک قطرہ تک پینا حرام ہے اور اگر تم نے شراب پی تو نزع کے وقت تمہیں پشیمانی ہوگی۔ آپ نے یہ جملہ تین بار ارشاد فرمایا۔ پھر ام خالد سے فرمایا کہ کیا تم نے میرا فرمان سن لیا ہے اور سمجھ لیا ہے؟ پھر آپ نے تین مرتبہ فرمایا کہ شراب نجس ہے خواہ کم مقدار میں ہو یا زیادہ مقدار میں ہو۔ شراب دوسری اشیاء کو نجس کر دیتی ہے۔ (کافی ج ۶، ص ۴۱۳)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ شراب ہر نعم کی بنیاد اور ہر برائی کی چابی ہے۔

(کافی ج ۶، ص ۴۰۳)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ نے ہر برائی کے لیے تالے بنائے ہیں اور شراب کو ان تالوں کی چابی قرار دیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ گناہوں میں شراب نوشی سخت ترین گناہ ہے کیونکہ شرابی فرض نماز کو چھوڑ دیتا ہے اور مدوشی میں آکر ماں بہن بیٹی کے ساتھ دست درازی کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ شرابی بے نمازی سے زیادہ برا ہے کیونکہ شرابی اگر نماز پڑھ بھی رہا ہو تب بھی اپنے خدا کی معرفت سے عاری ہوتا ہے۔

(تفسیر صافی ج ۱، ص ۲۲۸۔ کافی ج ۲، ص ۴۱۳)

۱۵۳۔ جس دسترخوان پر شراب ہو وہاں بیٹھنا

اسلام کی نظر میں شراب اتنی پلید اور قابل نفرت چیز ہے کہ اسلام اس دسترخوان پر بیٹھنے کی اجازت نہیں دیتا جس پر شراب رکھی ہوئی ہو۔ ایسے دسترخوان پر رکھی ہوئی دوسری غذاؤں کو کھانا بھی حرام ہے۔

شرائع الاسلام میں مرقوم ہے کہ جس دسترخوان پر شراب رکھی ہوئی ہو یا فحاح (جو کی شراب) کی مانند کوئی اور نشہ آور مشروب رکھا ہوا ہو تو اس دسترخوان پر بیٹھ کر روٹی کھانا حرام ہے۔ (ج ۴، ص ۷۶۰)

محقق علی کتاب سرائر میں لکھتے ہیں کہ جس دسترخوان پر حرام غذا رکھی ہو یا کوئی اور معصیت کاری ہو رہی ہو تو ایسے دسترخوان پر بیٹھ کر کھانا کھانا حرام ہے۔ (ج ۳، ص ۱۳۵-۱۳۶)

صاحب وسائل الشیعہ نے اپنی سند سے ہارون بن جهم سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ امام جعفر صادق علیہ السلام عباسی خلیفہ منصور دوانیقی کی محفل میں پہنچے۔ جو نبی آپ تشریف فرما ہوئے تو شراب تقسیم کی جانے لگی۔ یہ دیکھ کر آپ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے۔ منصور نے آپ سے اس کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ رسول خدا کا فرمان ہے: **مَلْعُونٌ مَلْعُونٌ مَنْ جَلَسَ عَلٰی مَا يَذُو بِشَرْبِ عَلِيَّهَا الْخَمْرُ**۔ وہ شخص ملعون ہے جو ایسے دسترخوان پر بیٹھے جس پر شراب پی جا رہی ہو۔ (ج ۱۶، ص ۳۹۲)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ جس دسترخوان پر شراب یا کوئی اور نشہ آور مشروب موجود ہو کیا اس دسترخوان پر بیٹھ کر کھانا جائز ہے؟ امام نے فرمایا کہ ایسے دسترخوان پر بیٹھ کر کھانا کھانا حرام ہے۔

(کافی ج ۶، ص ۳۶۹)

۱۵۴۔ شراب سازی کے لیے انگور و خرما کی خرید و فروخت

آیت اللہ خمینی تحریر الوسیلہ میں لکھتے ہیں:

شراب بنانے کے لیے انگور اور خرما بیچنا حرام ہے۔ اسی طرح بت، صلیب، جوا اور لہو و لعب وغیرہ کا سامان بنانے کے لیے لکڑی بیچنا حرام ہے۔ اس کام کے حرام ہونے کے لیے بیچنے والا یا خریدنے والا کہے کہ یہ میں حرام کے لیے بیچتا ہوں یا خریدتا ہوں یا معاملے کے ضمن میں یہ شرط لگائے یا ان کے اس کام کی بنیاد یہ ہو کہ اسے حرام میں کام لائیں گے یا خریدنے والا بیچنے والے سے کہے کہ مجھے شراب بنانے کے لیے ایک من انگور چاہیے اور دکاندار اسی نیت کے ساتھ اسے انگور بیچے تو یہ خرید و فروخت حرام ہے۔ اسی طرح شراب رکھنے کے لیے گودام اور بیچنے کے لیے دکان کرائے پر دینا اور اس کی نگہبانی کرنا اور اس سلسلے میں دوسرے محرمات انجام دینا بھی حرام ہے اور معاملہ باطل ہے۔ اندر میں حالات بیچنے والا اور کرائے پر مکان اور دکان دینے والا اس قیمت کا مالک نہیں بن سکتا اور اس قیمت میں تصرف کرنا حرام اور ممنوع ہے۔

قیامت کے دن شرابی کا انجام کیا ہوگا؟

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ قیامت کے دن شراب خور کو اس حالت میں لایا جائے گا کہ اس کا چہرہ کالا ہوگا۔ اس کی زبان باہر لٹکی ہوئی ہوگی اور اس کا لعاب سینے پر بہ رہا ہوگا اور اللہ کا اس پر حق ہے کہ اسے طینت خبال کی گندگی پلائے۔ پوچھا گیا کہ طینت خبال کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ بدکار عورتوں کی شرمگاہ سے نکلنے والی پیپ اور خون طینت خبال ہے۔ (کافی ج ۶، ص ۳۹۶)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جو لوگ دنیا میں شراب سے سیر و سیراب ہوتے ہیں وہ پیاسے مریں گے اور قیامت کے دن پیاسے انھیں گے اور پیاسے دوزخ میں جائیں گے۔ (کافی ج ۶، ص ۳۰۰)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

اللہ نے مجھے تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے اور حکم دیا کہ میں بتوں، سارنگی، ستار اور جاہلیت کی نشانیوں کو مٹا دوں۔ میرے پروردگار نے قسم کھا کر کہا ہے کہ میرا جو بھی بندہ دنیا میں شراب پئے گا اتنی ہی مقدار میں اسے دوزخ کا گرم پانی پلایا جائے گا۔ خواہ بعد میں اسے عذاب دیا جائے یا معاف کر دیا جائے۔

(کافی ج ۶، ص ۳۹۶)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص نبیذ (ایک قسم کی شراب خرما) کو حلال سمجھ کر پئے گا وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا اور جو اسے حرام سمجھ کر پئے گا اسے جہنم کا عذاب دیا جائے گا۔ (کافی ج ۶، ص ۳۹۸)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص توبہ کئے بغیر مر جائے اور اس کے پیٹ میں ایک قطرہ شراب کا ہو، جب وہ قبر سے اٹھے گا تو دیوانہ ہو کر اٹھے گا۔ اس کے منہ سے جھاگ بہ رہا ہوگا اور وہ تباہی کو پکار رہا ہوگا۔ (کافی ج ۶، ص ۳۹۹)

زید بن علی نے اپنے آبائے طاہرین کی سند سے نقل کیا ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شراب پر لعنت کی ہے۔ شراب نہ چڑنے والے پر، اس کے خریدنے والے پر، اس کے بیچنے والے پر، اس کے پلانے والے پر، اس سے حاصل ہونے والی کمائی پر اور اس کے کمانے والے پر، پینے والے پر، اٹھا کر لے جانے والے پر اور جس کی طرف اسے لے جایا جائے ان سب پر لعنت کی ہے۔ (کافی ج ۶، ص ۳۹۸)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جو ایک گھونٹ شراب پئے تو اللہ، اس کے ملائکہ، انبیاء اور مومنین اس پر لعنت کرتے ہیں۔ اور اگر وہ اتنی شراب پئے کہ مست ہو جائے تو اس کے بدن سے روح ایمان نکل جاتی ہے اور اس کی جگہ پست، خبیث اور ملعون روح داخل ہو جاتی ہے۔ اور اس وقت وہ نماز چھوڑ دیتا ہے اور جب وہ نماز چھوڑ دیتا ہے تو اللہ کے فرشتے اسے سرزنش کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس سے کہتا ہے:

میرے بندے! تو کافر ہو گیا ہے کہ میرے فرشتے تجھے سرزنش کر رہے ہیں؟

میرے بندے! تیرا برا حال ہو۔

پھر امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

اس کا برا حال ہو، اس کا برا حال ہو۔ وہ رسوا ہو جائے۔ خدا کی قسم! خدا کی ایک لفظ کی سرزنش ہزار سال کے عذاب سے زیادہ سخت ہے۔ آپ نے فرمایا: شراب پینے والے خواہ کوئی ہوں وہ ملعون ہیں اور ان کا سخت مواخذہ کرنا چاہیے۔ پھر آپ نے فرمایا: وہ شخص ملعون ہے! وہ شخص ملعون ہے! جو خدا کے فرمان سے روگردانی کرے۔ اگر وہ صحرا میں جائے تو صحرا سے ہلاک کر دے گا اور اگر وہ دریا میں جائے تو دریا سے غرق کر دے گا کیونکہ جس سے خدا ناراض ہو اس پر صحرا اور دریا بھی ناراض ہوتے ہیں۔ (فروع کافی ج ۶، ص ۳۹۹)

کسی نے امیر المؤمنین علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ یہ سمجھتے ہیں کہ شراب، زنا اور چوری سے بھی بڑا جرم ہے؟! آپ نے فرمایا: ہاں! زانی کے متعلق یہ امکان ہے کہ وہ بس زانی ہی رہے اور دوسرے جرائم نہ کرے جبکہ شرابی شراب کے نشے میں دھت ہو کر زنا بھی کر سکتا ہے، چوری بھی کر سکتا ہے، کسی کو ناحق قتل بھی کر سکتا ہے اور نماز کا تارک بھی ہو سکتا ہے۔ (فروع کافی ج ۶، ص ۴۰۳)

سابقہ ادیان اور شراب

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ نے جتنے بھی انبیاء مبعوث کئے ان پر حرمت شراب کی وحی کی۔ شراب تمام ادیان الہی میں حرام تھی اور حرام ہے۔ (شیخ طوسی، تہذیب ج ۹، ص ۱۰۲)

بائبل میں اگرچہ تحریف ہو چکی ہے لیکن اس میں آج بھی شراب کی حرمت کا تذکرہ موجود ہے۔ چنانچہ پرانا عہد نامہ کی کتاب امثال سلیمان، باب ۲۳ میں لکھا ہے: ”تو شرابیوں میں شامل نہ ہو۔“ (آیت ۲۰) نیز آیات ۲۹ تا ۳۲ میں لکھا ہے: ”کون افسوس کرتا ہے؟ کون بد بخت ہے؟ کون جھگڑا لو ہے؟ کون شاکہ ہے؟ کون بے سبب گھاس ہے؟ اور کس کی آنکھوں میں سرخی ہے؟ وہی جو دیر تک سے نوشی کرتے ہیں؟ وہی جو ملائی ہوئی سے کی تلاش میں رہتے ہیں۔ جب سے لال لال ہو۔ جب اس کا کس جام پر پڑے اور جب وہ روانی کے ساتھ نیچے اترے تو اس پر نظر نہ کر کیونکہ انجام کار وہ سانپ کی طرح کاٹتی اور انہی کی طرح ڈس جاتی ہے۔“

یعنی ایک شرابی نشے میں مست ہو کر اپنے آپ یا دوسروں کو زخمی کر دیتا ہے یا قتل کر دیتا ہے یا اس سے کوئی غلط کام سرزد ہو جاتا ہے۔ یہ تمام بد بختیاں ان لوگوں کے لیے ہیں جو شراب کے عادی ہو چکے ہیں۔ اور نیا عہد نامہ، کتاب افسیوں کے نام پولس رسول کا خط، باب پنجم میں لکھا ہے:

”اور شراب میں متوالے نہ بنو کیونکہ اس سے بد چلتی واقع ہوتی ہے۔“ (آیت: ۱۸)

تمام آسمانی ادیان میں برائیوں سے روکا گیا ہے لیکن دین اسلام نے برائیوں سے بڑی سختی کے ساتھ مسلمانوں کو روکا ہے۔

۱۵۵۔ نشیات کا استعمال

دنیا کے ترقی یافتہ ممالک ترقی پذیر ملکوں بالخصوص اسلامی ملکوں کا استحصال کرنے کے لیے ان کے جوانوں کو نشیات کے جہنم میں دھکیل رہے ہیں اور ان کے مقاصد بھی بڑے واضح ہیں۔ جس قوم کے جوان نشیات کے عادی ہو جائیں اس قوم کی آزادی داؤ پر لگ جاتی ہے اور اس معاشرے سے دین و ایمان کی غیرت سلب ہو جاتی ہے۔ نشیات کا بڑھتا ہوا طوفان بہت بڑی مصیبت ہے اور نوجوان نسل اس کی تباہی کے مناظر دیکھنے کے باوجود اس میں چھلانگ لگا رہی ہے اور یوں اپنے آپ کو شیطان کے دام فریب میں پھنسا رہی ہے۔ ممکن ہے کچھ نوجوان یہ سمجھتے ہوں کہ اسلام میں صرف شراب حرام ہے اور باقی نشیات جائز ہیں۔ بعض نوجوان بھنگ کی یہ کہہ کر دکالت کرتے ہیں کہ یہ ایک بے ضرر پودا ہے۔ اس کے استعمال میں کیا قباحت ہے؟ آئیے دیکھیں کہ دین کے رہبروں کو بھنگ اور دیگر نشیات سے کس قدر نفرت تھی۔

۱۔ ڈاکٹر ذکی مبارک نے اپنی کتاب التصوف الاسلامی میں لکھا ہے کہ شیخ حیدر صوفی جو خراسان میں رہتے تھے انھوں نے پہاڑ میں ایک خانقاہ بنوائی تھی جس میں وہ دس سال تک قیام پذیر رہے۔ دس سال بعد ایک سخت گرم دن میں وہ اپنی خانقاہ سے نکلے اور صحرا میں اکیلے چل پڑے۔ گرمی کی شدت تھی اور ہوا بھی بند تھی۔ کچھ دیر کے بعد آپ خوش خوش واپس آئے۔ مریدوں نے اس بشارت کا سبب پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ میں اپنی خانقاہ میں بیٹھا تھا کہ اچانک میرے دل میں یہ خیال آیا کہ مجھے خانقاہ سے نکل کر صحرا میں جانا چاہیے۔ چنانچہ میں صحرا میں چلا گیا۔ وہاں جا کر مجھے محسوس ہوا کہ صحرا کی ہر بوٹی پر سکوت مرگ چھایا ہوا ہے۔ میں بوٹیوں کو دیکھتا ہوا جا رہا تھا کہ میں نے ایک بوٹی دیکھی جس کے پتے چکنے پات تھے اور وہ آرام سے گل رہی تھی۔ میں نے اس کے پتے چنے اور کھا گیا۔ اس بوٹی کے پتے کھانے سے میں ہشاش بشاش ہو گیا۔ پھر انھوں نے اپنے مریدوں کو وہ بوٹی دکھائی اور ان سے کہا کہ عوام سے اس راہ کو مخفی رکھیں۔ خدا نے اس بوٹی کے پتے تمہارے لیے بنائے ہیں۔ اسے کھاؤ گے تو تمہارے غم زائل ہو جائیں گے اور تمہیں فکری جلا نصیب ہوگی۔ پھر شیخ حیدر صوفی نے کہا کہ جب میں مرا جاؤں تو میری قبر کے ارد گرد اس بوٹی کو کاشت کر دینا (اور وہ بوٹی بھنگ تھی)۔

شعراء نے اس بھنگ پر کئی نظمیں لکھی ہیں۔ انھوں نے اس کا نام شیخ حیدر کا شراب رکھا ہے۔ چنانچہ محمود شتی لکھتے ہیں:

دَعِ الْخَمْرَ وَاشْرَبْ مِنْ مُدَامَةِ حَيْدَرٍ	مُعِينُورَةٌ خَضْرَاءُ مِثْلُ الزُّبُرِ نَجْدٍ
يُمَسَّا طِينُكُهَا ظَنِّي مِنَ التُّرْبِ اَغْيَدِ	يَمِينُ عَلِيٍّ غَضِنٌ مِنَ النَّبَانِ اَمْلَدِ
فَتَحْسِنُهَا لِي كَتَفِهِ اِذْ يُدْبِرُهَا	تَكْرَمُ غَدَاؤِ لَسُوْقِ خَيْبَةِ مُؤَرِّدِ

مقصد یہ ہے کہ شراب چھوڑ دو اور شیخ حیدر کی بھنگ استعمال کرو۔ جب تم خوبصورت ساتی لڑکے کے ہاتھ سے بھنگ کا پیالہ لو گے تو تمہیں یوں لگے گا جیسے گلابی رخسار پر کوئی عبارت رقم ہو۔

ڈاکٹر ذکی مبارک اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ صوفیہ کی محافل میں بھنگ کو خوب فروغ حاصل ہوا اور صوفیہ نے بھنگ کو مصر سے لے کر فارس تک رائج کیا۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ مصر کے ارباب منبر خطبہ جمعہ سے پہلے بھنگ پیتے تھے۔

(سید ہاشم معروف حسنی، تصوف اور تشیع کا فرق مطبوعہ مجمع علمی اسلامی) رضوانی

رسول مقبول نے فرمایا: سَيَاتِي عَلَى أُمَّتِي يَا كَلُونَ شَيْئًا اسْمُهُ الْبُنْجُ أَنَا بَرِيءٌ مِنْهُمْ وَهُمْ بَرِيئُونَ مِنِّي. عنقریب میری امت پر وہ وقت آئے گا جب اس کے لوگ بھنگ استعمال کریں گے۔ میں ان سے بیزار ہوں اور وہ مجھے سے بیزار ہیں۔ (میزان الحکمة ج ۱، ص ۷۲۸ بحوالہ مستدرک الوسائل ج ۱۷، ص ۸۵)

آنحضرت نے فرمایا: سَلِمُوا عَلَى الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى وَلَا تُسَلِّمُوا عَلَيَّ أَكْبَلِ الْبُنْجِ. یہود و نصاریٰ کو سلام کرنا لیکن بھنگ پینے والوں کو سلام نہ کرنا۔ (روضات الجنات ج ۷، ص ۱۸۹)

آنحضرت نے فرمایا: مَنْ أَكَلَ الْبُنْجَ فَكَانَ مَا هَدَمَ الْكُحْبَةَ سَبْعِينَ مَرَّةً وَكَانَ مَا قَتَلَ سَبْعِينَ مَلَكًا مُقْرَبًا وَكَانَ مَا قَتَلَ سَبْعِينَ نَبِيًّا مُرْسَلًا وَكَانَ مَا أَحْرَقَ سَبْعِينَ مُضْحَفًا وَكَانَ مَا رَمَى إِلَى اللَّهِ سَبْعِينَ حَجْرًا وَهُوَ أَبْعَدُ مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ مِنْ شَارِبِ الْخَمْرِ وَأَكْلِ الرَّبْوِ وَالزَّانِي وَالسَّمَامِ. جس نے بھنگ استعمال کی گویا اس نے ستر بار کعبہ کو ڈھایا اور گویا اس نے ستر ملائکہ مقربین کو قتل کیا اور گویا اس نے ستر انبیاء مرسلین کو شہید کیا اور گویا اس نے ستر قرآن نذر آتش کئے اور گویا اس نے اللہ کی طرف ستر پتھر پھینکے اور بھنگ پینے والا شخص شرابی، سودخور، زانی اور چغل خور کی بہ نسبت اللہ کی رحمت سے زیادہ دور ہے۔ (روضات الجنات ج ۷، ص ۱۸۹)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ میں بھنگ ایک نشہ آور چیز تھی اس لیے آپ نے بھنگ کا نام لے کر اس کی مذمت فرمائی۔ یہ مذمت صرف بھنگ کے لیے نہیں ہے بلکہ اس میں جملہ نشیات شامل ہیں۔ لغت کی کتاب قاموس میں مرقوم ہے کہ بھنگ ایک بوٹی ہے جس کے پینے سے عقل ماؤف ہو جاتی ہے اور جنون و دیوانگی کی کیفیت چھا جاتی ہے لیکن یہ ورم کے درروں کے لیے مفید ہے۔

مراجع نے اپنے اپنے رسالہ عملیہ میں نشیات کی حرمت بیان کی ہے۔ حضرت آیت اللہ گلپایگانی نے مجمع المسائل میں لکھا ہے: ”انیون، ہیروئن اور بھنگ استعمال کرنا اور نشیات کے انجکشن لگانا حرام ہے اور اگر نشیات کو ترک کرنا ممکن ہو تو ان کا ترک کرنا واجب ہے اور اگر کسی کو خطرہ ہو کہ ان کے استعمال سے وہ نشے کی لت میں پڑ جائے گا تو اس کے لیے شروعات کرنا بھی حرام ہے۔“

۱۵۶۔ ناپاک اور نجس اشیاء کا کھانا

اس سے قبل ہم اجمالی طور پر اس موضوع پر گفتگو کر چکے ہیں۔ یہاں اسی عنوان کو ذرا سی وضاحت کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ اسلام کا اصول یہ ہے کہ وہ پاک، مفید اور نجات بخش چیز کو حلال کرتا ہے اور جو چیز پلید، تباہ کن اور ہلاکت خیز ہو اسے حرام قرار دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پہلے سابقہ کتابوں میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے: الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْنُوبًا عِنْدَهُمْ فِي السُّورَةِ وَالْإِنجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ

عَنْهُمْ اِصْرُهُمْ وَالْاَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي اُنزِلَ مَعَهُ اُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ○ وہ لوگ جو رسول نبی امی کا اتباع کرتے ہیں جن کے اوصاف کو وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں وہ انھیں نیک کام کا حکم دیتے ہیں اور برے کام سے روکتے ہیں اور پاک چیزوں کو حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزوں کو ان پر حرام ٹھہراتے ہیں اور ان پر سے احکام کے سنگین بوجھ اور طوق جو ان کے سر پر اور گلے میں تھے اتارتے ہیں۔ تو جو لوگ ان پر ایمان لائے اور ان کا احترام کیا اور ان کی مدد کی اور جو نور ان کے ساتھ نازل ہوا ہے اس کی پیروی کی وہی فلاح پانے والے ہیں۔ (سورۃ اعراف: ۱۵۷)

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک اہم صفت یہ ہے کہ آپ ”طیبات“ کو حلال اور ”خبائث“ کو حرام قرار دیتے تھے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ طیبات اور خبائث کا دائرہ کار صرف کھانے پینے کی چیزوں تک محدود نہیں ہے۔ معصومین نے فرمایا ہے کہ پاک اور نورانی تعلیمات بھی طیبات کا حصہ ہیں اور دشمنان اسلام کی غلط تعلیمات خبائث کا حصہ ہیں۔

برے کام بھی خبائث کا ایک حصہ ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَنَجِّسْنَاهُ مِنَ الْفُرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ تَعْمَلُ الْخَبَائِثَ (ہم نے لوط کو اس بہتی سے نجات دی جس کے رہنے والے ناپاک کام کیا کرتے تھے) اس آیت میں لواطت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور اس فعل بد کو لفظ خبائث سے تعبیر کیا گیا ہے۔

انکہ اہلبیت کا بیان ہے کہ رسول مقبول نے فرمایا: اَلْخَمْرُ شَرُّ الْخَبَائِثِ مَنْ شَرِبَهَا لَمْ يَقْبَلِ اللّٰهُ صَلَاتَهُ اَوْ بَعِيْنٌ يُّؤَمَّا. شراب بدترین خبائث و پلیدی ہے۔ جو شراب پیتا ہے اللہ چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہیں کرتا۔ (تحریر الاحکام ج ۲، ص ۲۶)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اَلْخَمْرُ اُمُّ الْخَبَائِثِ وَرَاسُ كُلِّ شَرٍّ. شراب ام الخبائث اور ہر برائی کا سرچشمہ ہے۔ (تحریر الاحکام ج ۲، ص ۱۶۵)

ابن فہد حلی بیان کرتے ہیں کہ شراب کی حرمت کی وجہ یہ ہے کہ وہ خبیث ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے جو بھی چیز خبیث ہو وہ حرام ہے۔

علامہ حلی کتاب مستنہی میں فرماتے ہیں کہ وَيُسَوِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ کا مقصد یہ ہے کہ جنسی بھی خبائث کی اقسام تصور ہو سکتی ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب کو حرام قرار دیتے ہیں۔

محقق زرقی فرماتے ہیں: یہ نہیں کہا جاسکتا کہ انسان کی طبیعت جس چیز سے متفر ہو وہ خبیث ہے مثلاً ایک شخص لقمہ منہ میں چبا کر باہر نکالتا ہے اگرچہ انسان کی طبیعت اس سے متفر ہے لیکن اسے حرام نہیں کہا جاسکتا۔ لہذا خبائث اور حرمت کا معیار طبع انسان کا متفر ہونا نہیں ہے۔

اسی لیے محقق اردبیلی لکھتے ہیں: یہ کہنا درست ہوگا کہ خبائث سے مراد وہ چیزیں ہیں جنہیں متدن لوگ اور شہر کے رہنے والے پلید سمجھیں اور ان سے نفرت محسوس کریں۔

دوسرے محرمات

۱۵۔ وہ چیزیں جو اعتکاف میں حرام ہیں

اعتکاف ایک مسنون عبادت ہے اور اس پر ہر ماہ عمل کیا جاسکتا ہے۔ البتہ رجب اور رمضان المبارک میں اس کا ثواب بہت زیادہ ہے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ رمضان المبارک کے آخری عشرے کے اعتکاف کا ثواب دو حج اور دو عمرہ کے برابر ہے۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۰، ص ۵۳۳)

اعتکاف مسجد میں کرنا چاہیے۔ اس کا دورانیہ تین دن سے کم نہیں ہونا چاہیے۔ اور جب پہلا دن گزر جائے تو پھر تیسرے دن کا اعتکاف واجب ہو جاتا ہے۔ اور اگر پانچ دن گزر جائیں تو چھٹے دن کا اعتکاف واجب ہو جاتا ہے۔ اعتکاف کرنے والے کو چاہیے کہ مریض کی عیادت، جنازے کی مشایعت یا کسی ضروری کام کے بغیر مسجد سے باہر نہ نکلے۔ اور اگر اسے بالفرض کسی مجبوری کی وجہ سے مسجد سے نکلنا پڑ جائے تو باہر جا کر کسی جگہ نہ بیٹھے اور واپس آنے تک کسی مکان کی چھت کے سائے میں نہ بیٹھے۔ اعتکاف کرنے والے کے لیے واجب ہے کہ ہر گناہ سے پرہیز کرے اور ہر وقت عبادت اور ذکر خیر میں مشغول رہے۔ اعتکاف کے لیے روزہ اور شہر کی جامع مسجد میں قیام ضروری ہے۔ مسجد الحرام، مسجد نبوی، مسجد کوفہ اور مسجد بصرہ میں اعتکاف افضل ہے۔

آیت اللہ سید کاظم یزدی عروۃ الوصفیٰ میں لکھتے ہیں اور دوسرے فقہاء بھی ان کی تائید کرتے ہیں: اعتکاف ہر شہر کی جامع مسجد میں صحیح ہے۔ احتیاط یہ ہے کہ اعتکاف کے لیے ایک مسجد کو مخصوص کر لیا جائے۔ بازار اور قبیلہ (و محلہ) کی مساجد میں اعتکاف صحیح نہیں ہے۔

اعتکاف کرنے والے پر چند چیزیں حرام ہیں:

- (۱) دنیا و آخرت کے معاملات میں مباحثہ و مجادلہ کرنا، اگر اظہار حق اور ابطال باطل کے لئے نہ ہو۔
 - (۲) استمناء۔ اگرچہ اپنے حلال سے کیوں نہ ہو۔ بتا رہا احتیاط۔
 - (۳) بیوی سے مباشرت اور بوس و کنار کرنا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَلَا تَبْسِئْسِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ غَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ مَجْهُدُونَ (سورۃ بقرہ: آیت ۱۸۷)
- اگر کوئی شخص حالت اعتکاف میں اپنی بیوی سے بوس و کنار کرے تو اس کا اعتکاف باطل ہو جائے گا۔

حسن بن جہم کہتے ہیں کہ میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے پوچھا کہ اگر اعتکاف کرنے والا اپنی بیوی سے مباشرت کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: مکلف کے لیے بیوی سے مباشرت کرنا حرام ہے خواہ دن میں کرے یا رات میں۔ (وسائل الشیعہ، باب ۵ من الاعتکاف)

زُرارہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص حالت اعتکاف میں بیوی سے مباشرت کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اعتکاف کرنے والا نہ دن میں مباشرت کرے اور نہ ہی رات میں۔ اگر کوئی شخص ایسا کرے تو اس کا کفارہ ساٹھ روزے رکھنا یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا یا ایک غلام کو آزاد کرنا ہے۔ واضح رہے کہ رمضان المبارک میں روزہ نہ رکھنے والے کے لیے بھی یہی حکم ہے۔

(وسائل الشیعہ، باب ۶ من الاعتکاف)

شیخ صدوق لکھتے ہیں: روایات میں آیا ہے کہ اگر اعتکاف کرنے والے نے رات میں مباشرت کی ہو تو ایک کفارہ دے اور اگر دن میں مباشرت کی ہو تو دو کفارے دے۔ (ایضاً)

(۳) اعتکاف کرنے والے کے لیے خوشبو سوگھنا اور خرید و فروخت کرنا ممنوع ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اعتکاف کرنے والے کو خوشبو اور پھول کی خوشبو نہیں سوگھنا چاہیے اور بھگڑا نہیں کرنا چاہیے اور خرید و فروخت نہیں کرنا چاہیے۔ (وسائل الشیعہ، باب ۱۰ من الاعتکاف)

(۵) آیت اللہ سید کاظم یردی لکھتے ہیں: اعتکاف کرنے والے کے لیے خرید و فروخت حرام ہے۔ احتیاط واجب کی بنا پر اسے تجارت اور کسب و کار سے بھی اجتناب کرنا چاہیے۔ البتہ ضرورت کے تحت ایسا کرنا جائز ہے۔ (عروة الوثقی، احکام الاعتکاف)

علامہ علی اپنی کتاب تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ ایسی صنعت اور ایسی تجارت جو اعتکاف کرنے والے کو عبادت سے باز رکھے مثلاً کپڑے بیانا وغیرہ حرام ہے مگر حد ضرورت اس سے مستثنیٰ ہے۔

۱۵۸۔ مسلمانوں سے لڑنا اور بد امنی پھیلانا

قرآن حکیم نے مسلمانوں اور اہل قبلہ سے جنگ کی شدید مذمت کی ہے اور اسے خدا اور رسول سے جنگ کے مترادف قرار دیا ہے۔ قرآن حکیم فرماتا ہے: اِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِي يَحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ذَلِكَ لَهُمْ جِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ جو لوگ خدا اور اس کے رسول سے جنگ کریں اور ملک میں فساد پھیلاتے پھریں ان کی یہی سزا ہے کہ قتل کر دیئے جائیں یا سولی چڑھا دیئے جائیں یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ دیئے جائیں یا ملک سے نکال دیئے جائیں۔ یہ تو دنیا میں ان کی رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا بھاری عذاب ہے۔ (سورہ مائدہ: آیت ۳۳)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس آیت کا شان نزول بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا: بنی ضبہ کے کچھ لوگوں نے رسول اکرمؐ کی خدمت اقدس میں آکر اسلام قبول کیا۔ وہ کچھ دن مدینہ میں قیام پذیر رہے اور بیمار ہو گئے۔ آپ نے انہیں مدینہ کی چراگاہ میں بھیج دیا تاکہ کھلی آب و ہوا میں رہیں اور اونٹوں کا دودھ پیئیں۔ اور ان کے پیشاب کو بطور دوا استعمال کریں۔ یہ لوگ چراگاہ میں رہے یہاں تک کہ تندرست ہو گئے۔ جب وہ تندرست ہو گئے تو انہوں نے آپ کے تین چرواہوں کو قتل کر دیا اور اونٹ ہنگا کر لے گئے۔ رسول اکرمؐ کو اس واقعے کی خبر ملی تو آپ نے امام علیؑ کو کچھ لوگوں کے ساتھ ان کے تعاقب میں بھیجا۔ آپ نے یمن کے نزدیک ایک صحرا میں انہیں چالیا اور پکڑ کر مدینہ لے آئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق مذکورہ بالا آیت اتاری تو رسول اکرمؐ نے ان لوگوں کے ایک ایک طرف کے ہاتھ اور ایک ایک طرف کے پاؤں کٹوا دیئے۔ (کافی ج ۷، ص ۲۳۵)

امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

جو شخص مسلمانوں کے شہر میں ان پر اسلحہ تان لے اور اگر ان کے مویشی ذبح کر دے تو اس سے قصاص لیا جائے گا اور اسے شہر بدر کر دیا جائے گا۔ اور جو شخص شہر کے علاوہ (مثلاً دور دراز علاقوں اور ہائی دے وغیرہ پر) ہتھیاروں کی نمائش کر کے دہشت پھیلانے اور مسلمانوں کے مویشی ذبح کر دے اور مال لوٹ لے لیکن کسی کو قتل نہ کرے تب بھی اسے محارب کی سزا دی جائے گی اور اس کا معاملہ امام کی صوابدید پر ہے۔ چاہے تو اسے قتل کر دے اور چاہے تو سولی دیدے اور چاہے تو مخالف سمتوں سے اس کے ہاتھ پاؤں کٹوا دے۔ اور اگر کسی نے کسی کو دمھکایا ہو اور قتل کر کے اس کے مال پر قبضہ کر لیا ہو تو حاکم کو چاہیے کہ اس کا دایاں ہاتھ چوری کی سزا میں کاٹ دے پھر اسے مقتول کے وارثوں کے حوالے کر دے تاکہ وہ اس سے لوٹی ہوئی رقم برآمد کریں۔ پھر اسے قتل کر دیں۔ (ایضاً ص ۲۳۸)

۱۵۹۔ سماج دشمن عناصر کی سزا

شیخ صدوق اپنی کتاب مفقع میں فرماتے ہیں: امام جعفر صادق علیہ السلام نے اِنَّمَا جَزَاؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُونَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ كِي آیت کے ضمن میں فرمایا ہے: سزا دینے کا اختیار حاکم کے پاس ہے۔ چاہے تو اسے قتل کر دے، چاہے تو پھانسی دیدے اور چاہے تو شہر بدر کر دے۔ راوی نے پوچھا کہ شہر بدر کرنے کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا: اسے ایک شہر سے دوسرے شہر بھیج دے جیسا کہ امام علی علیہ السلام نے دو آدمیوں کو کوفہ بدر کر کے بصرہ بھیج دیا تھا۔ (کافی ج ۷، ص ۲۵۰)

شیخ طوسی اپنی کتاب مبسوط میں لکھتے ہیں:

شیعی تفسیر کے تحت اِنَّمَا جَزَاؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُونَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ كِي آیت سے وہ لوگ مراد ہیں جو ہتھیاروں کی نمائش کر کے زمین، سمندر، صحرا اور شہروں میں لوگوں کو خوفزدہ کریں۔

پھر فرماتے ہیں: چوروں اور ڈاکوؤں کی سزا بھی روایات کے مطابق یہی ہے۔
 مولف کہتا ہے: شیخ مفید اور ان کے شاگرد شیخ طوسی کے درمیان ان سزائوں کے اجراء کے بارے میں کچھ
 اختلاف ہے۔ شیخ مفید نے آیت کے ظاہری الفاظ اور چند روایات کی بنیاد پر یہ کہا ہے کہ ”محاربین“ کے لیے
 اللہ تعالیٰ نے جو چار سزائیں مقرر کی ہیں حاکم ان میں سے جو سزا مناسب سمجھے، دے سکتا ہے لیکن شیخ طوسی
 فرماتے ہیں کہ مختلف جرائم کی سزا بھی مختلف ہے لہذا جرائم کے لحاظ سے حاکم سزا دے۔
 شیخ طوسی فرماتے ہیں: اگر کوئی محارب ہتھیار اٹھا کر لوٹ مار کرے اور اسن و امان میں خلل ڈالتے
 ہوئے کسی شخص کو مار ڈالے تو حاکم اسے قتل کر دے۔ اور اگر اس نے مال بھی لوٹا ہو تو قتل کرنے کے بعد اس کی
 لاش کو سولی پر لٹکا دے۔ اور اگر اس نے اسلحہ کے زور پر کسی کا صرف مال لوٹا ہو تو مخالف سمتوں سے اس کے
 ہاتھ پاؤں کاٹ دے۔ اور اگر مجرم نے صرف ہتھیار اٹھایا ہو لیکن کسی کو قتل نہ کیا ہو اور مال نہ لوٹا ہو تو اسے ایک
 سال کے لیے شہر بدر کر دیا جائے اور شہر میں اعلان کرا دیا جائے کہ کوئی اس شخص سے میل ملاپ نہ رکھے،
 لین دین نہ کرے، اسے رشتہ نہ دے اور اس کے ساتھ بیٹھ کر کھانا نہ کھائے۔ (کشف الرموز ج ۲، ص ۵۸۶)

امام زین العابدین علیہ السلام اور ڈاکو

بحار میں امالی طوسی کے حوالے سے مرقوم ہے کہ ایک مرتبہ امام زین العابدین علیہ السلام حج پر جاتے
 ہوئے مکہ اور مدینہ کے درمیان پہنچے تو ایک ڈاکو نے آپ سے کڑک کر کہا کہ سواری سے نیچے اتر آئیں۔
 امام نے اس سے پوچھا کہ تم کیا چاہتے ہو؟
 ڈاکو نے کہا: میں آپ کو قتل کر کے آپ کا مال لوٹنا چاہتا ہوں۔
 امام نے فرمایا: میں اپنا آدھا مال بخوشی تیرے حوالے کرتا ہوں۔
 ڈاکو نے کہا: یہ مجھے منظور نہیں۔
 امام نے فرمایا: اچھا اس مال میں سے کچھ چھوڑ دے تاکہ میں اپنے گھر پہنچ سکوں۔ باقی تو لے لے۔
 ڈاکو نے کہا: یہ بھی مجھے منظور نہیں۔
 امام نے فرمایا: تیرا کیا خیال ہے کہ تیرا رب کہاں ہے؟
 ڈاکو نے کہا: وہ سویا ہوا ہے۔ جیسے ہی اس نے یہ کہا اچانک صحرا سے دو شیر دوڑتے ہوئے آئے۔
 ایک نے اس کی گردن اور دوسرے نے اس کے پاؤں منہ میں دیوبج لیے اور اسے گھسیٹ کر لے گئے۔
 امام نے فرمایا: تو تو سمجھتا تھا کہ تیرا رب سویا ہوا ہے (اب پتا چلا کہ وہ نہ سوتا ہے نہ اونگھتا ہے)۔
 (بحار الانوار ج ۴۶، ص ۴۱)

مؤلف کہتا ہے: ڈاکو کے ساتھ امام علیہ السلام کی خیر خواہی سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔

۱۶۰۔ حرمت والے مہینوں میں جنگ کرنا

ملائفص کاشانی کی تفسیر صافی میں مرقوم ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ بدر سے دو مہینے پہلے اپنے پھوپھی زاد بھائی عبدالرحمن بن جحش کو ماہِ جُمادی الثانی میں لشکر کی ایک ٹکڑی کے ساتھ روانہ کیا اور فرمایا کہ تم مشرکین کے تجارتی قافلوں پر نظر رکھو اور ان کو منتشر کرو۔ ان کا مقابلہ عمرو بن عبداللہ حضرمی اور اس کے تین ساتھیوں سے ہوا۔ لڑائی میں ابنِ حضرمی مارا گیا اور اس کے دو ساتھیوں کو پکڑ کر مدینہ لایا گیا۔ جب جنگ ہوئی تو مسلمان یہ سمجھتے تھے کہ یہ لڑائی جُمادی الثانی کے آخری دن ہو رہی ہے جبکہ رجب کا چاند دکھائی دے چکا تھا اور یہ لڑائی رجب کی یکم تاریخ کو ہوئی تھی۔

عرب چار مہینوں کو حرمت والے مہینے سمجھتے تھے اور ان میں جنگ نہیں کرتے تھے۔ وہ ان مہینوں کو شہر الحرام کہتے تھے اور وہ یہ تھے:

(۱) رجب

(۲) ذی قعدہ

(۳) ذی الحجہ

(۴) محرم

قریش نے اعتراض کیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھیوں نے حرمت والے مہینوں میں جنگ کی ہے جو کہ عرب کے دستور کے خلاف ہے۔

جب مجاہدین نے قریش کا یہ اعتراض سنا تو انہیں خود بھی اپنی غلطی کا احساس ہوا اور وہ آپس میں کہنے لگے کہ ہم سے نادانستہ بہت بڑا گناہ سرزد ہوا ہے۔ جب تک اللہ تعالیٰ ہماری توبہ قبول نہیں فرمائے گا تب تک ہمیں مدینہ واپس نہیں جانا چاہیے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: **يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشُّهُرِ الْحَرَامِ فَقَالَ فِيهَا** (اے رسول!) لوگ آپ سے حرمت والے مہینوں میں جنگ کرنے کے بارے میں دریافت کرتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ ان مہینوں میں جنگ کرنا بڑا گناہ ہے اور خدا کے راستے سے روکنا اور اس کا انکار کرنا اور مسجد حرام کی زیارت کرنے سے روکنا اور اہل مسجد کو اس میں سے نکال دینا خدا کے نزدیک اس سے بھی بڑا گناہ ہے اور فتنہ انگیزی قتل سے بھی بڑا جرم ہے۔ (سورۃ بقرہ: آیت ۲۱۷)

سورۃ توبہ آیت ۵ میں ارشاد اقدس الہی ہے: **فَإِذَا انْسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرْمُ...** جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کر دو اور پکڑ لو اور گھیر لو اور ہر گھات کی جگہ ان کی تاک میں بیٹھے رہو۔ سورۃ بقرہ آیت ۱۹۱ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **وَلَا تَقَاتِلُوهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتَّى يُقَاتِلُوَكُمْ فِيهِ فَإِنْ قَاتَلُواكُمْ فَاغْلِبُواهُمْ كَذَلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ** ○ جب تک وہ تم سے مسجد حرام (کعبہ) کے پاس نہ لڑیں تم بھی وہاں ان سے نہ لڑنا۔ ہاں اگر وہ تم سے لڑیں تو تم ان کو قتل کر ڈالو۔ کافروں کی یہی سزا ہے۔

مؤلف کہتا ہے:

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ رجب، ذی قعدہ، ذی الحجہ اور محرم میں جنگ چھیڑنا جائز نہیں ہے لیکن اگر کفار ان مہینوں میں مسلمانوں پر جنگ مسلط کریں تو دفاع کے لیے لڑنا جائز ہے۔

۱۶۱۔ امام کے خلاف خروج کرنا

صحیح مدارک کے مطابق امام معصوم کی اطاعت واجب ہے۔ امام معصوم کی اطاعت ایمان، قبولیت اعمال اور اخروی نجات کی شرط ہے۔ اگر کسی شخص کے پلے جن و انس کی عبادت ہو لیکن اس کے نامہ اعمال میں اطاعت امام نہ ہو تو اس کی عبادت رائیگاں جائے گی اور اسے کچھ فائدہ نہ دے سکے گی۔ اور اگر کوئی امام کے خلاف جنگ کرے تو تمام مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ امام یا نائب امام کی اجازت سے اس سے جنگ کریں۔ روایات میں لفظ خارجی استعمال ہوا ہے اور خارجی کو کافر اور مرتد سمجھا جاتا ہے کیونکہ وہ اطاعت امام اور مودت امام جیسے ”ضروری عقائد“ کا منکر ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے: وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فَاصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِن بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ فَإِن فَاءَتْ فَاصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ○ اگر مومنوں میں سے کوئی دو فریق آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرادو اور اگر ایک فریق دوسرے پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ خدا کے حکم کو ماننے پر مجبور ہو جائے اور جب وہ رجوع کر لے تو دونوں فریق میں عدل کے ساتھ صلح کرادو اور انصاف سے کام لو۔ بے شک خدا انصاف کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔ (سورہ حجرات: آیت ۹)

باغیوں کے متعلق اسلام کے احکام امام علی علیہ السلام کی سیرت پاک سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ آپ نے جنگ جمل اور جنگ صفین میں اسلامی حکومت کے باغیوں کے ساتھ جو سلوک کیا تھا وہی سلوک باغیوں سے نمٹنے کے لیے اسلامی فقہ کی اساس بن گیا۔

ملا فیض کاشانی نے تفسیر صافی میں کافی، تہذیب اور تفسیر قتی سے نقل کیا ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے ایک شخص ایسا بھی ہے جو میرے بعد تادیل قرآن کی اساس پر جنگ کرے گا جیسا کہ میں نے تنزیل قرآن کے مطابق جنگ کی ہے۔

آپ سے پوچھا گیا کہ وہ کون ہے؟

آپ نے فرمایا کہ جو جوتا گانٹھ رہا ہے۔

جب لوگوں نے دیکھا تو امیر المؤمنین رسول اکرم کا جوتا گانٹھ رہے تھے۔

حضرت عمار ابن یاسر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ میں اس پرچم تلے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

محبت میں تین مرتبہ (بدر، احد اور خنین) میں لڑ چکا ہوں۔ اب یہ چوتھی مرتبہ جنگ میں شرکت کر رہا ہوں۔ اگر ہمارے دشمن ہمیں مارتے ہوئے سعفات ہجو کے مقام تک بھی دھکیل دیں تب بھی ہمیں یقین رہے گا کہ ہم حق پر اور دشمن باطل پر ہیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ امام علی علیہ السلام نے باغیوں کے ساتھ وہی سلوک کیا تھا جو اللہ کے رسولؐ نے فتح مکہ کے موقع پر دشمنوں کے ساتھ کیا تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی خاندان کو قید نہیں کیا تھا۔ آنحضرتؐ نے اس دن اعلان کر دیا تھا کہ جو اپنے گھر میں بیٹھ جائے یا اپنا اسلحہ اتار کر رکھ دے یا کوئی ابو سفیان کے گھر میں پناہ لے لے تو اسے ہماری طرف سے امان ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام نے سیرت رسولؐ پر عمل کرتے ہوئے فتح بصرہ کے موقع پر فرمایا تھا: کسی کو قید نہ کیا جائے۔ کسی زخمی کو قتل نہ کیا جائے اور جو میدان سے بھاگ رہا ہو اس کا تعاقب نہ کیا جائے اور جو ہتھیار اتار کر اپنے گھر میں بیٹھ جائے اسے کچھ نہ کہا جائے۔ ہماری طرف سے اسے امان ہے۔ (تفسیر صافی بحوالہ کافی ج ۵، ص ۷)

۱۶۲۔ جامع الشرائط فقہ کی مخالفت کرنا

جامع الشرائط فقہ اگر صحیح اجتہاد کے تحت فروع دین کے متعلق کوئی فتویٰ دے تو مقلدین پر لازم ہے کہ وہ اس پر عمل کریں لیکن دوسرے فقہاء پر اگر وہ سمجھتے ہوں کہ جامع الشرائط فقہ کا فتویٰ ان کی نظر میں درست نہیں ہے تو ان پر اس کی پیروی کرنا لازم نہیں ہے بلکہ حرام ہے لیکن جب جامع الشرائط فقہ اسلام کی حفاظت اور مسلمانوں کو خطرات سے بچانے کے لیے مصلحت کے پیش نظر ”حکم“ دے مثلاً حلال کو حرام قرار دے تو اس کی پیروی کرنا تمام لوگوں پر حتیٰ کہ دوسرے فقہاء پر بھی لازم ہے مگر یہ کہ کسی فقیہ کو یقین ہو جائے کہ جامع الشرائط فقہ کو موضوع کے متعلق غلط فہمی ہوئی ہے تو اس صورت میں اس فقیہ پر لازم نہیں کہ وہ اس حکم کی پیروی کرے۔

جو مذہبی رہنما حاکم جواز کا رتبہ رکھتے ہیں ان کے بھی کچھ اختیارات ہیں جن کی اسلامی شریعت میں بڑی احتیاط سے تصریح کر دی گئی ہے۔ ان اختیارات کو استعمال میں لاتے ہوئے وہ جب بھی ضروری سمجھیں معروضی حالات سے عہدہ برآ ہو سکتے ہیں مثلاً برطانوی استعمار نے جس طرح ایسٹ انڈیا کمپنی کے ہمیں میں ہندوستان پر قبضہ کر لیا تھا اسی طرح جب ۱۸۵۹ء میں برطانوی حکومت نے توسیع پسندانہ عزم کے ساتھ تمباکو کی تجارت کے بہانے ایران میں داخل ہونا چاہا تو اس وقت کے فقیہ حضرت آیت اللہ مرزا سید محمد حسن شیرازی نے برطانوی کمپنی کی اقتصادی ناکہ بندی کے بارے میں فتویٰ دیا تھا۔ اسلامی فقہ کی اصطلاح میں اس قسم کے فتوے کو حکم الفقہ کہا جاتا ہے۔ انھوں نے فتویٰ دیا تھا کہ تمباکو استعمال کرنا حرام ہے اور یہ امام زمانہ علیہ السلام سے جنگ کرنے کے مترادف ہے۔ ایک حاکم شرع کی جرأت، دور اندیشی اور تمباکو استعمال کرنے کی ”عارضی حرمت“ نے ایران کو برطانیہ کے قبضے میں جانے سے بچا لیا تھا۔ (رضوانی)

ہمارے موقف کا اثبات حسب ذیل روایات سے ہوتا ہے۔

عمر بن حظلہ سے روایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ اگر آپ کے دو شیعوں میں قرض یا میراث (وغیرہ) کے بارے میں اختلاف ہو جائے (اور انھیں آپ تک رسائی حاصل نہ ہو) تو انھیں کیا کرنا چاہیے؟ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: انھیں چاہیے کہ ہمارے شیعہ علماء میں سے اس عالم سے رجوع کریں جو ہماری احادیث بیان کرتا ہو، حلال اور حرام سے واقف ہو اور ہمارے احکام جانتا ہو۔ میں نے اس عالم کو تم پر حکم بنایا ہے۔ فَلَيْسَ ضَرْبًا بِهِ حَكْمًا فَإِنِّي قَدْ جَعَلْتُهُ عَلَيْكُمْ حَاكِمًا یعنی اس کے حکم ہونے پر شیعوں کو راضی رہنا چاہیے۔ اے میں نے اس کو تم پر حاکم مقرر کیا ہے۔ اور جب وہ عالم ہمارے حکم کے مطابق فیصلہ کرے اور کوئی فریق اسے نہ مانے تو اس نے خدا کے حکم کی توہین کی ہے اور ہمارے فرمان کو ٹھکرا دیا ہے اور ہمارے فرمان کو ٹھکرانے والا خدا کے فرمان کو ٹھکرانے والا ہے اور خدا کے فرمان کو ٹھکرانے والا شرک کی حد میں داخل ہوتا ہے۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۸، ص ۹۹)

ابو خدیجہ کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھے اپنے کچھ شیعوں کے پاس بھیجا اور مجھ سے فرمایا کہ تم ان تک میرا یہ پیغام پہنچاؤ کہ جب بھی تمہارے درمیان کوئی تنازع ہو جائے یا لین دین کا کوئی

۱۔ ڈاکٹر محمد سجانی سادگی اپنی کتاب تجلی (مطبوعہ مجمع علمی اسلامی) میں لکھتے ہیں:

چار آدمی آیت اللہ سید محمد باقر الصدر کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان چاروں کے لہجے سے معلوم ہوتا تھا کہ عراقی ہیں۔ ان میں سے ایک کو اس کے دادا کی وراثت میں ایک مکان ملا تھا جسے اس نے فروخت کر دیا تھا۔ مکان کو فروخت کرنے کے ایک سال بعد دو بھائی آئے اور انھوں نے ثابت کیا کہ وہ میت کے حقیقی وارث ہیں۔ تینوں وارث اور خریدار، چاروں آدمی سید کے روبرو بیٹھے اور ہر ایک نے اپنی دستاویزات پیش کیں۔ سید نے ان تمام دستاویزات کا مطالعہ کیا۔ چند منٹ ان سے بات کی۔ اس کے بعد منصفانہ کارروائی کرتے ہوئے حکم فرمایا: ”خریدار کو گھر میں حق تصرف حاصل ہے اور اب مکان اسی کا ہے۔“ اور فروخت کرنے والے سے کہا: ”گھر کی فروخت سے جو قیمت حاصل ہوئی ہے اس میں سے دووں بھائیوں کا حق ادا کر دے۔“ یہ چاروں افراد اٹھ کھڑے ہوئے۔ انھوں نے سید کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور باہم معافتہ کر کے چلے گئے۔ یہ ماجرا دیکھ کر میں ششدر رہ گیا اور میں نے ابو خنبرہ سے بے یقینی کے ساتھ پوچھا: کیا قضیہ ختم ہو گیا؟ اس نے کہا: جی ہاں! سب لوگوں کو ان کا حق مل گیا اور وہ چلے گئے۔

سبحان اللہ! اس آسانی کے ساتھ، ایسی سادگی سے اور اس مختصر سے وقت میں — محض چند منٹ کے اندر — کافی ہے کہ ایک تنازع کا فیصلہ ہو جائے؟ اگر یہ قضیہ ہمارے ملک میں ہوتا تو کم سے کم دس سال لگ جاتے۔ اسی پر بس نہیں۔ اس واقعے کے حلقہ افراد میں سے بعض کے مر جانے پر، ان کی اولاد اس قضیہ کو طول دیتی۔ اس بات کو بھی چھوڑیے۔ کورٹ، کچہری اور دیکوں کی فیس اس قدر زیادہ ہے کہ شاید گھر بیچنے کی نوبت بھی آجائے اور رشوتوں کا بوجھ اس کے سوا ہوتا مگر نتیجہ کیا نتیجہ کیا نکلتا وہی دھاک کے تین پات۔ (رضوانی)

اختلاف ہو جائے تو تم فاسق حکام کے پاس مت جاؤ۔ تم اپنے میں سے ایسے شخص کو اپنا حکم بناؤ جو ہمارے حلال اور حرام کو جانتا ہو۔ میں نے اسے تم پر قاضی مقرر کیا ہے۔ خبردار! ایک دوسرے کے خلاف مقدمات فیصلہ کرانے کے لیے ظالم حاکم کے پاس مت جاؤ۔ (ایضاً ص ۱۰۰)

اسحاق بن یعقوب بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام زمانہ کے نائب جناب محمد بن عثمان عمری سے کہا کہ میں نے اپنے مشکل مسائل خط میں لکھ دیئے ہیں اور ان کے جواب کا امیدوار ہوں۔ آپ میرا یہ خط امام تک پہنچائیں۔ پھر میں نے اپنا خط ان کے حوالے کیا۔ خط کے جواب میں حضرت امام زمانہ نے لکھا تھا:

وَأَمَّا الْحَوَادِثُ الْوَارِقَةُ فَارْجِعُوا فِيهَا إِلَى رُوَاةِ حَدِيثِنَا فَإِنَّهُمْ حُجَّتِي عَلَيْكُمْ وَأَنَا حُجَّةُ اللَّهِ وَأَمَّا مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ الْعَمْرِيُّ فَرَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَعَنْ أَبِيهِ مِنْ قَبْلُ فَإِنَّهُ نَقَيْتِي وَكِتَابُهُ كِتَابِي. تم کو جن نئے مسائل سے واسطہ پڑے ان کے لیے ہمارے راویان حدیث کی طرف رجوع کرو۔ وہ تم پر حجت ہیں۔ اور میں اللہ کی طرف سے حجت ہوں۔ اور جہاں تک محمد بن عثمان عمری کا تعلق ہے تو خدا ان سے اور ان کے والد سے راضی ہو۔ وہ میرے قابل اعتماد آدمی ہیں، ان کی تحریر میری تحریر ہے۔ (غیبت طوسی ص ۲۹۱۔ کمال الدین ص ۲۸۳۔ وسائل الشیعہ ج ۱۸، ص ۱۰۰۔ بحار الانوار ج ۵۳، ص ۸۱)

فقیر بزرگوار مرزا حسن آشتیانی (۱۹۰۲ء) اپنی کتاب القضاء میں لکھتے ہیں: عمر بن حنظلہ کی روایت کئی جہات سے جامع شرائط فقیہ کی اطاعت واجب ہونے اور اس کی نافرمانی کے حرام ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

(۱) امام علیہ السلام نے مسئلہ تضاد کے لیے جامع شرائط فقیہ کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس حکم کا تقاضا ہے کہ جس کے خلاف فیصلہ دیا جائے اس پر فقیہ کا فیصلہ نافذ ہو اور قابل رد نہ ہو۔

(۲) امام کا یہ فرمانا کہ اس کے حکم ہونے پر شیعوں کو راضی رہنا چاہیے۔ میں نے اس کو تم پر حاکم بنایا ہے۔

(۳) امام کا یہ فرمانا کہ ”اس کے فیصلے کو تسلیم نہ کرنے والا خدا کے حکم کی توہین کرنے والا ہے اور اس نے ہمارے فرمان کو رد کیا ہے۔“

مذکورہ بالا الفاظ سے ثابت ہوتا ہے کہ جامع شرائط فقیہ کی مخالفت حرام ہے۔

امام نے اختلافات کے فیصلے کا حق جامع شرائط فقیہ کو دیا ہے اور بادشاہوں کے مقرر کردہ قاضیوں کی طرف رجوع کرنے سے منع فرمایا ہے۔

۱۔ کسی بادشاہ کے مجسمے اور بت کو طاغوت کہا جاتا ہے لیکن جو شخص حد سے گزر جائے اور شیطان جو لوگوں کو نیک کاموں سے روکتا ہے اسے بھی لغت میں طاغوت کہا گیا ہے۔ قرآن مجید میں سات جگہ لفظ طاغوت آیا ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہوا ہے: يُرِيدُونَ أَنْ يُتَحَكَّمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَنْ يَكْفُرُوا بِهِ ۚ يَعْنِي ۙ يُلْجَأُونَ إِلَيْهِ لَمَّا خَسَفَ عَنْهُمْ كَيْفَ يُبَدَّلُ الْآيَاتِ ۚ (سورۃ نساء: آیت ۶۰) ظاہر ہے کہ کوئی اپنا مقدمہ فیصلے کے لیے بت کے پاس نہیں لے جاتا۔ (رضوانی)

۱۶۳۔ ناحق قتل کرنا

کسی بھی انسان کو ناحق قتل کرنا گناہان کبیرہ میں سرفہرست شمار ہوتا ہے۔ بعض روایات میں گناہان کبیرہ کی تعداد پانچ، بعض میں سات اور بعض میں پندرہ بیان کی گئی ہے۔ گناہان کبیرہ کی تعداد خواہ کچھ بھی کیوں نہ ہو قتل ان میں سرفہرست ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِدًا فَقَدْ حَزَّ أَوْهُ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَ لَعَنَهُ وَ أَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا جو کوئی جان بوجھ کر کسی مؤمن کو قتل کرے گا تو اس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ کا غضب اور اس کی لعنت ہے اور اس کے لیے اللہ نے بہت بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (سورہ نساء: آیت ۹۳)

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا... جو کسی ایسے شخص کو قتل کرے جس نے کوئی قتل نہ کیا ہو اور زمین میں فساد نہ پھیلایا ہو تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کیا اور جو کوئی ایک جان کو زندگی بخشے تو گویا اس نے تمام انسانوں کو زندگی بخشی۔ (سورہ مائدہ: آیت ۳۲)

وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا ۝ وَمَنْ يُفْعَلْ ذَالِكُ عَذَابًا وَظَلَمًا فَمَسُوفَ نُصَلِّيهِ نَارًا وَكَانَ ذَالِكُ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ۝ اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو۔ بے شک اللہ تم پر بہت مہربان ہے اور جو تعدی اور ایسا کرے گا ہم اس کو عنقریب دوزخ میں ڈال دیں گے۔ اور اللہ کے لیے یہ بہت آسان ہے۔ (سورہ نساء: آیت ۲۹-۳۰)

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ... اور جس جان دار کا مارنا اللہ نے حرام کیا ہے اسے ناجائز طور قتل نہ کرنا۔ (نئی اسرائیل: آیت ۳۳)

حمران بن اعین راوی ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا... حالانکہ قاتل نے تو ایک انسان کو قتل کیا ہے۔ وہ پوری انسانیت کا قاتل کیسے بن گیا؟ آپ نے فرمایا کہ قاتل کو دوزخ میں ایسی جگہ پر بٹھایا جائے گا کہ اگر اس نے سب انسانوں کو قتل کیا ہوتا تب بھی یہی عذاب ہوتا۔

میں نے عرض کیا کہ اگر قاتل دوسرا قتل کرے تو پھر کیا ہوگا؟

آپ نے فرمایا: عذاب دوگنا کر دیا جائے گا۔ (کافی ج ۷، ص ۲۷۱)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے پہلے اللہ تعالیٰ خون کے متعلق فیصلہ کرے گا۔ سب سے پہلے حضرت آدم کے دو فرزندوں کا فیصلہ کیا جائے گا۔ پھر ترتیب وار خون کے فیصلے ہوں گے یہاں تک کہ تمام خون کے مقدمات کے فیصلے کر دیئے جائیں گے اور حالت یہ ہوگی کہ ہر مقتول اپنے قاتل کا گریبان پکڑ کر لائے گا اور کہے گا کہ پروردگار! اس نے مجھے قتل کیا تھا۔ خدا فرمائے گا کہ کیا تو نے اس کو قتل کیا تھا؟ اسے انکار کی جرأت نہ ہوگی۔ (ایضاً)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے: ہر مقتول خواہ وہ نیک ہو یا بد، قیامت کے دن اپنے قاتل کا گریبان پکڑ کر آئے گا اور اس کے جسم سے خون بہ رہا ہوگا۔ وہ خدا سے عرض کرے گا: خدایا! میرے قاتل سے پوچھ کہ اس نے مجھے کیوں قتل کیا تھا؟ اگر قاتل نے اسے حق کے ساتھ قتل کیا ہوگا تو قاتل کو جنت میں بھیجا جائے گا اور مقتول کو دوزخ میں بھیجا جائے گا۔ اگر قاتل نے کہا کہ میں نے فلاں ظالم کے کہنے پر اسے قتل کیا تھا تو اس وقت مقتول سے کہا جائے گا کہ تم قاتل سے قصاص لو۔ اس کے بعد خدا جو چاہے گا ان کے درمیان فیصلہ کرے گا۔ (ایضاً ص ۲۷۲)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: جو شخص لوگوں کے خون بہانے کے لیے آستین الٹائے ہوئے ہو، اس کے متعلق یہ نہ سمجھنا کہ وہ ناقابل تخییر انسان ہے۔ اللہ نے اس کے لیے ایک قاتل مقرر کیا ہے جو نہیں مرے گا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! وہ نامرنے والا قاتل کون ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ قاتل دوزخ ہے۔ (ایضاً)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے: مومن اپنے دین میں فرافی سے رہتا ہے جب تک ناسخ قتل نہ کرے۔ جو مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے اسے توبہ کی توفیق نہیں ملتی۔ (ایضاً)

ابوحزہ ثمالی بیان کرتے ہیں کہ امام محمد باقر یا امام جعفر صادق علیہما السلام میں سے ایک بزرگوار نے فرمایا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع دی گئی کہ بنی جبینہ میں ایک مقتول کی لاش پڑی ہے۔ آنحضرتؐ اس قبیلے کی مسجد میں گئے۔ لوگ وہاں جمع ہو گئے۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ اس کو کس نے قتل کیا ہے لوگوں نے کہا کہ ہمیں نہیں معلوم۔ آپ نے فرمایا: مجھے اس ذات کی قسم! جس نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے اگر زمین و آسمان کے تمام رہنے والے ایک مسلمان کے خون میں شریک ہوں یا اس کے قتل پر راضی ہوں تو خدا ان سب کو ان کے منہ کے بل دوزخ میں ڈال دے گا۔ (ایضاً ص ۲۷۳)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ قیامت کے دن ایک شخص اس حالت میں پیش ہوگا کہ اس کے ہاتھ میں ایک برتن ہوگا جس میں خون ہوگا۔ وہ شخص کہے گا: پروردگار! میں نے تو کسی کو قتل نہیں کیا تھا اور نہ ہی کسی کے قتل میں شریک ہوا تھا۔ نجانے یہ خون کیسا ہے؟ عنائے قدرت آئے گی کہ تو نے میرے فلاں بندے کا ذکر کیا تھا اور تیرے منہ سے نکل ہوئی بات اتنی آگے بڑھی کہ ایک شخص قتل ہو گیا۔ اس کے خون کے کچھ قطرات تیرے حصے میں بھی آئے ہیں۔ (ایضاً)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ تین قسم کے افراد جنت میں نہیں جائیں گے:

(۱) جس نے ناسخ قتل کیا ہو (۲) شرابی (۳) چمچل خور (ایضاً)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع میں منیٰ میں خطبہ دیا اور فرمایا: لوگو! جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اسے غور سے سنو اور اچھی طرح سے میری بات سمجھو۔ میرا خیال

ہے کہ آئندہ سال میں تم سے ملاقات نہ کر سکوں گا۔

پھر آپ نے فرمایا کہ لوگو! دنوں میں سے زیادہ محترم دن کون سا ہے؟
لوگوں نے کہا کہ آج کا دن بڑا محترم ہے۔

پھر آپ نے فرمایا کہ مہینوں میں سے زیادہ محترم مہینہ کون سا ہے؟
لوگوں نے کہا کہ یہ مہینہ زیادہ حرمت والا ہے۔

پھر آپ نے فرمایا کہ تمام شہروں میں سے زیادہ محترم شہر کون سا ہے؟
لوگوں نے کہا کہ یہ شہر سب شہروں سے زیادہ حرمت والا ہے۔

پھر آپ نے فرمایا کہ تمہارے خون اور تمہارے اموال تم پر اتنے ہی حرام ہیں جتنا کہ یہ دن، یہ مہینہ اور یہ شہر حرمت والا ہے۔ تم نے خدا کے سامنے پیش ہونا ہے۔ وہ تم سے تمہارے اعمال کے متعلق سوال کرے گا۔ لوگو! کیا میں نے پیغام پہنچا دیا ہے؟ لوگوں نے کہا: جی ہاں۔ آپ نے کہا: خدایا! گواہ رہنا۔ جس کے پاس کسی کی امانت ہو وہ اس تک پہنچا دے۔ یاد رکھو! کسی کی رضامندی کے بغیر اس کا مال کھانا جائز نہیں ہے۔ اپنے آپ پر ظلم نہ کرنا اور میرے بعد کافر نہ ہو جانا۔ (ایضاً)

ایک عبرت انگیز داستان

امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے دو برس بعد جناب مختار بن ابی عبیدہ ثقفی نے بالغات الحسین کا نعرہ بلند کیا۔ چنانچہ ہزاروں افراد خون حسین کا انتقام لینے کے لیے ان کے پرچم تلے جمع ہو گئے۔ جناب مختار نے شہید کر بلا کے قاتلوں کو چن چن کر قتل کیا اور ایک معرکے میں ابن زیاد لعین بھی قتل ہو گیا۔ پھر کچھ دن گزرے تھے کہ عبداللہ بن زبیر نے خلافت کا دعویٰ کیا اور اپنے بھائی مصعب بن زبیر کو کوفہ فتح کرنے کے لیے بھیجا۔ جناب مختار کی فوج اور اس کی فوج میں کوفہ کے قریب حرورا کے مقام پر خونریز جنگ ہوئی۔ جناب مختار کو جنگ میں ناکامی ہوئی اور وہ کوفہ آ گئے۔ چند دن دارالامارہ میں محصور رہے۔ پھر دارالامارہ سے نکل کر دوبارہ جنگ کی اور شہید ہو گئے۔ کوفہ پر مصعب بن زبیر کا قبضہ ہو گیا۔ چند سال گزرے تھے کہ عبدالملک بن مروان نے شام سے اپنی فوج کوفہ روانہ کی۔ مصعب بن زبیر اور شامی فوج کے درمیان مسکن کے مقام پر زبردست لڑائی ہوئی۔ اس لڑائی میں مصعب مارا گیا اور پورا عراق عبدالملک بن مروان کے زیر نگیں آ گیا۔ عبدالملک بن مروان شاہانہ نغوت کے ساتھ کوفہ کے دارالامارہ میں آیا اور دربار عام لگایا۔ اس کے سامنے مصعب بن زبیر کا کتا ہوا سر رکھا تھا۔ اس وقت عبدالملک بن عمیر نامی شخص کھڑا ہوا اور اس نے عبدالملک بن مروان سے کہا:

یہ دارالامارہ بھی عجیب ہے۔ ابن زیاد کے حکم سے حسین ابن علی (علیہ السلام) کو قتل کیا گیا اور ان کا سر ابن زیاد کے سامنے لایا گیا۔ اس وقت ابن زیاد تخت پر بیٹھا تھا اور حسین (ع) کا سر سامنے رکھا تھا۔ میں نے

یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ پھر چند دن گزرے کہ اس تخت پر مختار بن ابی عبیدہ بیٹھا ہوا تھا اور اس کے سامنے ابن زیاد کا سر رکھا تھا۔ یہ منظر بھی میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ پھر حالات نے پلٹا کھایا اور آج آپ اس تخت پر بیٹھے ہیں اور آپ کے سامنے مصعب کا سر ہے۔ خدا کرے کہ آپ اس کے شر سے محفوظ رہیں۔ عبدالملک نے جیسے ہی یہ داستان سنی تو اس کے بدن پر کپکپی طاری ہو گئی۔ وہ فوراً تخت سے نیچے اتر آیا اور حکم دیا کہ اس دارالامارہ کو مسامر کر دیا جائے۔ (کیفر گناہ ص ۱۸۲)

ہم سمجھتے ہیں کہ عبدالملک بن مروان نے یہ سمجھ لیا تھا کہ اس دارالامارہ کی اینٹیں اور لکڑیاں منحوس ہیں جبکہ اس میں اینٹوں اور لکڑیوں کا کوئی قصور نہیں تھا۔ اصول قدرت ہے کہ ناانصافی اور ظلم مکانوں کو اجازت دیتے ہیں اور عدل و انصاف سے مکانوں اور قوموں کی تعمیر ہوتی ہے۔

بے گناہ سادات کا قتل

شیخ صدوق لکھتے ہیں: عبید اللہ بن بزاز نیشاپوری بیان کرتا ہے کہ مجھے حمید بن قطنہ (ہارون رشید کا معتمد خاص) سے کوئی کام تھا۔ میں اس سے ملنے اس کے گھر گیا۔ خادم نے اسے میرے آنے کی اطلاع دی۔ اس نے مجھے اذن باریابی بخشا۔ اندر دسترخوان بچھا ہوا تھا اور انواع و اقسام کے کھانے چنے ہوئے تھے۔ حمید کھانا کھا رہا تھا۔ وہ ماہ رمضان کے ایام تھے اور دن کا وقت تھا۔ میں روزے سے تھا۔ اس نے مجھے شریک ہونے کی دعوت دی۔ میں نے کہا کہ میں روزے سے ہوں۔ آپ کے پاس روزہ چھوڑنے کا کوئی نہ کوئی عذر ہوگا لہذا آپ کھانا کھائیں۔ حمید نے کہا کہ میں نہ تو بیمار ہوں اور نہ ہی روزہ چھوڑنے کا میرے پاس کوئی عذر ہے۔ یہ کہہ کر وہ دھاڑیں مار کر رونے لگا۔ جب وہ کھانے سے فارغ ہوا تو میں نے اس سے روزہ نہ رکھنے کا سبب پوچھا۔ اس کے جواب میں حمید نے مجھے یہ داستان سنائی:

یہ ان دنوں کی بات ہے جب میں ہارون کے ساتھ شہر طوس آیا ہوا تھا۔ ایک رات اس نے مجھے بلایا۔ میں اس کے پاس گیا تو دیکھا کہ اس کے سامنے ایک ننگی تلواری رکھی ہوئی ہے۔ اس کے پہلو میں ایک غلام کھڑا تھا۔ جب میں پہنچا تو اس نے سر اٹھا کر مجھے دیکھا اور کہا کہ تم کس حد تک میری اطاعت کر سکتے ہو؟

میں نے کہا کہ میں اپنی جان و مال سے بھی آپ کی اطاعت کو مقدم سمجھتا ہوں۔

اس نے کہا کہ تم چلے جاؤ۔ میں اپنے گھر آ گیا۔ پھر کچھ دیر بعد مجھے اپنے پاس بلایا۔ میں وہاں گیا تو وہی منظر قائم تھا۔ اس نے بار دیگر مجھ سے پوچھا کہ تم کس حد تک میری اطاعت کر سکتے ہو؟

میں نے کہا کہ میں آپ کی اطاعت کو اپنی جان، مال اور اپنے دین و ایمان پر مقدم رکھتا ہوں۔ جب اس نے میرا یہ جواب سنا تو مطمئن ہو گیا اور بولا کہ یہ تلواری اٹھاؤ اور اس غلام کے ساتھ جاؤ اور اس کی ہدایات پر عمل کرو۔ غلام مجھے ایک ایسے مکان پر لے آیا جو بند تھا۔ اس نے دروازہ کھولا۔ اس مکان میں ایک کنواں اور

تین کرے تھے۔ ہر کرے میں بیس بیس حسنی سادات قید تھے جن کے پیروں میں زنجیریں پڑی ہوئی تھیں۔ غلام ایک کرہ کھول کر بے اور مندھے ہوئے بالوں والے بیس آدمیوں کو نکال لایا جن میں پیر و جواں سب شامل تھے۔ اس نے مجھ سے کہا: ”ان سب کو قتل کر دو۔ یہ علیؑ و فاطمہؑ کی اولاد ہیں۔“ میں نے یکے بعد دیگرے ان سب کو قتل کر دیا اور غلام نے ان کی لاشیں کنویں میں پھینک دیں۔ پھر اس نے دوسرا کرہ کھولا۔ اس میں بھی بیس آدمی تھے اور ان کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا گیا۔ پھر اس نے تیسرا کرہ کھولا۔ اس میں بھی بیس آدمی تھے اور میں نے ان سب کو بھی قتل کر دیا۔ آخر میں ایک بوڑھا رہ گیا۔ اس نے مجھ سے کہا: ”او بد بخت! خدا تجھے عارت کرے۔ قیامت کے دن تو ہمارے نانا کو کیا منہ دکھائے گا۔ یہ سن کر میرے ہاتھ کاپٹنے لگے اور میں گھبرا گیا۔ غلام نے مجھے غصے سے دیکھا لہذا میں نے اس بوڑھے کو بھی قتل کر دیا اور غلام نے اس کی لاش بھی کنویں میں پھینک دی۔

میں نے اتنا بڑا جرم کیا ہے۔ اولاد رسولؐ میں سے ساٹھ آدمیوں کو ناحق قتل کیا ہے۔ اب تم ہی بتاؤ کہ نماز، روزے سے مجھے کیا فائدہ پہنچے گا؟ مجھے اپنے متعلق یقین ہے کہ میں ہمیشہ کے لیے دوزخ میں جلوں گا اس لیے میں رمضان میں بھوکا رہوں تو کیوں رہوں؟ (عیون الاخبار الرضاح، ص ۱۰۸)

کر بلا کے ایک قاتل کی داستان

ابو الفرج اصفہانی اپنی کتاب مقاتل الطالبین میں لکھتے ہیں:

قاسم بن اصبح بن نباتہ کہتا ہے کہ قبیلہ بنی دارم کے ایک شخص کو میں جانتا تھا۔ وہ انتہائی خوبصورت جوان تھا۔ کر بلا کے جائگاہ واقعہ کے بعد میں نے اسے دیکھا تو اس کا چہرہ کالا ہو چکا تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ تو بڑا خوبصورت تھا اچانک تیرا چہرہ کالا کیسے ہو گیا؟ اس نے کہا کہ میں نے کر بلا میں حسین (علیہ السلام) کے ساتھیوں میں سے ایک ”نوخیز جوان“ کو قتل کیا تھا۔ اس جوان کی پیشانی پر سجدوں کے نشان تھے۔ اس دن سے لے کر آج تک رات کو جب سوتا ہوں تو خواب میں وہی جوان آجاتا ہے اب مجھے گریبان سے پکڑ کر دوزخ کی طرف لے جاتا ہے اور مجھے دوزخ میں پھینک دیتا ہے۔ میں خوف و دہشت کی وجہ سے چپیں مارتا ہوں۔

راوی کہتا ہے کہ اس لعین کے ہاتھوں حضرت عباس علمدار علیہ السلام شہید ہوئے تھے۔ (ص ۱۲۰)

مؤلف کہتا ہے: شیخ صدوق نے بھی کچھ اضافے کے ساتھ قاسم بن اصبح بن نباتہ سے یہ روایت نقل کی ہے۔ محدث نوری نے دارالسلام جلد ۱، صفحہ ۲۳۷-۲۳۸ پر ابو الفرج اصفہانی اور شیخ صدوق کی دونوں روایات نقل کی ہیں اور آخر میں لکھا ہے کہ وہ مقتول حضرت ابو الفضل العباس علیہ السلام نہیں تھے۔

حجاج بن یوسف کا انجام

علامہ دمیری بیان کرتے ہیں کہ جب حجاج بن یوسف نے سعید بن جبیر کو شہید کیا تو انھوں نے شہادت

کے وقت دعا کی تھی کہ خدایا! میرے بعد اس ظالم کو زندہ نہ چھوڑنا۔ اس کے بعد حجاج بیمار پڑ گیا۔ جیسے ہی اسے نیند آتی تو خواب میں دیکھتا کہ سعید بن جبیر اس کے پاس آئے ہیں اور اس کا گریبان پکڑ کر کہتے ہیں:

”اے دشمن خدا! تو نے مجھے کس جرم میں قتل کیا ہے؟“

حجاج ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھتا اور اس کی نیند اچاٹ ہو جاتی۔ (حیات الحیوان ج ۲، ص ۳۱۶)

روایات میں مرقوم ہے کہ نزع کے وقت حجاج بن یوسف پر بیہوشی کے دورے پڑتے تھے اور وہ یہ کہتا تھا کہ میں نے سعید بن جبیر کا کیا بگاڑا ہے؟

مؤلف کہتا ہے:

جناب سعید تابعین میں سے تھے۔ وہ اپنے علم، تقویٰ اور زہد کے علاوہ بحیثیت محدث بھی مشہور تھے۔ حجاج بن یوسف نے انھیں محبت اہلبیت کے جرم میں قتل کیا تھا۔ ان کی زندگی اور شہادت کے واقعات کے لیے روضات الجنات اور تاریخ التواریخ کا مطالعہ فرمائیں۔

ہیروشیما پر بمباری کرنے والے پائلٹ کا انجام

ہمارے قارئین جانتے ہیں کہ ۱۹۴۵ء کی دوسری عالمگیر جنگ میں امریکا نے جاپان کے دو شہروں ناگاساکی اور ہیروشیما پر ایٹم بم گرایا تھا جس میں لاکھوں انسان چشم زدن لقمہ اجل بن گئے تھے اور زندہ جل گئے تھے۔ اس واقعے کے کچھ عرصے بعد اخباروں میں ایک خبر چھپی تھی کہ ہیروشیما پر بمباری کرنے والا پائلٹ نفسیاتی اور روحانی بیماری میں مبتلا ہو گیا ہے۔ اس خبر کی تفصیل کچھ یوں ہے:

کلاؤڈ اٹریلی Cloud Aterly جس نے ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹم بم برسایا تھا وہ ۲۳ نومبر سے لاپتہ ہو گیا ہے۔ اس سے پہلے وہ نفسیاتی مریض بن چکا تھا۔ جیسے ہی ہیروشیما کی بربادی کی داستاں میڈیا کے ذریعے عام ہوئیں تو اس پائلٹ کی نفسیاتی حالت خراب ہوتی گئی اور وہ اپنے آپ کو لاکھوں انسانوں کا قاتل سمجھنے لگا۔ ماہرین نفسیات نے اس کا بہت زیادہ علاج کیا اور پھر اسے نفسیاتی ہسپتال میں داخل کر دیا گیا۔ پھر چند دن بعد وہ ہسپتال سے غائب ہو گیا۔ امریکی پولیس نے عوام سے اپیل کی کہ اس کے بازیاب کرانے میں مدد کریں کیونکہ اس کا ذہنی توازن صحیح نہیں ہے اور وہ لوگوں کو نقصان بھی پہنچا سکتا ہے۔ پولیس کے ذرائع نے بتایا ہے کہ اس کی نشانی یہ ہے کہ وہ ہر وقت یہ جملے دہراتا رہتا ہے:

”میں ڈیڑھ لاکھ انسانوں کا قاتل ہوں اور میں اپنے آپ کو کبھی بھی معاف نہیں کر سکتا۔“

(روزنامہ اطلاعات، تہران شمارہ ۱۰۳۹۲)

مذکورہ بالا واقعات سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مجرم کے لیے خدا نے صرف آخرت میں ہی سزا نہیں رکھی بلکہ اس دنیا میں بھی اس کا ضمیر اسے چمکنے نہیں لینے دیتا اور ہر وقت کچھ کے لگا رہتا ہے۔

اسقاطِ حمل

شرک کے بعد انسانی قتل سب سے بڑا جرم ہے۔ شکمِ مادر میں موجود بچے کو قتل کرنا قتل کی بدترین صورت ہے اور یہ بچے کو زندہ درگور کرنے کی طرح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: **وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ** ○ اور جب اس لڑکی سے جو زندہ دفن کر دی گئی ہو پوچھا جائے گا کہ وہ کس جرم میں قتل کر دی گئی۔ (سورہ تکویر: آیت ۸-۹)

قرآن مجید میں ناحق قتل کی شدید مذمت آئی ہے۔ فرمانِ قدرت ہے: **وَمَنْ يُقْتَلْ مُؤْمِنًا مَّتَعِمًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعْنَةُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا** ○ (سورہ نساء: آیت ۹۳) شیخ طوسی لکھتے ہیں:

ابن عباسؓ نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ قاتل کی توبہ قبول نہیں ہوتی اور اس کا ثبوت انھوں نے یہ دیا کہ سورہ فرقان میں جہاں قاتل کی توبہ کا تذکرہ کیا گیا ہے وہ آیت چھ ماہ پہلے نازل ہوئی تھی اور سورہ نساء کی یہ آیت چھ ماہ بعد نازل ہوئی تھی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے قاتل کی توبہ کے لیے خدا سے جتنا اصرار کیا ہے اتنا اصرار کسی اور چیز کے لیے نہیں کیا مگر خدا نے قاتل کی توبہ کی قبولیت کے لیے میری التجا منظور نہیں کی۔ ابن عباسؓ کا یہ کلام نقل کرنے کے بعد شیخ طوسی لکھتے ہیں: حق یہ ہے کہ قاتل کی توبہ قبول ہو سکتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجموعی طور پر فرمایا ہے: **وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ...** وہی توبہ جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔ (سورہ شوریٰ: آیت ۲۵) اس کے آگے شیخ طوسی لکھتے ہیں:

ابن مسعودؓ نے رسولِ خداؐ سے پوچھا: یا رسول اللہ! سب سے بڑا گناہ کیا ہے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا: سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ اپنے خالق کے ساتھ کسی شریک کا عقیدہ رکھو۔ ابن مسعودؓ نے پوچھا کہ اس کے بعد بدترین گناہ کون سا ہے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا: تو اپنی اولاد کو اس خوف سے قتل کرے کہ وہ تیرے ساتھ کھانا کھائیں گے۔ نیز یہ کہ آپ لکھتے ہیں: رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے قتل کے مقدمات کا فیصلہ ہوگا اور جس نے کسی مسلمان کے قتل میں آدھے جملے کے برابر بھی حصہ لیا ہوگا جب وہ خدا کے حضور پیش ہوگا تو اس کی پیشانی پر ایسے من رُحْمَةَ اللَّهِ کا جملہ لکھا ہوگا۔

اسی طرح ابوسعید خدریؓ راوی ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گزر ایک مقتول کے پاس سے ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کا قاتل کون ہے؟ کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر تمام آسمانوں اور زمین کی مخلوق مل کر بھی اس کے قتل میں شامل ہوئی ہوگی تو بھی خدا انھیں منہ کے بل دوزخ میں پھینک دے گا۔ (بسوط ج ۷، ص ۴)

خودکشی کرنا اور دوسرے کے قتل میں مدد کرنا

قتل کی طرح خودکشی بھی حرام ہے اور مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اور وَلَا يَتَقَتَّلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ اور وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ جیسی آیات سے اس کی حرمت ثابت ہوتی ہے۔

ابو ولاد بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا کہ جان بوجھ کر خودکشی کرنا والا ہمیشہ دوزخ کے عذاب میں گرفتار رہے گا۔ (حدائق ج ۲۲، ص ۴۱۳۔ ثواب الاعمال ص ۲۷۶)

محمد بن عمیر نے امام جعفر صادق علیہ السلام کے بہت سے اصحاب سے نقل کیا ہے کہ جو ایک لفظ سے بھی قتل مومن میں شریک ہوگا تو قیامت کے دن اس کی پیشانی پر لکھا ہوگا: آيَسْتَسْتَرْحِمُهُ اللَّهُ لِيُخْفِيَ فِيهِ فُحْشَ اللَّهِ كِي رَحْمَتٍ سَعَى مَا يَوْسُ۔ (ثواب الاعمال ص ۲۷۷)

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ قیامت کے دن ایک شخص پیش ہوگا تو اتنے میں خون سے لت پت ایک آدمی آئے گا اور اس پر اپنا خون لگائے گا۔ وہ آدمی کہے گا کہ میرا تجھ سے کیا واسطہ ہے؟ خون میں لت پت آدمی کہے گا کہ تو نے فلاں دن میرے متعلق یہ یہ باتیں کی تھیں اور وہی باتیں میرے قتل کا سبب بن گئی تھیں۔

(ثواب الاعمال ص ۲۷۷)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کے گھروں کے پاس ایک مقتول کی لاش پڑی ہوئی دیکھی تو آپ نے صحابہ سے پوچھا کہ کیا یہ شخص مسلمان تھا؟ صحابہ نے عرض کیا: جی ہاں! پھر آپ نے فرمایا: اگر میری تمام امت بھی مومن کے قتل میں شرکت کرے تو اللہ ان سب کو منہ کے بل دوزخ میں ڈال دے گا۔ (دعائم الاسلام ج ۲، ص ۴۰۲)

۱۶۳۔ ظالموں کی مدد کرنا

اسلام کی تعلیمات کے مطابق ظالموں کی مدد کرنا، ظالم حکومت کا حصہ بننا اور ظالم حکومت کے استحکام کے لیے کام کرنا حرام ہے۔ اور یہ صرف عام حیثیت کا حرام نہیں ہے بلکہ یہ ایک ایسا کبیرہ گناہ ہے جو کفر کے برابر ہے۔ ظالموں کے ظلم پر مبنی افعال کی تعریف کرنا بھی حرام ہے۔ اسلام یہ کہتا ہے کہ ظالم اور ظالم کی مدد کرنے والا اور اس کے ظلم پر خوش ہونے والا سب ظلم میں برابر کے شریک ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَلَا تَرْحَمُوهُنَّ إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَمَا تَمْسِكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ
ظالموں کی طرف نہ جھکتا ورنہ دوزخ کی لپیٹ میں آجاؤ گے اور تمہیں کوئی ایسا ولی دوسر پرست نہ ملے گا جو خدا سے تمہیں بچائے اور کہیں سے تمہیں مدد نہ ملے گی۔ (سورۃ ہود: آیت ۱۱۳)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص کسی ظالم کے پاس جائے اور یہ خواہش کرے کہ یہ اس کو

کچھ عطا کرنے تک زندہ رہے تو وہ بھی ظالم کا مددگار شمار کیا جائے گا۔ (کافی ج ۵، ص ۱۰۹)

یونس بن حماد بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ کے کچھ شیعہ بنی عباس کی حکومت میں کام کرتے ہیں۔ امام نے فرمایا: کیا وہ حکومت میں رہ کر تم پر شفقت کرتے ہیں اور تمہاری حاجات پوری کرنے کی کوشش کرتے ہیں؟ میں نے کہا کہ ان میں سے کچھ ایسا بھی کرتے ہیں اور کچھ ہماری کوئی پروا نہیں کرتے۔ امام نے فرمایا: جو حکومت میں رہ کر تمہاری مدد نہیں کرتے تو تم ان سے بیزاری اختیار کرو کیونکہ اللہ بھی ان سے بیزار ہے۔ (ایضاً)

زیاد بن ابی سلمہ کہتے ہیں کہ میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا: زیاد! تو بنی عباس کی حکومت میں کام کرتا ہے؟ میں نے کہا: جی مولانا۔

آپ نے فرمایا کہ تم ایسا کیوں کرتے ہو؟

میں نے کہا: میں عزت دار اور مال بچے دار ہوں اور میرے پاس دوسرا ذریعہ معاش بھی نہیں ہے۔ امام نے فرمایا: زیاد! اگر مجھے پہاڑ سے گرا کر گلے کیوں نہ کر دیئے جائیں مجھے گلے ہونا تو پسند ہے لیکن حکومت کا کارپرداز بننا اور ان کی بساط پر قدم رکھنا پسند نہیں ہے۔ البتہ صرف ایک ہدف ایسا ہے جس کے لیے حکومت کا کارپرداز بننا صحیح ہے اور وہ ہدف یہ ہے کہ حکومت میں رہ کر مومن کی پریشانی کو دور کیا جائے یا اسے ظالموں کے چنگل سے رہائی دلائی جائے یا اس کی حاجت کو پورا کیا جائے۔

پھر آپ نے فرمایا: زیاد! ظلم کے مددگار کو جو کم ترین سزا ملے گی وہ یہ ہے کہ قیامت کے دن اس کو آگ کے ایک خیمے میں قید کر دیا جائے گا یہاں تک کہ اللہ مخلوق کے حساب کتاب سے فارغ ہو جائے۔

پھر آپ نے فرمایا: زیاد! اگر تم حکومت کے کارپرداز بن چکے ہو تو پھر اپنے مومن بھائیوں کے ساتھ بھلائی کرو تا کہ تمہاری غلطی کی تلافی ہو سکے۔ اللہ تمہارے سب اعمال کو دیکھ رہا ہے۔

پھر آپ نے فرمایا: زیاد! تم میں سے جب کوئی ظالموں کی حکومت میں داخل ہو جائے اور شیعہ اور غیر شیعہ کے درمیان فرق نہ کرے تو میری طرف سے اسے یہ کہنا کہ تو جھوٹا شیعہ ہے۔

پھر آپ نے فرمایا: زیاد! جب حکومت کے کسی منصب پر فائز ہو جاؤ اور تمہیں اپنے طاقتور ہونے کا احساس ہونے لگے تو پھر قیامت کے دن خدا کی طاقت کو یاد کر لینا اور یہ بات ذہن میں رکھنا کہ ظالموں کے لیے جو خدمات سرانجام دے رہے ہو تمہاری یہ خدمات باقی نہ رہیں گی البتہ ظالموں سے تعاون کا گناہ باقی رہے گا۔

سلیمان جعفری بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے عرض کیا کہ ظالم حکومت میں عہدہ دار ہونے کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ظالم حکومت کا حصہ بننا اور ان کی مدد کرنا اور ان کے معاملات کو سرانجام دینا کفر کے برابر ہے اور ان کے ظالمانہ افعال کو نگاہِ تحسین سے دیکھنا ایسا کبیرہ گناہ

ہے کہ اس کا ارتکاب کرنے والا دوزخ میں جائے گا۔ (وسائل الشیخہ ج ۱۷، ص ۱۹۲)

علامہ طبری تفسیر مجمع البیان میں وَلَا تَزْكُنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ اس سے ظالم کی دوستی، خیر خواہی اور اطاعت مراد ہے۔

تفسیر عیاشی میں ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے: وَلَا تَزْكُنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمْ النَّارُ کی آیت میں خدا نے ظالموں کی طرف جھکاؤ کی وجہ سے یہ نہیں فرمایا کہ تم ابدی دوزخی بن جاؤ گے بلکہ فرمایا ہے کہ تم کو آگ چھو لے گی۔ مقصد یہ ہے کہ تمہیں کچھ عرصے کے لیے دوزخ میں ضرور جانا پڑے گا اور اگر تم دوزخ سے بچنا چاہتے ہو تو ظالموں کی طرف ہرگز جھکاؤ نہ رکھو۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اللہ ہر ظالم کے پہلو میں کسی نہ کسی مومن کو جگہ دیتا ہے اور خدا اس کے ذریعے مومنین کی پریشانیاں دور کرتا ہے اور آخرت میں ایسے شخص کو ظالم کی مصاحبت کی وجہ سے بہت کم حصہ دیا جائے گا۔ وہ تمام مومنین کے بعد جنت میں داخل ہوگا۔ (کافی ج ۵، ص ۱۱۱)

مؤلف کہتا ہے:

صفوان جمال امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے صحابی تھے۔ وہ اونٹ کرائے پر چلاتے تھے۔ یہی ان کا روزگار تھا۔ ہارون ان سے کرائے پر اونٹ لے کر حج پر جاتا تھا۔ ایک دفعہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے صفوان سے کہا کہ تم ویسے تو اچھے انسان ہو لیکن تم ظالم کے ساتھی ہو۔ انھوں نے حیران ہو کر کہا کہ مولا! میں تو آپ کا شیعہ ہوں۔ میں کسی ظالم کا ساتھی نہیں ہوں۔ آپ نے فرمایا: تم ہارون کو اونٹ کرائے پر دیتے ہو۔ کیا تم یہ خواہش نہیں رکھتے کہ وہ زندہ رہے تاکہ تمہیں اونٹوں کا کرایہ مل سکے۔ اس نے کہا: جی ہاں! یہ تو سچ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم ایک ظالم کی زندگی کی خواہش رکھتے ہو لہذا تم بھی ظالم میں شریک ہو۔

یہ سن کر صفوان اٹھے۔ بازار گئے اور اپنے تمام اونٹ بیچ دیئے۔

ظالم کی مدد کرنا حرام ہے

اسلام کہتا ہے کہ مظلوم کی مدد کی جائے اور اسے ظالموں سے رہائی دلائی جائے اور یہ انتہائی ثواب کا کام ہے جبکہ ظالم کی مدد کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ مظلوم کا مددگار بنے اور ظالم کی مخالفت کرے۔ یہ کہنا باطل صحیح ہے کہ اگر لوگ انبیاء اور ان کے جانشینوں کی حمایت کرتے تو ظالم کبھی کسی پر ظلم نہ کر سکتے۔ اور آج دنیا میں کوئی مظلوم انسان دکھائی نہ دیتا۔ مظلوموں کی مظلومیت اس بات کا ثبوت ہے کہ لوگوں نے انبیاء کی مدد نہیں کی تھی اور انہیں قیامت کے دن اس کا حساب دینا ہوگا۔ اگر کوئی شخص کسی ظالم سلطان کو نصیحت کرے اور اسے ظلم سے روکے تو خداوند عالم اسے جن و انس کی عبادت کا ثواب عطا فرمائے گا اور اگر اس کے برعکس کوئی ظالم کی مدد کرے یا اس کے ظلم کی تائید کرے تو بھی وہ ظالم کے عذاب میں برابر کا شریک ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللَّهَ
 نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کرو اور گناہ اور ظلم کے کاموں میں ایک دوسرے کی
 مدد نہ کیا کرو۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ (سورہ مائدہ: آیت ۲)

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: بہترین صدقہ زبان کا صدقہ ہے جس سے ناحق خون
 کا تحفظ کیا جائے، عوام کی مصیبت کم کی جائے اور مسلمان بھائی کو فائدہ پہنچایا جائے۔ (بخاری ج ۲، ص ۳۷۳)
 امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: مَنْ عَذَرَ ظَالِمًا بِظُلْمِهِ سَلَطَ اللَّهُ عَلَيْهِ مَنْ يُظْلِمُهُ فَإِنْ دَعَا
 لَمْ يَسْتَجِبْ لَهُ وَتَمَّ يَأْخُذُهُ اللَّهُ عَلَى ظُلْمَانِهِ. جو کسی ظالم کے ظلم کے لیے بہانہ تراشے گا تو خدا اس پر کسی ظالم
 کو مسلط کر دے گا اور اگر وہ دعا مانگے گا تو اس کی دعا قبول نہیں ہوگی اور اس کی مظلومیت پر خدا اسے کوئی اجر
 نہیں دے گا۔ (ایضاً)

مَنْ أَعَانَ ظَالِمًا عَلَى مَظْلُومٍ لَمْ يَزَلِ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْهِ سَاحِطًا حَتَّىٰ يَنْزِعَ عَنْهُ مَعُونَتَهُ.
 جو کسی مظلوم کے خلاف ظالم کی مدد کرے تو خدائے عزوجل اس پر ناراض رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اس کی مدد
 سے ہاتھ کھینچ لیتا ہے۔ (ثواب الاعمال ص ۲۴۳)

دو تاریخی واقعات

(۱) علی بن ابی حمزہ کہتے ہیں کہ میرے ایک دوست نے طویل عرصے تک بنی امیہ کی حکومت میں نوکری کی
 تھی۔ ایک دن اس نے مجھ سے کہا کہ آپ امام جعفر صادق علیہ السلام سے میری ملاقات کے لیے اجازت حاصل
 کریں۔ میں نے امام سے اس کے لیے اجازت طلب کی۔ پھر ہم دونوں کوفہ سے مدینہ آئے اور حضرت کی
 خدمت میں باریاب ہوئے۔ اس نے حضرت کو سلام کیا اور بیٹھ گیا۔ علیک سلیک کے بعد اس نے کہا:

فرزند رسول! میں نے طویل عرصے تک بنی امیہ کی حکومت میں نوکری کی ہے اور میں نے بہت دولت
 کمائی ہے مگر میں نے کبھی حلال اور حرام کی پروا نہیں کی (اب میرے لیے کیا حکم ہے؟)۔

امام نے فرمایا کہ اگر بنی امیہ کو تجھ جیسے کارکن نہ ملتے تو انتظام و انصرام کے لیے ان کے دفاتر نہ چلتے،
 وہ ٹیکس جمع نہ کر سکتے، وہ کسی پر ظلم نہ کر سکتے اور نہ ہمارے حق کو غصب کر سکتے۔ اگر تم جیسے لوگ ان کی نوکری نہ
 کرتے تو ان ظالموں کے پاس یہ طاقت نہ ہوتی (درحقیقت تم جیسے لوگوں نے بنی امیہ کو ہم پر مسلط کیا ہوا ہے)۔

پھر اس نے کہا: فرزند رسول! کیا میرے لیے نجات کی کوئی سبیل ہے اور کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟
 امام نے فرمایا: اگر میں تجھے راہ نجات دکھاؤں تو کیا تو اس پر عمل کرے گا؟

اس نے عرض کیا: جی ہاں۔ میں اس پر ضرور عمل کروں گا۔
 امام نے فرمایا: تو نے نوکری کے دوران جتنا مال جمع کیا ہے وہ اصل مالکوں کو لوٹا دے اور جس مال

کے مالک کا تجھے علم نہ ہو اس کی طرف سے وہ مال صدقہ کر دے اور اگر تو نے ایسا کیا تو میں تجھے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

علی بن ابی حمزہ کہتا ہے کہ حضرت کا یہ فرمان سن کر اس شخص نے سر جھکا لیا اور کافی دیر تک سوچتا رہا۔ پھر اس نے کہا: فرزند رسول! میں ایسا ہی کروں گا۔

پھر وہ اور میں واپس اپنے گھر کو آ گئے۔ کوفہ پہنچ کر اس نے اپنی ساری دولت راہ خدا میں صدقہ کر دی اور اپنے کپڑے بھی غریبوں میں بانٹ دیئے۔ جب ہم نے دیکھا کہ وہ بالکل خالی ہاتھ ہو چکا ہے تو میں نے اس کے لیے کپڑے اور کھانے کا بندوبست کیا۔ چند مہینے ہی گزرے تھے کہ وہ بیمار ہو گیا اور میں اس کی عیادت کے لیے جانے لگا۔ ایک دن میں اس کی عیادت کو گیا تو دیکھا وہ زندگی کی آخری سانسیں لے رہا ہے۔ اس نے آنکھیں کھولیں اور مجھ سے کہا:

”اے علی بن ابی حمزہ! خدا کی قسم! تیرے آقا نے اپنی ضمانت پوری کر دی ہے۔“ یہ کہا اور جان، جان آفریں کے سپرد کر دی۔

پھر کچھ دن بعد میں امام کی خدمت میں گیا تو امام نے از خود مجھ سے فرمایا:

”ہم نے تیرے دوست سے کیا ہوا وعدہ پورا کر دیا ہے۔“ میں نے عرض کیا کہ فرزند رسول! آپ نے بالکل سچ فرمایا ہے۔ اس نے بھی مرتے وقت یہی کہا تھا۔
(۲) اب خود علی بن ابی حمزہ کی داستان ملاحظہ کیجئے:

موصوف امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے وکیل مالیات تھے۔ لوگ فحس کی رقم ان کے پاس جمع کراتے تھے۔ جب امام کی شہادت ہوئی تو ان کے پاس فحس کی کافی رقم جمع تھی۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ وہ ساری رقم امام علی رضا علیہ السلام کے پاس جمع کراتے لیکن انھوں نے یہ کہہ کر امام علی رضا علیہ السلام کو رقم واپس نہ کی کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی وفات ہی نہیں ہوئی۔ یوں علی بن ابی حمزہ نے مذہب ”واقفیہ“ کی داغ بیل رکھی۔

۱۔ جب کسی امام کی وفات ہوتی تو ان کے پیروکاروں کو یہ پریشانی لاحق ہوتی تھی کہ اب ان کے زمانے کا اور حق و صداقت کا رہبر کون ہے؟ اور جب انھیں حق و صداقت کا رہبر مل جاتا تو وہ اس کی پیروی کرنے لگتے لیکن کتب خلفاء کے مؤرخین کے کرشمہ ساز ہاتھوں نے امام وقت کے متلاشی گروہوں کو بھی علیحدہ علیحدہ فرقہ لکھ دیا ہے۔ اس کی واضح مثال ”فرقہ واقفیہ“ کا کتابی وجود ہے۔ اس فرقے کی حقیقت بس اتنی ہے کہ چند روز تک ان لوگوں کو امام کاظم علیہ السلام کی وفات کا یقین نہ آیا اور وہ ان کو ہی امام مانتے رہے۔ اور جب انھیں امام کی وفات کا یقین ہو گیا تو انھوں نے امام علی رضا علیہ السلام کو اپنا امام مان لیا۔ کتب خلفاء کے مؤرخین کو یہ تو دکھائی دیا کہ محدودے چند افراد نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی وفات کا اعتبار نہ کیا لیکن انھیں امام علی رضا علیہ السلام کے حضور یہی افراد تسلیم ٹم کرتے ہوئے نظر نہ آئے۔

(علامہ مرتضیٰ عسکری، احیائے دین میں ائمہ ہدیہ کا کردار، ج ۲، مطبوعہ مجمع علمی اسلامی) رضوانی

گناہ کے اثرات

امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب ناحق نیلے ہونے لگیں گے تو لوگ ظلم اور گناہ کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرنے لگیں گے اور جب بیان ٹھنی ہونے لگے گی تو اللہ تعالیٰ لوگوں پر ان کے دشمنوں کو مسلط کر دے گا۔ اور جب قطع رحمی معمول بن جائے گی تو اموال بدترین لوگوں کے ہاتھوں میں چلے جائیں گے۔ اور جب لوگ امر بالمعروف کرنا، نہی عن المنکر کرنا اور میرے اہلیت کے بہترین لوگوں کی پیروی کرنا چھوڑ دیں گے تو اللہ تعالیٰ ان پر ظالموں کو مسلط کر دے گا اور اس وقت تک لوگ دعا بھی مانگیں گے تو ان کی دعا قبول نہیں ہوگی۔ (کافی ج ۲، ص ۳۷۴)

۱۶۵۔ جہاد سے بھاگنا

میدان جنگ سے بھاگنا گناہ کبیرہ ہے اور اللہ نے اس پر دوزخ کی وعید سنائی ہے۔ ارشاد باری ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا زَحْفًا فَلَا تُولُوهُمُ الْآخِذَارَ ۚ وَمَنْ يُؤَلِّمِهِمْ يُؤَلِّمُ ذُبْرَةً إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلَىٰ فِتْنَةٍ ۗ فَكُفُّوا عَنْهُمْ وَرُدُّوهُمْ إِلَىٰ مَا بَدَلْتُمُ الْوَجْهَ ۚ وَاللَّهُ يَهْدِي الْقَوْمَ الْمُنِيرَ ۝ ۱۷۱

ایمان والو! جب میدان جنگ میں کفار سے تمہارا مقابلہ ہو تو ان سے پیٹھ نہ پھیرنا۔ جو شخص جنگ کے دوران اس صورت کے سوا کہ لڑائی کے لیے کنارے کنارے چلے (یعنی حکمت عملی سے دشمن کو مارے) یا اپنی فوج میں جا ملنا چاہے ان سے پیٹھ پھیرے گا تو سمجھو کہ وہ خدا کے غضب میں گرفتار ہو گیا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے۔ (سورہ انفال: آیت ۱۵-۱۶)

وَلَقَدْ كَانُوا عَاهِدُوا اللَّهَ مِنْ قَبْلِ أَنْ يُؤَلِّفَهُمُ الْآخِذَارَ ۚ وَكَانَ عَهْدُ اللَّهِ مَسْئُولًا ۚ قُلْ لَنْ يُنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ إِنْ فَرَرْتُمْ مِنَ الْمَوْتِ أَوِ الْقَتْلِ وَإِذَا لَا تُنْتَعَمُونَ إِلَّا قَلِيلًا ۚ قُلْ مَنْ ذَا الَّذِي يَعْصِمُكُمْ مِنَ اللَّهِ إِنْ أَرَادَ بِكُمْ سُوءًا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ۚ وَلَا يَجِدُونَ لَهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ۚ ۝ ۱۷۲

اقرار کر چکے تھے کہ پیٹھ نہیں پھیریں گے اور خدا سے جو اقرار کیا جاتا ہے اس کی ضرور پرش ہوگی۔ (اے رسول!) آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم مرنے یا مارے جانے سے بھاگتے ہو تو بھاگنا تم کو فائدہ نہیں دے گا اور اس وقت تم بہت ہی کم فائدہ اٹھاؤ گے۔ آپ کہہ دیجئے کہ اگر خدا تمہارے ساتھ برائی کا ارادہ کرے تو کون تم کو اس سے بچا سکتا ہے یا اگر تم پر مہربانی کرنی چاہے (تو کون اس کو ہٹا سکتا ہے) یہ لوگ خدا کے سوا کسی کو نہ اپنا دوست پائیں گے اور نہ مددگار۔ (سورہ احزاب: آیت ۱۵ تا ۱۷)

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًا كَانَتْهُمْ بَنِيَانٍ فَرَضُوا ۚ وَاللَّهُ ان لُوكُونَ سَعِيَةً

کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف بنا کر لڑتے ہیں اور یوں جم کر لڑتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہوں۔ (سورہ صف: آیت ۴)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُنْجِيكُمْ مِنْ عَذَابِ أَلِيمٍ ۝ تَوَمَّنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ
وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ
وَيُدْخِلْكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنَّاتٍ عَدْنٍ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝
اے ایمان والو! میں تم کو ایسی تجارت بتاؤں جو تمہیں عذاب الیم سے بچالے؟ (وہ یہ کہ) تم اللہ اور اس کے
رسول پر ایمان رکھو اور اللہ کی راہ میں اپنے مال و جان سے جہاد کرو۔ اگر سمجھو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔
وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تم کو باغ ہائے جنت میں جن میں نہریں بہ رہی ہوں گی اور پاکیزہ مکانات میں
جو بہشت ہائے جاویدانی میں تیار ہیں داخل کرے گا۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔ (سورہ صف: آیت ۱۰ تا ۱۲)

جنگ صفین میں امیرالمومنین علیہ السلام نے شوق جہاد دلاتے ہوئے اپنی فوج سے فرمایا تھا:
خدا کی قسم! اگر تم دنیا کی تلواروں سے بھاگ جانے میں کامیاب بھی ہو گئے تو آخرت کی تلواروں سے
نہیں بچ سکو گے۔ صبر اور صدق اپنا کر اللہ سے مدد مانگو کیونکہ صبر کے بعد ہی خدا کی طرف سے مدد آتی ہے۔
اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے۔ (کافی ج ۵، ص ۴۰)
ایک اور خطبے میں آپ نے فرمایا تھا:

دشمنوں کو پیٹھ دکھانے والے کو معلوم ہونا چاہیے کہ وہ اپنے رب کو ناراض کرنے والا اور اپنے آپ کو
ہلاکت میں ڈالنے والا ہے۔ جنگ سے بھاگنا خدا کے غضب اور دائمی ذلت کا سبب ہے۔ بھاگنے والے کی زندگی
تلخ ہو جاتی ہے۔ بھاگنے والا اپنی عمر میں اضافہ نہیں کر سکتا اور موت کے وقت کو نال نہیں سکتا اور اپنے رب کو
راضی نہیں کر سکتا۔ اگر انسان اس ذلت سے پہلے مر جائے تو یہ اس کے لیے ذلت کی زندگی سے کئی گنا بہتر ہے۔
(ایضاً ص ۴۱)

۱۶۶۔ اہل فتنہ کے خلاف جہاد میں امام حق کا ساتھ نہ دینا

اہل فتنہ کے خلاف جہاد میں امام حق کا ساتھ نہ دینا اور اس کو تنہا چھوڑ دینا گناہ کبیرہ ہے۔ امام حق کو
چھوڑ دینے کا مطلب یہ ہے کہ امام اہل فتنہ کے خلاف جہاد کرے اور اس کی مدد نہ کی جائے۔ اس عمل کا نتیجہ
ہمیشہ بڑا بھیانک نکلتا رہا ہے مثلاً امیرالمومنین علیہ السلام نے جنگ صفین میں یہ کہا تھا کہ جنگ جاری رکھو لیکن
منافقین نے جنگ روک دی تھی۔ اگر وہ لوگ آپ کی بات مان لیتے تو معاویہ کو شکست ہو جاتی اور اگر وہ قتل
ہو جاتا تو پھر نہ خوارج کی تحریک چلتی اور نہ بنی امیہ کی طاغوتی حکومت قائم ہوتی۔ اسی طرح اگر لوگ امام حسن
علیہ السلام کا ساتھ دیتے تو بھی معاویہ کی حکومت ختم ہو جاتی لیکن لوگوں نے امام کی مدد نہیں کی جس کی وجہ سے
معاویہ کو ملوکیت قائم کرنے کا موقع مل گیا اور اگر اہل کوفہ امام حسین علیہ السلام کی مدد کرتے تو کربلا کا دردناک
سانحہ پیش نہ آتا جو کہ قیامت تک اہل ایمان کو خون کے آنسو دلاتا رہے گا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ لوگوں کے امام

کو تنہا چھوڑ دینے کی وجہ سے ہی طاغوتی حکومتوں کو استحکام نصیب ہوا اور انھوں نے کھل کر لوگوں کا استحصال کیا۔ ان تمام واقعات کی ذمہ داری اس وقت کے ان لوگوں پر عائد ہوتی ہے جنھوں نے امیر المؤمنین علیہ السلام اور ان کی اولاد کی مدد نہیں کی تھی۔ موجودہ زمانے میں نائب امام لے کو بے یار و مددگار چھوڑنے والے افراد کا کردار بھی ان ہی لوگوں جیسا ہے۔

مؤلف عرض پرداز ہے :

میرا ایک دوست کہا کرتا تھا کہ خدا کرے امام زمانہ کا ظہور میری زندگی میں نہ ہو کیونکہ مجھے اپنے متعلق یقین نہیں ہے کہ میں ان کے احکام کی پیروی کر سکوں گا۔!! اگر آپ اپنے متعلق یہ جاننے کے خواہشمند ہیں کہ آپ امام زمانہ سے مخلص ہیں یا نہیں تو اپنے دل سے پوچھئے کہ آیا آپ امام زمانہ کے نائب سے مخلص ہیں یا نہیں؟ اگر آپ کا جواب اثبات میں ہے تو آپ کو مبارک ہو کہ آپ امام زمانہ سے بھی مخلص ہیں اور اگر آپ کا جواب نفی میں ہے تو آپ امام زمانہ سے بھی مخلص نہیں ہیں۔

اب ہم کچھ ایسے تلخ واقعات کا تذکرہ کرتے ہیں جو رحلت رسولؐ کے بعد پیش آئے تھے اور وہی واقعات بعد کے تمام مصائب کی بنیاد بنے تھے۔

شیخ طوسی اپنی کتاب ”امالی“ میں امیر المؤمنین علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ جب سورہ نصر نازل ہوئی تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: یا علی! جس طرح سے خدا نے مومنین پر مشرکین سے جہاد واجب کیا ہے اسی طرح میرے بعد اہل فتنہ مسلمانوں سے جہاد واجب کیا ہے۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ کے بعد وہ فتنہ کون سا ہوگا جس کے لیے خدا نے اہل ایمان پر جہاد کو واجب کیا ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ فتنہ وہ لوگ برپا کریں گے جو خدا کی وحدانیت اور میری رسالت کی گواہی دیتے ہوں گے لیکن میری سنت کی مخالفت کریں گے اور میرے دین پر حملہ کریں گے۔

میں نے کہا: یا رسول اللہ! میں توحید و نبوت کی گواہی دینے والوں سے کس بات پر جنگ کروں؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان کی بدعات کی وجہ سے جو وہ دین میں داخل کرتے ہیں اور میرے فرمان سے منہ موڑتے ہیں اور میری عمرت کا خون بہانا حلال جانتے ہیں۔

میں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ نے ایک عرصہ قبل مجھ سے شہادت کا وعدہ کیا تھا۔ آپ دعا کریں کہ مجھے جلد از جلد شہادت نصیب ہو۔

۱۔ مرجعیت، شیعیت کے دفاع کی مضبوط فرنٹ لائن ہے اسی لیے استعمار اپنے زر خرید لوگوں کے ذریعے اربوں ڈالر خرچ کر رہا ہے تاکہ بے بنیاد پروپیگنڈا کے ذریعے شیعوں کو ان کے ”مرجع“ سے کاٹ دے اور شیعیت کو کمزور کر دے لیکن خدا کا شکر ہے کہ شیعیمان حیدر کراڑ اپنے مرجع کے مقام و منزلت میں کوئی کمی نہیں آنے دیتے اور ان کے فرامین پر دل و جان سے عمل کر رہے ہیں۔ (رضوانی)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے تم سے شہادت کا وعدہ کیا ہے لیکن یہ بتاؤ کہ اس وقت تمہارے صبر کا کیا عالم ہوگا جب تمہاری داڑھی تمہارے سر کے خون سے رنگین ہوگی؟
میں نے کہا: یا رسول اللہ! یہ صبر کا نہیں شکر کا مقام ہوگا۔
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اچھا تو پھر اس امت سے لڑنے کے لیے تیار رہو۔

جہاد میں امیر المؤمنین علیہ السلام کا کردار

ہم نے اپنی کتاب میزان الحق میں امیر المؤمنین کی شجاعت پر تفصیلی بحث کی ہے۔ یہاں ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے اپنی پوری زندگی میں کبھی دشمن کو پیٹھ نہیں دکھائی تھی۔ شیعوں کی تاریخ یہ گواہی دیتی ہے کہ جنگ احد میں جب تمام صحابہ رسول خداؐ کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے اس وقت آپ چنان کی طرح جھے رہے اور مردانہ وار اسلام اور رسول اسلام کا دفاع کرتے رہے۔ آپ اس جنگ میں اتنا لڑے کہ آپ کی تلوار ٹوٹ گئی۔ آپ نے رسول خداؐ سے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجاہد ہمیشہ تلوار سے لڑتا ہے۔ میری تلوار ٹوٹ گئی ہے۔ اس وقت رسول خداؐ نے آپ اپنی تلوار ”ذوالفقار“ عطا فرمائی۔ اور آپ نے تلوار کے ایسے جوہر دکھائے کہ جبریل امینؑ نے زمین و آسمان کے درمیان کھڑے ہو کر پکارا: لَا قَسِيْ اِلَّا عَلِيٌّ لَا صِنْفَ اِلَّا ذُو الْفَقَارِ ”مرد ہے تو علیؑ ہے، تلوار ہے تو ذوالفقار ہے۔

جنگ خندق میں آپ نے عمرو بن عبدود سے جنگ کی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کی ایک ضرب کے متعلق فرمایا کہ یہ جن و انس کی عبادت سے افضل ہے۔
جنگ خیبر میں رسول خداؐ نے آپ کو ”کمزاد غیر فراد“ (مسلل حملے کرنے والا اور کبھی نہ بھاگنے والا) کا لقب دیا تھا جبکہ کچھ صحابہ جنگ احد، جنگ حنین اور غزوہ ذات السلاسل میں بھاگ گئے تھے۔

ابن ابی الحدید نے خلیفہ اول کے متعلق کہا تھا:

وَلَيْسَ بِسُكْرٍ لِّىَ الْحُنَيْنِ فِرَاةٌ وَفِيَّ اُحُدٍ قَدْ فَرَّ خَوْفًا وَخَيْرًا

حنین میں ان کا بھاگنا کوئی اچھبے کی بات نہیں، وہ احد اور خیبر میں بھی خوف کی وجہ سے بھاگے تھے۔

امالی، صدوق میں ہے کہ امام حسن علیہ السلام نے فرمایا تھا:

امیر المؤمنین علیہ السلام کے سامنے آنے والے کے قدم کبھی نہیں جمتے تھے۔ خدا اس کو ذلیل اور مغلوب کر دیتا تھا آپ نے جس پر بھی وار کیا اسے ہلاک کیا۔ جب آپ لڑتے تو جبریلؑ آپ کی دائیں اور میکانیل بائیں طرف ہوتے تھے اور عزرائیلؑ آپ کے آگے آگے چلتے تھے۔ (بخاری الانوار ج ۴، ص ۶۷۶)

عمرو بن عاص کا بیٹا عبد اللہ بیان کرتا ہے کہ جنگ خیبر میں آنحضرتؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو پرچم دے کر بھیجا لیکن وہ ناکام واپس آئے۔ پھر آنحضرتؐ نے حضرت عمرؓ کو بھیجا مگر وہ بھی ناکام واپس آئے۔ وہ فوج کو

بزدل کہتے تھے اور فوج ان کو بزدل کہتی تھی۔ تب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان کیا:

لَا غِطِينَ الرَّأْيَةَ عَدَا وَجْهًا يُحِبُّ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَيُحِبُّهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ لَا يُرْجَعُ حَتَّى يَفْتَحَ اللَّهُ عَلِيَّ يَذِيه. کل میں ضرور اس مرد کو علم عطا کروں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔ وہ اس وقت تک واپس نہیں آئے گا جب تک اللہ اس کے ہاتھوں پر فتح نہ دیدے۔ صبح ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ علی کو میرے پاس بلا لاؤ۔

لوگوں نے کہا کہ انھیں آشوب چشم ہے۔ آپ نے فرمایا کہ انھیں یہاں لے آؤ۔ جب امام علی آئے تو رسول خدا نے ان کی آنکھوں میں اپنے دہن مبارک کا لعاب لگایا اور فرمایا: خدایا! اس سے سردی اور گرمی کو دور فرما۔ پھر آپ نے انھیں پرچم عطا کیا۔

مولا علیؑ فاتح خیبر بن کر رسول خدا کی خدمت میں واپس آئے۔

عبداللہ کا بیان ہے کہ جب علی قلعہ قوص کے قریب گئے تو یہودیوں نے پتھروں اور تیروں کی بوچھاڑ کر دی۔ آپ نے ان پر حملہ کیا اور آگے بڑھتے رہے یہاں تک کہ قلعے کے دروازے پر پہنچ گئے۔ آپ نے قلعے کے دروازے کو اکھاڑ دیا اسے اپنی پشت کی طرف پھینکا تو وہ چالیس ہاتھ دور جا گرا۔

ہمیں امام علیؑ کے فاتح خیبر ہونے پر تعجب نہیں ہے۔ ہمیں در خیبر پھینکنے پر تعجب ہے۔ بعد ازاں اس دروازے کو چالیس آدمیوں نے ہلانا چاہا تو ہلا نہ سکے۔ جب رسول خدا کو اس کی اطلاع ملی تو آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے دروازہ اکھاڑنے میں چالیس فرشتوں نے ان کی مدد کی تھی۔ (امالی ص ۶۰۳۔ بحار الانوار ج ۲۱، ص ۲۶)

کتاب مذکور میں مرقوم ہے کہ امیر المومنین نے اپنے عامل سہل بن حنیفؑ کو ایک خط میں لکھا تھا: خدا کی قسم! میں نے جسمانی قوت اور غذا سے حاصل ہونے والی قوت سے در خیبر نہیں اکھاڑا تھا بلکہ

۱۔ عثمان ابن حنیف انصاری کے بھائی سہل ابن حنیف انصاری مدینہ کے عامل تھے۔

نیج البلاغہ، مکتوب ۳۵ میں ہے کہ جب امام علی علیہ السلام کو یہ خبر پہنچی کہ والی بصرہ عثمان ابن حنیف کو وہاں کے لوگوں نے کھانے کی دعوت دی ہے اور وہ اس میں شریک ہوئے ہیں تو انھیں تحریر فرمایا: میں سمجھتا ہوں تم میں سے کوئی کہے گا کہ جب فرزند ابوطالب کی خوراک یہ ہے تو ضعف و ناتوانی نے اسے حریفوں سے بھرنے اور دلیروں سے نکرانے سے بٹھا دیا ہوگا۔ مگر یاد رکھو کہ جنگل کے درخت کی ٹکڑی مضبوط ہوتی ہے اور تازہ بیڑوں کی چھال کمزور اور پتلی ہوتی ہے اور صحرائی جھاز کا ایندھن زیادہ بھڑکتا ہے اور دریا میں بھجتا ہے۔ مجھے رسولؐ سے وہی نسبت ہے جو ایک ہی جڑ سے پھوٹنے والی دو شاخوں کو ایک دوسرے سے اور کلائی کو بازو سے ہوتی ہے۔ خدا کی قسم! اگر تمام عرب ایکا کر کے مجھ سے بھڑانا چاہیں تو میدان چھوڑ کر پیٹھ نہ دکھائیں گا اور موقع پاتے ہی ان کے گردنیں دبوچ لینے کے لیے آگے بڑھوں گا اور کوشش کروں گا کہ اس الٹی کھوپڑی والے بے ہتکم و حانچے سے زمین کو پاک کر دوں تاکہ کھلیان کے دانوں سے نکل نکل جائے۔ (رضوانی)

ملکوتی قوت اور اس نفس کے زور پر اکھاڑا تھا جو اپنے رب کے نور سے روشن ہے۔ میرا احمد سے وہی رشتہ ہے جو ایک روشنی کا دوسری سے ہوتا ہے۔ اگر تمام عرب ایک کر کے میرے مقابلے پر آجائیں تب بھی میں میدان چھوڑ کر پیٹھ نہیں دکھاؤں گا اور اگر انھوں نے مجھ سے جنگ کی تو سب کو بدترین شکست دے کر نابود کر دوں گا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ جسے موت کی پروا نہ ہو اسے دنیا کی سختیاں خوشگوار لگتی ہیں۔

ایک خارجی کا امام محمد باقر علیہ السلام سے مباحثہ

علامہ مجلسی بحار الانوار میں لکھتے ہیں :

عبداللہ بن نافع ازرق خوارج کا سردار تھا۔ ایک مرتبہ اس نے کہا کہ پوری دنیا میں ایک بھی شخص ایسا نہیں ہے جو جنگ نہروان کو شرعی نقطہ نگاہ سے صحیح ثابت کر سکے۔ علی (ع) نے نہروان کی جنگ کر کے غلطی کی تھی اور خوارج حق پر تھے۔ کسی نے اس سے کہا کہ اتنا بڑا چیلنج دینے کی ضرورت نہیں ہے تو علی کے پوتے محمد باقرؑ سے مباحثہ کر کے دیکھ لے۔ چنانچہ عبداللہ بن نافع ازرق امام محمد باقر علیہ السلام کے پاس آیا۔ اس وقت امام کے پاس مہاجرین و انصار کی اولاد میں سے بہت سے افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ عبداللہ نے امام سے کہا کہ آپ اپنے جد اعلیٰ کی جنگ نہروان کو شرعی نقطہ نظر سے سمجھائیں اور ان کا حق پر ہونا ثابت کریں۔ امام باقر علیہ السلام نے وہاں پر موجود حاضرین سے فرمایا کہ تم میں سے جس کو ہمارے جد کی فضیلت کی کوئی حدیث یاد ہو تو بیان کرے۔ یہ سن کر لوگ باری باری اٹھے اور احادیث بیان کرنے لگے۔

ایک شخص نے رسول پاکؐ کی یہ حدیث بیان کی: لَا تُعْطِيَنَّ الرَّأْيَةَ غَدًا رَجُلًا يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيُحِبُّهُ اللَّهُ وَرَسُولَهُ لَا يَزْجَعُ حَتَّى يَفْتَحَ اللَّهُ عَلَيَّ يَدَيْهِ.

امام نے خوارج کے سردار سے پوچھا کہ تم اس حدیث کے متعلق کیا کہتے ہو؟

اس نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے لیکن علی (ع) بعد میں (خاکم بدہن) کافر ہو گئے تھے۔

امام نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ جب جنگ خیبر کے وقت اللہ کو علیؑ سے محبت تھی تو کیا اسے یہ معلوم تھا کہ یہی علیؑ نہروان میں خوارج سے جنگ کرے گا؟ بتاؤ! خدا کو یہ بات معلوم تھی یا نہیں؟ اب اگر تم کہو کہ خدا کو یہ بات معلوم نہیں تھی تو تم کافر بن جاؤ گے۔

خوارج کے سردار نے کہا: خدا کو معلوم تھا۔

امام نے فرمایا: جب خدا جانتا تھا کہ علیؑ خوارج سے جنگ کریں گے تو کیا وہ یہ بھی جانتا تھا کہ علیؑ کی جنگ حق پر ہوگی یا حق پر نہیں ہوگی؟

خوارج کے سردار نے کہا: خدا جانتا تھا کہ وہ میری اطاعت پر ہوگا۔

امام نے فرمایا: اس سے ثابت ہوا کہ علیؑ کی جنگ حق پر تھی۔ اگر علیؑ کی جنگ معصیت پر ہوتی تو خدا

اسے کبھی اپنا محبوب نہ بناتا۔

اس وقت خوارج کا سردار لاجواب ہو گیا اور امام کی مجلس سے اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ خدا ہی خوب جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کے عنایت فرمائے۔ (سورۃ انعام: آیت ۱۲۵)

پھر اس نے یہ آیت پڑھی: حَتّٰى يَتَّبِعُنَّ لَكُمْ النّٰخِطَ الْاَبْيَضَ مِنَ النّٰخِطِ الْاَسْوَدِ لِيَتَّخِذَ قِبَلِكُمْ حَيْثُ يَشَاءُ لِيُخْرِجَكُمْ مِنْ اَرْضِكُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ (سورۃ بقرہ: آیت ۱۸۷)

(بخاری الانوار ج ۱۰، ص ۱۵۷)

۱۶۷۔ جہاد سے مربوط محرمات

محقق حلی اپنی کتاب مختصر النافع میں فرماتے ہیں:

رجب، ذی قعدہ، ذی الحجہ اور محرم میں جنگ کرنا حرام ہے۔ البتہ دفاع میں لڑنا جائز ہے۔ اسی طرح جنگ کے دوران بچوں، عورتوں اور دیوانوں کو قتل کرنا حرام ہے۔ اگر دشمن انھیں ذہال بنا لیں اور ان کے قتل کے بغیر جنگ کا فیصلہ ممکن نہ ہو تو پھر انھیں بھی قتل کرنا جائز ہے۔ اسی طرح اگر دشمن مسلمان قیدیوں کو انسانی ذہال کے طور پر استعمال کرے اور ان کو قتل کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ ہو تو انھیں بھی قتل کرنا جائز ہے۔ ان کی دیت بھی نہیں ہے البتہ اس مسئلے کے کفارہ میں اختلاف ہے۔ پھر فرماتے ہیں:

کفار کی لاشوں کا منٹہ کرنا یعنی ان کے کان، ناک اور اعضاء بدن کو کاٹنا حرام ہے۔ اسی طرح دھوکا دہی اور خیانت بھی حرام ہے۔ میدان جنگ سے بھاگنا بھی حرام ہے۔ اگر دشمن کی تعداد دگنی ہو یا اس سے کچھ کم ہو تو فرار حرام ہے۔ اور اگر ان کی تعداد دگنی سے زیادہ ہو تو فرار جائز ہے لیکن واضح رہے کہ یہ فرار اپنے دستے سے ملنے یا جنگی چال کے تحت ہونا چاہیے۔

مؤلف عرض کرتا ہے:

فقہاء کا مشہور فتویٰ یہ ہے کہ جنگ میں حیلہ اور دھوکا جائز ہے۔ ممکن ہے کہ محقق کا مقصد کچھ اور ہو۔

۱۶۸۔ تقیہ ترک کرنا

ائمہ علیہم السلام نے اپنے ماننے والوں کو ہدایت کی ہے کہ جب بھی ان کی جان و مال اور ناموس کو خطرہ ہو تو وہ تقیہ کریں۔ انھوں نے یہ بھی فرمایا کہ تقیہ ہمارا اور ہمارے بزرگوں کا شیوہ ہے۔ ہادیان دین نے تقیہ ترک کرنے کی مذمت کی ہے اور فرمایا ہے کہ وہ ہم میں سے نہیں جو (بوقت ضرورت) تقیہ چھوڑ دے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں تقیہ کی اجازت دی ہے۔ قرآن کریم کی نظر میں خلاف ایمان گفتگو جو صرف جان بچانے کے لیے ہو، نہ صرف جائز بلکہ ممدوح ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مومن آل فرعون کی بڑی تعریف کی ہے اور فرمایا ہے: وَقَالَ رَجُلٌ مُؤْمِنٌ مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ إِيمَانَهُ... آل فرعون سے تعلق رکھنے والے مومن نے کہا جو کہ اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا۔

(سورہ مومن: آیت ۲۸)

اللہ تعالیٰ نے تقیہ کرنے والوں کو دگنا اجر دینے کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا ہے: أُولَٰئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُم مَّرْتَيْنٍ بِمَا صَبَرُوا وَيَذَرُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ... ان لوگوں کو دگنا بدلہ دیا جائے گا کیونکہ صبر کرتے رہے ہیں اور بھلائی کے ساتھ برائی کو دور کرتے ہیں۔ (سورہ نقص: آیت ۵۴)

اسلام میں تقیہ کا پہلا مصداق حضرت ابوطالب علیہ السلام کا تقیہ ہے۔ آپ رسول خدا کے اعلان نبوت سے پہلے دین حنیف پر عمل پیرا تھے۔ جب رسول خدا نے نبوت کا اعلان کیا تو آپ ان پر ایمان لائے۔ آپ کے کندھوں پر رسول خدا کی حفاظت کا بوجھ تھا۔ آپ نے مکہ کے خوئی ماحول کو دیکھا اور رسول خدا کی حفاظت کے طریقوں پر غور و فکر کیا۔ پھر آپ اس نتیجے پر پہنچے کہ اگر آپ نے کھل کر اپنے اسلام کا اعلان کیا تو شیخ نبوت کی حفاظت ناممکن ہو جائے گی جبکہ اس مقدس شیخ کی حفاظت ضروری تھی۔ اس لیے آپ نے اپنے ایمان کا کھل کر اظہار نہیں کیا تا کہ رسول خدا کی مدد کی جاسکے اور ان کو دشمنوں سے بچایا جاسکے۔ چنانچہ آپ نے اپنے بیٹوں سے فرمایا کہ تم اپنے چچا زاد بھائی کے ہاتھ مضبوط کرو۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو نصیحت فرمائی تھی: بیٹا! اگر دشمن کو زیر کرنا ہو تو تقیہ اور نرم روی اپناؤ اور اس پر یہ ظاہر کرو کہ تم اس کے دھت ہو۔ دشمن کے سامنے اپنے غصے کا اظہار نہ کرو ورنہ وہ تمہارے باطن کو جان لے گا اور تمہاری بربادی پر کمر بستہ ہو جائے گا۔ (بخاری الانوار ج ۵، ص ۳۹۳۔ ابوالی ص ۳۹۶)

قرب الاسناد میں ابن صدقہ سے منقول ہے کہ کسی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا: لوگ کہتے ہیں کہ امیر المومنین علیہ السلام نے منبر کوفہ سے فرمایا تھا: تمہیں مجھ پر سب کرنے کو کہا جائے گا۔ جب تم مجبور ہو جاؤ تو مجھے برا کہہ لینا اور جسے مجھ سے اظہار برأت کے لیے کہا جائے اسے چاہیے کہ مجھ سے اظہار برأت نہ کرے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ امیر المومنین علیہ السلام پر لوگوں نے بہت سے جھوٹے باندھے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ امیر المومنین نے یہ کہا تھا کہ حکام تمہیں مجھ پر سب کرنے کا حکم دیں گے تو مجھ پر سب کر لینا۔ پھر تمہیں مجھ سے اظہار برأت کے لیے کہا جائے گا حالانکہ میں دین محمد پر ہوں۔ لیکن آپ نے یہ نہیں کہا تھا کہ مجھ سے اظہار برأت نہ کرنا۔

سائل نے کہا کہ اگر کوئی شخص قتل ہونا قبول کرے اور ان سے اظہار برأت نہ کرے؟

امام نے فرمایا: نہیں! اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ وہ عمار بن یاسرؓ کی سیرت پر عمل کرے اور اپنی جان بچائے۔ کفار مکہ نے انھیں مجبور کیا تو انھوں نے کلمات کفر کہے تھے جبکہ ان کا دل ایمان پر مطمئن تھا۔ ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی تھی: ...إِلَّا مَنْ أَكْرَهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ... وہ شخص مستثنیٰ ہے جسے کلمات کفر کہنے پر مجبور کر دیا جائے اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو۔ (سورہ نحل: آیت ۱۰۶)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عمار! خدا نے تمہیں معذور رکھا ہے۔ اگر مشرکین مکہ آئندہ تمہیں مجبور کریں تو تم کلمات کفر کہہ کر جان بچالینا۔ (بخاری الانوار ج ۴۵، ص ۳۹۳)

امام علی علیہ السلام نے بھی اپنے ساتھیوں سے فرمایا تھا: اگر تمہیں معلوم ہو جائے کہ دشمنوں کی ایذا پر صبر کرنے اور تقیہ کرنے کا کیا ثواب ہے تو یقیناً تمہاری آنکھوں کو ٹھنڈک محسوس ہوگی۔ تم صبر اور تقیہ کو ہاتھ سے نہ جانے دو اور نماز قائم کرو۔ (خصال ج ۲، ص ۱۵۷)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

يُؤْتُونَ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوا کی آیت میں صبر سے مراد تقیہ ہے۔

وَيَذَرُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ کی آیت میں حَسَنَةً سے مراد تقیہ ہے۔

إِذْفَعُ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ السَّيِّئَةِ کی آیت میں أَحْسَنُ السَّيِّئَةِ سے مراد تقیہ ہے۔

تقیہ کی وجہ سے ہی سخت دشمن کو گہرا دوست بنایا جاسکتا ہے فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ ○ (سورہ فصلت: آیت ۳۳) کی آیت کا مقصود تقیہ سے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔

محمد بن مسلم اور اسماعیل ہنہی کا بیان ہے کہ ہم نے امام محمد باقر علیہ السلام سے سنا کہ اَلتَّقِيَّةُ فِيْ كُلِّ شَيْءٍ اَضْطَرُّ اِلَيْهِ ابْنُ اٰدَمَ فَقَدْ اَحْلَهَ اللّٰهُ لَهٗ. ابن آدم جہاں مجبور ہو جائے وہاں اسے تقیہ کرنے کی اجازت ہے۔ (بخاری الانوار ج ۴۵، ص ۳۳۹-۳۴۰ محاسن ص ۲۵۹)

عبداللہ بن مسکان کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: میرا خیال ہے کہ اگر کوئی شخص تیرے سامنے امیر المومنین علیہ السلام کو برا کہے اور تیرا اس پر بس چلتا ہو تو تو اس کی ناک کاٹ ڈالے گا۔ میں نے عرض کیا: ہاں۔ میں بھی ایسا کروں گا اور میرے خاندان والے بھی ایسا ہی کریں گے۔

امام نے فرمایا: ایسا مت کرو۔ کئی بار میں نے لوگوں کو امیر المومنین علیہ السلام پر سب کرتے ہوئے سنا اور میں نے ستون کے ساتھ اپنے آپ کو چھپا لیا۔ پھر جب میں اپنی نماز سے فارغ ہوا تو میں نے ان لوگوں کو سلام کیا اور ان سے مصافحہ کیا۔ (بخاری الانوار ج ۴۵، ص ۳۳۹)

۱۶۹۔ باطل کی ترویج کرنا

باطل کی ترویج کرنا حرام ہے۔ ظالم کی مدد اور گمراہ افراد اور گمراہ کرنے والے افراد کی مدد کرنا حرام

ہے اور جو کوئی ان کی مدد کرے وہ باطل میں ان کا شریک ہوگا اور قیامت کے دن اہل باطل کے ساتھ محشور ہوگا۔ اس کے برعکس جو نیکی اور بھلائی میں تعاون کرے وہ نیکی میں شریک ہوگا۔

امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد پاک ہے:

جو نیکی کا حکم دے یا برائی سے منع کرے یا نیکی کی رہنمائی کرے یا اس کی طرف اشارہ کرے وہ نیکی میں شریک ہے اور جو کوئی برائی کا حکم کرے یا اس کی طرف اشارہ کرے وہ برائی میں شریک ہے۔

(خصال ص ۱۳۸)

ثواب الاعمال میں ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: قیامت کے دن خدا کی طرف سے ایک منادی یہ ندا کرے گا کہ ظالم کہاں ہیں اور ان کے مددگار کہاں ہیں؟ پھر کہا جائے گا کہ جس نے ان کی دوات میں سیاہی ڈالی ہو یا ان کے قلم کی قط لگا تا ہو یا ان کے تھیلے کو باندھا ہو اسے بھی ظالموں کے ساتھ محشور کیا جائے۔ (مستدرک السفینة ج ۷، ص ۲۲۔ بحار الانوار ج ۷۵، ص ۳۷۲)

آیت اللہ خوئی لکھتے ہیں:

معصیت کے امور میں وصیت صحیح نہیں ہے۔ پس اگر کوئی شخص کسی ظالم کی مدد کے لیے کچھ مال دینے کی وصیت کرے اور باطل کی ترویج کے لیے مثلاً یہود و نصاریٰ کے معبد کی تعمیر کے لیے اور گمراہ کن کتابیں خریدنے اور شائع کرنے کے لیے وصیت کرے تو اس کی وصیت باطل ہے۔ (منہاج الصالحین ج ۲، ص ۲۱۷)

اس موضوع پر سابقہ صفحات میں بحث گزر چکی ہے لہذا ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

۱۷۰۔ جادو ٹونا کرنا

جادو ٹونا کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ بہت سی روایات میں آیا ہے کہ جادو کرنا کفر اور دین سے خروج کا ذریعہ ہے۔ کچھ روایات میں جادوگر کو کافر کہا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَاتَّبِعُوا مَا تَتْلُوا الشَّيَاطِينُ عَلَىٰ مُلْكٍ سُلَيْمَانَ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلَٰكِنَّ الشَّيْطَانَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَا أُنزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ أَحَدٍ حَتَّى يَقُولَا إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهِ وَمَا هُمْ بِضَارِّينَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَلَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهُ فِي الآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهِ أَنفُسَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ۝ اور لوگ ان ہزلیات کے پیچھے لگ گئے جو سلیمان کے عہد سلطنت میں شیاطین پڑھا کرتے تھے اور سلیمان نے مطلق کفر کی بات نہیں کی بلکہ شیطان ہی کفر کرتے تھے کہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور ان باتوں کے بھی پیچھے لگ گئے جو شہر باہل میں دو فرشتوں (یعنی) ہاروت اور ماروت پر اتری

تھیں اور وہ دونوں کسی کو کچھ نہیں سکھاتے تھے جب تک یہ نہ کہہ دیتے کہ ہم تو ذریعہ آزمائش ہیں۔ تم کفر میں نہ پڑو۔ غرض لوگ ان سے ایسا جادو سیکھتے جس سے میاں بیوی میں جدائی ڈال دیں اور خدا کے حکم کے سوا وہ اس جادو سے کسی کا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتے تھے۔ اور کچھ ایسے منتر سیکھتے جو ان کو نقصان ہی پہنچاتے اور فائدہ کچھ نہ دیتے۔ اور وہ جانتے تھے کہ جو شخص ایسی چیزوں (یعنی سحر اور منتر وغیرہ) کا خریدار ہوگا اس کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں اور جس چیز کے عوض انھوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا وہ بری تھی۔ کاش! وہ اس بات کو جانتے۔

(سورہ بقرہ: آیت ۱۰۲)

یہ آیت واضح طور پر بتاتی ہے کہ جادوگر کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے اور جادوگر بھی ان شیاطین کی صف میں کھڑا ہوگا جو کافر تھے اور جادو سکھاتے تھے۔

شیخ صدوق لکھتے ہیں:

امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: حضرت نوحؑ کے بعد جادوگر زیادہ ہو گئے۔ خدا نے اس زمانے کے پیغمبر کے پاس دو فرشتوں (ہاروت اور ماروت) کو بھیجا تا کہ وہ لوگوں کو جادو کا مفہوم سمجھائیں اور اس کا توڑ بتائیں۔ اس پیغمبر نے لوگوں کو فرشتوں کی بتائی ہوئی باتیں سکھائیں اور ان کو جادوگری سے منع کیا اور حکم دیا کہ وہ اس علم کے ذریعے جادو کا توڑ کریں کسی پر جادو نہ کریں۔ (عیون الاخبار الرضا ج ۲، ص ۲۴۲)

امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا: مَنْ تَعَلَّمَ شَيْئًا مِنَ السِّحْرِ فَلَيْلًا أَوْ نَهْيًا فَقَدْ كَفَرَ وَكَانَ آخِرُ عَهْدِهِ بِرَبِّهِ وَحَدُّهُ أَنْ يُقْتَلَ إِلَّا أَنْ يَتُوبَ. جو شخص جادو کی کم یا زیادہ تعلیم حاصل کرے، اس نے کفر کیا اور وہ خدا سے اس کا آخری عہد ہوگا۔ جادوگر کی شرعی سزا یہ ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے البتہ توبہ کر لے تو اور بات ہے۔

(بخار الانوار ج ۶، ص ۲۱۰)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک جادوگر سے فرمایا تھا: جادو نہ کر البتہ دوسروں کے جادو کا توڑ کر۔ آپ نے یہ بھی فرمایا ہے: چغل خوری بدترین جادو ہے کیونکہ اس کے ذریعے دوستوں میں جدائی واقع ہوتی ہے اور ناحق خون بہائے جاتے ہیں اور کئی گھرا جڑ جاتے ہیں۔ کئی پردے چاک ہو جاتے ہیں اور کتنی ہی ناموس تباہ ہو جاتی ہے اور چغل خور زمین پر چلنے والوں میں سے بدترین شخص ہے۔ (الاحتجاج ج ۲، ص ۸۲)

طب الائمہ میں مرقوم ہے کہ عباہ اسدی نے کہا: امیرالمومنین علیہ السلام کے سامنے ایک شخص نے جادو کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا: یہ عزمیت ہرن کی کھال پر لکھ کر اپنی گردن میں ڈال لو۔

بِسْمِ اللَّهِ وَبِاللَّهِ. بِسْمِ اللَّهِ وَمَا شَاءَ اللَّهُ. بِسْمِ اللَّهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ. "قَالَ مُؤَسِّي مَا جِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ إِنَّ اللَّهَ سَيَبْطِلُهُ إِنَّ اللَّهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِينَ (سورہ یونس: آیت ۸۱) فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ فَلْيُبَا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوا صَاغِرِينَ" (سورہ اعراف: آیت ۱۱۸-۱۱۹)

(بخار الانوار، ج ۹۶، ص ۱۲۳۔ طب الائمہ ص ۳۵)

اصح بن عباس کہتے ہیں کہ امیرالمومنین علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا کہ اس آیت کو یاد کرلو۔ تم ظالم سلطان کے ظلم اور جادوگر کے جادو سے محفوظ رہو گے۔ بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ. مَنْ شُدَّ عَضْدَكَ بِأَحْيِكَ وَنَجَعَلْ لَكُمَا سُلْطَانًا فَلَا يَصِلُونَ إِلَيْكُمَا بِآيَاتِنَا أَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغَالِبُونَ ○ (سورہ قصص: ۳۵) نماز شب سے فارغ ہونے کے بعد اور نماز فجر پڑھنے سے پہلے پانی پر اس کلام کو سات مرتبہ دم کرو (اور کچھ پانی پی لو اور کچھ پانی کے چھیننے منہ پر مارو) تو جادوگر کے جادو سے محفوظ رہو گے۔

(بحار الانوار، ج ۹۶، ص ۱۲۳۔ طب الاممہ ص ۳۵)

مؤلف کہتا ہے:

مسلمانوں کو جادوگروں کے شر سے بچانے کے لیے کچھ علماء کے لیے صرف جائز ہی نہیں بلکہ بعض موارد میں واجب ہے کہ وہ جادو سیکھیں اور لوگوں کو جادو کے شر سے نجات دلائیں۔

۱۷۱۔ کہانت اور پیشین گوئی

کہانت بھی ایک کبیرہ گناہ ہے۔ روایات میں اسے جادو کی ایک قسم سے تعبیر کیا گیا ہے۔ کہانت مستقبل میں پیش آنے والے واقعات اور لوگوں کے مقدر کی پیشین گوئی کو کہا جاتا ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے:

کاہن اور اس کی طرف رجوع کرنے والا دین محمد سے بیزار ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: منجم ملعون ہے اور کاہن ملعون ہے اور جادوگر ملعون ہے اور

گلوکارہ ملعون ہے اور جو اسے پناہ دے اور اس کی کمائی کھائے وہ بھی ملعون ہے۔ (بحار الانوار ج ۷۶، ص ۲۱۰)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: منجم، کاہن کی مانند ہے اور کاہن جادوگر کی مانند ہے اور جادوگر

کافر ہے اور کافر کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ (بحار الانوار ج ۵۸، ص ۲۲۶)

شیخ صدوق لکھتے ہیں:

منجم ملعون ہے۔ وہ کہتا ہے کہ افلاک قدیم ہیں، یہ نہیں کہتا کہ ان کو خدا نے بنایا ہے۔ (ایضاً ص ۲۱۲)

شیخ انصاری مکاسب میں لکھتے ہیں:

ہم بیان کرتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہمارے ہاں جزیرہ میں ایک

مفحص رہتا ہے۔ لوگ اس کے پاس گمشدہ اور چوری شدہ اشیاء کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ کیا ہم بھی اس سے

کچھ پوچھ سکتے ہیں؟ امام نے فرمایا: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو ساحر، کاہن اور کذاب

کی طرف رجوع کرے اور اس کی گفتگو کی تصدیق کرے، اس نے خدا کی نازل کردہ کتابوں کا انکار کیا ہے۔

(سفینۃ البحار ج ۱، ص ۲۰۵)

آیت اللہ شہنی تحریر الوسیلہ میں اور شیخ انصاری المکاسب میں لکھتے ہیں :
جادو، کہانت، نجوم اور قیافہ کی طرح جنات کی تسخیر اور شعبہ بازی بھی حرام ہے۔

۱۷۲۔ قیافہ شناسی

شیخ انصاری فرماتے ہیں :

قیافہ شناسی فی الجملہ حرام ہے۔ علامہ حلی نے المستنہی میں فرمایا ہے کہ قیافہ کے حرام ہونے کی دلیل اجماع ہے۔ ابن اثیر نے النہایہ میں اور طریکی نے مجمع البحرین میں لکھا ہے کہ ایک قیافہ دان کسی انسان کے خط وخال سے اندازہ یا فیصلہ کرتا ہے کہ یہ فلاں کا بیٹا ہے یا فلاں کا بھائی ہے (یا اس میں فلاں خصلت پائی جاتی ہے)۔ شہید اول اور محقق کرکی فرماتے ہیں کہ اگر اس پر حرام مترتب ہو تو یہ حرام ہے۔ پھر فرماتے ہیں :
ظاہر یہ ہے کہ قیافہ شناسی کی حرمت سے تمام فقہاء کی مراد یہی ہے۔ (مکاسب ج ۲، ص ۷)

محقق اردبیلی مجمع الفائدہ میں فرماتے ہیں :

کوئی شخص کسی کی بلند پیشانی کو دیکھ کر کسی کے ذہن یا کند ذہن ہونے کا فیصلہ کرے تو یہ قیافہ شناسی ہوگی جو کہ حرام ہے۔

اس کے بعد موصوف لکھتے ہیں :

قیافہ کی دلیل حرمت شاید وہ اجماع ہے جس کے متعلق مستنہی میں دعویٰ کیا گیا ہے یا پھر قیافہ شناسی کی حرمت کی وجہ یہ ہے کہ ایک قیافہ شناس انساب کو مخلوط کر دیتا ہے اور اپنے گمان کے تحت کسی کو کسی دوسرے کا بیٹا بتلاتا ہے جبکہ اس کے پاس اس کی کوئی شرعی دلیل نہیں ہوتی اور شرعی دلیل اس کی مخالفت میں ہوتی ہے یا پھر قیافہ شناسی اس لیے حرام ہے کہ ایک قیافہ شناس کسی کے چہرے مہرے لے کر دیکھ کر ذہن یا کند ذہن ہونے کا اعلان کرتا ہے جبکہ یہ عمل توہین اور حرام ہے۔ (مجمع الفائدہ ج ۸، ص ۸۰)

مؤلف عرض کرتا ہے کہ کچھ احادیث میں قیافہ شناس کے پاس جانے اور اس کی بات ماننے سے منع کیا گیا ہے۔ بہت سے فقہائے کرام نے قیافہ شناسی کو بھی کہانت، جنات اور ارواح کو حاضر کرنے، شعبہ بازی اور علم نجوم کے ساتھ شامل کیا ہے جیسا کہ جادو کی حرمت کے باب میں آیت اللہ شہنی کی تحریر الوسیلہ جلد ۱، صفحہ ۴۹۸ میں بیان ہوا ہے۔

۱۔ قیافہ شناسی Physiognomy ایک قدیم علم ہے۔ سقراط اور ارسطو نے بھی قیافہ پر بات کی ہے۔ ہندوستان میں تقریباً 2500 سال سے اور چین میں تقریباً 2300 سال سے یعنی کھلوہیس کے زمانے سے یہ علم چلا آ رہا ہے۔ قیافہ شناس چہرے کے رنگ روپ اور ساخت مثلاً پیشانی، بھنڈوں، آنکھ کی پتلی، ٹھوڑی، کان، ناک، ہونٹ وغیرہ کی بناوٹ کے ذریعے انسان کی شخصیت، قسمت اور ماضی و مستقبل کا حال بتاتے ہیں۔ (رضوانی)

۱۷۳۔ مجسمہ سازی

شیخ انصاری فرماتے ہیں:

جاندار اشیاء کا مجسمہ بنانا حرام ہے اور اس کی حرمت میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔
رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انگوٹھی کے ٹھیکنے پر حیوانی صورت نقش کرنے سے منع فرمایا ہے۔
(وسائل الشیعہ ج ۳، ص ۳۲۲)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:
میرے پاس جبریل امین آئے اور انہوں نے مجھ سے کہا: اے محمد! اللہ آپ پر سلام بھیجتا ہے اور فرماتا ہے کہ لوگوں کو چاہیے کہ اپنے گھروں کو انسانی یا حیوانی تصویر سے نہ سجائیں۔ (وسائل الشیعہ ج ۳، ص ۵۶۰)
امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جو کسی انسان یا حیوان کی صورت بنائے تو قیامت کے دن اس سے کہا جائے گا کہ اس میں روح داخل کرو (چونکہ اس کے پاس یہ طاقت نہ ہوگی لہذا اسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا)۔ (ایضاً)

شیخ انصاری لکھتے ہیں کہ ان دو روایات سے مستفاد ہوتا ہے کہ تصویر سازی اگرچہ مجسمہ سازی کے انداز میں نہ ہو تب بھی حرام ہے۔

محمد بن مسلم کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے درخت، سورج اور چاند کی تصویر بنانے کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: اگر انسان یا حیوان کی تصویر نہ ہو تو پھر کوئی حرج نہیں ہے۔

(وسائل الشیعہ ج ۱۲، ص ۲۲۰)

شیخ انصاری نے مجسمہ سازی اور تصویر کشی کی روایات نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:
بہت سی احادیث سے مستفاد ہوتا ہے کہ جس کمرے میں انسان اور حیوان کی کوئی تصویر ہو وہاں نماز پڑھنا مکروہ ہے البتہ تصویر پر کپڑا ڈال دیا جائے یا اس میں تہذیبی کردی جائے یا وہ تصویر ناقص ہو مثلاً اس میں ایک آنکھ دکھائی گئی ہو تو پھر کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ البتہ ان کا بنانا پھر بھی حرام ہے۔
آیت اللہ عینی لکھتے ہیں:

پتھر، لکڑی اور لوہے وغیرہ پر انسان یا حیوان کا مجسمہ بنانا حرام ہے لیکن اگر مجسمہ کی بجائے صرف تصویر ہو تو حرام نہیں ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ اس سے بھی پرہیز کیا جائے۔ انسان اور حیوان کی بجائے درختوں اور پھولوں وغیرہ کی تصویر یا مجسمہ بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (ساکت کیمرے، ڈیجیٹل کیمرے اور ویڈیو کیمرے سے) فوٹو بنانا منع نہیں ہے۔ انسان اور حیوان کا مجسمہ بنانا حرام ہے اور اس سے حاصل ہونے والی کمائی بھی حرام ہے لیکن مجسمہ بیچنا اور اس کی نگہبانی کرنا اور انسان و حیوان کے مجسمہ کو دیکھنا جائز ہے لیکن مجسمہ کو گھر میں رکھنا مکروہ ہے۔ (تحریر الوسیلہ ج ۱، ص ۳۹۶)

۱۷۴۔ اغوا اور بردہ فروشی

علامہ حلی لکھتے ہیں:

شیخہ علماء کا اجماع ہے کہ آزاد انسان کو بیچنا حرام ہے اور اس کی دلیل رسول خدا کی یہ حدیث ہے:

ثَلَاثَةٌ اَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَجُلٌ اُعْطِيَ ثُمَّ عَدَرَ وَرَجُلٌ بَاعَ خَوْا فَاكَلَتْ لَمَنَّهُ ، وَرَجُلٌ اِسْتَاخَرَ
اَجْبِرًا فَاَسْتَوْفَى مِنْهُ وَلَمْ يُؤْفِهِ اُجْرَتَهُ . قِيَامَتِ كَے دن میں تین قسم کے آدمیوں کا دشمن ہوں گا۔

(۱) وہ آدمی جس پر احسان کیا جائے اور وہ احسان کے بعد محسن سے خیانت کرے۔

(۲) وہ آدمی جو کسی آزاد انسان کو غلام بنا کر بیچے پھر رقم کھا جائے۔

(۳) وہ آدمی جو کسی مزدور کو مزدوری پر لگائے اور اس سے پورا کام لے مگر اسے پوری اجرت نہ دے۔

(تذکرۃ الفقہاء ج ۱۰، ص ۴۱)

شہید اول لکھتے ہیں:

آزاد انسان کی خرید و فروخت حرام ہے اگرچہ کافر حربی ہی کیوں نہ ہو خواہ اپنے فروخت کرنے کی اجازت ہی کیوں نہ دے۔ (دروس ج ۳، ص ۱۷۵)

آیت اللہ خوئی تکملة المنہاج مسئلہ ۲۵۹ میں لکھتے ہیں:

جو شخص آزاد انسان کو خواہ چھوٹا ہو یا بڑا، مرد ہو یا عورت فروخت کرے اس کا ہاتھ کاٹ دینا چاہیے جیسا کہ شیخ طوسی اور فقہاء کی ایک جماعت کا یہی فتویٰ ہے۔ شیخ طوسی تسبیح میں فرماتے ہیں کہ مشہور فتویٰ یہی ہے۔ اور احادیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے جن میں سے چند احادیث کی طرف یہاں اشارہ کیا جاتا ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ امیر المومنین علیہ السلام کے زمانہ خلافت میں ایک شخص کو لایا گیا جس نے ایک آزاد انسان کو فروخت کیا تھا۔ آپ نے اس کا ہاتھ کٹوا دیا۔

شیخ کلینی، شیخ صدوق اور شیخ طوسی نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے ایک آزاد عورت اغوا کی اور بیچ ڈالی (ایسے شخص کو کیا سزا ملنی چاہیے)۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

ایسے شخص پر چار طرح کی حدود لاکو ہوتی ہیں جن میں سے پہلی یہ ہے کہ بعنوان چور اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ اس بات کی تائید عبداللہ بن طلحہ کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ دو آزاد انسان ہیں۔ ایک نے دوسرے کو غلام بنا کر ایک جگہ بیچ دیا اور دوسری جگہ دوسرے نے پہلے کو غلام بنا کر بیچ دیا۔ پھر دونوں اپنے اپنے مالکوں کو چھوڑ کر کسی دوسرے شہر بھاگ گئے... امام علیہ السلام نے فرمایا کہ ان کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں کیونکہ وہ ایک دوسرے کے اور لوگوں کے اموال کے چور ہیں۔

(مبانی تکملة المنہاج ج ۱، ص ۳۱۸)

۱۷۵۔ داڑھی منڈانا

آیت اللہ خوئی اپنی کتاب مصباح الفقاهة میں لکھتے ہیں :

شیعہ، حنفی، مالکی اور حنبلی علماء کا داڑھی منڈانے کی حرمت پر اجماع ہے جبکہ شافعی علماء کے نزدیک داڑھی منڈانا مکروہ ہے۔ اس کی حرمت کی پہلی دلیل تو اجماع ہے اور دوسری دلیل دیدار افراد کی وضع قطع ہے۔ عہد رسالت سے لے کر آج تک ہر دور کے دیدار لوگوں نے داڑھی رکھی تھی۔ ائمہ طاہرین داڑھی کو بڑی اہمیت دیتے تھے اور داڑھی منڈوں سے فاسقوں جیسا برتاؤ کرتے تھے اور انھیں عادل نہیں سمجھتے تھے۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے بھائی علی نے آپ سے پوچھا کہ کیا داڑھی منڈانا جائز ہے؟

آپ نے فرمایا: رخساروں کی طرف سے کوئی حرج نہیں ہے البتہ سامنے سے نہیں منڈانی چاہیے۔

(مصباح الفقاهة ج ۱، ص ۱۲۹۔ بحار الانوار ج ۱۰، ص ۲۶۳)

آیت اللہ خوئی نے اسی روایت کو اپنے فتویٰ کی اساس قرار دیا تھا۔ اس روایت کے علاوہ اور بھی بہت

سی روایات موجود ہیں جن سے داڑھی منڈانے کی حرمت ثابت ہوتی ہے۔

ہر دور کے فقہاء نے ان احادیث سے استفادہ کیا ہے۔

شیخ صدوق رقمطراز ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

حَقُّوا الشَّوَارِبَ وَاعْفُوا اللَّحْیَ وَلَا تَتَشَبَّهُوا بِالْيَهُودِ۔ مونچھیں منڈاؤ اور داڑھیوں کو رہنے دو اور

یہود کی وضع اختیار نہ کرو۔ (من لا یحضرہ الفقیہ ج ۱، ص ۱۲۹۔ بحار الانوار ج ۷، ص ۷۳، ۱۱۱)

کافی میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: إِنَّ الْمَجْمُوسَ جَزُؤًا لِحَاظِهِمْ وَوَلَرُؤًا

شَوَارِبِهِمْ وَإِنَّا نَجْزُ الشَّوَارِبَ وَنُعْفِي اللَّحْیَ وَهِيَ الْفِطْرَةُ۔ مجوسی داڑھی منڈاتے اور مونچھیں رکھتے ہیں جبکہ

ہم مونچھیں منڈاتے اور داڑھی رکھتے ہیں اور یہی فطرت کا تقاضا ہے۔ (الحدائق ج ۵، ص ۵۵۹)

صاحب وسائل الشیعیہ نے کافی کے حوالے سے امیرالمومنین علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ کچھ لوگوں

نے داڑھیوں منڈائی تھیں اور مونچھیں لمبی رکھی تھیں اور وہ مونچھوں کو مروڑا کرتے تھے۔ چنانچہ خدا نے انھیں مسخ

کر دیا۔ ایسے ہی لوگ بنی مروان کا لشکر ہوں گے۔ (کافی ج ۱، ص ۳۶۳۔ وسائل الشیعیہ ج ۲، ص ۱۱۷)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

خبردار! مونچھوں کو لمبا نہ کرو کیونکہ شیطان اس میں چھپا کرتا ہے۔ (کافی ج ۲، ص ۲۸۸)

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

داڑھی کی سفیدی نور ہے۔ جو اس نور کو اپنے سے جدا کرتا ہے وہ خود کو نور اسلام سے جدا کرتا ہے۔

جو لمبی مونچھیں رکھے گا اسے

(۱) میری شفاعت نصیب نہیں ہوگی۔

(۲) میرے حوض کا پانی پینا نصیب نہیں ہوگا۔

(۳) قبر میں عذاب دیا جائے گا۔

(۴) منکر کبیر کے غصے کا سامنا کرنا ہوگا۔ (مواعظ عددیہ ص ۱۲۲)

آیت اللہ خوئی نے مصباح الفقاهہ میں اور آیت اللہ نمازی نے مستدرک السفینة میں لکھا ہے کہ کسریٰ نے دو ایلچی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجے۔ ان کی داڑھیاں منڈی ہوئی تھیں اور انھوں نے لمبی لمبی موچھیں رکھی ہوئی تھیں۔ رسول خداؐ نے ان سے فرمایا: تم پر انھوں سے! تم کو اس کا حکم کس نے دیا ہے؟ انھوں نے کہا کہ ہمیں ہمارے پروردگار (کسریٰ) نے یہ حکم دیا ہے۔ رسول خداؐ نے فرمایا کہ میرے پروردگار نے تو مجھے داڑھی رکھنے اور موچھیں ترشوانے کا حکم دیا ہے۔

(مصباح الفقاهہ ج ۱، ص ۳۱۱۔ مستدرک السفینة ج ۹، ص ۱۱۳)

مؤلف عرض کرتا ہے:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہلبیت طاہرین کی سیرت میں داڑھی رکھنے اور موچھیں ترشوانے کی سنت دکھائی دیتی ہے۔ سیرت رسولؐ اور سیرت ائمہ اہلبیت ہمارے لیے مشعل راہ ہے اور ان کے حلیہ مبارک سے داڑھی منڈانے کی حرمت ثابت ہوتی ہے۔

۱۷۶۔ ختنہ نہ کرانا

شہید ثانی مسالک میں لکھتے ہیں: فقہاء کے درمیان ختنہ کے وجوب کے متعلق کوئی اختلاف نہیں ہے البتہ اس میں اختلاف ہے کہ ختنہ کرانا والدین پر فرض ہے یا بلوغت کے بعد خود لڑکے پر فرض ہے۔

علامہ حلی نے شرایع الاسلام میں پہلے قول کو اختیار کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ والدین پر واجب ہے کہ بچے کے بالغ ہونے سے قبل اس کا ختنہ کرائیں اور مستحب یہ ہے کہ ساتویں دن ختنہ کر دیا جائے۔ اگر ساتویں دن ختنہ نہ ہو سکے تو پھر بالغ ہونے تک یہ وجوب باقی رہتا ہے البتہ مستحب یہ ہے کہ ولادت کے ساتویں دن بچے کا ختنہ کیا جائے۔ (مسالک ج ۸، ص ۲۰۲)

نیز علامہ حلی کتاب تحریر میں لکھتے ہیں: بالغ ہونے تک ختنہ میں تاخیر کرنا جائز نہیں ہے اور صاحب جواہر الکلام فرماتے ہیں کہ ختنہ کے وجوب پر اجماع ہے اور یہ ضروریات دین و مذہب میں سے ہے۔

(فقہ الصادق ج ۲۲، ص ۲۸۲)

امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے:

اپنے بچوں کا ساتویں دن ختنہ کراؤ۔ اس سے بچے کو پاکیزگی ملتی ہے اور بچے کے جسم پر گوشت جلد

پیدا ہوتا ہے۔ غیر مختون کے پیشاب سے زمین نفرت کرتی ہے۔ (کافی ج ۶، ص ۲۳)

نیز یہ کہ غیر مختون کے پیشاب سے زمین چالیس دن تک پلید رہتی ہے۔ (کافی ج ۶، ص ۳۵)
امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے:

ساتویں دن اولاد کا ختمہ کراؤ تا کہ بچے پاکیزہ ہو سکیں کیونکہ غیر مختون کے پیشاب کی وجہ سے زمین خدا سے فریاد کرتی ہے۔ (ایضاً)

۱۷۷۔ جمعہ و عیدین کے خطبوں میں کلام

شیخ طوسی لکھتے ہیں:

نماز جمعہ میں شریک ہونے والے پر واجب ہے کہ وہ امام کا خطبہ سنے اور خطبے کے دوران باتیں نہ کرے کیونکہ جمعہ کا خطبہ دو رکعات کا قائم مقام ہے۔ (النهاية ص ۱۰۵)

شیخ مفید لکھتے ہیں:

جس شخص تک امام جمعہ کے خطبہ کی آواز پہنچ رہی ہو اس پر واجب ہے کہ خاموشی سے خطبہ سنے۔
(المقنعة ص ۱۶۳)

ابن ادریس حلی فرماتے ہیں کہ خطبہ جمعہ خاموشی سے سنا واجب ہے۔ دوران خطبہ گفتگو کرنا حرام ہے۔
سید مرتضیٰ علم الہدیٰ کا بھی یہی فتویٰ ہے۔

ابن حزمہ فرماتے ہیں کہ خطبوں کو خاموشی سے سنا واجب ہے اور دوران خطبہ گفتگو کرنا حرام ہے۔
(مختلف الشیعة ص ۲۱۳)

آیت اللہ خمینی لکھتے ہیں:

خطبہ کا غور سے سنا واجب ہے اور احتیاط مستحب یہ ہے کہ اس دوران کوئی گفتگو نہ کی جائے! اگرچہ
اقویٰ یہ ہے کہ گفتگو کرنا مکروہ ہے۔ (تحریر الوسیلہ ج ۱، ص ۲۳۵)

صاحب وسائل الشیعة نے خطبہ سننے کے وجوب پر ایک مستقل باب قائم کیا ہے اور شیخ صدوق کے
حوالے سے لکھا ہے: خطبوں کے دوران کسی کو بات کرنے کی اجازت نہیں ہے اور جب خطبہ ہو رہا ہو تو لوگوں کو
چاہیے کہ اپنے آپ کو نماز میں سمجھیں کیونکہ جمعہ کے دن نماز ظہر کی بجائے خدا نے نماز جمعہ واجب کی ہے اور ظہر
کی دو رکعات پر دو خطبات رکھے ہیں اور دو رکعت نماز باقی رکھی ہے لہذا خطبات نماز کا ہی ایک حصہ ہیں۔

(وسائل الشیعة ج ۷، ص ۳۳۱)

امام صادق علیہ السلام نے اپنے آباؤں کے طاہرین کی سند سے نقل کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ
نے خطبہ جمعہ کے دوران گفتگو کرنے سے منع کیا اور فرمایا کہ جو شخص خطبے کے دوران گفتگو کرے تو اس نے لغو کام
کیا اور جس نے لغو کام کیا اس کی نماز جمعہ نہیں ہوگی۔ (وسائل الشیعة ج ۷، ص ۳۳۱)

۱۷۸۔ ظالمانہ وصیت کرنا — وصیت کو بدلنا

وصی یا وارث کی طرف سے وصیت کو تبدیل کرنا اور اس پر عمل نہ کرنا حرام ہے۔ اسی طرح وصیت کرنے والے پر بھی واجب ہے کہ وہ وصیت میں عدل و انصاف کے تقاضوں پر عمل کرے کسی وارث کو محروم نہ رکھے اور بلاوجہ کسی کو دوسرے وارث پر ترجیح نہ دے۔ ایسا کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

مؤلف کہتا ہے کہ دوسروں کو جھیلوں میں ڈالنے کی بجائے انسان اپنی زندگی میں وہ سب کچھ کر جائے تاکہ اسے جائیداد کے متعلق وصیت لکھوانے کی ضرورت ہی محسوس نہ ہو۔ اس کی بجائے وہ تقویٰ اور پرہیزگاری کی وصیت کر کے دنیا سے جائے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: كَتَبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدُكُمْ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةَ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ ۝ فَمَنْ بَدَّلَهُ بَعْدَ مَا سَمِعَهُ فَإِنَّمَا إِثْمُهُ عَلَى الَّذِينَ يُبَدِّلُونَهُ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ فَمَنْ خَافَ مِنْ مَوْصٍ جَنَفًا أَوْ إِثْمًا فَأَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ اگر تم مال رکھتے ہو اور موت کے آچار محسوس کرنے لگو تو ضروری ہے کہ والدین اور قرہبی رشتے داروں کے متعلق بھلائی کی وصیت کرو یہ پرہیزگاروں پر حق ہے۔ جو کوئی وصیت سن سمجھ کر اس میں تبدیلی کر دے تو اس کا گناہ تبدیل کرنے والے پر ہوگا۔ بے شک اللہ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ جو وصیت کے وقت موجود ہوں اور وہ محسوس کریں کہ وصیت کرنے والا ظلم و زیادتی کر رہا ہے تو اگر وہ اسے راہ راست پر لے آئیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (سورہ بقرہ: آیت ۱۸۰ تا ۱۸۲)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر کوئی وصیت کرے کہ اس کا مال اللہ کی راہ میں دیا جائے تو اس کے مال کو وہیں خرچ کیا جائے۔ مرنے والا جس کے متعلق بھی وصیت کرے تو اس کی وصیت پر عمل کرنا چاہیے۔ مرنے والا خواہ کسی یہودی یا نصرانی کے متعلق بھی وصیت کرے تب بھی اس کی وصیت نافذ العمل رہے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ وصیت میں تبدیلی کرنے والا گنہگار ہے۔ (کافی ج ۷، ص ۱۳)

امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا ہے: وصیت لکھواتے وقت ناانصافی کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ وصیت کل مالیت کے پانچویں حصے سے زیادہ کی نہیں ہونی چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے لیے مال کا پانچواں حصہ مقرر کیا ہے۔ آپ فرماتے تھے کہ پانچواں حصہ عدالت اور میانہ روی ہے۔ چوتھا حصہ وارث پر دباؤ ہے اور تیسرا حصہ وارثوں پر ظلم ہے۔ (وسائل الشیعہ ج ۹، ص ۲۶۸-۲۷۰)

ریان بن شعیب بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے عرض کیا کہ میری بہن مرگئی ہے اور اس نے اپنی وصیت میں عیسائی فقراء کی مدد کا حکم دیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کی وصیت پر عمل کروں لیکن عیسائی فقراء کی بجائے میں اس کی وصیت کی رقم مسلمان فقراء میں تقسیم کروں؟ امام نے فرمایا کہ تم اس کی وصیت پر عمل کرنے کے پابند ہو ورنہ خدا کے ہاں گنہگار قرار پاؤ گے۔ (کافی ج ۷، ص ۱۶)

امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے مرنے سے پہلے وصیت کی کہ اس کا غلام آزاد ہوگا اور اس نے جو مالی وصیت کی ہے وہ اس کی کل دولت کا ایک تہائی سے زیادہ ہے۔
امام نے فرمایا کہ غلام آزاد ہو جائے گا لیکن وصیت کو ایک تہائی تک محدود رکھا جائے گا۔

(کافی ج ۷، ص ۱۶)

قرآنی آیات، روایات اور فقہاء کے ارشادات سے ظاہر ہوتا ہے کہ انسان کے لیے مستحب ہے کہ وہ اپنی وصیت میں غیر وارث افراد کو بھی شامل کرے تاکہ اس کا عمل نیکی پر تمام ہو۔

۱۷۹۔ محرمات احرام

اللہ تبارک و تعالیٰ نے تقویٰ کو پختہ تر کرنے کے لیے مسلمانوں پر کچھ پابندیاں عائد کی ہیں مثلاً اس نے روزہ دار کے لیے دن کے وقت کھانا، پینا اور جماع کرنا جیسی دس چیزیں حرام کی ہیں اور اس کا نتیجہ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ کہہ کر بیان کیا ہے اور فرمایا ہے کہ ان پابندیوں کی وجہ سے تم میں تقویٰ کی روح پختہ تر ہوگی۔
حج اسلام کا ایک اہم رکن ہے۔ اور جب کوئی حاجی میقات سے احرام حج باندھتا ہے تو اس پر احرام کی حالت میں بچھیں چیزیں حرام ہو جاتی ہیں۔ یہ محرمات دراصل تقویٰ کی روح کو مضبوط کرنے اور تسلیم و بندگی کی خوشبو کو پروان چڑھانے کے لیے ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ کو ان پابندیوں کی ہرگز کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حج میں قربانی کا حکم دیا تو اس کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: لَنْ يَسْأَلَ اللَّهَ لِحُومِهَا وَلَا دِمَائِهَا وَلَكِنْ يَسْأَلُهُ التَّقْوَىٰ مِنْكُمْ... خدا تک قربانی کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا۔ اس تک صرف تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔

(سورہ حج: آیت ۳۷)

ذیل میں ہم محرمات احرام کی فہرست کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

- (۱) صحرائی جانور کا شکار کرنا
- (۲) جماع اور ہر طرح کی جنسی لذت حاصل کرنا۔ خواہ بیوی سے ہی کیوں نہ ہو
- (۳) اپنا یا کسی دوسرے کا نکاح پڑھنا
- (۴) نکاح کا گواہ بننا
- (۵) استمناء کرنا
- (۶) خوشبو لگانا
- (۷) سرمہ لگانا
- (۸) آئینہ دیکھنا
- (۹) قسم کھانا

- (۱۰) زینت کے لیے انگوٹھی پہننا
- (۱۱) مرد کے لیے سلا ہوا لباس پہننا
- (۱۲) مرد کے لیے ایسا جوتا پہننا جس میں پورا پاؤں چھپ جائے
- (۱۳) مرد کے لیے گردن اور سر کو کسی کپڑے سے ڈھانکنا
- (۱۴) مرد کے لیے راہ چلتے وقت سائے میں چلنا
- (۱۵) عورت کے لیے زیور پہننا
- (۱۶) عورت کے لیے چہرے پر کپڑا ڈالنا
- (۱۷) جھوٹ بولنا، گالی دینا اور خود ستائی کرنا
- (۱۸) جسم پر ریختنے والے جانور مثلاً کبھی مچھر کا مارنا
- (۱۹) جسم پر تیل ماش کرنا
- (۲۰) جسم سے بال اکھاڑنا
- (۲۱) جسم سے خون نکالنا
- (۲۲) ناخن کاٹنا
- (۲۳) دانت اکھاڑنا۔ اگرچہ خون نہ بھی نکلے
- (۲۴) حدود حرم میں درخت یا گھاس کاٹنا
- (۲۵) حالت احرام میں ہتھیار لے کر چلنا۔

۱۸۰۔ میت سے متعلق محرمات

آیت اللہ خمینی لکھتے ہیں: غصب کردہ زمین میں میت کو دفن کرنا حرام ہے زمین خواہ اصلاً غصب کردہ ہو یا اس کی منفعت کا تعلق کسی اور سے ہو مثلاً ایک شخص نے چند سالوں کے لیے زمین ٹھیکے پر دے رکھی ہو تو مستاجر کی اجازت کے بغیر میت کو دفن کرنا حرام ہوگا۔ میت کو مسجد میں دفن کرنا حرام ہے اگرچہ مسلمانوں کے لیے تکلیف اور نمازیوں کے لیے پریشانی کا باعث نہ ہو۔ (تحریر الوسیلہ ج ۱، ص ۸۹)

کافر اور اس کی اولاد کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا حرام ہے۔ اگر اتفاق سے ایسا ہو جائے تو واجب ہے کہ ان کو مسلمانوں کے قبرستان سے باہر دفن کر دیا جائے۔ اسی طرح مسلمان کو کافروں کے قبرستان میں دفن کرنا حرام ہے۔ اگر غلطی سے مسلمان کافروں کے قبرستان میں دفن ہو جائے تو قبر کشائی کر کے مسلمان کی لاش نکال لیں اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دیں اور اگر اس قبرستان میں ہونے کی وجہ سے میت کی توہین ہوتی ہو تو میت کو وہاں سے نکال کر منتقل کرنا واجب ہے۔ (ایضاً ص ۹۴)

مسلمانوں اور ان کی اولادوں کی قبر کشائی حرام ہے۔ ہاں اگر ہمیں یہ یقین ہو کہ ان کے جسم خاک ہو چکے ہوں گے اور ان کے آثار مٹ چکے ہوں گے تو پھر قبر کشائی جائز ہے لیکن انبیائے کرام اور ائمہ طاہرین علیہم السلام کی قبروں کو کھولنا مطلق حرام ہے چاہے کتنا ہی طویل عرصہ بیت گیا ہو۔ اسی طرح امام زادگان، صالحین اور شہداء کی قبور جو مومنین کے لیے زیارت گاہ اور پناہ گاہ بن چکی ہوں ان قبور کا کھولنا بھی حرام ہے۔ قبر کشائی سے مراد میت کے جسم کا ظاہر کرنا ہے۔ (تحریر الوسیلہ ج ۱، ص ۹۳)

آیت اللہ عینی نے میت کے پسماندگان کے لیے جو احکام تحریر کئے ہیں انھیں ہم اختصار کے ساتھ یہاں نقل کرتے ہیں:

بنابر احتیاط پسماندگان کو منہ پر طمانچے نہیں مارنے چاہئیں اور اپنے چہرے کو خراشیں نہیں ڈالنی چاہئیں اور اپنے سر کے بال نہ اکھاڑیں اور رونے کی آواز کو حد اعتدال سے زیادہ بلند نہ کریں۔

باپ اور بھائی کے علاوہ کسی دوسرے کی موت پر گریبان چاک کرنا حرام ہے۔ بعض بے اعتدالیوں کی وجہ سے کفارہ بھی واجب ہو جاتا ہے۔ اگر عورت اپنے بال کاٹ ڈالے تو اس پر ماہ رمضان میں روزہ نہ رکھنے کا جو کفارہ ہے وہ واجب ہو جاتا ہے اور اگر عورت اپنے چہرے پر خراشیں ڈالے اور چہرے سے خون نکل آئے بلکہ بنابر احتیاط اگر خون نہ بھی نکلے تو اس پر قسم کا جو کفارہ ہے وہ واجب ہو جاتا ہے۔

اگر کوئی مرد بیوی یا بیٹے کی موت پر اپنا گریبان پھاڑ ڈالے تو قسم کا کفارہ دے یعنی دس فقراء کو کھانا کھلائے یا لباس پہنائے یا ایک غلام آزاد کرے۔ اور اگر ان کی طاقت نہ رکھتا ہو تو تین دن کے روزے رکھے۔

(تحریر الوسیلہ ج ۱، ص ۹۳)

۱۸۱۔ حرام روزے

شیخ طوسی نے لکھا ہے کہ دس طرح کے روزے حرام ہیں:

- (۱) عید فطر کے دن کا روزہ
- (۲) عید قربان کے دن کا روزہ
- (۳) جس دن معلوم نہ ہو کہ شعبان کا آخری دن ہے یا رمضان کا پہلا دن ہے اس دن رمضان کی نیت سے روزہ رکھنا
- (۴) جو شخص منیٰ میں ہو اس کے لیے ذی الحجہ کی گیارہ تاریخ کو روزہ رکھنا
- (۵) جو شخص منیٰ میں ہو اس کے لیے ذی الحجہ کی بارہ تاریخ کو روزہ رکھنا
- (۶) جو شخص منیٰ میں ہو اس کے لیے ذی الحجہ کی تیرہ تاریخ کو روزہ رکھنا
- (۷) گناہ کے لیے نذر کے طور پر روزہ رکھنا
- (۸) چپ شاہ کا روزہ رکھنا

- (۹) روزہ وصال یعنی دو روزوں کے درمیان افطاری نہ کرنا
- (۱۰) پورا سال روزہ رکھنا کیونکہ اس میں کچھ دنوں کے روزے حرام ہیں۔ (مسائل العشر ص ۲۱۹)
- محقق علی نے شرائع الاسلام میں مذکورہ بالا روزوں کے ساتھ کچھ اور روزے بھی حرام لکھے ہیں:
- (۱) شوہر کی اجازت کے بغیر یا اس کے منع کرنے کے باوجود بیوی کا سنتی روزہ رکھنا
- (۲) آقا کی اجازت کے بغیر غلام کا سنتی روزہ رکھنا
- (۳) مستثنیٰ مقامات کے علاوہ سفر میں روزہ رکھنا
- (۴) کچھ فقہاء فرماتے ہیں کہ جب باپ اپنے بیٹے کو روزہ رکھنے سے منع کرے تو احتیاط واجب کی بنا پر بیٹے پر روزہ رکھنا حرام ہے اور اگر یہ باپ کے لیے ایذا کا سبب ہو تو پھر روزہ رکھنا مطلقاً حرام ہے۔
- (۵) بعض فقہاء کے نزدیک عاشور کے دن تبرک یا مستحب موکد کی نیت سے روزہ رکھنا حرام ہے۔
- مؤلف کہتا ہے: جب روزہ مریض کے مرض میں اضافے کا موجب ہو تو مریض کے لیے اور اگر روزہ صحت مند کے لیے بیماری کا موجب ہو تو صحت مند کے لیے روزہ رکھنا حرام ہے۔ روزے کے معین وقت کی مقدار میں کمی بیشی کرنا بھی حرام ہے۔

۱۸۲۔ مساجد اور مقامات مقدسہ کے محرمات

- (۱) مساجد کو سونے کے ساتھ مزین کرنا حرام ہے۔
- (۲) مساجد میں تصویریں بنانا (بالخصوص انسان اور حیوان کی تصاویر بنانا) حرام ہے۔
- (۳) راستے پر قبضہ کر کے یا کسی دوسرے کی زمین پر قبضہ کر کے مسجد بنانا حرام ہے۔
- (۴) اگر کسی نے مسجد سے کچھ اٹھایا ہے تو واجب ہے کہ اسے مسجد میں واپس رکھ دے۔ اگر ایسا ممکن نہ ہو تو پھر کسی دوسری مسجد میں رکھ دے۔
- (۵) اگر مسجد کے آثار باقی نہ رہیں تب بھی اس کو ملکیت بنانا حرام ہے۔
- (۶) مسجد کو نجس کرنا حرام ہے۔ اگر اتفاق سے نجس ہو جائے تو پاک کرنا واجب ہے۔
- (۷) مسجد کی ریت اور دوسرے اجزا باہر نکالنا حرام ہے۔
- (۸) جنابت، حیض اور نفاس کی حالت میں مسجد میں ٹھہرنا حرام ہے۔ ان لوگوں کے لیے مسجد میں کچھ رکھنا بھی حرام ہے البتہ مساجد سے ان لوگوں کا گزرنا جائز ہے لیکن مسجد الحرام اور مسجد نبوی سے ان کا گزرنا بھی ناجائز اور حرام ہے۔ (محقق علی، شرائع الاسلام ج ۱، ص ۹۸)
- آیت اللہ گل پائیگانی فرماتے ہیں: مساجد کا نجس کرنا حرام ہے اور ان کا پاک کرنا واجب ہے اور اس حکم میں مسجد کے تمام اجزائے زمین اور عمارت شامل ہیں اور احتیاط واجب کی بنا پر مسجد کی بیرونی دیواروں کا بھی

یہی حکم ہے۔ حرم اور ضریح مقدس بھی مسجد کے حکم میں ہیں۔ ہر وہ چیز جس کی تعظیم و احترام کرنا شریعت میں لازم ہو اور اس کو نجس کرنا اس کی حرمت کے منافی ہو اس کا نجس کرنا حرام ہے مثلاً رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مطہر کی خاک اور تمام ائمہ طاہرین علیہم السلام کے قبور کی خاک اور امام حسین علیہ السلام کی قبر کی خاک کی توہین کرنا اور اس کو نجس کرنا قطعاً حرام ہے۔ اسی طرح قرآن کریم کی توہین کرنا، قرآن کریم کو نجس کرنا یا اس کی جلد اور غلاف کو نجس کرنا حرام ہے۔ کتب حدیث کا بھی یہی حکم ہے۔ (ہدایۃ العباد ص ۱۱۲)

مساجد کو یہود و نصاریٰ کا معبد قرار دینا حرام ہے اور اس میں مردوں کا دفن کرنا بھی حرام ہے۔

(علامہ حلی، قواعد ج ۱، ص ۳۶۲)

۱۸۳۔ بلاد کفر میں رہائش اختیار کرنا

علامہ حلی فرماتے ہیں کہ دیار کفر و شرک میں جب انسان اسلامی احکام پر عمل نہ کر سکتا ہو اور وہاں سے ہجرت کرنا بھی ممکن ہو تو وہاں رہائش اختیار کرنا حرام ہے۔

محقق کرکی نے جامع المقاصد میں اس مسئلے پر یہ اضافہ کیا ہے: اس فتویٰ کی بنیاد قرآن کریم کی اس آیت پر ہے: **إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنْتُمْ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضَ اللَّهِ وَابْسَعُ لَهَا جُزْءًا فِيمَا قَالُوا لَيْكَ مَا وَرَأَاهُمْ جَهَنَّمَ وَسَاءَ مَا مَصِيرًا** ○ **إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيعُونَ حِيلَةً وَلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا** ○ **فَأُولَئِكَ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَعْفُوَ عَنْهُمْ وَكَانَ اللَّهُ عَفُورًا غَفُورًا** ○ جو لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں جب فرشتے ان کی جان قبض کرنے لگتے ہیں تو ان سے پوچھتے ہیں کہ تم کس حال میں تھے؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم ملک میں عاجز اور ناتوان تھے۔ فرشتے کہتے ہیں کہ کیا خدا کا ملک فراخ نہیں تھا کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے؟ ایسے لوگوں کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بری جگہ ہے۔ ہاں جو مرد اور عورتیں اور بچے بے بس ہیں کہ نہ تو کوئی چارہ کر سکتے ہیں اور نہ راستا جانتے ہیں قریب ہے کہ خدا ایسوں کو معاف کر دے اور خدا معاف کرنے والا بخشنے والا ہے۔ (سورۃ نساء: ۹۷-۹۹)

مؤلف کہتا ہے: ہجرت ایک عمل ہے اور اسے لا ہجرۃ بقعد الفتح (مسند احمد بن حنبل ج ۱، ص ۲۲۶) جامع المقاصد ج ۳، ص ۳۷۴) کی حدیث رسول سے منسوخ نہیں سمجھا جاسکتا۔ اس حدیث کا اپنا ایک پس منظر ہے جس کا تعلق جزیرہ عرب سے ہے۔ بہر نوع مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ بلاد اسلام کو چھوڑ کر ایسی جگہ جا کر نہ رہیں جہاں وہ اسلام کے احکامات پر عمل نہ کر سکتے ہوں۔ جہاں اسلامی احکام پر عمل کرنا ناممکن ہو وہاں سے ہجرت کرنا واجب ہو جاتا ہے البتہ مستضعف اس حکم سے معذور ہیں۔

شہید اول لعلہ میں لکھتے ہیں کہ جن بلاد کفر میں مسلمان شعائر اسلام پر عمل نہ کر سکتا ہو وہاں اس کا رہائش رکھنا حرام ہے اور بلاد اسلامی کی طرف لوٹنا واجب ہے۔

۱۸۴۔ حرام اشعار

تحقیق حلی نے لکھا ہے:

جو اشعار جھوٹ یا مومن کی توہین پر مبنی ہوں یا کسی مردِ شہداء کے متعلق ہوسناک لوگوں کی ہوسناکی کو ابھارتے ہوں ان کا پڑھنا حرام ہے۔ اگر یہ موانع نہ ہوں تو اشعار پڑھنا مباح اور حلال ہے البتہ زیادہ شعر پڑھنا اور اشعار کو گنگناتے رہنا مکروہ ہے۔ (شرائع الاسلام ج ۴، ص ۹۱۳)

رہبران دین کے فضائل و مصائب پر مبنی اشعار اس سے مستثنیٰ ہیں۔ محمد و آل محمد کے حق میں اشعار کہنے والے شاعر کا بڑا اجر ہے۔ کچھ روایات میں بیان ہوا ہے کہ جو شخص آل محمد کے فضائل اور مصائب میں ایک بیت لکھے گا خدا اسے جنت کا ایک بیت عطا کرے گا۔

قرآن مجید نے ظالم حکام کے خوش چہین شاعروں کی مذمت کی ہے جبکہ مومن شاعروں کو اس سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: هَلْ أَنْبَيْتُمْ عَلَىٰ مَنْ نَزَّلُ الشَّيَاطِينَ ۝ تَنَزَّلُ عَلَىٰ كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ ۝ يُلْقُونَ السَّمْعَ وَأَكْثُرُهُمْ كَاذِبُونَ ۝ وَالشُّعْرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ ۝ أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ ۝ وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ ۝ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَذَكَرُوا اللَّهَ كَثِيرًا وَانْتَصَرُوا مِنْ بَعْدِ مَا ظَلَمُوا وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ ۝ کیا میں تمہیں بتاؤں کہ شیطان کس پر اترا کرتے ہیں ہر جھوٹے گنہگار پر اترتے ہیں۔ جو سنی بات (اس کے کان میں) لا ڈالتے ہیں اور وہ اکثر جھوٹے ہیں اور شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ کیا کرتے ہیں۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ وادی وادی سرگرداں پھرتے رہتے ہیں اور جو کچھ کہتے ہیں وہ کرتے نہیں۔ البتہ وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جو ایمان لائے اور نیک کام کئے اور خدا کو بہت یاد کرتے رہے اور جب ان پر ظلم کیا گیا تو صرف بدلہ لیا اور عنقریب ظلم کرنے والے جان لیں گے کہ وہ کس انجام سے دوچار ہونے والے ہیں۔ (سورہ شعراء: آیت ۲۲۱ تا ۲۲۷)

ملا فیض کاشانی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں: شیاطین گمراہی کے اماموں کو گھیرے رہتے ہیں اور ان کے پاس جھوٹی باتیں لے جاتے ہیں اور اتنی ہی تعداد میں فرشتے ہر روز دن رات ہدایت کے اماموں کے پاس جاتے ہیں اور ان کی زیارت کرتے ہیں۔ (تفسیر صافی بحوالہ کافی ج ۱، ص ۲۵۳)

مجمع البیان میں ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے وَالشُّعْرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: اس سے وہ شاعر مراد ہیں جو ظلم و دانش سے بے بہرہ ہیں لہذا خود بھی گمراہ ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ اس سے داستان گو مراد ہیں۔ (تفسیر آصفی ج ۲، ص ۸۹۸)

شاعر ہلکی پھلکی صحبتوں اور محفلوں میں اپنی گمراہ کن باتیں دین خدا میں شامل کر کے لوگوں کو سناتے ہیں جیسا کہ أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ کی آیت بتاتی ہے۔ یہ لوگ ہر موضوع پر شعر و شاعری میں

اظہار خیال کرتے ہیں اور بلبل ہزار داستان بن کر چپکتے رہتے ہیں۔ یہ لوگ آل محمد کے حقوق کے غاصب ہیں۔ فیض کاشانی لکھتے ہیں: وادی وادی گھونسنے والے شاعر خیالی باتیں لوگوں کو سناتے ہیں اور بے پرکی اڑاتے ہیں جس طرح کہ ظالم بادشاہ کے خوشہ چین شعراء اس کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملاتے ہیں (تفسیر صافی ص ۸۹۹)

مؤلف عرض کرتا ہے:

کئی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ شب جمعہ، روزہ جمعہ، ماہ رمضان اور عام طور سے رات کے وقت اشعار پڑھنا مکروہ ہے البتہ کچھ روایات میں استثنا موجود ہے اور کہا گیا ہے کہ ان اوقات میں محمد و آل محمد کا قصیدہ یا مرثیہ پڑھنا اور حکمت آمیز اشعار پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔ صاحب حدائق نے خلف بن حماد سے نقل کیا ہے کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہمارے احباب آپ کے جد سے منسوب ایک روایت بیان کرتے ہیں کہ شب جمعہ، روز جمعہ، ماہ رمضان اور رات کے وقت اشعار پڑھنا مکروہ ہے جبکہ میرا ارادہ تھا کہ میں آپ کے والد گرامی کا مرثیہ پڑھوں جبکہ یہ ماہ رمضان ہے۔ امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: تم میرے والد کی مرثیہ خوانی جمعہ کی راتوں، ماہ رمضان اور باقی ایام میں کرو۔ خدا تمہیں اس کی جزا عطا فرمائے گا۔

(حدائق ج ۱۳، ص ۱۶۳۔ وسائل الشیخ ج ۱۰، ص ۴۶۹)

۱۸۵۔ خلقت کو تبدیل کرنا

جب اللہ نے شیطان پر لعنت کی تھی اور اس نے اللہ سے روز قیامت تک کی مہلت مانگی تھی تو اللہ نے فرمایا تھا کہ تجھے وقت معلوم تک مہلت دی جاتی ہے۔ اس وقت شیطان نے اپنے منصوبوں کا اعلان کیا تھا اور اس کا ایک منصوبہ یہ تھا وَاَمْرُنَهُمْ فَلْيَخْتَرُوْا خَلْقَ اللّٰهِ... میں بنی آدم کو حکم دوں گا اور وہ ضرور خدا کی خلقت کو تبدیل کریں گے۔ (سورہ نساء: آیت ۱۱۹) اس آیت کی تفسیر میں امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اس سے مراد امر خدا میں تبدیلی ہے اور امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اس سے مراد دین خدا میں تبدیلی ہے۔ علامہ طبرسی مجمع البیان میں فرماتے ہیں کہ ان دو روایات کی تائید قرآن کریم کی اس آیت سے ہوتی ہے... فِطْرَتِ اللّٰهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِيَخْلُقِ اللّٰهُ... دین، خدا کی وہ فطرت ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے خدا کی خلقت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ (سورہ روم: آیت ۳۰) اور اس کا مقصد حلال کو حرام کرنا اور حرام کو حلال کرنا ہے۔

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ اس سے مراد بانجھ بنانا ہے اور بعض مفسرین کہتے ہیں کہ اس سے ہاتھ اور منہ پر نقش و نگار بنانا مراد ہے۔ الحاصل شیطان بنی نوع انسان کا کھلا دشمن ہے اور وہ چاہتا ہے کہ انسان ہمیشہ فساد، خلقت میں تبدیلی اور دین میں تبدیلی میں الجھا رہے۔ اس طرح کی تباہ کاریوں سے محفوظ رہنے کا ایک ہی علاج

ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو خدا کی پناہ میں دیدے۔

اس مسئلے کی وضاحت کے لیے ہم تفسیر عیاشی کی روایت پیش کرتے ہیں:

جناب جابر بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابلیس پہلا فرد ہے جس نے گریہ کیا، خوشی کا اظہار کیا اور گیت گائے۔ جب اس نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے جال میں پھنسایا اور انہوں نے شجر ممنوعہ کا پھل کھایا تو ابلیس نے خوشی کا اظہار کیا اور جب حضرت آدم جنت سے نکلے اس نے گیت گائے اور جب حضرت آدم نے زمین پر قرار پکڑا تو اس نے گریہ کیا اور حضرت آدم کو جنت کی نعمتیں یاد دلائیں۔ حضرت آدم نے خدا سے عرض کیا: پروردگار! تو نے میرے اور ابلیس کے درمیان دشمنی ڈال دی ہے اور ابلیس اتنا طاقتور دشمن ہے کہ میں جنت میں رہ کر بھی اسے شکست نہیں دے سکا۔ اب اگر تو نے میری مدد نہ کی تو میں اس کے مقابلے میں کچھ بھی نہ کر سکوں گا۔ مجھے اس کے مقابلے میں قوت عطا فرما۔ خدا نے حضرت آدم سے فرمایا میں ایک گناہ کے بدلے ایک گناہ کی سزا دوں گا اور ایک نیکی کے بدلے دس گناہ سے لے کر سات سو گنا تک ثواب دوں گا۔ حضرت آدم نے عرض کیا: پروردگار! مجھ پر اپنا مزید کرم فرما۔ خدا نے فرمایا: جب بھی تیری نسل میں سے ایک فرد پیدا ہوگا تو اس کی حفاظت کے لیے میں دو فرشتے مقرر کروں گا۔ حضرت آدم نے عرض کیا: پروردگار! مجھ پر اپنا مزید کرم فرما۔ خدا نے فرمایا: میں ان کے گناہ معاف کروں گا اور ان کے گناہ معاف کرنے میں مجھے کوئی باک نہیں ہوگا۔ حضرت آدم نے عرض کیا: پروردگار! میرے لیے یہی کافی ہے۔ اس کے بعد ابلیس نے کہا: پروردگار! تو نے آدم کو مجھ پر فضیلت دی ہے اور اگر تو نے مجھ پر اپنا فضل نہ کیا تو میں اس پر قابو نہ پاسکوں گا۔ اس وقت آواز قدرت آئی: نسل آدم میں جب ایک فرد پیدا ہوگا تب تیری نسل میں دو افراد پیدا ہوں گے۔ ابلیس نے کہا: پروردگار! اور کرم فرما۔ خدا نے فرمایا: تجھے اختیار ہوگا کہ تو ان کے خون کی طرح ان کے رگ و پے میں سرایت کر سکے۔ ابلیس نے کہا: پروردگار! اور کرم فرما۔ خدا نے فرمایا: تجھے اور تیری نسل کو بنی آدم کے سینوں میں رہنے کا اختیار ہوگا۔ ابلیس نے کہا: پروردگار! اور کرم فرما۔ خدا نے فرمایا: تجھے یہ اختیار ہوگا کہ تو بنی آدم کو لمبی چوڑی خواہشوں کے جال میں پھنسا سکے گا اور آخرت فراموش کرادے گا۔ پھر اللہ نے فرمایا کہ شیطان کے وعدے، دھوکے اور فریب کے علاوہ کچھ نہیں۔ (تفسیر عیاشی ج ۱، ص ۲۷۶)

اب آئیے خلقت کی تبدیلی کے متعلق فریقین کی روایات کا جائزہ لیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جسم پر نقش و نگار بنوانے والوں پر لعنت کی اور جو دانتوں کی خوبصورتی کے لیے لوگوں کے دانتوں کو باریک اور چھوٹا بناتے ہیں ان پر بھی لعنت کی اور جو انہیں اپنے دانت باریک اور چھوٹا کرنے کی اجازت دیتے ہیں ان پر بھی لعنت کی۔

روایت میں ہے: لَعْنَتُ رَسُوْلِ لِنْدِهِ الْمُتَفَلِّحَاتِ لِلْحُسْنِ الْمُغَيَّرَاتِ خَلْقِ اللّٰهِ. جو لوگ اپنے

دانتوں کو خوبصورت بنانے کے لیے ان کے درمیان فاصلہ کرواتے ہیں ان پر بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے لعنت کی ہے۔

روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نامصہ اور منتمصہ پر بھی لعنت کی ہے۔ نامصہ ابرو باریک کرنے والی عورت کو کہا جاتا ہے اور منتمصہ ابرو باریک کرنے کی اجازت دینے والی عورت کو کہا جاتا ہے۔ نیز آپ نے فرمایا کہ لَعْنَةُ اللَّهِ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ یعنی خدا نے اس عورت پر لعنت کی ہے جو ایک بال دوسری کے بالوں سے چپاں کرتی ہے اور اس عورت پر بھی لعنت کی ہے جو دوسری عورت کے بال اپنے بالوں سے ملا کر خوش ہوتی ہے۔ (تحریر الاحکام ج ۱، ص ۳۲)

نیز احادیث میں واشمہ اور موتشمہ یعنی بدن میں سویاں چھو کر نقش و نگار بنوانے اور بنانے والی عورت پر بھی لعنت کی گئی ہے۔

مؤلف کہتا ہے:

بعض شیعہ فقہاء نے کہا ہے کہ اس سے کراہت کا سبب یہ ہے کہ اگر عورت شادی شدہ نہ ہو تو اس کے نقش و نگار کی وجہ سے لوگ اس پر تہمت لگائیں گے اور اگر عورت شادی شدہ ہو تو اس طرح سے وہ اپنے شوہر کو دھوکا دیتی ہے البتہ اگر شوہر کی اجازت سے ایسا کرے تو حرام نہیں ہے۔ (علامہ حلی، التحریر ج ۱، ص ۲۰۸)

ہمارے کچھ معاصر فقہاء نامصہ، واصلہ اور واشمہ کے متعلق فرماتے ہیں:

اگر یہ صرف مستزہم حرام ہو یا دھوکا دینے کا سبب ہو تو حرام ہے لیکن بانجھ بنانا اور جنس تبدیل کرانا قطعاً حرام ہے۔

مؤلف عرض پرداز ہے:

مذکورہ بالا روایات اور لعنت کے الفاظ سے حرمت کا شبہ پیدا ہوتا ہے اور احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ انسان شبہات سے دور رہے۔

امام حسن عسکری علیہ السلام کی شیعوں کو نصیحتیں

کچھ احباب کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے ہم اس کتاب کا اختتام ان نصیحتوں پر کرنا چاہتے ہیں جو امام حسن عسکری علیہ السلام نے اپنے شیعوں کو فرمائی تھیں۔

انوار الہمیہ، بحار الانوار اور دوسری کتب حدیث میں مرقوم ہے کہ امام حسن عسکری علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جناب علی بن حسین بن بابویہ قمی یعنی شیخ صدوق کے والد محترم کو — جو قم میں دفن ہیں — ایک خط لکھا تھا۔

خط مبارک کے متن کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ وَالْجَنَّةُ لِلْمَوْجِدِينَ وَالنَّارُ لِلْمُلْحِدِينَ وَلَا عُدْوَانَ

إِلَّا عَلَى الطَّاهِرِينَ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَحْسَنُ الْمُخَالِقِينَ وَالصَّلَاةَ عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ وَعِتْرَتِهِ الطَّاهِرِينَ.
یعنی تمام تعریف اللہ کے لیے جو عالمین کا پروردگار ہے اور نیک انجام پرہیزگاروں کے لیے ہے اور
خالصوں کے سوا کسی پر زیادتی نہیں ہوگی اور احسن الخالقین اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ اس کی
بہترین مخلوق محمدؐ اور ان کی پاک عترت پر درود ہو۔

اما بعد! اے علی بن حسین قتی تم شیخ، قابل اعتماد اور ہمارے فقیہ ہو۔ اللہ تمہیں اپنی رضا حاصل کرنے
کی توفیق عطا فرمائے اور اپنی رحمت سے تمہاری نسل میں صالح اولاد قرار دے۔ میں تمہیں (حسب ذیل امور کی)
صحیح کرتا ہوں۔

﴿۱﴾ تقویٰ کی

﴿۲﴾ نماز کی

﴿۳﴾ زکات دینے کی۔ کیونکہ خدا زکات نہ دینے والے کی نماز قبول نہیں کرتا۔

﴿۴﴾ لوگوں کی غلطیوں سے درگزر کرنے کی

﴿۵﴾ غصے پر قابو رکھنے کی

﴿۶﴾ صلہ رحمی کی

﴿۷﴾ بھائیوں سے نمکساری کرنے کی

﴿۸﴾ دکھ سکھ میں بھائیوں کی ضرورتیں پوری کرنے کے لیے کوشش کرنے کی

﴿۹﴾ جاہلوں کے ساتھ بردباری سے پیش آنے کی

﴿۱۰﴾ دین میں غور و فکر کرنے کی

﴿۱۱﴾ معاملات میں پر عزم رہنے کی

﴿۱۲﴾ قرآن سے وابستہ رہنے کی

﴿۱۳﴾ حسن سلوک سے پیش آنے کی

﴿۱۴﴾ امر بالمعروف اور نہی المنکر کرتے رہنے کی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: لَا تَخِيْبُ فِيْ كَيْبِمْ مِّنْ نَّجْوَاهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍ

بَيْنَ النَّاسِ... ان لوگوں کی بہت سی مشورتیں اچھی نہیں ہیں مگر ان کی جو خیرات یا نیک بات یا لوگوں

میں اصلاح کرنے کو کہے۔ (سورۃ نساء: آیت ۱۱۴)

﴿۱۵﴾ تمام فحش باتوں سے دور رہنے کی

﴿۱۶﴾ پابندی سے نماز شب پڑھنے کی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام علی علیہ السلام کو وصیت کی تھی کہ علی! نماز شب پڑھتے رہنا۔

اور آپ نے یہ جملہ تین مرتبہ ارشاد فرمایا تھا۔ پھر فرمایا تھا: جو کوئی نماز شب کو حقیر تصور کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ تم میری نصیحت پر عمل کرو اور میرے تمام شیعوں سے کہہ دو کہ وہ بھی میری اس نصیحت پر عمل کریں۔

﴿۱۷﴾ صبر کرنے کی

﴿۱۸﴾ انتظار فرج کی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: میری امت کا بہترین عمل انتظار فرج (مہدی) ہے۔ ہمارے شیعہ اس وقت تک غمگین رہیں گے جب تک میرے فرزند (مہدی) کا ظہور نہیں ہوگا جس کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بشارت دی تھی کہ وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔

لہذا اے میرے شیخ اور معتقد! اے ابو الحسن علی!

ہمارے تمام شیعوں کو صبر و شکیبائی کا حکم دو اس لیے کہ یہ زمین خدا کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے اس زمین کا وارث بنائے اور نیک انجام پر ہیروزگاروں کے لیے ہے۔ تم پر اور ہمارے تمام شیعوں پر میرا سلام اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔ خدا ہمارے لیے کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے۔ وہی ہمارا بہترین سرپرست اور بہترین مددگار ہے۔

(انوار البیہ ص ۱۶۱۔ بحار الانوار ج ۵۰، ص ۳۱۷)

وتمت کلمة ربك صدقا وعدلا لا مبدل لكلماته وله الحمد اولاً و آخراً انه حميد مجيد

وصلی اللہ علی محمد وآلہ الطاہرین و عجل اللہ فی فرجہم الشریف